إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

لواعج الاحزان

جلد اول

المُلقّب بہ

مظہر المصائب

مصنفہ

عالی جناب مولانا مولوی السید محمد مہدی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ

ترتیب و تصحیح و حاشیہ

از تاج المتکلمین نجم الواعظین حضرت فخر العلماء جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی

ناظم اعلیٰ آل پاکستان شیعہ مجلس علماء و خطیب جامع امامیہ پشاور

حسب فرمائش مومنین

شیعہ بک ایجنسی انصاف پریس لاہور نے چھپوا کر شائع کی

(قیمت :- [redacted] روپے)

(انصاف پریس لاہور)

تعداد ۵۰۰

ضروری گذارش

کتاب "لواعج الاحزان" ایک عرصہ سے نایاب تھی ۔ مومنین کے بیحد اصرار اور جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کے توجہ دلانے پر اس کتاب کو چھاپنے کا عزم کیا گیا ہے ۔ اس کتاب کی اشاعت سے کسی قسم کا مالی فائدہ مقصود نہیں ہے ۔ مولانا صاحب موصوف نے نظر ثانی کر کے اس کتاب میں مناسب ترمیم و تنسیخ کر دی ہے ۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی جلد شائع ہوچکا ہے ۔

ملک ریاض علی

مینجر

شیعہ جنرل بک ایجنسی ، انصاف پریس ریلوے روڈ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات چہاردہ معصومینؑ کی تاریخ ولادت و وفات

نمبر شمار	اسمائے گرامی حضرات معصومین	تاریخ ولادت	تاریخ وفات
۱	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۷ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل	۲۸ صفر سنہ ۱۱ ھ
۲	حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام	۲۰ جمادی الثانیہ سنہ ۵ بعثت	۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ھ
۳	حضرت ابو الائمہ علی علیہ السلام	۱۳ رجب سنہ ۳۰ عام الفیل	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ ھ
۴	حضرت امام حسن علیہ السلام	۱۵ رمضان سنہ ۳ ھ	۲۸ صفر سنہ ۵۰ ھ
۵	حضرت امام حسین علیہ السلام	۳ شعبان سنہ ۴ ھ	۱۰ محرم سنہ ۶۱ ھ
۶	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۳۸ ھ	۲۵ محرم سنہ ۹۵ ھ
۷	حضرت امام محمد باقر علیہ السلام	یکم رجب سنہ ۵۷ ھ	۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ ھ
۸	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	۱۷ ربیع الاول سنہ ۸۳ ھ	۱۵ شوال سنہ ۱۴۸ ھ
۹	حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	۷ صفر سنہ ۱۲۸ ھ	۲۵ رجب سنہ ۱۸۳ ھ
۱۰	حضرت امام علی رضا علیہ السلام	۱۱ ذی قعد سنہ ۱۵۳ ھ	۲۳ ذی قعد سنہ ۲۰۳ ھ
۱۱	حضرت امام محمد تقی علیہ السلام	۱۰ رجب سنہ ۱۹۵ ھ	۱۹ ذی قعد سنہ ۲۲۰ ھ
۱۲	حضرت امام علی نقی علیہ السلام	۵ رجب سنہ ۲۱۴ ھ	۳ رجب سنہ ۲۵۴ ھ
۱۳	حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	۱۱ ربیع الثانی سنہ ۲۳۲ ھ	۱۸ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ ھ
۱۴	حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام صاحب العصر	۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ھ / ۲۵۶	بحکم خدا زندہ ہیں

دیباچہ

کتاب "لواعج الاحزان" حدیث خوانی کی اردو کتب میں وہ پہلی اور آخری کتاب ہے جس کے قبل و بعد کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی گئی جو اس کی طرح مستند واقعات پر مشتمل اور کثرت مقاصد و مضامین کی جامع ہو اس میں تقریباً تمام واقعات مستند، معتبر اور ممتاز کتب فریقین سے ماخوذ ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اس کے استناد کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے گذشتہ (ایڈیشنز) میں حجۃ الاسلام حضرت شمس العلماء جناب مولانا سید ناصر حسین قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ و حجۃ الاسلام حضرت شمس العلماء جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ اور حجۃ الاسلام حضرت باقر العلوم جناب مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ اور بعض دیگر جلیل القدر علماء کی عظیم الشان و جزیل البنیان تقاریظ زیب دہ کتاب ہیں۔ ان تقاریظ میں (جو عربی زبان میں ہیں) ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو مصنف طاب ثراہ کے چرخ چہارم پر اور کتاب ہذا کے فلک عطارد پر ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ کتاب چار بار طبع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی تھی کہ پانچویں مرتبہ عمدۃ المتکلمین البارع الممجد و الحبر الوحید مولانا الحاج حکیم سید مقبول احمد صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ دہلوی نے ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں اپنے مطبع مقبول پریس دہلی میں زیور طبع سے آراستہ فرمایا۔

عہد حاضر میں یہ کثیر الفوائد کتاب اس درجہ کمیاب ہو گئی تھی کہ نایاب کی حد تک پہنچ گئی۔ قابل مبارکباد ہیں فخر قوم و ملت عالیجناب الحاج ملک صادق علی صاحب عرفانی کہ انہوں نے کتاب کی کمیابی بلکہ نایابی اور افراد ملت کی اضطرابی، بے چینی اور والہانہ جستجو کا بروقت احساس کرتے ہوئے اس کی طباعت کا انتظام و انصرام فرمایا۔

موصوف نے مجھ سے ارشاد کیا کہ میں اس کی تالیف و ترتیب اور تصحیح و حاشیہ کے لئے وقت نکالوں، بنا بریں میں نے تقریباً چار ماہ صرف کر کے اس کی تالیف و ترتیب اور تصحیح و حاشیہ کا کام مکمل کیا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں "مقدمہ قرآن" اور کتاب "مختار آل محمد" کی بیک قلم ترمیم کی وجہ سے اس کتاب پر اتنی محنت نہیں کر سکا جتنی محنت کی ضرورت تھی۔ تاہم اسے پہلے سے زیادہ مفید بنا دیا ہے۔ امید کہ ناظرین بصیر میری معذورانہ کوتاہی کو نظر انداز فرمائیں گے۔

میں نے کتابت کی غلطیاں حتی الامکان درست کر دی ہیں اور جا بجا حاشیہ لکھ دیا ہے اور ترتیب و تالیف مکمل کر دی ہے۔ یہ کتاب مردوں اور زنانہ محافل و مجالس کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔ والسلام

سید نجم الحسن کراروی، پشاور سٹی ۲۷ ۴؍۶۱

فہرست کتاب لواعج الاحزان

حصّہ اوّل

حضرت - صـ ۴۴۷

مجلس ۶۲ احوال جناب امام موسیٰ کاظمؑ - تفسیر امام مبین - امام مبین جناب امیرؑ ہیں - تفسیر آل یٰسین - مساوات اہل بیتؑ رسولؐ - جناب پیغمبر خداؐ سے پانچ چیزوں میں مناظرہ جناب امام رضا علیہ السلام علمائے اہل سنت سے فضیلت اہل بیت میں - اتباع کی تین قسمیں اور ان کا ثمرہ - اکثر اشیاء کا عدد سات ہونا اور عصائے امام اور ریزخالہ سے کھیلنا حکایت علی بن صالح طالقانی - معجزہ جناب امام موسیٰ کاظمؑ - سوالات راہب نصرانی و جوابات حضرتؑ - حکایت لطیف متعلق ہارون و جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام خانہ کعبہ میں - حکایت علی بن یقطین مسئلہ مسح پا میں - حکایت ابن یقطین نسبت قمیص - معجزہ حضرت ناجائز اشرفیوں کا واپس فرمانا - حکایت حماد بن عیسیٰؑ - حکایت حدود فدک - حضرت کے قید ہونے کی وجہ - مدینہ میں ہارون کا حضرتؑ کو گرفتار کرنا - بصرہ میں آپ کا مقید رہنا - چار شخصوں کا زندان بان رہنا - حال عبادت حضرت علیہ السلام قید خانہ میں - ہارون کا حضرت علیہ السلام کی تصویر بنوانا - اور غلاموں سے زخمی کرانا - خرمے میں زہر ملا کر بھیجنا اور ایک کتے کا ہلاک ہونا - حضرت علیہ السلام کا مدینہ جانا اور جناب امام رضا علیہ السلام کو وصی کرنا - جسر بغداد پر حضرتؑ کا جنازہ رکھا جانا - سلیمان بن جعفر کا کفن و دفن میں شریک ہونا - مدت قید حضرتؑ - صـ ۴۵۹

مجلس ۶۳ احوال جناب امام رضا علیہ السلام میں - تفسیر آیۂ سراب و آیۂ نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ آيَةِ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ گفتگو جناب امام رضا علیہ السلام با مامون در بارہ استخلاف و ولی عہدی - آٹھ چیزوں کا ذکر - روایت ذہبیہ علم حضرت امام رضا علیہ السلام - مباحثہ حضرتؑ با جاثلیق نصرانی - اخلاق حضرتؑ - حکایت سفیان ثوری - حضرتؑ کا ایک جنازہ کی مشایعت فرمانا اور اس کے ساتھ ملاطفت - ایک شخص کا پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھنا - اور حضرتؑ کا اس کو اٹھارہ خرمے عطا کرنا - ایک شخص صوفی کا مامون سے مباحثہ کرنا - مامون کا حضرتؑ کو نماز عید کے واسطے حکم کرنا اور پھر منع کرنا - دعبل خزاعی کا حضرتؑ کے سامنے قصیدہ پڑھنا اور حضرت کا انعام دینا - اور اس سے معجزہ کا ظاہر ہونا - سبب شہادت و وجہ عداوت مامون - ابو صلت سے حضرتؑ کا اپنی شہادت کی کیفیت بیان کرنا - اور انگوروں سے شہید ہونا جناب امام محمد تقی علیہ السلام کا غسل و کفن کرنا - مامون کا آنا - مچھلیوں کا قبر میں ظاہر ہونا اور حضرتؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مصنّف

مومنینِ دیندار و موالیانِ اہلبیت اطہار صلوات اللہ علیہم آناء اللیل واطراف النہار پر مخفی و محتجب نہ رہے کہ یہ احقر الطلاب خادم علماء اولی الالباب راجی رحمت ایزدی السید محمد مہدی ابن العلام سلالۃ الکرام مالک الملکات الملکیہ صاحب النفس القدسیہ المولوی السید علی بن السید حیدر علی غفر اللہ لہما والمستوطن موضع علی نگر متصل موضع بجھیکھ پور ضلع سارن حفظ اللہ عن الشرور والفتن بعد فراغ تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ جب لکھنؤ سے اپنے وطنِ مالوف میں آیا تو بسبب اصرار و اجبار برادرانِ ایمانی و اخلائے روحانی اقامت جمعہ و جماعت مسجد معمور والدِ مغفور میں شروع کی حتی کہ ماہ مبارک رمضان کی نماز جمعہ میں اطراف و جوانب سے کئی کئی فرسخ سے لوگ آنے لگے اور بحمد اللہ اشاعتِ دین و ترویجِ شریعت ختم المرسلینؐ کو یوماً فیوماً ترقی ہونے لگی اور بسبب نصائح و وعظ کے جس کا التزام ہر روز بعد نمازِ ظہرین کے رہا بہت سے لوگ پابندِ اوامر و احکام الٰہی و تارک خطایا و مناہی ہو گئے ۱۳۱۵ھ ہجری اوائلِ ماہ مبارک میں بعض احباب نے کہا کہ خوب ہوتا اگر بعدِ وعظ آخر میں کچھ مصائب خامسِ آلِ عبا مظلوم کربلا جناب سید الشہداء علیہ آلاف التحیۃ والثناء بھی بیان ہُوا کرتے۔ مجھے بھی یہ بات پسند آئی اور اسی طرح ہمیشہ التزام رہا۔ اُسی سال یہ بھی خیال ہُوا کہ عشرۂ محرم میں اگر مجالسِ عزا خاص اپنے یہاں بھی ہُوا کریں اور میں خود کچھ مصائب بیان کیا کروں تو احقر کے لئے زیادہ باعثِ مغفرت و ذریعہ نجاتِ آخرت ہوگا۔ چنانچہ ماہ محرم ۱۳۱۶ھ ہجری میں میں نے خاص اپنے مکان میں مجلسیں شروع کیں اور بحمد اللہ آج تک برابر عشرۂ محرم میں مجلسیں ہُوا کرتی ہیں۔ اللہ آیندہ بھی اپنے اخلاف سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ ان مجالس عشرہ کو حتی الوسع ہمیشہ قائم رکھیں گے۔ اس کے بعد مجھے خیال روایاتِ فضائل و مصائب کے جمع کرنے کا ہُوا بلکہ اس بات کا

شوق پیدا ہوا کہ چاروہ معصومین علیہم السلام کے حالات جو متضمن ولادت و وفات کے ہوں سب علی الترتیب لکھے جائیں۔ چنانچہ اسی خیال سے کتابیں مجالس و مقاتل کی علاوہ اُن کے جو کتب خانہ والدِ مرحوم میں تھیں۔ بمبئی وغیرہ سے طلب کیں اور اس جمع و تالیف میں تصحیح و توثیق روایات کا بہت خیال رکھا اور کتبِ معتبرہ سے مثل بحار علامہ مجلسی و ارشادِ شیخ مفید و مقتل ابی مخنف و لہوف سید ابنِ طاؤس و مناقب ابن شہر آشوب و فواتح حسینیہ و اعلام الوریٰ طبرسی وغیرہ ذالک افاض اللہ علی مرقدیہما شآبیب الرحمۃ والغفران واسکنہم فی فرادیس الجنان کی روایتوں کو نقل کیا اور حتی الامکان ان روایتوں کی طرف خود رجوع کر کے لکھا ہے۔ محض نقل و حوالہ پر کسی دوسری کتاب کے نہیں لکھا ہے۔ البتہ بعض مضامین اس کتاب میں اس قسم کے بھی ہیں جو افادات سے بعض علمائے اعلام و مجتہدینِ عظام کے ہیں۔ یا میں نے بطورِ خود انہیں ترتیب دیا ہے۔ پس الحمد للہ کہ تین چار برس کے عرصہ میں یہ کتاب مرتب ہو گئی۔ اور نام اس کتاب کا لواعج الاحزان اور اسمِ تاریخی مظہر المصائب ۱۳۱۹ھ رکھا۔ اور ان باتوں کے لکھنے سے بڑا مقصود محض بیانِ امرِ واقعی ہے۔ نہ اپنی تعریف و ثنا کیونکہ اس کتاب کو میں نے محض قربۃً الی اللہ لکھا ہے۔ نہ کسی غرض دنیوی کے خیال سے فاسئل اللہ ان یجعلہ سببًا لنجاتی و ذریعۃ لرفع درجاتی ومحو سیئاتی فانہ عفو قریب سمیع مجیب۔

مجلسِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ بتحقیق کہ خداوندِ عالم اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں نبی پر۔ اے مومنین تم بھی صلوات بھیجو نبی پر اور سلام بھیجو اُن پر جو حق سلام بھیجنے کا ہے۔

معنی صلوٰۃ

واضح ہو کہ صلوٰۃ کے معنی لغت میں دعا کے ہیں اور نماز کو صلوٰۃ اسی وجہ سے کہتے ہیں

کہ وہ بھی مشتمل اوپر دعا کے ہے اور قرآن میں صلوٰۃ کا لفظ کئی معنوں میں آیا ہے اور یہاں جو رسول پر صلوات بھیجنے کا حکم ہے تو خدا کی جانب سے رحمت ہے اور ملائکہ کی جانب سے طلب رحمت اور بعضے کہتے ہیں کہ معنی صلوٰۃ کے خدا کی جانب سے رحمت ہے اور ملائکہ کی جانب سے استغفار اور مومنوں کی جانب سے دعا۔ الحاصل مقصود خدا کو اس سے حضرت کی تعظیم و توقیر اور اظہار تفضیل و تشریف کل اولین و آخرین انبیاء و مرسلین پر۔ اسی سے بعضوں نے کہا ہے کہ جو بزرگی اور مرتبہ خدا نے اس آیت سے اپنے نبیؐ کو دیا ہے وہ کہیں زیادہ ہے اُس سے جو آدمؑ کو بسبب سجود ملائکہ کے عطا کیا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

فضیلت آل بر اصحاب

تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ راوی کہتا ہے بعد نازل ہونے اس آیت کے میں نے جناب رسولِ خدا سے پوچھا یا حضرتؐ سلام کو تو میں سمجھا صلوات آپ پر کیونکر بھیجوں۔ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور اس روایت کو مسلم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے۔ کہ جب حضرتؐ سے اصحاب نے بعد نازل ہونے اس آیت کے پوچھا ہے کہ آپ پر اور آپ کے اہلبیتؑ پر کیونکر درود بھیجیں تو فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ پس جو کوئی آل پر کسی غیر کو مقدم کرے وہ مخالف ہوگا اس حدیث کے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جناب امیر اہلبیت رسولؐ سے ہیں تو وہ بھی اس صلوات میں پیغمبرؐ کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر دوسرا کوئی کیونکر اُن پر مقدم ہو سکتا ہے۔

حکایات علامہ باسید موصلی

کتاب لؤلؤۃ البحرین میں شیخ یوسف بحرینی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ علامہ حلی علیہ الرحمۃ سے اور علمائے اہلسنت سے زمانہ میں بادشاہ اُلجائتو خدا بندہ کے مباحثہ ہوا اور بادشاہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب مناظرہ ختم ہوا اور علامہؒ نے حقیقت مذاہب شیعہ پورے طور سے ثابت کر دی تو اس کے بعد ایک خطبہ نہایت شدومد سے پڑھا جو مشتمل

لہ۔ تفسیر کبیر ج ۶، ص ۱۵۶، دوصواعق محرقہ ص ۸۸ طبع مصر

تھا حمد پر خداوندِ رب العالمین کی اور صلوات پر خاتم النبیینؐ اور ائمہ معصومینؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی۔ اُس مجلس میں علمائے مخالفین سے ایک سیّد موصلی بھی تھے کہ وہ بھی مناظرہ میں قائل و معقول ہو چکے تھے۔ خفت مٹانے کو کہنے لگے کہ تم نے اماموں کے اوپر کس دلیل سے صلوات بھیجی۔ علامہ نے فوراً جواب دیا۔ اس دلیل سے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ یعنی جن لوگوں پر مصیبتیں پڑتی ہیں اور وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ وہی لوگ تو وہ ہیں جن پر خدا کی جانب سے صلوات اور رحمت ہے۔ یہ سُن کر اُس عالم نے کہا کون سی مصیبت آلِ رسولؐ پر پڑی تھی۔ جس کے سبب سے صلوات کے مستحق ہوئے۔ علامہؒ نے کہا اس سے بڑھکر اور کیا مصیبت ہو گی کہ خود اُن کی اولاد اُن سے پھر گئی۔ تو اُن کی نسل میں ہے اور سیّد کہلاتا ہے مگر اُن کی فضیلت کو نہیں سُن سکتا۔ غیر لوگوں کو اُن پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ سُن کر سب لوگ ہنسنے لگے اور وہ نہایت شرمندہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہمارے یہاں بالاتفاق نماز میں صلوات محمدؐ و آلِ محمدؐ پر واجب ہے۔ جب تک مصلی صلوات نہ بھیجے نماز قبول نہیں۔ اور اہلِ سنت کے یہاں بھی شافعی کے نزدیک واجب ہے۔ اگرچہ ابو حنیفہ و مالک کے یہاں سنت ہے۔ شافعی کہتے ہیں۔

اشعارِ شافعی

یَآ اٰلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

اے اہلبیتِ رسولؐ آپ کی دوستی کو خدا نے قرآنِ منزل میں واجب فرمایا ہے۔ آپ کے مرتبہ اور بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہ بھیجے اُس کی نماز قبول نہیں۔ اور صواعق محرقہؔ میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا لَا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبَتْرَآءَ۔ تم لوگ مجھ پر صلوات ناقص اور مقطوع نہ بھیجا کرو۔ لوگوں نے کہا یا حضرت صلوٰۃ ناقص سے کیا مراد ہے۔ فرمایا فقط یہ نہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بلکہ یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

فضائلِ درود

مومنین ثواب اور فضائل درود کے بے حد بے انتہا ہیں۔ میں کہاں تک بیان کروں تفسیر

لہ صواعق محرقہ صفحہ ۸۷ طبع مصر۔ لہ تفسیر درِ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۱۸

منہج الصادقین میں منقول ہے کہ صاحبِ قابَ قوسَینِ اَوْ اَدنیٰ پیغمبر خاتم الانبیاء نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب شبِ معراج میں بالائے آسمان گیا ایک فرشتہ عجیب الخلقت کو دیکھا کہ اس کے ہزار ہزار ہاتھ ہیں اور ہر ہاتھ میں ہزار ہزار انگلیاں ہیں۔ وُہ ان انگلیوں پر بیٹھا کچھ حساب کر رہا ہے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے باران پر موکل کیا ہے۔ جس قدر باران کے قطرے زمین پر گرتے ہیں اُن کا شمار کرتا ہے۔ یہ سُن کر میں نے اُس فرشتہ سے پوچھا کہ ابتدائے خلقتِ آدمؑ سے آج تک جتنے قطرے باران کے زمین پر گرے ہیں تجھے یاد ہیں۔ بتا سکتا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو بحق مبعوث کیا ہے۔ ابتدائے خلقت سے آج تک ہر ہر قطرہ باراں جہاں جہاں گرا ہے صحرا میں یا دریا میں۔ آبادی میں یا ویرانے میں وہ سب مجھے یاد ہے اور سب کو بتا سکتا ہوں۔ حضرتؐ فرماتے ہیں اس کلام سے اُس کے مجھے حیرت ہوئی۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ سب حساب تو میں کر لیتا ہوں۔ لیکن ایک حساب ایسا ہے کہ باوجود اتنے ہاتھ اور اس قدر انگلیوں کے مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا جب آپ کی اُمت کے لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور ذکر فضائل ہوتا ہے اور وہ لوگ آپ پر اور آپ کی اولاد و اجداد پر درود بھیجتے ہیں۔ تو اس کے ثواب کا حصر و شمار مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ روزِ قیامت جب میزانِ عمل نصب کی جائے گی اور کسی بندۂ مومن کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا تو جو درود محمد و آل محمد پر اُس نے بھیجا ہے اُس کے ثواب کو اس پلہ میں رکھ دیں گے۔ وہ پلہ میزان کا جھک جائے گا۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی خدا سے اپنی حاجت طلب کرے تو چاہیئے کہ پہلے محمد و آلِ محمد پر درود بھیجے۔ اُس کے بعد دُعا مانگے اور آخر میں پھر درود بھیجے۔ پس خدا کریم ہے اس بات سے کہ اول و آخر کو تو قبول کرے اور درمیان کو چھوڑ دے۔ کیونکہ صلوٰت محمد و آلِ محمد پر تو ضرور قبول ہوگی تو ان کے طفیل میں اُس کی دعا بھی قبول ہو جائیگی

یا سید الانام درودِ جنابِ تو ؎	ورد زبان ماست متوسل صبح و شام
نزدیک تو چہ تحفہ فرستیم مازدور	در دست ما ہمیں صلوات است والسلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

؎ ۔ یہ روایت اہل سنت کے یہاں بھی ہے دنزہتہ المجالس)

حکایتِ زلیخا با حضرت یوسفؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں جناب یوسفؑ مصر کے بادشاہ تھے۔ تو ایک روز زلیخا خستہ حال پریشان خاطر حضرتؑ کے دار الامارۃ میں پہنچیں اور دربانوں سے اندر جانے کی اجازت چاہی اُن لوگوں نے کہا کہ تم نے اُن کو کیسی کیسی اذیتیں پہنچائیں۔ تمہاری وجہ سے بدنام ہوئے، قیدخانہ میں رہے تمہیں خوف نہیں معلوم ہوتا۔ شاید وہ تمہیں کچھ سزا دیں۔ اُنہوں نے کہا جو شخص خدا سے ڈرتا ہے۔ مجھے اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب بعدِ اجازت وہ حضرت یوسف کے پاس گئیں تو حضرت نے اُن کو نہایت ضعیف و ناتواں متغیر الاحوال پایا نہ وہ سطوتِ امیرانہ ہے نہ شوکتِ شاہانہ۔ پوچھا اے زلیخا یہ تمہارا کیا حال ہے۔ جواب دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ بِمَعْصِیَتِهِمْ عَبِیْدًا وَجَعَلَ الْعَبِیْدَ بِطَاعَتِهِمْ مُلُوْكًا شکر اُس خدا کا جس نے بادشاہوں کو بسبب اُن کے گناہوں کے غلام بنا دیا اور غلاموں کو بسبب اُن کی اطاعت کے بادشاہ بنا دیا۔ پھر حضرت نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ کیا باعث تھا جو تم اس قدر ہمارے اوپر گرویدہ و فریفتہ تھیں؟ کہا حُسْنُ وَجْهِكَ آپ کے حُسنِ سیرت نے مجھے مسحور کر دیا تھا۔ فرمایا اے زلیخا! اگر تم آخر زمانہ میں ہوتیں اور پیغمبرِ آخر الزماں محمد مصطفےٰ کو دیکھتیں کہ اُن کی صورت مجھ سے بھی زیبا تر اور اُن کا خُلق مجھ سے بھی بہتر ہوگا۔ تو نہ معلوم کہ تمہارا کیا حال ہوتا۔ زلیخا نے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ فرمایا تم نے کیونکر جانا کہ میں سچ کہتا ہوں۔ عرض کی جب آپ نے اُن کا نام لیا اُسی وقت اُن کی محبت میرے دل میں راسخ ہو گئی۔ فوراً خدا کی جانب سے وحی ہوئی۔ اے یوسفؑ یہ سچ کہتی ہے چونکہ اس نے ہمارے حبیب سے محبت کی۔ اس سبب سے ہم بھی اسے دوست رکھتے ہیں۔ اب تم زلیخا سے عقد کرلو۔ بنا بر بعض روایات کے وہ جوان ہو گئیں اور حضرتؑ نے اُن سے عقد کیا اور اُن سے دو فرزند پیدا ہوئے ایک افرائیم جو حضرت ایوبؑ کے خسر تھے دوسرے میشا[1] جو جناب یوشع وصی موسےٰ کے جدِّ امجد تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے ؎

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰ ید موسیٰ داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مفتی محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہٗ آنحضرتؐ کے سراپا میں فرماتے ہیں:۔ ؎

ع۔ عجائب القصص علامہ عبد الواحد حنفی ۱۲ ج

[1] توراۃ میں یہ نام منسی لکھا ہے۔ دیکھو توراۃ کتاب پیدائش باب ۴۱

در شرحِ وصفِ قامت و زلفِ و دہانِ تو   آمد بہ جبرئیلؑ الف لام میم را

اس مجلس میں مجھے مقصود بیان کرنا ولادتِ باسعادت جناب رسالت مآبؐ کا ہے۔ حق تعالیٰ سورہ قصص میں فرماتا ہے۔ رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یہ آیت ضرورتِ نبی کے بیان میں ہے کہ اگر خداوندِ عالم پیغمبروں کو اپنے بندوں کی طرف نہ بھیجتا تو حجتِ خدا تمام نہ ہوتی اور وہ لوگ کہتے رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے پروردگار! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کسی رسول کو پس متابعت کرتے ہم تیری آیات و احکام کی اور ہوتے ہم لوگ ایمان لانے والوں سے) اس آیت میں چند باتیں قابلِ بیان ہیں:-

تعریفِ نبی

اوّل تعریفِ نبی۔ دوسرے فرقِ نبی و رسول ہیں۔ تیسرے دلائلِ حُسنِ بعثت۔ چوتھے ہمارے پیغمبر آخرالزماں جناب محمد مصطفیٰؐ کے سچے پیغمبر ہونے کی دلیلیں۔ پس جاننا چاہیئے کہ نبی وہ شخص ہے جو جنسِ آدمی سے ہو اور خدا کی جانب سے واسطے ہدایت کرنے خلق کے بلا واسطہ کسی آدمی کے بھیجا گیا ہو۔ اور یہ قیود اس لئے ہیں تاکہ ملائکہ و امام اس تعریف سے علیحدہ ہو جائیں۔

فرق نبی و رسول

اور فرق نبی و رسول میں یہ ہے کہ نبی عام ہے اس سے کہ شریعتِ تازہ رکھتا ہو جیسے ہمارے پیغمبرؐ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ ہیں یا شریعت تازہ نہ رکھتا ہو۔ بلکہ شریعتِ سابقہ کا مروج ہو جیسے یحییٰؑ اور زکریاؑ اور داؤدؑ و سلیمانؑ وغیرہم صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اور رسولِ خاص وہ ہے جو شریعتِ تازہ رکھتا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ نبی عام ہے بایں معنی کہ اس کو احکامِ خدا پہنچیں۔ خواہ حکم تبلیغ ہو یا نہ ہو اور رسول جب ہوگا کہ حکم تبلیغ بھی ہو۔ چنانچہ جناب رسولِ خدا قبل از خلقتِ آدمؑ بھی نبی تھے کُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی ہی میں تھے یعنی اُن کا جسد بھی تیار نہ ہوا تھا) اُس وقت حضرت فقط نبی تھے۔ رسالت حضرت کو چالیس برس کے سن میں ملی جبکہ آپ انسانی شکل میں زمین پر ظہور پذیر ہوئے۔

دلائل حسنِ بعثت اوّل

دلیلیں حسنِ بعثت کی کئی طرح سے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب حق تعالیٰ نے بمقتضائے لُطف و حکمت کاملہ اور مصلحتِ عامہ و شاملہ اپنے بندوں کو انواع عبادات اور اقسام طاعات کے ساتھ

مکلف و نامور گردانا تو خدا کی شان اس سے برتر ہے کہ خود بلا واسطہ ہر کس و ناکس سے کلام و خطاب کرے۔ اس لئے اُس نے درمیان اپنے اور اپنے بندوں کے سفیر اور نائب مقرر فرمائے۔ تاکہ اُس کے احکام کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور طریقہ عباداتِ تعلیم فرمائیں تاکہ خلائق گمراہی اور خسرانِ ابدی سے نجات پاتے۔ اگرچہ حسن و قبیحِ اشیاء عقلی ہے بایں معنی کہ لوازمِ ذاتی اشیاء سے ہے۔ کہ کبھی عقل بھی اُس کو ادراک کر لیتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ عقلِ انسان کل امور کے حُسن و قبیح کو دریافت کر سکے۔ پس ایسی حالت میں کہ ہر انسان پورا نہیں سمجھ سکتا کہ کون کون سی باتیں اچھی ہیں اور کون کون سی بُری ہیں۔ کن کن باتوں سے خدا خوش ہوتا ہے اور کن کن سے ناراض۔ ضرور ہوا کہ خدا کسی ایسے شخص کو بھیجے جو ہم کو ہر امر کا نیک و بد بتلائے کہ ہم بموجب اُس کے کہنے کے نیک کام کریں اور بد سے باز رہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ یعنی اپنے کاموں میں اور زندگی کے بسر کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ بغیر اجتماع و اعانت ایک دوسرے کے انتظامِ دنیا درست نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورتِ اجتماع و احتیاجِ یکدیگر میں ضرور گمان فتنہ و فساد پایا جاتا ہے لہٰذا ضرور ہوا کہ کوئی شخص ایسا خدا کی طرف سے بھیجا جائے جو اُن لوگوں کے واسطے ایک ضابطہ اور قاعدہ مقرر کرے کہ اُس کے سبب سے ایک دوسرے پر ظلم و تعدی نہ کرنے پاتے۔ اب رہا چوتھا امر یعنی ہمارے ہمارے پیغمبر آخر الزماں جنابِ محمد مصطفےٰ کے سچے نبی ہونے کی دلیلیں۔ پس قطع نظر اُن بشارتوں کے جو کتبِ آسمانی میں مذکور ہیں یہ ہیں:۔

پیغمبر آخر الزماں کے سچے ہونے کی دلیلیں:۔

اولاً آنحضرتؐ متصف تھے ساتھ اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ کے مثل صلاح و تقویٰ۔ صدق و امانت۔ عفاف و دیانت۔ خوفِ خدا و ترکِ دنیا وغیرہ کے۔ پس کیونکر عقل گوارا کر سکتی ہے کہ ایسا شخص راست گو بغیر حکمِ خدا دعوئے نبوت کرے اور اپنے اوپر تکلیف اُٹھائے اور فاقوں پر گزارہ کرے۔ لوگوں سے جہاد کرے۔ گھر بار چھوڑے اور غرضِ دنیوی کا خیال بہ نسبت اُن جناب کے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کا زمانہ ہوا اسلام کو شوکت ہوئی۔ اموالِ کثیر و زرہائے خطیر جہاد وغیرہ سے جمع ہوئے۔ تو آپ نے کبھی اُس میں سے نفع نہ اُٹھایا۔ بلکہ ہمیشہ تکلیف کے ساتھ بسر کیا کئے۔ دوسرے آپ کے سچے ہونے کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ خود قریش جو دشمن آنحضرتؐ کے تھے وہ آپ کے سچے ہونے کے قائل تھے اور اپنی قوم میں آنحضرتؐ کو امین کہا کرتے تھے وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ

پہ الاعداء آید (اور فضیلت تو وہی ہے جس کے دشمن بھی مقر ہوں) پس ایسا شخص کبھی دعوے باطل نہیں کر سکتا۔ تیسرے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ نے ایسے گروہ میں نشوونما پائی اور ایسی قوم کی صحبت ہوئے جو لوگ بہائم سے بدتر تھے نہ علم رکھتے تھے نہ حکمت جانتے تھے نہ اُن کے ہاں کوئی کتاب تھی۔ نہ اُن کے اخلاق درست تھے بلکہ جاہلِ محض تھے کہ حج میں جانوروں کی طرح ننگے ہو کر کعبہ کے گرد گھومتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور اُچھلتے کودتے تھے۔ یہ اُن لوگوں کی عبادت تھی۔ ایسے لوگوں میں آنحضرتؐ نے ایسے صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ اور علم و حلم۔ حیا و کرم۔ عفت و سخاوت شجاعت و مروت سب صفات کمالیہ کے ساتھ بسر کی اور جیسا کہ خود فرماتے تھے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (غرض میری بعثت سے یہ ہے کہ اخلاق کی خوبیوں کی تعلیم و تکمیل دوں) اُن لوگوں کے اخلاق و عادات کو درست کیا اور راہ راست پر لے آئے۔ چوتھی دلیل آنحضرتؐ کے نبی ہونے کی یہ ہے کہ آپ نے بموجب اپنے دعوے کے معجزات دکھلائے انبیائے سابقین کو جس قدر معجزات جنابِ باری سے جُدا جُدا عنایت ہوتے تھے وہ کل معجزات مجتمعاً آنحضرتؐ کو عطا ہوئے۔ علاوہ ان معجزات کے جو مخصوص اُن جناب کو عنایت ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے معجزات سب انبیاء کے معجزات سے زیادہ ہیں۔ ؎

معجزاتِ نبی فراوان است یکے از معجزات قرآن است

اعجازِ قرآنی

بہترین معجزات یہی قرآن ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ جس کا حافظ خود خداوندِ عالم ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم اس کے محافظ ہیں) اور معجزہ ہونا قرآن کا کئی طرح سے ثابت ہے۔ ایک تو فصاحت و بلاغت کی رو سے اور یہ ایسی بات ہے کہ جن صاحبوں کو عربی زبان میں واقفیت ہے اُن کے لئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ یہی کافی ہے کہ جب فصحاء کے کلام میں قرآن مجید کا ایک ٹکڑا ملا دیا جاتا ہے تو وہ ایسا صاف الگ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ٹھیکریوں اور کنکریوں میں لعل و یاقوت چمکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اس زبان سے واقف نہیں ہیں اُن کے لئے اس خبر کا متواتر ہونا کافی ہے کہ باوجودیکہ اُس زمانہ میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء عرب میں موجود تھے۔ مگر کوئی اس کل کے مقابلہ میں تو کیا اس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت

؎ جن کی تعداد مجمع البحرین میں ایک ہزار مرقوم ہے۔ ۱۲ منہ

کے مقابل میں بھی اپنا کلام نہ لاسکا۔ حالانکہ آپ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور اگر تم کو اس میں جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے شک ہو تو ایک سورہ مثل اسی قرآن کے تم بھی لاؤ؎ مگر نہ لاسکے۔ اور اپنا مارا جانا۔ قید ہونا ذلت اُٹھانا سب کچھ گوارا کیا۔ اگر قادر ہوتے تو بیشک اس کا جواب دیتے۔ دوسرے اس رو سے ہے کہ قرآن میں آداب کریمہ اور شرائع قویمہ ایسے مستحکم ہیں کہ کبھی کوئی نہیں بدل سکتا۔ نہ اُن میں کوئی نقص بتا سکتا ہے۔ مثل اصلاح احوالِ عباد۔ رفع نزاع و فساد۔ معاملات و مناکحات و الفت و معاشرت حدود و احکام۔ حلال و حرام وغیرہ۔ تیسرے عدم اختلاف کی رُو سے ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا یعنی اگر یہ کلام کسی دوسرے کا ہوتا تو بیشک ایک دوسرے مضمون میں کہیں کہیں پر تناقض اور اختلاف ضرور ہوتا۔

جوابِ تکرارِ آیاتِ قرآنی

بعض لا مذہبوں نے جو تناقض اور اختلاف کا بعض مقامات میں شبہ کیا ہے وہ اس سبب سے ہے کہ معنی و مقصود کلام خدا کو نہیں سمجھے۔ اور یہ اعتراض اُن کا کہ قرآن میں اکثر آیات بلا ضرورت و بے فائدہ مکرر ہیں۔ جیسے سورۂ رحمٰن میں فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ مکرر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکرار مستحسن اور بلیغ ہے اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ نے اس سورہ میں ہر جگہ ایک جدید نعمت بیان فرمائی ہے۔ اور ہر نعمتِ جدید کے مقابل میں شکر بھی جدید وجداگانہ ہونا لازم ہے۔ اور جبکہ شکر مقامِ شکر میں نہ ہوگا تو اس کی جگہ ضرور جانبِ منعم سے زجر و توبیخ بھی بعدِ ذکرِ ہر نعمت ہوگی۔ اسی وجہ سے حق تعالےٰ نے مقامِ زجر میں اور ہر نعمت کے ذکر کے بعد فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ مکرر ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ طریقہ زبانِ عرب میں شائع و ذائع ہے۔ بلکہ محاورۂ اہل ہند میں بھی مشہور و معروف ہے۔

تمثیل

جیسا کہ جب کوئی کسی پر کئی طرح کے احسانات کرتا ہے اور وہ احسان فراموش نہیں مانتا تو وہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے فلاں فلاں وقت میں کام آئے کیا یہ احسان نہیں ہے؟ اُس کے بعد تم کو قید سے رہا کرا دیا کیا یہ احسان نہیں ہے؟ اس کے بعد تم کو نوکر رکھا دیا گیا۔ کیا یہ احسان نہیں ہے؟ اُس کے بعد ہزاروں روپے سے تمہارے ساتھ سلوک کیا۔ کیا یہ احسان نہیں ہے؟ تو

؎ اس سے جہاد کی طرف اشارہ ہے۔؟!

ایسی تکرار کو کوئی صاحبِ زبان بے فائدہ اور غیر مستحسن نہیں کہہ سکتا۔ الحاصل آج کی تاریخ ۱۷ ماہ ربیع الاول[عہ] ہے آنحضرت کی ولادتِ باسعادت ہے۔ اہلِ اسلام کے واسطے آج سے بڑھکر کونسا عید کا دن ہوگا۔

فصلِ بہار برائے ہر چیز

ہر چیز کے واسطے ایک فصلِ ربیع اور زمانۂ بہار ہوتا ہے۔ جیسے عبادت کے واسطے فصلِ ربیع ماہِ مبارک رمضان ہے۔ عزاداری کے لئے محرم الحرام ہے۔ گل و انار کے لئے فصلِ ربیع نوروز[سہ] ہے جبکہ آفتاب برجِ حمل میں جاتا ہے اور عروجِ اسلام کے لئے فصلِ ربیع یعنی ماہِ ربیع الاول ہے۔ جس میں وہ شخص جو بانیِ اسلام ہے پیدا ہوا۔ وہ کون پیغمبرِ خدا!

القاب

یعنی جناب سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن۔ اِمَامُ الْمُتَّقِیْن۔ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن۔ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْن۔ اَلْعَبْدُ الْمُؤَیَّدُ وَالرَّسُوْلُ الْمُسَدَّدُ وَالنَّبِیُّ الْمُهَذَّبُ۔ وَالصَّفِیُّ الْمُقَرَّبُ۔ اَلْحَبِیْبُ الْمُنْتَجَبُ۔ وَالْاَمِیْرُ الْمُنْتَخَبُ۔ صَاحِبُ الْحَوْضِ وَالْکَوْثَرِ وَالتَّاجِ۔ وَالْمِغْفَرِ۔ وَالْخُطْبَةِ۔ وَالْمِنْبَرِ۔ وَالرُّکْنِ وَالْمَشْعَرِ وَالْوَجْهِ الْاَنْوَرِ۔ وَالْخَدِّ الْاَقْمَرِ۔ وَالْجَبِیْنِ الْاَزْهَرِ۔ وَالْحَسَبِ الْاَطْهَرِ۔ وَالنَّسَبِ الْاَشْهَرِ۔ مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْبَشَرِ۔ نُوْرٌ فِی الْحَرَمَیْنِ شَمْسٌ بَیْنَ الْقَمَرَیْنِ۔ شَفِیْعٌ فِی الدَّارَیْنِ۔ صَاحِبُ الْفَضْلِ وَالْعَطَاءِ وَالْجُوْدِ وَالسَّخَاءِ۔ وَالتَّذْکِرَةِ وَالْبُکَاءِ۔ وَالشُّیُوْعِ وَالدُّعَاءِ۔ وَالْاِمَامَةِ وَالشَّفَاعَةِ۔ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ۔ وَالتُّوبَةِ وَالْحَیَاءِ۔ وَالْحَوْضِ وَاللِّوَاءِ وَالنَّاقَةِ وَالْعَضْبَاءِ۔ وَالْبَغْلَةِ الشَّهْبَاءِ۔ قَائِدُ الْخَلْقِ یَوْمَ الْجَزَاءِ سِرَاجُ الْاَصْفِیَاءِ۔ تَاجُ الْاَوْلِیَاءِ۔ اِمَامُ الْاَتْقِیَاءِ۔ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدُ نِ الْمُصْطَفٰی صَاحِبُ الدِّیْنِ وَالْاِسْلَامِ۔ وَالْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَالرُّکْنِ وَالْمَقَامِ۔ وَالصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ۔ وَالشَّرِیْعَةِ وَالْاَحْکَامِ۔ الْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ۔ وَالْحَقِّ وَالْبَیَانِ۔ وَالْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ

عہ۔ یہ تاریخ ولادت فریقین کی کتابوں میں مرقوم و موجود ہے ملاحظہ ہو بحار الانوار و تاریخ خمیس علامہ دیار بکری ۱۲ منہ

سہ۔ روزِ مذکور کو فریقین یوم عید تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب درمنثور سیوطی

وَالْكَرَمِ كَالْاِمْتِنَانِ۔ وَالْمَحَبَّةِ وَالْعِرْفَانِ۔ وَالْخُلُقِ الْعَظِيْمِ۔ وَالدِّيْنِ الْقَوِيْمِ۔ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ۔ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ وَالرُّكْنِ الْحَطِيْمِ۔ مُحَمَّدِنِ الْكَرِيْمِ۔ صَاحِبُ الدِّيْنِ الظَّاهِرِ۔ وَالزَّمَانِ الْبَاهِرِ۔ وَاللِّسَانِ الذَّاكِرِ۔ وَالْبَدَنِ الصَّابِرِ۔ وَالْقَلْبِ الشَّاكِرِ۔ وَالْاَصْلِ الطَّاهِرِ۔ وَالْاٰبَاۗءِ الْاَخَايِرِ۔ وَالْاُمَّهَاتِ الطَّوَاهِرِ۔ اَلنَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْمَكِّيُّ الْمَدَنِيُّ الْقُرَشِيُّ الْهَاشِمِيُّ الْمُطَّلِبِيُّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اگرچہ اسمار و القاب آنحضرتؐ بہت ہیں۔ چار سو اسمار آپ کے صرف وہ ہیں، جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ لیکن اُن کا ذکر بتفصیل بخیالِ طوالت میں اس وقت ترک کرتا ہوں البتہ اُن مقامات کو بیان کئے دیتا ہوں جہاں حق تعالےٰ نے اپنے نبی کو نبوت کے ساتھ یاد فرمایا ہے یا اپنے نام کے ساتھ آنحضرتؐ کے نام کا بھی ذکر کیا ہے۔

تیرہ مقام ہیں خدا نے آنحضرتؐ کا نبوت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں تیرہ مقام میں اپنے نبی کو نبوت کے ساتھ یاد کیا جو يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا جَعَلْنٰكَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاۗءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ اور دس مقام پر حق تعالےٰ نے اپنے نفس کے ساتھ آنحضرتؐ کو بھی شریک کیا ہے۔

دس مقام پر خدا نے اپنے نفس کے ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر کیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ۔ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ اور حدیث قدسی میں پروردگار عالم نے اپنے حبیب سے فرمایا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اے رسول ہمارے اگر پیدا کرنا تمہارا ہم کو مقصود نہ ہوتا تو پھر ہم آسمانوں کو ہرگز پیدا نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غرض و غایت اس

خلقتِ عالم سے ذاتِ بابرکات جناب رسالت مآبؐ ہے تو وہ حضرت جمیع مخلوقات سے افضل ہوتے پس جمیع ملائکہ و انبیاء و اوصیاء سے افضل ہوں گے۔ اگر فضیلت حضرتؐ کی کل ملائکہ وانبیاء سے میں علیحدہ علیحدہ بیان کروں تو بہت طول ہوگا۔ اس وقت افضل ہونا آپ کا بعض نبیوں سے نہایت مختصر بیان کرتا ہوں۔

افضلیت آنحضرتؐ از آدمؑ

پہلے اُن میں سے ابوالبشر حضرت آدمؑ ہیں۔ پس اگر آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تو خلقت جناب رسالت مآبؐ کی نور سے ہوئی۔ اگر حضرت آدمؑ سب مخلوق کے پہلے پیدا ہوئے تو نور آنحضرتؐ کا دو ہزار برس قبل اُن کے پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ حضرت فرماتے تھے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدمؑ مٹی اور پانی میں تھے) اگر حضرت آدمؑ کے واسطے فرشتوں نے ایک مرتبہ سجدہ کیا تو آپ کے واسطے خود خدا وند عالم اور فرشتے اوائل تا قیامت تک صلوات اور درود بھیجتے ہیں۔ اگر آدمؑ ملائکہ کے قبلہ ہوئے تو آنحضرتؐ بھی شب معراج کل انبیاء کے امام و پیشوا ہوتے اور آپ نے کل انبیاء کو نماز پڑھائی۔ اگر آدمؑ بہشت تک گئے تو جناب رسولِ خدا عرش و کرسی سے گزر کر مقام قابَ قوسین او ادنٰی تک پہنچے۔

افضلیت آنحضرتؐ از نوحؑ

دوسرے حضرت نوحؑ ہیں۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے واسطے بد دعا کی اور کہا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (اے میرے پروردگار کافروں کے ایک شخص کو زمین پر باقی نہ چھوڑ) اور حضرت رسالتمآبؐ چونکہ رحمۃ للعالمین تھے کبھی اپنی قوم کے واسطے بد دعا نہ کی بلکہ جب اُن سے اذیت پہنچتی تھی تو آپ فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے خداوند تو میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں) اس پر نوحؑ رسول عقوبت ہوتے اور اُن حضرت رسولِ رحمت، حضرتِ نوحؑ نے فقط اپنے واسطے اور تھوڑے لوگوں کے واسطے جو اُن کے گھر میں تھے دُعا کی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اے میرے پروردگار تو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں جو ایمان کے ساتھ آئے اُس کو اور ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بخش دے) اور ہمارے حضرت نے اپنے واسطے اور اپنی کل امّت کے واسطے جو قیامت تک پیدا ہوں گے شب معراج پروردگار عالم سے دعا کی رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (اے

عہ آپ کی خلقت نوری کو اہل سنت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ریاض النضرہ ۱۲ منہ

ہمارے پروردگار! ہم لوگوں پر وہ بار نہ ڈال جس کی برداشت کی ہم میں قوت نہیں ہے اور ہم سے درگذر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا آقا ہے۔ پس ہم کو کافر قوم کے برخلاف مدد دے۔ اگر کشتیٔ نوحؑ سبب نجات ہوئی تو دنیا میں اور آپ کے اہلبیت سفینۂ نجات ہیں عقبے میں جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ وَ ھَوٰی (میرے اہلبیتؑ کی مثل کشتیٔ نوحؑ کی مثل ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا ڈوب گیا اور گڑھے میں بیٹھ گیا)۔

افضلیت آنحضرتؐ از ابراہیمؑ

تیسرے حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں تو آپ حبیب اللہ ہیں۔ خلیل خدا کے طالب تھے جیسا کہا تھا اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ (میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھے راہ بتا دے گا) اور حبیب خدا کے مطلوب تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (پاک ہے وہ جو لے گیا راتوں رات اپنے بندہ کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک جس کے حوالی کو ہم نے برکت دی ہے۔ تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیوں میں سے بعض دکھلائیں۔ بیشک وہ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے)، خلیل خدا نے جو بتوں کو توڑا تو اپنی قوم سے چھپا کے جس وقت وہ لوگ موجود نہ تھے۔ عیدگاہ گئے تھے۔ اور حبیب خدا نے بلا خوف سامنے کفار کے تین سو ساٹھ بتوں کو خانۂ کعبہ میں توڑا اور خانۂ خدا کو پاک و صاف کر دیا۔ خلیل اللہ نے خداوند عالم سے دعا کی وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (پروردگار مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچا کہ ہم سب بتوں کی پرستش کریں) اور خداوندِ عالم نے خود اپنے حبیب اور ان کی ذریت کے بارے میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سوائے اس کے نہیں ہے اے اہلبیت کہ اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے)

افضلیت آنحضرتؐ از موسیٰؑ

چوتھے حضرت موسیٰؑ ہیں۔ اگر حضرت موسیٰؑ کے واسطے پانی کا چشمہ پتھر سے جاری ہوا تو آنحضرتؐ کے واسطے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔ اگر حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر بواسطہ درخت کے اپنے پروردگار سے کلام کیا تو آنحضرت سے بعد تجاوز سدرۃ المنتہیٰ مقام قوسین او ادنیٰ میں بلا واسطہ خود خداوندِ عالم نے باتیں

حضرت موسیٰ کو اگر رتبے زمین پر پہاڑ کے اوپر معراج ہوئی تو جناب رسولِ خدا کو آسمان پر عرش کے اوپر معراج ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر اپنے پاؤں سے گئے اور جناب رسولِ خدا کے واسطے خدا کی جانب سے بھی رو سواری آئی براق پر تشریف لے گئے۔ علاوہ اس کے حضرتؐ کی تفضیل میں اور جلالتِ قدر میں یہی کافی ہے کہ خداوند عالم نے آپ کی شریعت کو ناسخ قرار دیا کل شریعتوں کا اور حضرتؐ کی شریعت منسوخ نہ ہوئی اور قیامت تک باقی رہے گی۔

مبعوث ہونا انبیاء سابقین کا بعض لوگوں کیلئے

خداوند عالم نے انبیائے سابقین کو کچھ لوگوں کے واسطے رسول قرار دیا تھا اور کچھ لوگوں کے واسطے نہیں قرار دیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ صَالِحًا ۔ تحقیق ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہودؑ کو اور ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالحؑ کو) اور اس قریہ میں چالیس گھر سے زیادہ نہ تھے۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو) اور مدین میں بھی چالیس گھر پورے نہ تھے۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ[1]۔ موسیٰ و ہارون کو فقط مصر میں بھیجا اور حضرت ابراہیم کو کوثیٰ میں جو ایک مقام ہے سواد کوفہ سے بھیجا۔ حضرت یوشعؑ کو بنی اسرائیل کی طرف جو صحرا میں رہتے تھے اور الیاسؑ کو ان لوگوں کی طرف جو پہاڑوں میں رہتے تھے بھیجا۔

مبعوث ہونا رسالت مآب کا جمیع خلائق پر

مگر ہمارے حضرت خاتم المرسلین کو رب العالمین نے ساری دنیا کی مخلوقات پر مبعوث کیا۔

نام آنحضرتؐ در قرآن اور چار مقام

خداوند عالم نے آپ کے اسمِ مبارک کو قرآن میں چار مقام پر ذکر فرمایا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ[2]۔ حدیث میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا۔ جس وقت تم لوگ اپنے کسی لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کو بُرا نہ کہو۔ اور نہ اُس کو مارو۔ مُبارک ہے وہ گھر جس میں کوئی شخص محمد کے نام سے ہو اور وہ مجلس جس میں کوئی محمد ہو اور وہ

---

[1] پھر ہم نے موسیٰؑ اور اُن کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلے غلبہ کے ساتھ بھیجا ۱۲ کوثیٰ شمار شلثہ کعلو بی اسم من اسمائہ الشریفہ وہی اسم بقعہ تمامت منزل بنی عبد الدار ۱۲ مجمع ۱۲ مئہ

[2] اور نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول۔ محمد کسی کے باپ نہیں ہیں اس پر ایمان لاؤ جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا۔ محمد اللہ کے رسول ہیں ۱۲

سفر جس میں کوئی محمد ہو اور جب کبھی لوگ مشورہ کے واسطے جمع ہوں اور اُس میں کوئی شخص ہو جس کا نام محمد ہو اور اس کو وہ لوگ مشورہ میں داخل نہ کریں تو کبھی اُس میں برکت نہ ہوگی۔ سبحان اللہ کیا اسم مبارک ہے کہ اس چار حروف کے نام میں عجیب اشارات وکنایات و اسرار الٰہی پنہاں ہیں۔ میم سے مراد میثاق خدا ہے۔ جو خداوند عالم نے کل انبیاء سے آنحضرتؐ کے لئے عہد لیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ خدائے تعالیٰ نے کل انبیاء سے عہد لیا) اور حا سے حُب اور دوستی آنحضرتؐ کی مقصود ہے جو اہلِ ایمان کے دلوں میں خدائے تعالیٰ نے ڈال دی ہے اور دوسرے میم سے مرتبہ آنحضرتؐ کا مطلوب ہے جو کتب آسمانی اور صحف انبیاء میں مذکور ہے اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (وہ نبی امی جس کا ذکر وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں) اور دال سے دولتِ دین مراد ہے کہ وہ دین قیامت تک ہمیشہ باقی رہے گا۔ یا میم سے مراد ملک ممدود اور ح سے مراد حوضِ مورود اور دوسرے میم سے مقام محمود اور دال سے دین مشہود ہے دیکھئے حضرت موسیٰؑ نے آپ کے نام میں سے ایک حرف پایا تھا یعنی میم جس کی برکت سے دریائے نیل میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ حضرت نوحؑ نے بھی ایک حرف پایا تھا۔ یعنی ح، جس کے سبب طوفان بلا سے نجات پائی اور کشتی غرق ہونے سے بچ رہی اور حضرت سلیمانؑ نے بھی ایک ہی حرف پایا تھا جس کی وجہ سے تمام جن وانس و وحوش و طیور سب کے بادشاہ ہو گئے۔ حضرت داؤدؑ نے بھی آپ کے نام سے ایک حرف یعنی دال پایا تھا۔ جس کی برکت سے علم وحکمت کے مالک ہو گئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

مجلس دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِهِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِیْدِ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ط (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اے پیغمبر ہمارے تحقیق کہ ہم نے تمہیں بندوں کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ ان کی حالتوں کے نگہبان اور ثوابعہ آخرت کے بشارت دینے والے اور عذاب آخرت سے ڈرانے والے رہو اور اس لئے تمہیں بھیجا کہ لوگوں کو بلاؤ خدا کی طرف اس کی اجازت سے تاکہ وہ شرک کو چھوڑ دیں احکام

عہ ثواب سے مشتق ہے ۱۲ نخ۔

شریعت کی تعلیم پائیں)

وجہِ تشبیہ آنحضرت باسراج

اور تمہیں بھیجا ہم نے چراغ روشن بنا کر تاکہ وہ لوگ تاریکیٔ جہالت و ظلمتِ کفر سے نکل کر نورِ ایمان سے کامیاب اور شعاعِ ہدایت سے بہرہ یاب ہوں، واضح ہو کہ اس آیت میں خداوندِ عالم نے اپنے حبیب کو چراغ سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا سِرَاجًا مُّنِیْرًا (روشن کرنے والا چراغ) اور شمع سے تشبیہ نہ دی اور نہ فرمایا شَمْعًا مُّنِیْرًا۔ اس سبب سے کہ شمع کی روشنی امراؤ سلاطین کے واسطے ہے۔ بخلاف چراغ کے کہ وہ فقراء و غرباء امراء و روساسب کے واسطے عام ہے۔ اور آنحضرت کی ذاتِ بابرکات بھی سب کے واسطے باعثِ رحمت ہے۔ اسی سبب سے پروردگارِ عالم نے اپنے حبیبؐ کو چراغ سے تشبیہ دی اور فرمایا سِرَاجًا مُّنِیْرًا اور یہ تاکید لفظِ مُنیر سے اس لئے کی ہے کہ چراغ کی روشنی منقطع ہوا کرتی ہے۔ اس پر بھی کبھی گل ہو جاتی ہے کبھی رہتی ہے۔ اور آنحضرتؐ کا نور شب و روز دُنیا و آخرت میں ہمیشہ یکساں ہے۔ کبھی بجھنے والا نہیں۔ علمِ معانی و بیان سے ثابت ہے کہ تشبیہ میں تین رُکن ہوتے ہیں۔ ایک مشبّہ دوسرا مشبّہ بہٖ تیسرا وجہ شبہ۔ مُشبّہ تو پیغمبرِ خدا ہوئے اور مشبّہ بہٖ چراغ ہوا۔ اب وجوہِ شبہ کو سُنئے۔ اوّل یہ بات ثابت ہے کہ یہ عالم ایک وقت میں معدومِ محض تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ شَیْءٌ (اللہ تھا اور اُس کے ساتھ میں اور کوئی چیز نہ تھی) اور وہ کیا حالت تھی اُس کا بیان کرنا بہت مُشکل ہے۔ کیونکہ نہ اُس وقت زمانہ تھا نہ زمانیات نہ مکان تھا نہ مکانیات سوائے ذاتِ باری تعالےٰ کے کوئی چیز موجود نہ تھی تو اس حالت میں تمام عالم بسبب معدوم ہونے کے ایک حالتِ ظلمت میں تھا۔ جب خداوندِ عالم کو منظور ہوا کہ اس عالم کو ایجاد فرمائے تو بمفادِ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب سے پہلے خدا نے نورِ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کا پیدا کیا جس کے سبب سے تمام عالم روشن ہو گیا جیسے ایک اندھیرے مکان میں کوئی چراغ روشن کر دے اور تمام مکان روشن ہو جائے اسی سے حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو سراجِ منیر فرمایا دوسرے چراغ حالتِ تنہائی و تاریکی میں سببِ انس ہوتا ہے۔ جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر آئے تو بسبب فراقِ جنت کے گھبراتے تھے۔ تمام عالم ان کی نظروں میں تیرہ و تار تھا تو وہ نورِ جنابِ رسالتمآب جو ان کی پیشانی میں تھا اور بعد اس کے ان کے ہاتھ میں منتقل ہوا حضرت آدمؑ کے لئے باعثِ انس رہا یہاں تک کہ وہ نور کل آباء طاہرین و امہات طاہرات جنابِ رسالتمآب کی طرف منتقل ہوتا رہا اور انکے لیے سببِ انس ہوا کیا اس وجہ سے بھی حضرت کو سراجِ منیر فرمایا۔ تیسرے ظلمت و تاریکی انسان کے لیے باعثِ خوف ہوا کرتی ہے اور اس اندھیرے میں انواع و اقسام کے خیالات و اوہام پیدا کرتے ہیں کبھی خیال ہوتا ہے کہ کوئی دشمن یا چور آ کر مار نہ ڈالے کبھی خوف ہوتا ہے کہ کوئی سانپ یا بچھو ڈنک نہ مار دے

اسی طرح کے اور بھی خیالاتِ فاسدہ ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس تاریکی میں کوئی چراغ روشن کر دیا جائے تو پھر کیسا اطمینان ہو جاتا ہے۔ یہی حالت قریب زمانۂ ولادتِ جنابِ رسالت مآبؐ کے لوگوں کی تھی کہ انواع و اقسام کے خوف میں مبتلا تھے اور طرح بہ طرح کی بلاؤں میں گھرے ہوئے تھے۔ جب آپ کی ولادت سے تمام عالم روشن ہو گیا تو اہلِ عالم کو اطمینان ہو گیا۔ خدا نے ہر قسم کے خوف سے ان لوگوں کو امن عطا فرمایا۔ چوتھے چراغ ایسی دلکش چیز ہے جس کی طرف ہر فردِ بشر کو میلانِ طبعی ہوتا ہے۔ جس مقام پر چراغ روشن ہو اکثر لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں۔ انسان پر کیا منحصر ہے۔ حشرات الارض جنہیں پروانہ کہتے ہیں اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ انتہائے عشق سے اپنے کو اس پر گرا دیتے ہیں اور نثار ہو جاتے ہیں۔ خداوندِ عالم کو بھی منظور تھا کہ لوگ حضرتؐ کی طرف مائل ہوں اور آپ سے محبت کریں۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ کہ جب آپ نے بعد مبعوث ہونے کے ہدایت شروع کی تو جن جن کے دلوں میں نورِ ایمان تھا ہر طرف سے جمع ہونے لگے اور مثل پروانہ کے اس سراجِ منیر کے گرد پھرنے لگے اور اپنی جانیں نثار کرنے لگے۔ اسی سے حق تعالیٰ نے آپ کو سراجِ منیر فرمایا۔ پانچویں چراغ اشیائے نورانی سے ایسی چیز ہے جو قابلِ نقل و تحویل ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکتے ہیں۔ بخلاف آفتاب و ماہتاب کے کہ وہ بجز اپنے مقاماتِ معینہ کے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتے ہیں۔ چونکہ خداوندِ عالم کو منظور تھا کہ اپنے حبیب کو ایک وقت میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف لے جائے۔ اس وجہ سے آپ کی تعریف سراجِ منیر سے فرمائی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب کفارِ مکہ نے نورِ خدا کے بجھا دینے کا ارادہ کیا تو وہ سراجِ منیر مکے سے مدینہ کی طرف منتقل ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر آپ نے اپنی شعاعوں سے شہر یثرب کو مدینہ منورہ فرما دیا۔ اور اہلِ ایمان کے گھروں کو اپنے نور سے بیت المعمور بنا دیا۔ اور اسی مقام سے اپنے دین کی روشنی تمام عالم میں پھیلا دی۔ اس سبب سے بھی آپ کو خدا نے سراجِ منیر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

اور سورۂ نوحؑ میں حق تعالیٰ نے آفتاب کو بھی سراج فرمایا ہے

مناسباتِ سراجِ منیر

جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْھِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (ان میں چاند کو نور قرار دیا اور سورج کو چراغ) اور پیغمبرِ خدا کو بھی سراج فرمایا ہے۔ تو وہ چراغِ آسمان ہے اور یہ چراغِ زمین۔ وہ وہ چراغ دنیا ہے یہ چراغِ عقبےٰ۔ وہ چراغِ منازلِ فلک ہے یہ چراغِ محافلِ ملک ہے

ز اقلیمِ عدم می آمدی و پیش رو آدمؑ چراغے بود بر دستش ہم از نورِ تجلیئت

اب ان مناسبات کو جو درمیان آفتابِ عالمتاب اور جنابِ رسالت مآبؐ کے ہیں سنئے۔

اول جب آفتاب طلوع کرتا ہے تیرگی شب زائل ہو جاتی ہے . آپ کی ولادت سے بھی تاریکی کفر زائل ہو گئی . دوسرے آفتاب پختہ کرتا ہے اثمار کو آپ کی پیدائش سے اثمار کی کثرت اور غلہ کی فراوانی اس قدر ہوئی کہ تمام عرب نے قحط سے نجات پائی . تیسرے آفتاب اپنا پر تو بلا امتیاز مراتب ہماکیہ پر یکساں ڈالتا ہے . آپ کی تعلیم و ہدایت بھی سب کے ساتھ یکساں تھی . چوتھے آفتاب کا مُنہ اُس طرف ہے اور پشت اِدھر ہے . کسی نے رُخ اس کا نہیں دیکھا . آپ کا بھی وہ چہرۂ نورانی جو خداوند عالم نے خلق کیا تھا . اور جو اصل نور آپ کو عطا ہوا تھا کسی نے نہیں دیکھا . پانچویں آفتاب سایہ نہیں رکھتا نور میں سایہ کہاں ؟ آنحضرت کا جسم بھی چونکہ نورانی تھا سایہ نہیں رکھتا تھا . چھٹے اگر آفتاب سلطان الکواکب ہے کہ جب اُس کا ظہور ہوتا ہے تمام کواکب کا نور کم ہو جاتا ہے . تو آنحضرت سلطان الانبیاء ہیں بعد آپ کے ظہور کے سب ادیان منسوخ ہو گئے . ساتویں اگر آفتاب فلکِ چہارم پر ہے تو آپ کا مقام عرش اعلیٰ پر قابَ قوسَین اَوْ اَدنیٰ ہے . آٹھویں اگر آفتاب کی یہ سُرعت ہے کہ تھوڑے زمانہ میں لاکھوں میل طے کرتا ہے . یعنی ایک گھنٹہ میں دو کروڑ چالیس لاکھ میل چلا جاتا ہے . تو آپ نے ساتوں آسمان عرش و کرسی سب کو ایک چشم زدن میں طے فرمایا . اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ . سبحان اللہ آپ کی ذات بابرکات رحمۃ للعالمین ہے . جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے . وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ . اس لئے کہ آنحضرتؐ کا مبعوث ہونا باعثِ صلاحِ معاد و معاشِ خلائق ہے . اور رحمت آنحضرتؐ کی بہ نسبت کفار کے یہ تھی کہ وہ لوگ مثلِ امم سابقہ کے زلزلے سے اور صیحہ سے اور غرق وغیرہ انواع عذاب سے محفوظ رہے . جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (اور اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ ان کو عذاب دے جس حال میں کہ تم ان میں موجود ہو) اسی سے اس اُمت کو مرحومہ[عہ] کہتے ہیں بلکہ آنحضرت کی رحمت کفار پر یہ بھی تھی کہ اُن کو دینِ اسلام کی دعوت کی ثواب دائم اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی عذاب جحیم سے ڈرایا . اگر اُن لوگوں نے راہِ راست اختیار نہ کی تو یہ قصور اُن کا ہے . جس طرح کوئی شخص کچھ لوگوں کے پاس جو بھوکے ہوں کھانا لے آئے . بعض اُن میں سے کھائیں اور بعض نہ کھائیں بیشک لوگ اُس کھانا دینے والے کو منعم اور اُن لوگوں کو منعم علیہ کہیں گے . اگرچہ بعضوں نے نہ کھایا ہو . اور جس طرح کسی نے ایک چشمۂ آب جاری کیا اور منادی کرا دی کہ جس کا جی چاہے باغ و زراعت کو سیراب کرے . جانوروں کو پلائے بالینہمہ بعضے اُس سے منتفع ہوں . بعضے بسبب

عہ یعنی رحم کی ہوئی ۱۲

اپنی نادانی کے محروم رہیں تو اُس چشمۂ منفجرہ کے نعمت ہونے میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ اسی طرح پیغمبرؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اگرچہ بسبب شامتِ اعمال کے بعضے نعمتِ ہدایت سے محروم رہیں۔

تخفیف دہ احکام برائے حضرت

اور سُنئے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کو زمانۂ بنی اسرائیل میں اُن کے لئے دس احکام شریعت نہایت سخت و دشوار تھے۔ اور اس زمانہ میں اُمتِ مرحومۂ پیغمبر آخرالزمان کے لئے حق تعالےٰ نے بطفیل حبیبؐ کے بہت سہل و آسان کر دئے۔ اوّل یہ کہ جب بنی اسرائیل سے کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا تھا تو اُس پر بعض غذائے عمدہ حرام ہو جاتی تھی۔ اور اس امت کے لئے ایسا نہیں ہے۔ انسان کیسا ہی گناہ کرے۔ اُس پر کسی قسم کی غذائے حلال حرام نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل کے لئے پچاس وقتوں کی نمازیں واجب تھیں اور ہمارے حضرت کی اُمت کے لئے پچاس وقتوں میں سے پانچ وقت کی نماز رہ گئی اور ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر قرار پایا۔ بلکہ کل اعمالِ خیر میں ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو ایک نیکی کرے گا اُس کے واسطے اس کا دس گنا ہے) تیسرے اُس قوم پر چوتھا حصہ مال کا زکوٰۃ تھی۔ اور اس اُمت پر چالیسواں حصہ درہم و دینار سے زکوٰۃ ہے۔ چوتھے جب اس قوم سے کسی کو حدثِ جنابت یا حیض یا نفاس ہوتا تھا اور پانی میسر نہ آتا تھا تو یہ لوگ نجس رہتے تھے۔ سوائے پانی کے دوسری چیز اُن کے لئے مطہر نہیں تھی اور پیغمبر آخرالزمان کی اُمت کے لئے حق تعالیٰ نے خاک کو مُطہّر گردانا کہ جب پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر لیں۔ پانچویں اُن لوگوں کی نماز مسجد میں ہوتی تھی۔ سوائے مسجد کے دوسری جگہ نماز پڑھنے کا حکم نہ تھا۔ اور اس امت کے لئے ایسا حکم نہیں ہے۔ ہر جگہ کُل زمین کو نماز کے لئے جائز کر دیا ہے البتہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ چھٹے اُن کے احکامِ صیام میں یہ بات تھی کہ جب وہ نماز پڑھ چکتے تھے یا سو جاتے تھے تو پھر کھانا اُن پر تا شبِ آئندہ حرام ہو جاتا تھا۔ اور اس امتِ مرحومہ کے لئے یہ امر نہیں ہے بلکہ صبحِ صادق سے پہلے تک کھا سکتا ہے۔ ساتویں نمازِ عشا کے بعد یا سو جانے کے بعد اُن کے لئے عورتوں سے مقاربت اُس شب حرام ہو جاتی تھی۔ اور اس امت کے واسطے ایسا حکم نہیں ہے۔ بلکہ صبحِ صادق میں جب تک کہ طہارت و غسل کا وقت باقی رہے مقاربت کر سکتا ہے۔ آٹھویں اس قوم میں جس کا صدقہ قبول نہ ہوتا تھا۔ وہ رسوا ہو جاتا تھا۔ یعنی جب وہ لوگ کوئی چیز تصدق کرتے تھے تو

عہ یعنی جاری ۱۲

قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ ایک آگ پیدا ہوتی تھی اور اس میں سے کچھ جلا دیتی تھی۔ اور بقیہ کو فقرا کھاتے تھے اور اگر قبول نہ ہوتا تھا تو نہ آگ ظاہر ہوتی تھی نہ کوئی شے اُس میں سے جلتی تھی۔ اس وقت صاحب صدقہ سب لوگوں کے سامنے رسوا و ذلیل ہو جاتا تھا اور اس اُمت کے لئے ایسا نہیں ہے۔ قبول ہونے یا نہ ہونے کا علم خدا کو ہے۔ اُس کا ثواب دینا نہ دینا خداوندِ عالم نے آخرت پر رکھا ہے۔ اور اس پردہ میں بڑی بات یہ ہے کہ انسان اس صدقہ و خیرات دینے میں بامید ثواب حریص اور راغب رہتا ہے۔ نویں جب اُس قوم کا کپڑا نجس ہو جاتا تھا تو دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا۔ بقدر نجاست قطع کر دینے کا حکم تھا۔ اور ہمارے پیغمبرؐ کی اُمت کے لئے حق تعالیٰ نے پانی کو مطہر قرار دیا کہ نجس کپڑا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ دسویں جب کوئی شخص اُس قوم سے گناہ کرتا تھا تو رسوا ہو جاتا تھا۔ اس طرح کہ شب کو جو گناہ کرتا تھا صبح کو لوگ اس کے دروازے پر وہ گناہ لکھا پاتے تھے۔ مگر اس اُمت مرحومہ کے لئے خداوندِ ستار العیوب نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس کی جزا و سزا کو بعد مرنے کے موقوف رکھا۔ بلکہ نیکیوں کو ظاہر کرتا ہے اور گناہوں کو چھپاتا ہے جیسا کہ دعا میں ہے يَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ (اے وہ جس نے نیکی کو ظاہر کیا اور بدی کو پوشیدہ کیا) اور کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ منجملہ رحمت آنحضرتؐ کے یہ ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو کسی مقام میں فراموش نہ کیا۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں ہر جگہ یاد رکھا۔ جب عرش پہ مقام قاب قوسین میں پہنچے۔ فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (سلامتی ہم پہ ہو اور اللہ کے کل نیک بندوں پہ) اور فرمائے قیامت میں بھی مقامِ شفاعت میں فرمائیں گے۔ اُمتی اُمتی۔ یہاں تک کہ سب کی شفاعت کر کے جنتِ عدن میں پہنچائیں گے: سبحان اللہ کیا شفقت ہے آپ کی اپنی اُمت پر آپ نے باوجود کثرت مصائب رنج اٹھانے کے جیسا کہ فرماتے تھے مَا اُوْذِيَ نَبِيٌّ كَمَا اُوْذِيْتُ (کسی نبی کو ایسی تکلیف نہیں دی گئی جیسی مجھے ایذا دی گئی) کبھی اُن کا معذب بعذابِ عام ہونا منظور نہیں کیا۔ چنانچہ جنگِ احزاب میں جب تین ہزار فرشتے بمصداق وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا) نصرت کے واسطے حاضر ہوئے اور چاہا کہ مثلِ قومِ عاد کے اُس قومِ بد نہاد کو فنا کر دیں تو حضرت نے کمال عطوفت و رحمت قبول نہ کیا اور جب تعدیاں ابو جہل کی حد سے زیادہ گزریں تو خداوندِ قہار نے جبرائیل کو جو ایک فرشتہ فرشتگانِ عذاب سے ہے بھیجا اور ارشاد کیا کہ میرے حبیب کے پاس جا اگر وہ کہیں تو ابو جہل کو مع اُس کی قوم کے پہاڑ کے نیچے دبا دے۔ جب وہ

فرشتہ آیا اور مطلب بیان کیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ جب پروردگارِ عالم نے اپنے فضل سے مجھے رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے تو پھر میں کیونکر تم کو یہ اجازت دوں کہ تم لوگوں کو ہلاک کرو۔ افسوس مومنین ایسے پیغمبر رحمۃ للعالمین اُمّت نواز نے آج کے روز یعنی اٹھائیسویں ماہِ صفر اس دنیا سے انتقال فرمایا۔

روزِ وفاتِ پیغمبر سب مصیبتیں جمع ہو گئیں

مومنین آج کا روز عجب روزِ مصیبت ہے۔ آج کے روز سب مصیبتیں جمع ہوئی ہیں۔ آج کا دن روزِ وفاتِ پیغمبرؐ ہے روزِ قتل امیر المومنینؑ ہے۔ روزِ شہادتِ حضرت فاطمہؑ ہے۔ روزِ شہادتِ حضرت امام حسنؑ ہے۔ یہ سب بطور حقیقت کے ہے بطور مجاز کے نہیں ہے۔ آج ہی کے روز امام حسینؑ شہید ہوئے۔ روزِ عاشورا یعنی روزِ شہادت جمعہ کا دن تھا۔ پھر امام حسینؑ کو اَلْمَقْتُوْلُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ دوشنبہ کا شہید کیوں کہتے ہیں؟ اسی سبب سے کہ درحقیقت امام حسینؑ آج ہی کے روز شہید ہوئے۔ آج کے روز کی وجہ سے جو تلوار غلاف کے ساتھ بازوے جناب فاطمہؑ پر ظالم نے لگائی یہی تلوار برہنہ ہو کر بدنِ امام حسینؑ پر کربلا میں لگائی گئی جو دروازہ پہلوے جناب فاطمہؑ پر گرایا گیا کہ محسنؑ شہید ہوئے وہی دروازہ بمنزلہ نیزہ ہوا جو پہلوے مظلوم کربلا پر لگا کہ زین سے زمین پر تشریف لائے۔ خانۂ جناب سیدہؑ میں جو آگ لگائی گئی اس کا شعلہ ایسا مشتعل ہوا کہ روزِ عاشورا خیمہ گاہِ سید الشہداؑ تک پہنچا اور سب خیموں کو جلا دیا۔ چونکہ بعد وفاتِ پیغمبرؐ بعض نامحرم گھر میں جناب سیدہ کے بے اجازت گھس آئے۔ یہی سبب ہوا کہ کربلا میں اشقیاء نے دخترانِ پیغمبرؐ کے سروں سے چادریں اور مقنعے چھین لئے ازبسکہ ظالموں نے بعد رحلت سرور کائنات گردنِ جناب امیرؑ میں رسی ڈالی[1] اس کا اثر یہ ہوا کہ کربلا و شام میں جناب امام زین العابدینؑ اور جناب زینبؑ و اُمِ کلثومؑ اور کل اہلبیت کے ہاتھوں میں رسیاں باندھی گئیں۔ الحاصل جب جناب رسولِ خدا نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اسی اثناء میں آپ کو وہ مرض عارض ہوا جس مرض میں دنیا سے انتقال فرمایا۔ چند روز قبل اپنی وفات کے سب اصحاب کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے۔

عہ مودۃ القربیٰ علی ہمدانی ۱۲ عہ الملل والنحل شہرستانی ۱۲

عہ الامامت والسیاست ۱۲

[1] شرح ابن ابی الحدید معتزلی ۱۲

خطبۂ آخری آنحضرتؐ

بعد حمد و ثنائے خدائے عزوجل کے فرمایا۔ مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّی تَارِكٌ فِیكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِی اَهْلَبَیْتِی مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِی وَ اِنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (اے لوگو! عنقریب ہے کہ میں اس دارِ دُنیا سے طرف عالمِ بقا کے انتقال کروں گا۔ لیکن درمیان تمہارے دو امرِ عظیم گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اُن میں سے کتاب خدا ہے۔ اور دوسرے میری عترت یعنی میرے اہلبیتؑ ہیں۔ جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں آپس میں ایسے متحد ہیں کہ کبھی جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روزِ قیامت میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ تم کو لازم ہے کہ ہرگز ان دونوں کے خلاف نہ کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو گے) اس کے بعد آنحضرتؐ مسجد سے خانۂ اُم سلمہؓ میں تشریف لائے۔ جب اُم سلمہؓ نے حال آنحضرتؐ کا نہایت ہی متغیر پایا عرض کی آپ پر ماں باپ میرے قربان ہوں یا رسول اللہ میں آپ کا حال نہایت ہی متغیر پاتی ہوں۔ فرمایا اب وقت وفات میرا قریب ہے۔ اور آج سے پھر کبھی آواز محمدؐ کی نہ سُنو گی۔ یہ سُن کر اُم سلمہؓ رونے لگیں آنحضرتؐ نے فرمایا اب جلد میری پارۂ جگر فاطمہؑ زہرہ کو بلاؤ کہ میں اُس سے رخصت ہو لوں۔ جناب سیدہ حاضر ہوئیں دیکھا کہ جناب رسولِ خدا پر غش طاری ہے اور حال متغیر ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ساعت کے مہمان ہیں۔ دیکھتے ہی بیتاب ہو کر سینۂ اقدس سے لپٹ گئیں اور مُنہ سے مُنہ ملتی تھیں اور رو رو کر کہتی تھیں وَا اَبَتَاهُ وَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَفْسِی لِنَفْسِكَ الْفِدَا آہ بابا۔ بابا میری جان آپ پر قربان ہو۔ غش سے آنکھیں کھولئے اور باتیں کیجئے کہ میں بیقرار ہوں۔ جب جناب رسولِ خدا کو غش سے افاقہ ہوا فرمایا اے پارۂ جگر مضطر نہ ہو کر عنقریب سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے گی۔ اے فاطمہؑ اب جلد حسنینؑ کو بلاؤ تاکہ میں اُن سے بھی رخصت ہو لوں اور وہ مجھ سے رخصت ہو لیں۔ جب وہ اُسے قریب پہنچے آنحضرتؐ نے ہاتھ پھیلا کر سینۂ اقدس سے لگا لیا اور بار بار ہر ایک کی خوشبو سونگھتے تھے اور پیار کرتے تھے۔ اور اس قدر روئے کہ آنحضرتؐ کو پھر غش آ گیا۔

خواب جناب امیرؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ

صاحب محرق القلوب لکھتے ہیں کہ جب جناب پیغمبر خدا کا وقت آخر تھا جناب امیرؑ نے عرض

عہ ترمذی شریف ۱۲

کی یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ زرہ پہنے ہوں کہ یک وقت وہ زرہ میرے بدن سے گر پڑی۔ فرمایا اے علیؑ وہ زرہ میں ہوں مگر تم سے جُدا ہوں گا اور تم بے پناہ ہو جاؤ گے۔ بعد اس کے جنابِ فاطمہؑ نے کہا اے بابا میں نے دیکھا ہے کہ قرآن کا ورق میرے ہاتھ میں ہے۔ اور میں اُس کی تلاوت کرتی ہوں۔ ناگاہ وہ ورق میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ فرمایا اے نورِ دیدہ وہ ورقِ قرآن میں ہوں اور بہت جلد تمہاری نظروں سے چھپ جاؤں گا۔ پھر حسنینؑ نے بھی عرض کی اے جدِ بزرگوار ہم دونوں بھائیوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک تخت ہوا پہ چلا جاتا ہے اور ہم لوگ ننگے سر ننگے پاؤں اُس کے نیچے نیچے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا اے نورِ چشمو! وہ تخت میرا جنازہ ہے۔ جب اُٹھایا جائے گا تو تم لوگ سر و پا برہنہ اُس کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے جاؤ گے۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ غش کر گئے اتنے میں ایک مردِ عرب نے پسِ در سے آواز دی یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو میں ایک مردِ مسافر کسی کام کا پیام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ امیدوار ہوں اجازت ہو کر اندر حاضر ہوں۔ جنابِ سیدہ نے ارشاد فرمایا اے مردِ عرب یہ وقتِ ملاقات نہیں ہے۔ آنحضرتؐ غش میں ہیں۔ پھر جا تھوڑی دیر کے بعد آنا۔ پھر اُس نے اذن چاہا۔ پھر وہی جواب پایا۔ تیسری مرتبہ اُس نے ایسی مہیب آواز سے پکارا کہ جنابِ سیدہؑ پر خوف طاری ہوا۔ اور جنابِ رسولِ خدا نے غش سے آنکھیں کھول دیں۔ بیٹی کا حال دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے۔ جنابِ سیدہؑ نے اعرابی کی حقیقت بیان کی فرمایا اے نورِ نظر تم نہیں سمجھیں کہ یہ کون ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو عورتوں کو بیوہ کرتا ہے اطفال کو یتیم کرتا ہے۔ اگر قصد اندر آنے کا کرے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا ہے۔ اے فاطمہؑ! یہ ملک الموت ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمہارے دروازے کو یہ رتبہ عطا کیا ہے کہ ملک الموت کبھی بے اجازت داخل نہیں ہوتا۔ اب اجازت دو کہ چلا آئے۔ [عہ] جب ملک الموت اذن پا کر حاضر ہوئے تو بعد تسلیم عرض کی اے حبیبِ خدا جنابِ باری نے تحفۂ سلام کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کو اختیار ہے اگر ہماری ملاقات منظور ہو تو اپنی موت پر راضی ہو کر تمام حور و غلمان و رضوان آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ اور اگر اپنی موت منظور نہ ہو تو جب تک جی چاہے دُنیا میں رہئے کہ ہمیں آپ کی خوشی بہرصورت منظور ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے ملک الموت مجھے اتنی مہلت دو کہ جبرئیلِ امیں میرے پاس آئیں اور کچھ خوشخبری سنائیں۔

عہ۔ عجائب القصص

بشارتیں سُنانا جبرئیل کا

ناگاہ جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور بروایت محرق القلوب عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کے واسطے بشارتیں لایا ہوں فرمایا وہ کیا ہیں؟ جبرئیل نے کہا اِنَّ النِّیْرَانَ قَدْ اُخْمِدَتْ وَالْجِنَانَ قَدْ زُخْرِفَتْ وَالْحُوْرَ الْعِیْنَ قَدْ تَزَیَّنَتْ وَالْمَلٰٓئِکَۃَ قَدْ صَفَّتْ لِقُدُوْمِ رُوْحِكَ آپ کے آنے کی خبر سُن کر فرشتوں نے صف بندی کی ہے۔ حُوروں نے اپنے کو مزین کیا ہے۔ خداوندِ عالم نے بہشت کو آراستہ فرمایا ہے اور جہنم کو بُجھا دیا ہے۔ فرمایا جبرئیل! یہ بشارتیں تو اچھی ہیں مگر ایسی بشارت دو جس سے میرا دل خوش ہو۔ جبرئیل نے کہا اے پیغمبرِ خدا بہشت حرام ہے کُل پیغمبروں اور اُن کی اُمتوں پر جب تک کہ آپ اور آپ کی اُمت داخل نہ ہو لے۔ فرمایا اے جبرئیل! اس سے بہتر خوش خبری سناؤ۔ جبرئیل نے کہا بروزِ قیامت تاجِ شفاعت پہلے جس کے سر پر رکھا جائے گا وہ آپ ہوں گے۔ فرمایا جبرئیل ایسی بشارت دو کہ میرا دل خوش ہو۔ طلال دفع ہو۔ آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو۔ جبرئیل نے کہا آخر آپ کا مطلب کیا ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اے جبرئیل! تم جانتے ہو مجھے ہمیشہ یہی فکر ہے کہ میری اُمت بخشی جائے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ آپ فکر نہ کریں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی حق تعالےٰ قیامت کے روز اس قدر آپ کی اُمت کو بخشے گا۔ کہ آپ راضی وخوشنود ہوجائیں گے اُس وقت آنحضرت نے فرمایا اب میں خوش ہوا اور سب رنج وغم میرا زائل ہوگیا۔

وفاتِ آنحضرتؐ

پھر ملک الموت سے فرمایا اے عزرائیلؑ اب حکمِ خدا بجالاؤ۔ پس جبرئیلؑ داہنی طرف کھڑے ہوئے اور میکائیل بائیں طرف اور ملک الموت سامنے روح قبض کرنے میں مشغول ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب آنحضرتؐ جنت کو تشریف لے گئے اہلبیتؑ کی نظروں میں عالم سیاہ ہوگیا۔ وَامُحَمَّدَاہُ وَانَبِیَّاہُ کا شور بلند ہوا جناب امیرؑ نے آنحضرت کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور آپ کو بیت الشرف میں دفن کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ

مجلس سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ كِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ فَمَنْ

حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

شانِ نزولِ آیۂ مباہلہ

شانِ نزول اس آیت کی یہ ہے کہ جب جناب رسولِ خدا نے مکہ کو فتح کیا تو بعد فتح مکہ آنحضرت نے جابجا خطوط لکھے اور اسلام کی دعوت کی۔ نجران جو ملکِ یمن کا ایک شہر ہے وہاں کے نصاریٰ کو بھی لکھا۔ ان لوگوں نے کئی روز کے مشورے کے بعد ایک رائے قرار دی کہ کچھ لوگ مدینہ جا کر امتحان کریں اور مباحثہ کریں اور جو علامتیں ہم پیغمبر آخرالزماں کی کتب آسمانی میں پاتے ہیں وہ دیکھیں کہ اُن میں ہیں یا نہیں بعد اس کے جیسا مناسب ہوگا کریں گے۔ یہ رائے قرار دے کے چالیس آدمی بروایتے ستر آدمی آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ جن میں تین شخص سردار نام برآوردہ تھے۔ ایک عاقب جو نہایت عاقل اور صاحب رائے تھا۔ دوسرا عبدالمسیح جس کی رائے پر وقت مشکل سب عمل کیا کرتے تھے۔ تیسرا ابوحارثہ جو ان سب کا عالم تھا اور بادشاہانِ روم نے اُس کو کلیسا کا مالک کیا تھا۔ اور اس کے علم کے سبب سے ہمیشہ اس کو ہدیے اور تحفے بھیجا کرتے تھے۔ غرض جب یہ سب آئے تو تمام روز دربارۂ حضرت عیسٰےؑ مباحثہ کرتے رہے اور جب انہوں نے حضرت عیسٰےؑ کی ولادت سے بغیر پدر کے احتجاج کیا تو پہلے یہ آیت نازل ہوئی إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (یعنی مثالِ عیسٰیؑ کی مثالِ آدمؑ کی سی ہے۔ جن کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا۔ بعد اُس کے فرمایا زندہ ہو جا۔ پس وہ زندہ ہو گئے) وہ نصاریٰ اس آیت کے سننے کے بعد بھی مکابرہ کرتے رہے۔ جب وہ لوگ کسی طرح قائل نہ ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ الآيَة یعنی اے رسولؐ جو نصرانی تم سے عیسٰےؑ کے بارے میں حجت کرے بعد اس کے کہ تم کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ عیسٰےؑ بندۂ خدا اور اس کے رسولؐ ہیں تو اُن سے کہدو کہ اگر قائل نہیں ہوتے ہو تو آؤ مُباہلہ کریں۔ ہم اپنے لڑکوں کو بلائیں اور تم اپنے لڑکوں کو بُلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے ان لوگوں کو بلائیں جو بمنزلہ ہمارے نفس کے ہیں۔ اور تم بھی ان لوگوں کو بلاؤ جو بمنزلہ تمہاری جان کے ہوں۔ بعد اس کے مُباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت خدا کریں۔) جب آنحضرتؐ نے اُن لوگوں سے یہ فرمایا تو وہ لوگ ایک روز کی مہلت لے کر اپنے مسکن پر آئے اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ عاقب نے اور بروایتے اسقف نے کہا کل کے روز دیکھنا۔ اگر یہ پیغمبرؐ اپنے اصحاب اور عزیزوں سے ساتھ مباہلہ کے واسطے آئیں تو بیشک مُباہلہ کرنا۔ اور اگر اپنے اہلبیتؑ اور عزیزوں کے ساتھ آئیں تو ہرگز مُباہلہ نہ کرنا۔ جب

صبح ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے جناب امیرؑ اور جناب فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بلوایا۔ جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے آگے ہوئے۔ فاطمہؑ پیچھے ہوئیں، امام حسنؑ کا حضرتؐ نے ہاتھ پکڑ لیا اور حسینؑ کو گود میں لے لیا۔ اور اس ہیئت سے مدینے سے باہر آئے اور ایک مقام پر اُسی طرح دو زانو بیٹھے یعنی جناب امیرؑ آگے اور جناب فاطمہؑ پیچھے، امام حسنؑ داہنی جانب اور حسینؑ بائیں جانب تھے۔ اور ان حضرات سے رسولِ خدا نے فرمایا جب میں دُعا کروں تم سب آمین کہو۔ اسقف نے کسی سے پُوچھا یہ لوگ جو محمدؐ کے ساتھ آئے ہیں کون ہیں؟ اُس نے کہا وہ جو آگے بیٹھے ہیں اُن کے داماد اور بھائی ہیں اور وہ بی بی اُن کی لڑکی ہیں۔ اور وہ دونوں بچے اُن کے نواسے ہیں۔ یہ سُن کر اسقف نے کہا تم لوگ ہرگز مُباہلہ نہ کرو۔ دیکھو اُن کو اپنی بات پر کس قدر اعتماد و وثوق ہے اگر جھوٹے ہوتے تو کبھی اپنے عزیزوں اور فرزندوں کو ایسے خطرناک محل میں نہ لاتے۔ بخدا یہ اُس ہیئت سے بیٹھے ہیں جس ہیئت سے انبیائے سابقین مُباہلہ کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ قسم خدا کی میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اپنے خدا سے چاہیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے علیحدہ کر دے تو علیحدہ کر دے گا۔ تم لوگ مُباہلہ کرو گے تو کوئی نصرانی رُوئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ مصالحہ کر لو اور جزیہ دینا قبول کرو۔ یہ رائے اُن لوگوں نے پسند کی اور آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا اباالقاسم! ہم لوگ آپ سے مُباہلہ نہیں کریں گے اور مصالحہ کریں گے۔ آنحضرتؐ نے قبول فرما لیا اور اُن سے مصالحہ کر لیا۔ اور وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس گئے جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے۔ قسم خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ لوگ مباہلہ کرتے تو سب کے سب بندر اور سور کی صورت میں مسخ ہو جاتے اور کل اہل نجران پر آگ برستی۔ یہاں تک کہ کوئی چڑیا بھی کسی درخت پر باقی نہ رہتی۔ اس آیت میں بہت سی باتیں قابلِ تفسیر ہیں مگر میں اس وقت تین باتوں کو جو اہم ہیں بیان کرتا ہوں۔

امر اوّل:۔

ایک تو یہ کہ باتفاق مفسرین مراد اَبْنَآءَنَا سے اس آیت میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ دونوں شاہزادے جناب رسولِ خدا کے فرزند ہیں۔ اس کے علاوہ اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ یہ دونوں بزرگوار فرزندانِ رسولؐ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اِبْنَایَ ھٰذَانِ رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا۔ یہ دونوں لڑکے میرے دو پھول ہیں۔ باغِ دُنیا سے۔ اور پھر فرمایا اِبْنَایَ ھٰذَانِ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا۔ یہ دونوں میرے فرزند امام ہیں خواہ جہاد کریں یا نہ کریں۔

حسین فرزندانِ رسولؐ ہیں

ایک روایت میں ہے کہ جنگِ صفین میں جب محمدؐ بن حنفیہؒ نے خوب جنگ کی تو اُس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا: اَشْهَدُ اَنَّكَ اِبْنِیْ حَقًّا۔ بیشک تو میرا فرزند ہے۔ لوگوں نے کہا حسنینؑ بھی تو آپ کے فرزند ہیں فرمایا هُمَا اِبْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ وہ دونوں رسولؐ خدا کے فرزند ہیں۔ اور مناقب ابنِ شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جب تک جناب رسولِ خدا زندہ رہے امام حسنؑ اور امام حسینؑ آنحضرتؐ کو یا اَبَہْ کہا کرتے تھے۔ اور جناب امیرؑ کو امام حسنؑ یا ابا الحسینؑ کہتے تھے اور امام حسینؑ یا ابا الحسنؑ کہا کرتے تھے۔ اور جناب امام موسیٰ کاظمؑ اور ہارون رشید سے جو گفتگو ہوئی ہے تو اس میں اُس نے یہ بھی پوچھا ہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ فرزندانِ رسول کہلائیں۔ حالانکہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ ماں کی طرف تو اس خیال سے آپ لوگ فرزندانِ علیؑ ہوئے نہ فرزندانِ رسولؐ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ہارون میں تجھ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اگر اس وقت جناب رسولِ خدا زندہ ہو جائیں اور تم لوگوں سے اپنے نکاح کے واسطے ایک لڑکی کی خواہش کریں تو قبول کرو گے یا نہیں۔ اُس نے کہا سبحان اللہ سر اور آنکھوں سے قبول کریں گے۔ سارے عرب اور عجم پر ہمارا فخر ہو جائیگا۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ مگر وہ حضرت ہماری لڑکیوں کی کبھی خواستگاری نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہم لوگ اُن کو لڑکی دے سکتے ہیں۔ ہارون رشید نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لئے کہ ہم اُن کی اولاد ہیں۔ اور دخترِ فرزند آباؤ اجداد پر حرام ہے۔ اور تو اُن کی اولاد میں سے نہیں ہے اسی وجہ سے لڑکی دے سکتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون رشید بہت نادم ہوا۔ اور دل میں اُس کے آتشِ عداوت مشتعل ہوئی اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک روز جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوالجارود سے فرمایا اے ابوالجارود لوگ حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا انکار کرتے ہیں کہ حسنینؑ پیغمبرؐ خدا کے فرزند ہیں۔ فرمایا پھر تم نے کس دلیل سے ثابت کیا کہ حسنینؑ فرزند رسولؐ ہیں کہا قرآن مجید سے آیۂ مباہلہ وغیرہ سے۔ فرمایا پھر ان لوگوں نے کیا کہا؟ عرض کی وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہاں بیٹی کی اولاد اولاد تو ہو سکتی ہے مگر صلبی اولاد نہیں ہو سکتی۔ فرمایا اے ابوالجارود تم کو قرآن سے ایک ایسی آیت بتلائے دیتا ہوں جس سے ثابت ہو جائے کہ حسنینؑ فرزندانِ صلبی رسولِ خدا ہیں۔ ابوالجارود نے کہا یا مولا وہ کون سی آیت ہے۔ فرمایا خداوندِ عالم نے اُن عورتوں کو جو حرام ہیں۔ بیان کرکے فرمایا ہے وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ (اور تم پر حرام ہیں بیبیاں تمہارے فرزندوں کی جو تمہارے صلب سے ہیں) اے ابوالجارود آیا رسولِ خدا

کے واسطے ہو سکتا تھا کہ حسنؑ اور حسینؑ کی زوجات سے نکاح کرتے۔ جب کہ نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ فرزندانِ رسولؐ ہیں صلب رسولؐ سے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے ایک شب عامر شعبی کو بلوایا۔ چونکہ حجاج بڑا ظالم و سفاک تھا۔ اس لئے عامر ڈرا کہ شاید قتل کے لئے بلاتا ہے۔ وضو کیا اور اپنے اہل و عیال کو وصیت کی اور حجاج کے پاس آیا۔ دیکھا کہ کسی کے قتل کے واسطے کھال بچھی ہوئی ہے۔ تلوار کھچی ہوئی ہے۔ دیکھ کر خوف سے کانپنے لگا۔ حجاج نے کہا خوف نہ کر بیٹھ جا۔ اس کے بعد اس نے ایک شخص کو بلوایا۔ جس کے ہاتھ پاؤں زنجیر سے جکڑے ہوئے تھے۔ جب وہ آیا تو حجاج نے عامر سے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ پسرانِ رسولِ خدا ہیں اگر قرآن سے یہ ثابت نہ کرے گا تو میں ابھی اسے قتل کر دوں گا۔ عامر نے کہا پہلے ان زنجیروں کو کھلوا دے۔ اگر اس نے حجت تمام کی تو چھوٹ جائیگا نہیں تو قتل ہی کیا جائے گا۔ زنجیر کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حجاج نے حکم دیا زنجیر کھول دی گئی۔ اس وقت عامر نے پہچانا کہ یہ تو سعید ابن جبیر ہیں جو دوستدارانِ اہلبیتؑ سے ہیں۔ حجاج نے سعید سے کہا کہ قرآن سے ثابت کرو کہ حسنینؑ فرزندانِ رسولؐ ہیں۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی:۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَیْنَا وَنُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ یہاں تک پڑھ کے حجاج سے کہا اب تو اس کے بعد پڑھ۔ حجاج نے پڑھا وَزَكَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ سعید نے کہا اے حجاج حضرت عیسٰیؑ کس راہ سے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت اور فرزندوں میں داخل ہوئے حالانکہ عیسٰیؑ کے تو کوئی باپ نہ تھا۔ حجاج نے کہا مِنْ حَیْثُ اُمِّهٖ ماں کی جانب سے فرزند ابراہیم ہوئے۔ سعید نے کہا نہایت تعجب کی بات ہے کہ حضرت عیسٰیؑ تو ماں کی طرف سے فرزند ابراہیمؑ قرار پائیں۔ حالانکہ ولادت ابراہیمؑ سے ولادت عیسٰیؑ تک دو ہزار دو سو باسٹھ ۲۲۶۲ برس کا زمانہ گزرا تھا اور حسنؑ و حسینؑ باوصف قرب زمانہ کے اپنی ماں کی جانب سے فرزند رسولؐ نہ کہلائیں۔ یہ سن کر حجاج چپ ہو رہا اور سعید کو رخصت کیا۔ فی الواقع مومنین حسنینؑ کے عجب مراتب ہیں۔

تفسیر آیۂ زوجین

حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ ۝ ہم نے

موجودات میں سے ہر چیز سے دو دو کو پیدا کیا ہے) یا شکل کی راہ سے جیسے زن و مرد یا تقابل کی راہ سے جیسے شب و روز۔ ربیع و خریف، سیف و شتا یا مخالفت ذاتی کی راہ سے جیسے نور و ظلمت، رطب و یابس، زمین و آسمان، بر و بحر، جن و انس یا مخالفت صفاتی کی راہ سے جیسے علم و جہل شیرینی و تلخی، بیماری و صحت، غنا و فقر، شادی و غم، موت و حیات وغیرہ انسان اپنے نفس کو خیال کرے تو اس میں بھی دو دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ عینین، اذنین، خدین۔ شفتین، منکبین، ساعدین یدین، ورکین، ساقین، رجلین یہ چیزیں تو روئے زمین کی ہیں۔ اب بالائے آسمان خیال کیجیے کہ آسمان کا دار بھی دو ہی چیزوں پر ہے جنہیں قطبین کہتے ہیں۔ آسمان میں اکثر چیزیں زوجین پائی جاتی ہیں جیسے سعدین، فرقدین، شمسین۔ قرآن۔ سعدین۔ مشرقین بلکہ عالم پر کیا منحصر ہے۔ دین و ایمان کا مدار بھی دو ہی چیزوں پر ہے جنہیں شہادتین کہتے ہیں۔ عمدۂ عبادات نماز ہے۔ اس میں ظہرین ہے۔ سحرین ہے۔ عشائین ہے۔ پیغمبر خدا بھی دو ہی چیزیں چھوڑ کر دنیا سے گئے۔ قرآن و اہلبیت جنہیں ثقلین کہتے ہیں اور احد الثقلین یہی فرزندان رسول ہیں جنہیں سیدین، سندین، طیبین، طاہرین حسن و حسین جن کے پیغمبر خدا اور ابو طالب جدین ہیں اور خدیجہ اور فاطمہ بنت اسد جدتین ہیں۔ اور جعفر طیار اور عقیل عمین ہیں اور فاطمہ اور علی ابوین ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

امر دوم

اب دوسرا امر قابل بیان یہ ہے کہ اس آیت میں مراد اَنْفُسَنَا سے جناب امیر علیہ السلام ہیں اور اَنْفُسَنَا سے خود جناب رسول خدا مراد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ آنحضرت نے نصاریٰ نجران سے فرمایا تھا کہ تم اپنے لڑکوں کو بلاؤ ہم اپنے لڑکوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تو کوئی شخص اپنے آپ کو نہیں بلاتا تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد آنحضرت کی یہ ہے کہ جو بمنزلہ ہمارے نفس اور جان کے ہے اس کو ہم بلائیں تو جناب امیر بمنزلہ نفس رسول ہوئے۔ پس جو باتیں جناب رسول خدا کے واسطے ہوں گی وہ سب جناب امیر کے واسطے بھی ثابت ہوں گی۔ سوائے نبوت کے کہ پیغمبر خدا خاتم النبیین ہیں اور منجملہ فضائل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ ہے کہ وہ حضرت کل اصحاب اور جمیع انبیائے سابقین سے مرتبہ میں افضل و اعلیٰ تھے تو جناب امیر بھی کل اصحاب اور جمیع

دو جیسا دو آنکھیں، دو کان، دو رخسار، دو ہونٹ، دو کندھے، دو کلائیاں، دو ہاتھ، دو پنڈلی، دو پاؤں۔

سلہ جوڑا یعنی دو دو۔ سے دو سعد ستارے، دو تارے، رسم فرقدین، ۲ سورج، دو چاند، دو مغرب، دو مشرق۔

پیغمبرانِ سلف سے افضل و اعلیٰ ہونگے . تیسرا امر جو اس آیت میں قابلِ بیان ہے اور جسے اِس مجلس میں مجھے تفصیل سے بیان کرنا مقصود ہے . وہ حالِ صدیقۂ کبریٰ جنابِ فاطمۂ زہرا ہے . پس واضح ہو کہ مراد نسآئَنا سے اس آیت میں وہی معصومہؑ ہیں . کیونکہ بالاتفاق سب مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس مُباہلہ میں دوسری کسی عورت کو ازواج وغیرہ میں سے پیغمبرِ خدا اپنے ساتھ نہیں لے گئے . اس سے بڑی فضیلت اُن معصومہؑ کی ثابت ہوتی ہے . چونکہ یہ مجلس مجلسِ ولادت اُن معصومہ کی ہے اس لئے میں پہلے کچھ حال اُن معصومہ کی ولادت کا بیان کرتا ہوں . بعد اس کے کچھ فضائل اُن حضرت کے بیان کروں گا . وہ معصومہ بیسویں ماہ جمادی الثانیہ کو جمعہ کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں .

حالِ ولادتِ جنابِ سیّدہ

ابن بابویہ نے کتابِ امالی میں مفضّل بن عمر سے روایت کی ہے . انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے خدمتِ جنابِ امام جعفر صادق میں عرض کی یا ابن رسول اللہ کچھ حال ولادتِ جنابِ فاطمۂ زہرا بیان فرمائیے . ارشاد کیا اے مفضّل جب جنابِ رسولِ خدا حضرت خدیجہؑ کو اپنے عقد میں لائے . اُس وقت تمام عوراتِ مکہ نے خدیجہؑ سے ملاقات ترک کر دی اس سبب سے جنابِ خدیجہؑ بہت پریشان ہوئیں . اور بسبب تنہائی کے گھبرایا کرتی تھیں . جب حاملہ ہوئیں تو جنابِ سیّدہؑ اپنی ماں کے پیٹ سے باتیں کیا کرتی تھیں . جنابِ خدیجہ کو تسکین ہوتی تھی اور دل بہلتا تھا . مگر رسولِ خدا سے اس امر کو چھپاتی تھیں . ایک روز جنابِ رسولِ خدا نے سُن لیا . پوچھا اے خدیجہ ! ابھی تم کس سے باتیں کرتی تھیں . کہنے لگیں یا رسول اللہ ! یہ فرزند جو میرے پیٹ میں ہے ہر روز مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے اور میرا مونسِ تنہائی رہتا ہے . فرمایا اے خدیجہ ! ابھی جبرئیلؑ آئے تھے . کہہ گئے ہیں کہ تمہارے پیٹ میں یہ لڑکی ہے اور وہ پاک و پاکیزہ اور صاحبِ برکت ہے اور میری نسل اسی لڑکی سے باقی رہے گی . اسی کی نسل سے ائمہ اور خلفاء پیدا ہوں گے . الحاصل جب زمانۂ ولادت کا پہنچا تو خدیجۂ کبریٰؑ نے عوراتِ قریش کو بلا بھیجا کہ اس وقت اضطراب میں تو میری شرکت کرو . مگر وہ سب نہ آئیں . جنابِ خدیجہ نہایت مغموم فکر میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں چار عورتیں داخل ہوئیں . خدیجہؑ دیکھ کے ڈر گئیں انہوں نے کہا تم نہ ڈرو ، ہم سب کو خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے . میں سارہ ہوں . یہ آسیہ ہیں اور یہ مریمؑ مادر عیسےٰ اور یہ کلثومؑ خواہر موسےٰ ہیں یہ کہکر ایک داہنی جانب بیٹھی اور دوسری بائیں جانب ، تیسری سامنے ، چوتھی پیچھے اور جو قابلہ

خدمت کرتی ہے وہ سب بجا لائیں۔ جب جناب سیدہؑ پیدا ہوئیں اُس وقت ایسا نور اُن سے ساطع ہوا کہ مکہ معظمہ کا ہر مکان روشن ہو گیا۔ پھر وہ نور تمام عالم میں مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ بعد اُس کے دس بہشتی حوریں ہاتھ میں طشت و آفتابہ آبِ کوثر سے بھرا ہوا لئے ہوئے حاضر ہوئیں۔ جو بی بی کے سامنے بیٹھی تھیں۔ اُنہوں نے جناب سیدہؑ کو آبِ کوثر سے غسل دیا اور دو پارچے سفید بہشتی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھے نکالے۔ ایک میں اُن معصومہ کو لپیٹا۔ اور دوسرے سے سر پر مقنعہ باندھا۔ پھر اُس بی بی نے جناب فاطمہؑ سے کہا اے معصومہ کچھ کلام کرو۔ سیدہؑ نے فرمایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ عَلِيًّا سَيِّدُ الْاَوْصِيَآءِ وَوُلْدِيْ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی دوسرا خدا سوائے ذات اللہ کے نہیں ہے اور بابا میرے محمد مصطفےٰ رسولِ خدا ہیں اور شوہر میرے علی مرتضےٰ سردار ہیں تمام اوصیاء کے۔ اور فرزند میرے سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنت کے) بعد اس کے جناب سیدہؑ نے ان چاروں خاتونوں کو نام بنام سلام کیا۔ ان سب نے بھی جواب سلام دیا۔ اور ہر ایک بی بی نے اظہار سرور کیا۔ اور حوروں نے بھی باہم مبارک باد دی۔ اور اہلِ آسمان میں بھی شورِ مبارکباد کا بلند ہوا۔ اُس کے بعد حضرت خدیجہؑ نے جناب سیدہؑ کو گود میں لے لیا۔ اور دودھ پلایا۔ جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جناب فاطمہ ہر روز اس قدر بڑھتی تھیں جتنے اور اطفال ایک مہینے میں بڑھتے ہیں۔ اور ایک مہینہ میں اس قدر جتنے اور اطفال ایک سال میں بڑھتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چند عورتوں کا خدا تعالیٰ کنایۃً ذکر فرماتا ہے۔

حق تعالےٰ نے چند عورتوں کا بہ سبیل کنایہ و اشارہ بغیر نام کے ذکر کیا ہے۔ اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری زوجہ جنت میں بسو) حضرت حوا مراد ہیں۔ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔ جس وقت اُس عورت نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لئے اپنے پاس سے ایک مکان جنت میں بنا دے) آسیہ زوجۂ فرعون مراد ہیں۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ (اور اُس کی زوجہ کھڑی تھی) سارہ زوجۂ ابراہیمؑ مقصود ہیں وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (اور ہم نے اُس کی خاطر سے اُس کی زوجہ کو بھی صلاحیت دیدی) زوجۂ حضرت زکریا مراد ہیں۔ اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ (اب حق کھل گیا) اس سے زلیخا مقصود ہیں۔ وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ (اور ہم نے اُس کو اُس کے اہل و عیال دے دیئے) رحمہ زوجۂ ایوب مراد ہیں۔ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً

تَمْلِکُھُمْ (میں نے ایک عورت کو اُن کا مالک پایا) اس سے بلقیس مراد ہیں۔ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھَاتَیْنِ (میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں) صفورا زوجۂ حضرت موسیٰ مقصود ہیں۔ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (اور تم کو مفلس پایا اور پھر غنی کر دیا) حضرت خدیجہ مراد ہیں مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ (اُس نے دو سمندر نکالے جو باہم ملتے ہیں) اس سے جناب فاطمہ زہرا مراد ہیں۔

خداتعالیٰ نے چند چیزیں چند عورتوں کو عطا کی ہیں

خداوند عالم نے چند چیزیں چند عورتوں کو عطا کی ہیں۔ توبہ حضرت حوّا کے لئے قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا (آدم و حوّا دونوں نے عرض کی۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا) بشارت سارہ کے واسطے فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ (پس ہم نے اس کو بشارتِ اسحٰقؑ کی خوشخبری دی) شوق بہشت آسیہ کے لئے رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (اے پروردگار! میرے لئے جنت میں اپنی طرف سے ایک مکان بنا دے) عقل بلقیس کے لئے اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا (بادشاہ جب کسی ملک میں اقامتخانہ پہنچتے ہیں تو اُس کو ویران کر دیتے ہیں) حیا صفورا بنت شعیب کے لئے فَجَآءَتْہُ اِحْدٰھُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ (ان دونوں میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی) احسان حضرت خدیجہ کے لئے وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (اور تم کو مفلس پایا پس غنی کر دیا) اور عصمت جناب فاطمہؑ کے واسطے وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ (اور ہم اپنی بیٹیوں کو بلا لیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلا لو)

سبب حور کے سورۂ دہر میں ذکر نہ ہونے کا

ایک عالم سے کسی شخص نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ سورۂ ہل اتٰی جو اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوا اُس میں خداوند عالم نے سب قسم کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے مگر حورالعین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ محض فاطمہ زہرا کے خیال سے حق تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا۔ تاکہ اُن کی جلالت اُن کا رتبہ ظاہر ہو۔ اُن معصومہ کی قدر و منزلت خداوند عالم کے نزدیک ایسی تھی کہ ذرا سا بھی اُن کا ملال حق تعالیٰ کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا نے ایک شخص کو ایک چوری کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ چور نے کہا یا رسول اللہ! میں اس شخص سے پہلے اسلام لایا ہوں اور آپ اس کو میرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا ہاں وَلَوْ کَانَتْ اِبْنَتِیْ فَاطِمَۃَ (اگر میری بیٹی فاطمہ بھی ہوتی) تو اُس کے واسطے بھی میں یہی حکم دیتا۔ یہ سُن کر جناب سیدہ اپنے ذکر کے آنے سے بہت غمگین ہوئیں۔ فوراً جبرئیل امین منجانب

رب العالمین یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ۔ اے رسول اگر تو شرک کرے گا تو سب عمل تیرا حبط ہو جائے گا۔ یہ سُن کر جناب رسولِ خدا اپنے ذکر کے سبب سے غمگین ہوتے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان و زمین میں بہت سے خدا ہوتے سوائے اللہ واحد کے تو آسمان و زمین فاسد ہو جاتے۔ یہ سُن کر پیغمبر خدا کو تعجب ہوا۔ جبرئیل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ چونکہ فاطمہؑ کو ملال ہوا تھا اس واسطے خداوند عالم نے اِن آیات کو اُن کی تسکین کے واسطے نازل فرمایا۔ مقصود یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جو مشروط کسی شرط سے ہو وہ منافی قدر و منزلت مخاطب کے نہیں ہوتا۔ اگر فاطمہؑ کے واسطے کلام مشروط واقع ہوا تو پیغمبر خدا کے واسطے بھی واقع ہوا۔ بلکہ خدا نے اپنے واسطے بھی اسی قسم کا کلام ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا مراتب ہیں اُن معصومہؑ کے۔ اسمائے مقدس اُن حضرت کے روئے زمین پر یہ ہیں۔ اَلْمُصَدِّقَۃُ۔ اَلْمُبَارَکَۃُ۔ اَلطَّاہِرَۃُ۔ اَلزَّاکِیَۃُ۔ اَلرَّاضِیَۃُ۔ اَلْمَرْضِیَّۃُ۔ اَلْمُحَدَّثَۃُ۔ اَلْحُرَّۃُ۔ اَلسَّیِّدَۃُ۔ اَلْحَصَانُ[1]۔ اَلْبَتُوْلُ۔ اَلْعَذْرَآءُ۔ مَرْیَمُ الْکُبْریٰ۔ فَاطِمَۃُ الزَّہْرَآءُ اور آسمان پر اُن حضرتؑ کے نام یہ ہیں۔ اَلنُّوْرِیَّۃُ۔ اَلسَّمَاوِیَّۃُ الْحَانِیَۃُ[2]۔ اب ان ناموں کی تفصیل سُنئے جس سے دل آپ کے نورانی ہو جائیں۔ اَلصِّدِّیْقَۃُ بِالْاَقْوَالِ۔ وَالْمُبَارَکَۃُ بِالْاَحْوَالِ۔ وَالطَّاہِرَۃُ بِالْاَفْعَالِ۔ اَلزَّاکِیَۃُ بِالْعَدَالَۃِ۔ وَالرَّاضِیَۃُ بِالْمَقَالَۃِ وَالْمَرْضِیَّۃُ بِالدَّلَالَۃِ۔ اَلْمُحَدَّثَۃُ بِالشَّفَقَۃِ۔ وَالْحُرَّۃُ بِالنَّفَقَۃِ۔ وَالسَّیِّدَۃُ بِالصَّدَقَۃِ اَلْحَصَانُ بِالْمَکَانِ۔ اَلْبَتُوْلُ فِی الزَّمَانِ۔ وَالزَّہْرَآءُ بِالْاِحْسَانِ۔ مَرْیَمُ الْکُبْریٰ بِالشَّانِ۔ فَاطِمَۃُ الزَّہْرَآءُ بِالْبِرِّ۔ اسمائے آسمانی کی تفصیل یہ ہے۔ اَلنُّوْرِیَّۃُ بِالشَّہَادَۃِ۔ وَالسَّمَاوِیَّۃُ بِالْعِبَادَۃِ۔ وَالْحَانِیَۃُ بِالزَّہَادَۃِ۔ اب القاب اُن معصومہؑ کے سُنئے۔ اَلزَّاہِدَۃُ الشَّفِیْقَۃُ۔ اَلْعَابِدَۃُ الرَّضِیَّۃُ۔ اَلْمُتَہَجِّدَۃُ الشَّرِیْفَۃُ۔ اَلْقَانِتَۃُ الْعَفِیْفَۃُ۔ سَیِّدَۃُ النِّسْوَانِ۔ حَبِیْبَۃُ الرَّحْمٰنِ۔ اُمُّ الْاَئِمَّۃِ۔ شَفِیْعَۃُ الْاُمَّۃِ۔ اَلْمَنْعُوْتَۃُ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ اَلْمَوْصُوْفَۃُ بِالْبِرِّ وَالتَّبْجِیْلِ۔ اِبْنَۃُ صَاحِبِ الْوَحْیِ وَالتَّنْزِیْلِ۔ جَدَّۃُ الْخَلِیْلِ۔ وَمَادِحُہَا الْجَلِیْلُ۔ اَلْاِنْسِیَّۃُ الْحَوْرَآءُ۔ وَارِثَۃُ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ۔ قَرِیْنَۃُ اَوَّلِ الْاَوْصِیَآءِ۔ سَیِّدَۃُ النِّسَآءِ فَاطِمَۃُ الزَّہْرَآءِ۔ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہَا۔

---

[1] المرأۃ الحصان بالکسر عفیفۃ ۱۲ [2] المرأۃ الحانیۃ۔ الشفیقۃ العاطفۃ ۱۲ مجمع

مجلسِ چہارم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ الۡحَمِیۡدُ فِیۡ کِتَابِہِ الۡمَجِیۡدِ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

(خداوندِ حمید قرآن مجید میں سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت زوجۂ عمران حاملہ ہوئیں تو کہا، پروردگارا! میں نے نذر کی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اُسے تیری راہ میں آزاد کر دوں گی پس تو میری یہ نذر قبول کر بتحقیق کہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب زنِ عمران نے لڑکی جنی تو کہنے لگیں پروردگارا یہ تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اور جو چیز پیدا ہوئی اُس کو اللہ خوب جانتا ہے۔ حالانکہ لڑکا مثل لڑکی کے نہیں ہو سکتا۔ اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا ہے اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی ذرّیت کو ضرر اور وسوسۂ شیطانِ رجیم سے)

ولادتِ جنابِ مریم

واضح ہو کہ زنِ عمران یعنی مادرِ مریمؑ کا نام حنّہ تھا اور حنّہ۔ ایشاع دونوں بہنیں فاقوذ ابنِ قبیل کی بیٹیاں تھیں۔ ایشاع کا عقد حضرت زکریّا سے ہوا تھا اور حنّہ کا عمران بن ماثان سے۔ اسی سبب سے حضرت مریمؑ اور یحییٰؑ دونوں خالہ زاد بھائی بہن تھے۔ اور حنّہ پہلے عقیمہ تھیں۔ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک روز درخت کے نیچے بیٹھی تھیں کہ ایک طائر کو دیکھا کہ اپنے بچے کو دانہ بھرا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کی طبیعت نہایت افسردہ ہوئی۔ اور درگاہِ خدا میں دعا کی۔ بارالہٰا اگر میرے بچہ ہو تو اس کو تیری راہ میں آزاد کر دوں گی۔ اور اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ اکثر لوگ اپنے لڑکوں کو بیت المقدس کی خدمت کے واسطے چھوڑ دیتے تھے کہ وہ لڑکے اپنے بلوغ تک وہاں کی خدمت کیا کرتے تھے اور بعدِ بلوغ اُن کو اختیار ہوتا تھا چاہے وہاں رہیں چاہے چلے جائیں۔ اسی سے حنّہ نے بھی نذر کی تھی کہ اپنے لڑکے کو خدمت بیت المقدس کے واسطے آزاد کر دوں گی۔ جب لڑکی پیدا ہوئی تو مایوس ہوئیں کہ نذر قبول نہ ہوئی۔ اس لئے کہ بیت المقدس کی خدمت کے واسطے لڑکے ہوتے تھے۔ لڑکیاں

نہیں ہوتی تھیں ۔ تفسیر منہج الصادقین میں منقول ہے کہ جب حضرت خدیجہؑ بحمل حضرت فاطمہؑ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے بھی درگاہ خدا میں عرض کیا تھا۔ پروردگارا! میں نے اس مولود کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری راہ میں آزاد کیا۔ جبرئیلؑ امین خدمت رسول رب العالمین میں نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! خداوند عالم فرماتا ہے کہ خدیجہؑ سے کہہ دیجئے کہ آزاد کرنا قبل از ملک نہیں ہو سکتا۔ چھوڑ دو میری برگزیدہ کو میرے لئے کہ اس کا مالک میں ہوں وہ گیارہ اماموں کی ماں ہو گی اور آتش جہنم سے محفوظ رہنے والی ہے میرے حکم سے۔ جناب خدیجہؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگرچہ یہ حمل میرا دختر ہے لیکن دل میرا خوش ہے اس لئے کہ یہ ماں ہے اماموں کی۔

تفاوت مراتب مریمؑ و جناب سیدہ

واضح ہو کہ حضرت مریمؑ بھی معصومہ اور برگزیدۂ خدا اور مادر پیغمبرؑ تھیں اور جناب فاطمہؑ بھی معصومہ اور صفیہ اور مادر آئمہ تھیں۔ مگر دونوں کے مرتبہ میں بہت فرق ہے۔ اب میں وہ فرق بیان کرتا ہوں۔ جناب مریمؑ کو خداوند عالم نے جناب عیسیٰؑ کی بشارت دی۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ (بالتحقیق خداوند عالم تم کو ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے) اور جناب فاطمہؑ کو رسول خدا نے حسینؑ کی ولادت کی بشارت دی اور فرمایا مبارک ہو تم کو یہ امام اور سردار ہوں گے اہل بہشت کے۔ جناب مریمؑ کو حضرت زکریاؑ نے پالا اور پرورش کیا۔ وَکَفَّلَهَا زَکَرِیَّا اور جناب زہراؑ کو جناب رسول خدا خاتم الانبیاء نے پالا اور پرورش کیا۔ جناب مریمؑ کے والد اگرچہ نبی تھے۔ لیکن رسول نہ تھے اور جناب فاطمہؑ کے والد ماجد خاتم النبیین اور سید المرسلین تھے۔ جناب مریمؑ کو آواز آئی وَھُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا (اے مریم خرمے کے درخت کے پاس جاؤ اور اُسے ہلاؤ اور رطب تازہ جو گریں انہیں کھاؤ اور نہر سے پانی پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو) تو احتمال اس کا ہے کہ درخت اور نہر دونوں قبل سے موجود تھے۔ اور جناب فاطمہؑ کے واسطے خرما اور انار اور انگور اور سیب اور بھی اکثر بہشت سے آیا کیا ہے۔ جیسا کہ اکثر احادیث سے ثابت ہے۔ فرشتوں نے مریمؑ سے کہا تھا یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (اے مریم بیشک تم کو خداوند عالم نے برگزیدہ و پاک کیا۔ اور تمام عالم کی عورتوں پر تمہیں فضیلت دی۔ قرآن عورتوں سے اسی زمانہ کی عورتیں مراد ہیں۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے بارے میں بھی خدا نے فرمایا ہے وَاِنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (اور بے شک میں نے تم کو عالم پر فضیلت دی) حالانکہ وہ لوگ مسلمانوں سے افضل نہیں تھے۔ کیونکہ اہل اسلام کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ کُنْتُمْ

کے بارے میں جناب رسول خداؐ نے فرمایا خَیْرَ اُمَّۃٍ (تم لوگ بہترین اُمت ہو) اور جناب فاطمہؑ کے بارے میں جناب رسول خداؐ نے فرمایا اِبْنَتِیْ فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (میری بیٹی فاطمہؑ سردار ہے تمام زنانِ عالم کی اولین و آخرین سے) جب فاطمہؑ محرابِ عبادت میں مشغول عبادت ہوتی تھیں تو ستر ہزار ملائکہ مقربین اُن پر سلام کرتے تھے۔ اور جس طرح جناب مریمؑ کو بشارت دیتے تھے اُسی طرح جناب فاطمہؑ سے بھی کہتے تھے یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (اے فاطمہؑ بیشک اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا اور تم کو طاہر قرار دیا ہے۔ اور تم کو عالم کی عورتوں پر فضیلت دی ہے) مریمؑ کے معنی عبرانی زبان میں عابدہ کے ہیں اور فاطمہؑ کے معنی چھڑانے والی کے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے قِیْلَ لِلصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِمَ سُمِّیَتِ الزَّھْرَآءُ فَاطِمَۃَ قَالَ لِاَنَّھَا فُطِمَتْ شِیْعَتُھَا مِنَ النَّارِ (کسی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا یا مولا! فاطمہ کو فاطمہؑ کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ فطام کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ اور وہ معصومہؑ بھی اپنے شیعوں کو آتشِ جہنم سے چھڑائیں گی۔ اسی سے اُن کا نام فاطمہؑ ہوا) پس اگر مریم عابدہ ہوئیں اور عبادت کی تو اپنے نفس کے واسطے۔ اور جناب فاطمہؑ کی وجہ سے تو بے شمار بندگانِ خدا آتشِ دوزخ سے نجات پائیں گے۔ اگر مریمؑ ایک پیغمبر کی ماں ہیں تو جناب فاطمہؑ گیارہ اماموں کی ماں ہیں۔ جن میں پہلے دو بزرگوار امام حسنؑ اور امام حسینؑ سردار ہیں جوانانِ بہشت کے اور سب کے آخر میں اولادِ فاطمہؑ سے قائم آلِ محمدؐ ہیں جن کے پیچھے حضرت عیسٰیؑ بھی نماز پڑھیں گے۔ مریمؑ کے باپ عمران بن ماثان تھے اور جناب فاطمہؑ کے باپ پیغمبر آخر الزمان ہیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔ مادرِ مریمؑ کے بارے میں کہیں نہیں آیا کہ وہ مرتبہ اور بندگی میں زنانِ عالم سے افضل ہیں اور جناب خدیجہؑ اور فاطمہؑ کے بارے میں حدیث میں آیا ہے۔ حَسْبُکَ مِنْ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ اَرْبَعٌ مَرْیَمُ ابْنَۃُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (یعنی تمام عالم کی عورتوں میں چار عورتیں فضیلت و مرتبہ میں سب سے بڑھی ہوئی ہیں۔ مریم بنتِ عمران اور آسیہ زنِ فرعون اور خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہؑ بنتِ محمدؐ) پس کہاں حنہؑ اور کہاں خدیجہؑ۔ حضرت مریمؑ کے سوائے ایک عیسٰیؑ کے اور کوئی اولاد و ذریت نہیں ہوئی۔ اور جناب فاطمہؑ کی نسل سے تمام عالم مملو اور معمور ہے۔ اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے سورۂ کوثر میں اپنے نبی سے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ بھی کیسی نسل جس سے گیارہ امام پیدا ہوئے۔ باوجودیکہ بنی اُمیّہ اور بنی عباسیہ نے کس قدر

ساداتِ کشی کی مگر ایک امام زین العابدینؑ اولادِ امام حسینؑ سے باقی رہ گئے تھے اُن سے اس قدر نسل بڑھی کہ کوئی جگہ، کوئی قطعۂ زمین ایسی نہیں ہے۔ جہاں ساداتِ حسینی نہ ہوں۔ پس گویا امام زین العابدینؑ آدمِ ثالث ہوئے جس طرح حضرت نوحؑ آدمِ ثانی تھے۔ حضرت مریمؑ کے کوئی شوہر نہ تھا اسی وجہ سے جب اُن سے عیسٰیؑ پیدا ہوئے تو لوگ طعنے دینے لگے اور کہا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يَا أُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ أَبُوْكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا (اے مریم تو بڑا عجیب و غریب لے آئی نہ تیرا باپ بُرا آدمی تھا نہ تیری ماں بدکار تھی)۔

اور جنابِ فاطمہؑ کے شوہر علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں جو فضائل میں ملک و جن و انس سے افضل ہیں۔ جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا لَوْ كَانَ الرِّيَاضُ أَقْلَامًا وَالْبَحْرُ مِدَادًا وَالْجِنُّ حُسَّابًا وَالْإِنْسُ كُتَّابًا مَا أَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (اگر تمام درخت قلم ہو جائیں۔ اور تمام دریا سیاہی ہو جائیں اور تمام جن حساب کریں اور تمام انسان لکھیں تو بھی فضائلِ علیؑ ابنِ ابی طالب کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ دیکھئے ممکن تھا کہ پروردگارِ عالم جنابِ سیدہؑ کے بطن سے بھی حسنینؑ کو مثل جنابِ عیسٰیؑ کے بے باپ کے پیدا کرتا۔ مگر خداوندِ عالم کو یہ منظور نہ ہوا کہ ہماری کنیزِ خاص کے بارے میں اتنا بھی لوگ کہیں جتنا حضرت مریمؑ کے بارے میں کہا تھا۔

فضائلِ جنابِ سیدہؑ

سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے جنابِ سیدہؑ کا۔ اب میں بعض فضائل و مناقب اُن معصومہ کے بیان کرتا ہوں۔ قِيْلَ لَهُ فِيْ خَبَرِ اللّٰهِ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَ سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءَ۔

وجہ تسمیہ زہراؑ

(راوی کتاب میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا یا مولا جنابِ فاطمہؑ کو زہرا کس لئے کہتے ہیں؟) فرمایا زہرا اس لئے کہتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے اُس معصومہؑ کو اپنے نورِ عظمت و جلال سے خلق کیا ہے۔ جب نورِ فاطمہؑ کو پیدا کیا اُس وقت ساری زمین اور ساتوں آسمان روشن ہو گئے کہ اُس نور کی چمک سے تمام فرشتوں کی آنکھیں خیرگی کرنے لگیں۔ یہ دیکھ کر سب فرشتے سجدے میں جھک گئے۔ اور کہنے لگے اے مالک ہمارے یہ نور کیسا ہے جس کی چمک سے آنکھیں خیرگی کرتی ہیں اور تمام آسمان و زمین روشن ہیں فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِمْ يَا مَلَائِكَتِي هٰذَا نُوْرٌ مِنْ نُوْرِي أَسْكَنْتُهُ فِي سَمَاوَاتِي خَلَقْتُهُ مِنْ عَظَمَتِي أُخْرِجُهُ مِنْ صُلْبِ

؎ ینابیع المودۃ ۷

ذُرِّیَّۃٍ مِّنْ اَنْبِیَآئِیْ۔ وحی ہوئی اے ملائکہ یہ وہ نور ہے جس کو ہم نے اپنی عظمت و جلال سے خلق کیا ہے اور اپنے آسمانوں میں اُسے ساکن کیا ہے۔ ہم اس نور کو اپنے نبی کی صلب سے باہر لائیں گے۔ اور اس نور سے کئی امام اور پیشوایانِ دین پیدا ہوں گے کہ وہ سب ہمارے حکم کے تابع ہوں گے اور خلق کو ہدایت کریں گے اور بعد منقطع ہونے ہماری وحی کے وہ تمام سب روئے زمین پر ہماری طرف سے حجت و خلیفہ ہوں گے۔ اور کتاب علل الشرائع میں ابان بن تغلب سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے خدمت میں جنابِ امام جعفر صادقؑ کی عرض کی یا بن رسول اللہ! جناب فاطمہؑ کو زہرا کیوں کہتے ہیں؟ فَقَالَ لِاَنَّهَا تَزْهَرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی النَّهَارِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ بِالنُّوْرِ فرمایا اس لئے کہ نور اس جناب کا ہر روز تین مرتبہ جناب امیرؑ کے واسطے روشن ہوتا تھا ایک تو جنابِ سیدہؑ واسطے ادا کرنے نمازِ صبح کے محرابِ عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں۔ اُس وقت ایسا نور پیشانی اقدس سے ساطع ہوتا تھا کہ تمام مکانات مدینۂ منورہ کے بسبب چمک اُس نور کے سفید اور روشن ہو جاتے تھے۔ دوسرے جب آفتاب قریب زوال کے پہنچتا تھا اور جناب سیدہؑ مہیائے نمازِ ظہر ہوتی تھیں۔ اُس وقت ایک نور زرد جبین مبارک سے ایسا روشن ہوتا تھا کہ تمام گھر اور در مدینہ منورہ کے روشن ہو جاتے تھے اور ہر شخص کے چہرہ کا رنگ مائل بہ زردی نظر آتا تھا۔ تیسرے جب آفتاب غروب ہوتا تھا تو جنابِ سیدہؑ نہایت خوش ہو کر شکرِ خدا کرتی تھیں۔ اُس وقت ایک ایسا نور سُرخ چہرۂ انور سے ساطع ہوتا تھا کہ تمام در و دیوار و مکانات مدینہ کے بسبب اُس نور کی روشنی کے سُرخ ہو جاتے تھے اور ہر شخص اپنے چہرہ اور لباس کو سُرخ پاتا تھا۔ جب اہلِ مدینہ یہ کیفیت دیکھتے تھے تو خدمت جنابِ رسولِ خدا میں حاضر ہوتے تھے اور تعجب سے سبب در و دیوار اور اپنے چہروں کے روشن ہو جانے کا پوچھتے تھے تو آنحضرتؐ اُنہیں خانۂ جنابِ سیدہؑ کی طرف بھیج دیتے تھے۔ وہاں وہ لوگ دیکھتے تھے کہ جنابِ سیدہؑ عبادتِ خدا میں مشغول ہیں۔ اور یہ نور اُن کے چہرۂ مبارک سے ساطع ہے۔ بعد اس کے جنابِ صادقؑ نے فرمایا کہ وہ نور مدت تک اسی طرح جناب سیدہ کی پیشانی میں رہا۔ یہاں تک کہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو وہ نور پیشانی امام حسینؑ میں منتقل ہو گیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے آیندہ بھی ائمہؑ میں منتقل ہوتا رہیگا

آسیہ گردانی

بحار الانوار میں اُمِ ایمنؓ سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں گرمی کے دنوں میں خانۂ جنابِ سیدہؑ کی طرف گئی دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ شگاف در سے جو نگاہ کی دیکھا کہ وہ معصومہ قریب چکی کے

سو رہی ہیں۔ اور چکّی خود بخود پھر رہی ہے۔ اور کوئی پھرانے والا اُس کا نظر نہیں آتا۔ اور قریب اُن معصومہ کے جھولا امام حسینؑ کا خود بخود ہل رہا ہے کوئی حرکت دینے والا اُس کا معلوم نہیں ہوتا۔ اور قریبِ دستِ مبارک جنابِ سیدہؑ کے ایک ہاتھ ہے۔ اور وہ ہاتھ ذکرِ خداوندِ جلیل میں تسبیح پھرا رہا ہے۔ اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ میں یہ کیفیت دیکھ کر خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں حاضر ہوئی۔ اور کل حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے اُمّ ایمنؓ سبب اس کا یہ ہے کہ آج فاطمہؑ روزے سے ہے اور وہ بہت خستہ تھی۔ اور گرمی کا موسم ہے۔ جنابِ قدسِ الٰہی نے اپنے فضل و کرم سے اُس معصومہ پر نیند کو غالب کر دیا "تاکہ تکلیف نہ ہو اور بہ سبب سو جانے کے راحت ملے۔ اور ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ فاطمہؑ کے بدلے چکّی پیسے اور قوتِ عیال تیار کرے۔ اور ایک فرشتے کو حکم دیا کہ جھولا حسینؑ کا جھلائے، تاکہ فاطمہؑ اپنے فرزند کے رونے سے اُٹھ نہ بیٹھیں۔ اور تیسرے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ تسبیحِ خدا بجا لائے۔ اور ثواب اُس کا نامۂ اعمال میں فاطمہؑ کے لکھا جائے۔ اس لئے کہ فاطمہؑ خود ذکرِ خدا سے باز نہیں۔ اُمّ ایمنؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے یہ سُنا عرض کی۔ یا رسول اللہ! ارشاد ہو کہ وہ فرشتے کون تھے۔ فرمایا اے اُمّ ایمنؓ وہ فرشتہ جو چکّی پیستا تھا جبرئیلؑ تھے اور جو جھولا امام حسینؑ کا جھلاتا تھا وہ میکائیلؑ تھے اور جو عوض فاطمہؑ کے تسبیحِ خداوندِ جلیل میں مصروف تھا وہ اسرافیلؑ تھے۔ سبحان اللہ! کیا مرتبہ ہے شفیعۂ روزِ جزا جنابِ فاطمۂ زہرا کا۔ افسوس جس کا یہ مرتبہ ہو اُس سے زمانہ نے کیا کیا بُرائیاں کیں۔ بعدِ وفاتِ سرورِ کائنات جنابِ سیدہؑ عجب رنج و مصیبت میں بسر کرتی تھیں۔ اور اس قدر ناتواں و ضعیف ہو گئی تھیں کہ بیٹھنا اُٹھنا دُشوار ہو گیا تھا۔ بوجہ ضعف و ناتوانی کے ایک عصابہ سرِ اقدس پر بندھا رہتا تھا۔ برابر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ ؎

وَتَقُوْلُ یَا اَبَتَاہُ ذَالَتْ قُوَّتِیْ ۔ وَفَقَدْتُ بَعْدَکَ کَافِلاً وَّمَوَالِیًا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا ۔ صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیًاعہ

اور اکثر رو رو کے فرمایا کرتی تھیں کہ ہائے بابا آپ کی جدائی نے فاطمہ کو ایسا ضعیف و ناتواں کر دیا کہ طاقت بالکل جاتی رہی اور بعد آپ کے اس ناتواں کا کوئی حامی و مددگار باقی نہیں رہا۔ اے پدرِ بزرگوار بعد آپ کے مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے۔ الغرض جب جنابِ سیدہؑ کی حیات کی شب آخر آئی تو آپ کو بالہام معلوم ہوا۔ کہ وفات میری قریب ہے۔

عہ ۔ زادالادب ۱۲

جب صبح ہوئی حسنینؑ کے کھانے کا، نہلانے کا اور پوشاک بدلانے کا سامان مہیا کیا۔ اسی اثناء میں جناب امیرالمومنینؑ داخلِ بیت الشرف ہوئے تو فرمایا اے دخترِ رسولِ خدا! اے بہترین زنانِ عالم اول روز سے میں نے تم کو دُنیا کے دو کام ایک وقت کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ آج کیا سبب ہے کہ باوجود ضعف و ناتوانی تین تین کاموں میں مصروف ہو۔ جناب سیدہؑ رونے لگیں اور عرض کی یا اباالحسنؑ ہنگامِ مفارقت قریب ہے چاہتی ہوں کہ بچوں کو نہلا دُھلا کر کھانا کھلا دوں۔ کیونکہ جب میں دُنیا سے گزر جاؤں گی تو آپ تو میرے غم میں رہیں گے۔ ان اطفال کی کون خبر لے گا۔ یہ کلماتِ حسرت و یاس سن کر جناب امیرؑ رونے لگے۔ اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اے دخترِ رسولؐ! جب سے تمہارے پدرِ بزرگوار نے انتقال فرمایا فی الجملہ تم سے تسکین تھی۔ اب تم دُنیا سے جاتی ہو۔ مجھے غم بالائے غم ہو گا۔ کیونکر تحمل ہو سکیگا معصومہؑ نے عرض کی اے اباالحسنؑ جس طرح تم نے مصیبتِ جناب رسولِ خدا میں صبر کیا اسی طرح میری مصیبت میں بھی صبر کرنا کہ سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ مخدومہ یہ کہہ رہی تھیں کہ حال متغیر ہوا اور نقاہت و ضعف غالب ہوا با ایں ہمہ محبتِ مادری سے اپنے فرزندوں کے کام میں اسی طرح مشغول رہیں۔ بار بار لڑکوں کو دیکھتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ بعد اس کے وصیِ پیغمبرؑ سے فرمایا کہ یا اباالحسنؑ آپ سے تین وصیتیں ہیں۔

تین وصیتیں حضرت سیدہ کی

ایک یہ کہ سالہا سال سے میں آپ کے ساتھ رہی ہوں اگر کوئی قصور ہوا ہو تو معاف کیجیے۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ اے فاطمہؑ تم کل زنانِ عالم سے بہتر۔ رسولؐ کی بیٹی۔ خدا کی برگزیدہ اور معصومہؑ ہو۔ تم سے کیونکر خطا ہو سکتی ہے۔ سیدہؑ نے دوسری وصیت یہ فرمائی کہ میرے بعد اگر حسنینؑ سے آپ کے خلافِ طبع کوئی امر واقع ہو تو آپ ترحم فرما کر درگزر فرمائیں۔ تیسری عرض یہ ہے کہ میں گھر میں تنہا کبھی نہیں رہی اور اب اُس مکان میں جاتی ہوں۔ جہاں کوئی نہ انیس ہے نہ ہمدم ہے اُس عالمِ تنہائی میں کون ساتھ دیگا۔ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بھول نہ جائیں۔ اور میری قبر کو فاتحہ خوانی سے محروم نہ رکھیں۔ جناب امیرؑ یہ حسرت آمیز باتیں سُن کر بآوازِ بلند رونے لگے اور فرمایا کہ جب تم رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچنا تو میری طرف سے تسلیم عرض کرنا اور جو جو مصیبتیں مجھ پر بعد اُن کے گذری ہیں بیان کر دینا۔ بعد اس کے جناب سیدہؑ غش فرما گئیں۔ حسنینؑ دیکھتے ہی بآوازِ بلند رونے لگے۔ معصومہؑ نے بیٹوں کی آواز سُن کر آنکھیں کھول دیں۔ اور ہاتھ پھیلا کر سینے سے لگا لیا۔

جوابِ سلام خدا و میکائیل و عزرائیل

مواعظ شیخ جعفر میں ہے کہ جنابِ امیرؑ فرماتے ہیں کہ وقتِ احتضار میں نے سُنا کہ سیدہؑ نے کسی کے سلام کا جواب دیا۔ جب میں نے پوچھا تو کہا کہ جبرئیلؑ آئے ہیں۔ کہتے ہیں اے فاطمہؑ اَلسَّلَامُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ (خداوندِ عالم نے تمہیں سلام کہا ہے) میں نے خدا کے سلام کا جواب دیا ہے۔ پھر جنابِ سیدہؑ نے سلام کا جواب دیا۔ جب جنابِ امیرؑ نے پوچھا کہا کہ میکائیلؑ کے سلام کا جواب دیا حضرتؑ فرماتے ہیں کہ تیسری دفعہ میں نے دیکھا کہ رنگ اُن کا زرد ہو گیا۔ اور آنکھوں میں حلقے پڑ گئے اور کہا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَابِضَ الْأَرْوَاحِ (اے ملک الموت تم پر میرا سلام ہو۔ اب جلدی میری رُوح قبض کرو۔ اور بہ نرمی روح قبض کرنا کہ مجھے تکلیف نہ ہو پھر معصومہؑ نے اسماء کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اس حجرہ میں پہنچا دو کوئی میرے پاس نہ آئے۔ ایک ساعت کے بعد مجھے پکارنا۔ جب آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں دُنیا سے گزر گئی۔ اسماء کہتی ہیں میں حجرہ سے باہر آئی تو سُنا فرماتی ہیں اِلٰهِيْ وَ سَيِّدِيْ أَسْئَلُكَ بِالَّذِيْنَ اصْطَفَيْتَهُمْ أَنْ تَغْفِرَ لِشِيْعَتِيْ وَ شِيْعَةِ ذُرِّيَّتِيْ (خداوندا! یہ کنیز تجھ سے اُمیدوار ہے کہ میرے اور میری اولاد کے شیعوں کو بخش دے) غرض میں نے ایک ساعت کے بعد آواز دی کچھ جواب نہ سُنا۔ حجرہ میں جا کر چہرۂ مبارک سے گوشۂ چادر اُٹھا یا دیکھا وہ معصومہؑ انتقال کر گئی ہیں۔ میں رونے پیٹنے لگی۔ ناگاہ حسنینؑ داخلِ حجرہ ہوئے پوچھا ہماری اماں جان کا کیا حال ہے؟ اسماء کہتی ہیں مجھے تابِ ضبط باقی نہ رہی۔ عرض کی اے شاہزادو تمہاری مادرِ گرامی خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں پہنچیں۔ صاحبزادوں نے چھوٹے چھوٹے عمامے سروں سے پھینک دئے اور رونا شروع کیا۔ جنابِ امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب اُن معصومہؑ نے وفات پائی میں نے حسبِ وصیت تجہیز و تکفین کی اور اُس کافور سے حنوط کیا جو جنابِ رسولِ خدا کے حنوط سے باقی رہ گیا تھا جب میں نے چاہا کہ بندِ کفن باندھوں۔ اہلبیتؑ کو آواز دی يَا أُمَّ كُلْثُوْمِ يَا زَيْنَبُ يَا حَسَنُ يَا حُسَيْنُ هَلُمُّوْا تَزَوَّدُوْا مِنْ أُمِّكُمْ فَهٰذَا الْفِرَاقُ وَ اللِّقَاءُ فِي الْجَنَّةِ (اے اُمِّ کلثومؑ و زینبؑ اے حسنؑ و حسینؑ آؤ اور اپنی ماں کا آخری دیدار کر لو کہ پھر جنت میں ملاقات ہوگی) یہ سُنتے ہی دوڑ کر سب نے گردِ جنازے کے رونا شروع کیا۔ حسنینؑ رو رو کر کہنے لگے اے اماں جب آپ نانا کے پاس جائیں تو ہماری طرف سے کہئے گا کہ ہم نے آپ کے بعد بڑے بڑے ظلم اُٹھائے۔ دو مہینے نہ گزرے کہ یتیم ہو گئے۔ فَقَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ أُشْهِدُ اللّٰهَ أَنَّهَا قَدْ حَنَّتْ وَ أَنَّتْ وَ مَدَّتْ يَدَيْهَا وَ ضَمَّتْهُمَا إِلٰى صَدْرِهَا مَلِيًّا (جناب

امیرؑ فرماتے ہیں۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اُس وقت سیدہ کی لاش نے حرکت کی اور حسنینؑ کی طرف میلان کیا اور آوازِ ضعیف سے آہ کی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر حسنینؑ کو دیر تک سینہ سے لگائے رہیں ناگاہ ہاتف نے آواز دی یا علیؑ جلد حسنینؑ کو ہٹاؤ کہ ملائکہ آسمان پر رو رہے ہیں اور جناب رسولِ خدا اپنی بیٹی کے بہت مشتاق ہیں۔ الحاصل بروایت منتخب و فوادح حسینیہ وغیرہ جبکہ شب خوب تاریک ہو گئی اور غسل و کفن سے جناب امیر فارغ ہوئے تو تابوت کو اٹھایا اور جنت البقیع میں لے آئے۔ دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی تیار ہے۔ یہ دیکھکر جناب امیرؑ نے چاہا کہ سیدہؑ کو اُس قبر میں اتاریں۔ کنارِ قبر پر تشریف لائے اور فرمایا اے زمین میں نے تجھکو یہ امانت اپنی سپرد کی۔ یہ بیٹی رسولِ خدا کی ہیں۔ زمین سے آواز آئی۔ اے علیؑ میں آپ سے زیادہ ان کو آرام سے رکھوں گی۔ آپ تشریف لے جائیں اور کچھ ملال نہ کریں اور ایک روایت میں ہے کہ قبر سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اُس نے سیدہؑ کو لے لیا۔ بعد اس کے وہ قبر خود بخود بند ہو گئی اور جناب امیرؑ محزون و مغموم اپنے گھر کو واپس آئے۔

مجلس پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ٥ خداوند حمید قرآن مجید میں بعد ذکر جناب ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کے ارشاد فرماتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے واسطے ہر طرح کی نعمت عطا کی اپنی رحمت سے (نبوت بھی شریعت بھی اولاد بھی سب ہی کچھ دیا) اور اُن لوگوں کے واسطے ہم نے سچی زبان عطا کی ایسی زبان جو کہ علیؑ کی ہے) علی بن ابراہیم قمیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد جناب علیؑ بن ابی طالب ہیں اس لئے کہ جناب ابراہیم نے دعا کی تھی خدا سے وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ (خداوندا! میرے لئے زبانِ صدق عطا کر آخر زمانہ میں) پس خداوندِ عالم نے اُن کی دعا مستجاب کی اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا علاوہ بریں حضرت علیؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے

عہ مودۃ القربیٰ علی ہمدانی ۱۲

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ رکوع ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو۔ اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ مراد صادقین سے علی ابن ابی طالب اور ائمہ طاہرینؑ ہیں۔ اس سے بھی تائید ہوتی ہے اس امر کی کہ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا سے حضرت علی مراد ہیں۔ جیساکہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یہ مجلس حال میں ولادتِ باسعادت جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے ہے

حالِ ولادت جناب امیرؑ

واضح ہو کہ وہ جناب جمعہ کے روز تیرھویں تاریخ ماہِ رجب کو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے اور کوئی مولود سوائے اُن حضرتؑ کے خانۂ کعبہ میں نہ پیدا ہوا ہے اور نہ پیدا ہوگا۔ لکھا ہے کہ جب فاطمہؑ بنتِ اسد کو دردِ زہ عارض ہوا اُس وقت وہ خانۂ کعبہ کے باہر طواف میں مشغول تھیں نہایت مضطر ہوگئیں۔ درگاہِ الٰہی میں دُعا کی بار الٰہا واسطہ جدِ امجد ابراہیم خلیل اللہ کا جنہوں نے اس خانۂ کعبہ کو بنایا ہے۔ اس ولادت کو مجھ پر سہل و آسان کر فوراً دیوارِ خانۂ کعبہ شق ہوگئی اور وہ اندر داخل ہوئیں اور پھر وہ دیوار اسی طرح متصل ہوگئی۔ جیسے پہلے تھی اور علی ابن ابی طالب خانۂ خدا میں پیدا ہوئے اس واقعہ کو بہت سے شعراء نے نظم کیا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

مطلب از افشائے کعبہ بہرِ میلادِ تو بود ۔ ورنہ شخصے را مکاں را خانہ کے باشد تُرا

اور بھی ایک شاعر نے کہا ہے۔ ع ۔ در خانۂ لم یلد ولد شد پیدا ۔ زمانۂ حال کا ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

خدا کے گھر میں جو پیدا ہوا ہو ہم بتاؤ کیا کہئے ۔ اسے پھر سوچئے گا اوّلاً صلِ علیٰ کہئے

فاطمہؑ بنتِ اسد کہتی ہیں کہ میں تین دن خدا کے گھر میں رہی اور میوہ ہائے بہشت میرے لئے آیا کرتے تھے۔ جب میں نے چاہا باہر آؤں تو ایک آواز آئی اے فاطمہؑ! نام اس مولود کا علیؑ رکھنا۔ ؎ سبحان اللہ

علی کا نام بھی نام خدا کیا صاحبِ جمال ہے ۔ عصائے پیر ہے تیغِ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

دیکھئے خداوندِ عالم نے اپنے حبیب کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے کہ یہ محمدؐ ہیں اور وہ محمود ہے اور جناب فاطمہؑ کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے کہ یہ فاطمہؑ ہیں اور وہ فاطرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور حسنؑ کے نام کو بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے کہ یہ حسنؑ ہیں۔

عہ سلالب رسول علامہ طلوع شافعی ؒ

اور وہ محسن ہے اور حسینؑ کے نام کو بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے کہ یہ حسینؑ ہیں۔ اور وہ قدیم الاحسان ہے اور جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے نام کو بھی اگرچہ اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ مگر اس میں بالکل تغیر نہیں فرمایا۔ اس لئے خدا کا نام بھی علیؔ ہے اور جناب امیرؑ کا نام بھی علی ہے۔ الحاصل یہ نام نامی اُن حضرت کا خدا کے نزدیک ہے۔

اسمائے جنابِ امیرؑ

اور اہلِ آسمان میں اُس جناب کا نام شمشائیل ہے۔ اہلِ زمین کے نزدیک حمائیل ہے اور لوح پر قسوم اور قلم پر منصوم اور عرش پر معین ہے اور رضوان کے نزدیک نام اُن کا امین اور حور العین کے نزدیک اصب ہے اور عبرانی زبان میں قیاطیسی اور سُریانی زبان میں شروحیل ہے اور توریت میں آپ کا نام ایلیا[1] ہے اور زبور میں اری اور انجیل میں بری اور عرب کے نزدیک علیؑ اور ہند میں کبکر اور روم میں بطرلیس اور ارمن میں فریق اور فارس میں جبیر اور ترک میں تبیر اور نبط میں کری اور زنج میں حصیر اور حبش میں تبریک ہے اور فلسفیین کے نزدیک یوشع اور کاہنین کے نزدیک بوی اور جنات میں جنین اور شیاطین میں نام آپ کا مدمر ہے اور مشرکین کے نزدیک موت احمر اور مؤمنین کے نزدیک سحاب ہے اور دائی آپ کی میمون کہا کرتی تھیں اور اُن کے والد کے نزدیک نام اُن کا ظہیر اور ماں کے نزدیک حیدر ہے اور پیغمبر کے نزدیک نام رہے اور خدا کے نزدیک نام آپ کا علیؔ ہے جیسا کہ فرمایا ہے وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

القابِ جنابِ امیرؑ

القاب اُن حضرت کے بےحد و انتہا ہیں۔ اگر میں سب کو بیان کروں تو بہت طول ہوگا۔ مگر اُن میں سے ایک ہی ایک لقب برترتیب حروفِ تہجی بیان کرتا ہوں تاکہ زیادہ طول نہ ہو۔ کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ بیان کرنا ہے۔ وہ القاب یہ ہیں: اَلْاٰمِرُ عَنِ اللّٰهِ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ اَلْبَاقِرُ لِعُلُوْمِ الْاَدْيَانِ، اَلتَّالِيْ لِسُوَرِ الْقُرْاٰنِ، اَلثَّاقِبُ لِحِجَابِ الشَّيْطَانِ، اَلْجَامِعُ

[1] ان اسمائے مبارکہ سے اکثر کے معنی کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ انشراحِ خاطرِ مومنین کے واسطے یہاں کچھ لکھے جاتے ہیں۔ نام آپ کا ایلیا ہے اُس سے عربی زبان میں علیؔ منقول ہوا اور نام آپ کا بری ہے۔ چونکہ آپ شرک سے بری تھے۔ کاہنوں کے نزدیک نام بوی ہے جس کے معنی جگہ دینے والے اور نازل کرنے والے کے ہیں۔ یعنی آپ حق کو اپنی منازل میں جگہ دیتے تھے اور باطل کو دفع کرتے تھے۔ زبور میں نام اری ہے وہ درندہ جو ہڈیوں کو چور چور کر دے اور گوشت کو پھاڑ ڈالے اور ہند میں نام کبکر ہے (باقی ص۶۲ پر)

لِاَحْكَامِ الْقُرْاٰنِ۔ اَلْحَاكِمُ بَيْنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ ؛ اَلْخَالِيْ مِنْ كُلِّ ذُنُوْبٍ وَّبُهْتَانٍ ؛
اَلدَّلِيْلُ لِمَنْ طَلَبَ الْبَيَانَ ؛ اَلذَّاكِرُ رَبَّهٗ فِي السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ ؛ اَلرَّاهِبُ رَبَّهٗ
فِي اللَّيَالِيْ اِذَا اَظْلَمَ الزَّمَانُ ؛ اَلرَّائِدُ الرَّاجِحُ بِلَا نُقْصَانٍ ؛ اَلسَّاتِرُ لِعَوْرَاتِ
النِّسْوَانِ ۔ اَلشَّاكِرُ لِمَا اَوْلَى الْوَاحِدُ الْمَنَّانُ ۔ اَلصَّابِرُ يَوْمَ الضَّرْبِ وَالطِّعَانِ ؛
اَلضَّارِبُ بِحُسَامِهٖ رُءُوْسَ الْاَقْرَانِ ۔ اَلطَّالِبُ بِحَقِّ اللّٰهِ غَيْرَ مُتَوَانٍ وَّلَا خَوَّانٍ
اَلظَّاهِرُ عَلٰى اَهْلِ الْكُفْرِ وَالطُّغْيَانِ ؛ اَلْعَالِيْ عِلْمُهٗ عَلٰى اَهْلِ الزَّمَانِ ؛ اَلْغَالِبُ بِنَفْسِ اللّٰهِ
لِلشُّجْعَانِ ؛ اَلْفَالِقُ لِلرُّؤُوْسِ وَالْاَبْدَانِ ۔ اَلْقَوِيُّ الشَّدِيْدُ الْاَرْكَانِ ۔ اَلْكَاسِرُ لِلْاَصْنَامِ
وَالْاَوْثَانِ ۔ اَللَّازِمُ لِاَوَامِرِ الرَّحْمٰنِ ؛ اَلْمُزَوَّجُ فِي السَّمَآءِ بِخَيْرِ النِّسْوَانِ ؛
النَّامِيْ ذِكْرُهٗ فِي الْقُرْاٰنِ ؛ اَلْوَلِيُّ لِمَنْ وَالَاهُ بِالْاِيْمَانِ ؛ اَلْهَادِيْ اِلَى الْحَقِّ
لِمَنْ طَلَبَ الْبَيَانَ ؛ اَلْيُسْرُ السَّهْلُ لِمَنْ طَلَبَهٗ بِاِحْسَانٍ سبحان اللہ۔

مسابقت جناب امیرؑ در نسب

کیا مرتبہ ہے اُس جنابؑ کا حسب ونسب وقرابتِ رسولؐ میں کوئی ان سے بڑھکر نہیں ہے۔

بقیہ صلا۹: یعنی وہ شخص جو ارادہ کسی بات کا کرے تو جب تک اس کو کر دے اور اتمام کو نہ پہنچالے اس سے علیحدہ نہ ہو۔ روم میں نام بلاقیس ہے جس کے معنی ہیں روحوں کا نہایت سرعت سے چھین لینے والا۔ فارس میں نام حبیر ہے یعنی وہ باز جو شکار کرتا ہے ترک میں نام تبیر ہے یعنی وہ چیتا کہ جب اس نے کسی شے پر پنجہ مارا اُسے پھاڑ ہی ڈالا۔ زنگ میں نام جبتر ہے یعنی وہ شخص جو بند بند جدا کر دے۔ حبشہ میں نام تبریک ہے یعنی ہر چیز کا برباد کرنے والا۔ ماں کے نزدیک حیدر نام ہے جس کے معنی ہیں اچھی رائے کا رکھنے والا اور بابرکت ہیں اژدہا کو چیرنے والا۔ دائی کے نزدیک میمون نام ہے چونکہ اس کے لڑکے کو غرق ہونے سے پہلے عہدِ طفولیت میں بچایا تھا اس لئے وہ آپ کو میمون یعنی مبارک کہا کرتی تھی۔ باپ کے نزدیک نام آپکا ظہیر ہے اس وجہ سے کہ اُن کے والد بزرگوار اکثر اپنے لڑکوں کو اور بھتیجوں کو جمع کرتے تھے بعد اس کے باہم کشتی لڑنے کو کہتے تھے اور یہ امر اُن لوگوں میں عیب نہ تھا۔ بلکہ عرب کے اخلاق حسنہ میں داخل تھا۔ جناب امیرؑ جب بازی ہوتی تھی تو اپنے چھوٹے چھوٹے اور پُرگوشت کلائیوں سے اپنے مقابل کو ایسا مضبوط پکڑتے تھے کہ وہ چھڑا نہ سکتا تھا اور بڑے چھوٹے جتنے ان کے بھائی اور بنی اعمام ہوتے تھے سب کو ایک ایک کرکے گرا دیتے تھے۔ اُس وقت ان کے والد کہتے تھے ظَهَرَ عَلِيٌّ علی غالب ہو گئے۔ اس لئے انہوں نے ان کا نام ظہیر رکھا تھا۔ عرب علی کہا کرتے تھے اس کی بہت سی وجہیں ہیں علو کے معنی بلندی کے ہیں تو اس راہ سے نام آپکا علی ہوا کہ جس سے لڑتے تھے اُس پر بلند غالب رہتے تھے۔ یا اس لئے کہ آپ کا گھر بہشت میں سب سے بلند ہوگا۔ یا اس لئے کہ دوش رسولؐ پر بتوں کے توڑنے کے واسطے بلند ہو لئے تھے یا اس لئے کہ نکاح ان کا اعلیٰ سماوات میں ہوا تھا یا اس لئے کہ بعد رسولؐ کے وہ عالم میں سب سے اعلیٰ اور افضل تھے ۱۲ معانی الاخبار باب ۲۰

اگر نسب کی راہ سے دیکھئے تو وہ جناب باپ کی جانب سے بھی ہاشمی تھے اور ماں کی جانب سے بھی۔ باپ اُن کے ابی طالبؑ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے۔ ماں اُن کی فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم تھیں اور اگر قرابتِ رسول کی راہ سے خیال کیجئے تو اصحاب میں سے کس کو یہ شرف حاصل ہے۔ جو حسب و نسب دونوں میں رسولؐ سے قرابتِ قریبہ رکھتا ہو سوائے علی کے کہ وہ جناب رسولِ خدا کے بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے۔ پس خسر اور ابن عم اُن کے جنابِ پیغمبرِ خدا سیّد النبیین ہیں اور خود وہ حضرت سیّد الوصیین ہیں اور زوجہ اُن کی جنابہ فاطمہ سیّدۃ نساء العٰلمین ہیں۔ اور دونوں فرزند اُن کے حسن و حسین سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ہیں۔

قولِ رسولؐ دربارۂ علی

جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے کہ اے علیؑ تم کو خداوند عالم نے چند چیزیں ایسی عطا کی ہیں جو میرے لئے بھی نہیں ہیں۔ تمہارے لئے فاطمہؑ سی زوجہ ہے اور میرے لئے ایسی زوجہ نہیں ہے۔ تمہارے صُلب سے دو فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں اور میرے صلب سے ایسے فرزند نہیں ہُوئے۔ تمہارے لئے خدیجہ سی حضرت خوشدامن ہیں۔ اور میرے لئے ایسی خوشدامن نہیں ہیں۔ تمہارے لئے مجھ سا خسر موجود ہے اور میرے لئے ایسا نہیں ہے۔ تمہارے نسبی بھائی جعفر طیّار سے ہیں اور میرے لئے کوئی ایسا نسبی بھائی نہیں ہے۔ تمہاری ماں فاطمہؑ بنتِ اسد سی ہاشمیہ اور مہاجرہ ہیں اور میری ماں ایسی نہیں ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ الحاصل حضرت علیؑ تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور سوا جناب رسالت مآب کے کوئی اُن سے بہتر نہیں ہے۔

افضلیت جنابِ امیرؑ از حضرتِ آدم

چونکہ اس وقت مجھے فقط فضائل جناب امیرؑ کے بیان کرنا مقصود ہیں۔ اس لئے میں اُن حضرت کا افضل ہونا بعض انبیائے سابقین سے بیان کرتا ہوں۔ اگر ہر نبیؑ سے افضل ہونا علیحدہ علیحدہ بیان کروں تو بہت طول ہوگا۔ اس وقت پانچ نبیوں سے افضل ہونا بیان کرتا ہوں کہ جب انبیاء اولوالعزم سے افضل ہونا ثابت ہوگا تو انبیاء غیر اُولوالعزم سے بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا۔ بعد اس کے اکثر اوصاف میں پیغمبر آخرالزماںؐ کے مساوی ہونا بیان کروں گا۔ پس اوّل انبیاء جناب آدمؑ ہیں۔ حضرت آدمؑ کو خدا نے چند اسماء تعلیم کئے برکت سے جن اسماء مقدسہ کی جن میں جنابِ امیرؑ کا بھی نام تھا توبہ حضرت آدمؑ کی قبول ہوئی تو جس کے واسطہ اور ذریعے سے توبہ قبول ہوئی۔ وہ اُس سے افضل ہوگا۔ اگر جناب آدمؑ کے بارے میں وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور خلق لکھا

نے آدمؑ کو کُل کے کُل نام تعلیم کئے) آیا ہے تو جناب امیرؑ کے بارے میں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔) وارد ہوا ہے۔ اگر حضرت آدمؑ کے واسطے بہشت سے لوہا نازل ہوا تو جناب امیرؑ کے واسطے ذوالفقار نازل ہوئی۔ اگر حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تو وہ ابنِ تراب ٹھہرے اور جناب امیر ابوتراب تھے۔ حضرت آدمؑ درمیان مکہ اور طائف کے پیدا ہوئے اور علی مرتضےٰؑ خاص کعبہ میں خانۂ خدا میں پیدا ہوئے۔ اگر صُلبِ آدمؑ سے انبیاء پیدا ہوئے تو صلبِ جناب امیرؑ سے اوصیاء پیدا ہوئے۔ حضرت آدمؑ کی اولاد آدمی کہلاتی ہے اور حضرت علیؑ کی اولاد علوی کہلاتی ہے۔ اگر وہ ابوالبشر ہیں تو ابوالائمہؑ ہیں۔ حضرت آدمؑ نے چند دانۂ گندم کے عوض بہشت کو بیچ ڈالا۔ حکمِ خدا ہوا بہشت سے نکل جاؤ۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا (ہم نے حکم دیا کہ تم اس بہشت سے نیچے جاؤ) اور جناب امیر نے ایک گردۂ نان سے بہشت کو مول لے لیا۔ ع۔ صفی زجنت بہ گندم علیؑ بہشت میں جانے کی اجازت لی۔ جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ؕ اور بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ خدا تعالیٰ نے جنت و لباسِ ریشمی اُن کو عوض میں دیا)

افضلیت از حضرت نوحؑ

دوسرے حضرت نوحؑ ہیں۔ جناب نوحؑ کے لئے تنور سے پانی کا چشمہ جاری ہوا جس سے اُن کی اُمت غرق ہو گئی اور یہ معجزۂ عقوبت ہے اور جناب امیرؑ کے لئے زمین سے پانی کا چشمہ جاری ہوا جس سے سارا لشکر سیراب ہوا۔ اور یہ معجزۂ رحمت ہے۔ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں بیالیسؔ جگہ حضرت نوحؑ کا ذکر کیا ہے۔ اوّل اُس کا ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا (اور بالتحقیق اللہ نے آدمؑ کو اور نوحؑ کو برگزیدہ کیا ہے اور آخر اُس کا ہے وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ (اور نوحؑ نے فرمایا اے میرے پروردگار! تو باقی نہ رکھ) اور جناب امیرؑ کا نواسیؔ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت نوحؑ کو خدا نے اس طور سے یاد فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بالتحقیق وہ شکر گزار بندہ تھا) اور جناب امیرؑ کو اس عنوان سے ذکر کیا ہے وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (اور ہم نے اُن کے واسطے زبانِ صدق علیؑ کو قرار دیا) نوحؑ کے بارے میں حکم ہوا يَا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا (اے نوحؑ ہماری سلامتی کے ساتھ اُترو) اور جناب امیرؑ کے بارے میں ہے سَلَامٌ عَلٰۤى اٰلِ يٰسِيْنَ (اولادِ رسول پر سلام ہو) اگر کشتی نوحؑ نے اُن کی قوم کو طوفانِ آب سے نجات دی تو دُنیا میں اور جناب

سفینۂ نجات ہیں۔ طوفانِ عذاب سے آخرت ہیں۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا مَثَلُ اَهْلِبَيْتِي كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى (میرے اہلِ بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی مثال ہے جو اُس میں سوار ہوا تھا اُس نے نجات پائی تھی اور جو اُس سے پیچھے رہ گیا تھا وہ ڈوب گیا اور تہ میں بیٹھ گیا تھا)

افضلیت از حضرت ابراہیمؑ

تیسرے جناب ابراہیمؑ ہیں۔ جناب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم ہوا تطہیر خانۂ کعبہ کا طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ (میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو) اور بیت اہلبیتؑ کہ جن میں جناب امیرؑ بھی داخل ہیں خود خداوندِ عالم نے پاک اور طاہر کیا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اے اہلبیتؑ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) جنابِ ابراہیمؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا اَلَّذِیْ وَفّٰی (وہ جس نے پورا کر دیا) اور جنابِ امیرؑ کے بارے میں فرمایا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (پورا کرتے ہیں وہ اپنی منت کو) آتشِ دنیا جنابِ ابراہیمؑ پر سرد اور سلام ہوگئی قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (ہم نے حکم دیا اے آگ سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ کے لئے سرد ہو جا) اور دوستدارانِ علیؑ پر آتشِ جہنم سرد و سلام ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جہنم کہے گا اے مومن! تو مجھ پر سے گزر جا کہ تیرے نور نے تو میری حرارت کو بھی بجھا دیا۔ اگر حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑا تو چھپا کے اور جب اُن لوگوں نے پوچھا تو توریہ کہا اور کہا اس بڑے بُت نے توڑا ہے (جس کا نام افلون تھا) پس پوچھ لو اُن سے اگر وہ بولتے ہوں اور جناب امیرؑ نے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت بلا خوف سب کے سامنے توڑے جن میں سب سے بڑا بُت ہُبل تھا۔ حق تعالٰی نے عہ سینتیس مقام میں جناب ابراہیمؑ کی تعریف کی ہے۔ اوّل اُس کا وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (اور جس وقت ابراہیمؑ کی اُس کے پروردگار نے آزمائش کی) اور آخر اُس کا صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابیں) ہے اور جناب امیرؑ کے بارے میں ربع قرآن حق تعالٰی نے نازل کیا ہے۔

عہ تفسیر صافی ۱۲

افضلیت از حضرت موسیٰؑ

چوتھے جنابِ موسیٰؑ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے دشمنِ خدا یعنی فرعون کی گود میں پرورش پائی اور حضرت علیؑ نے حبیبِ خدا محمد مصطفیٰؐ کی گود میں پرورش پائی۔ اگر موسیٰؑ ابن عمران ہیں تو علیؑ بھی آلِ عمران سے ہیں۔ کیونکہ ابو طالب کا نام بھی عمران تھا۔ حق تعالیٰ نے جنابِ موسیٰؑ کو لڑکپن میں فرعون سے بچایا اور بڑے ہونے پر اُن کی دریا سے حفاظت کی جس وقت کہ بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل پر پہنچے اور دریا شگافتہ ہو گیا۔ اور جنابِ امیرؑ کو لڑکپن میں سانپ سے بچایا اور بڑے ہونے پر دریائے فرات سے حفاظت کی۔ جس وقت کہ سیلاب آیا تھا اور حضرت نے عصا سے ملا کر وہ خشک ہو گیا اور مچھلیاں دکھائی دینے لگیں۔ اگر دعائے موسیٰؑ سے ایک قوم زندہ ہوئی ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ (پھر ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد مبعوث کیا) تو دعائے جنابِ امیرؑ سے سام بن نوحؑ اور اصحابِ کہف وغیرہ زندہ ہوئے۔ جنابِ موسیٰؑ نے حضرتِ ہارونؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ کیا اور فرمایا اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میری قوم میں میرا خلیفہ بن) اور جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرؑ کو خلیفہ کیا اور فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی (تمہاری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی) جنابِ موسیٰؑ باوجود کبیر السن ہونے کے سانپ سے ڈر گئے۔ حکمِ خدا ہوا۔ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (اس کو پکڑ لو ڈرو نہیں) اور حضرت امیرؑ نے بچپنے میں سانپ کے ٹکڑے کو چیر کے پھینک دیا۔ اگر جناب موسیٰ کے واسطے بہشت سے عصا آیا تو جنابِ امیرؑ کے واسطے ذوالفقار آئی۔ جبرئیلؑ وہ عصا شعیبؑ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے موسیٰؑ کو دیا۔ اور ذوالفقار پیغمبرِ خدا کے پاس لے آئے۔ انہوں نے جنابِ امیر علیہ السلام کو دی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر معراج ہوئی تو جنابِ امیر علیہ السلام کو دوشِ رسول اللہ پر معراج ہوئی۔ ؎

بود چوں دوشِ نبیؐ بالا تر از عرشِ بریں
زیں سبب شد جائے پایت یا امیر المومنین

جنابِ موسیٰ علیہ السلام کے فتا یوشع تھے (وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ) اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ موسیٰؑ نے اپنے جوان صاحب سے فرمایا تھا اور جنابِ رسولِ خدا کے فتا علیؑ تھے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ (علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں ہے اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے) اگر موسیٰؑ نے دخترانِ شعیبؑ کو پانی پلایا تو جنابِ امیرؑ

ساقی کوثر ہیں سب مومنین کو قیامت میں پانی پلائیں گے

افضلیت از حضرت عیسیٰؑ

پانچویں حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ جناب عیسیٰؑ کو خدا نے روح سے پیدا کیا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُّوحِنَا (پھر ہم نے اپنی پیدا کی ہوئی روح اس میں پھونک دی) تو وہ روحانی ہوتے اور جناب امیرؑ کو نور سے پیدا کیا اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ (میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں) تو وہ نورانی ہوئے جناب عیسیٰؑ کی والدہ وقتِ ولادت بیت المقدس سے باہر نکال دی گئیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کی والدہ وقتِ ولادت خانۂ کعبہ میں داخل کر لی گئیں۔ اگر عیسیٰؑ نے گہوارے میں بنی اسرائیل سے کلام کیا تو علیؑ نے اپنے لڑکپن میں پیغمبرؐ کی گود میں جناب رسولِ خدا سے کلام کیا۔ عیسیٰؑ نے کہا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ (میں خدا کا بندہ ہوں) اور علی مرتضیٰؑ نے فرمایا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ (میں اللہ کا بندہ اور اللہ کے رسولؐ کا بھائی ہوں) حضرت عیسیٰؑ پر تیس برس تک وحی نازل ہوتی اور امامتِ جناب امیرؑ بھی تیس برس تک رہی۔ عیسیٰؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ (اور وہ اس کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ (اور وہ شخص جس کے پاس ساری کتاب کا علم ہے) اگر عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے تو علی مرتضیٰؑ نے بھی سام بن نوحؑ اور اصحابِ کہف کو زندہ کیا ہے۔ اور خود علیؑ کے ذکر سے قلوبِ مردہ زندہ ہو جاتے ہیں اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ (وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا) عیسیٰؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ (اپنے کلمہ کے ساتھ جس کا نام مسیحؑ ہے) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَتِهٖ (اور اللہ حق کو حق ثابت کرے گا اپنے کلمات کے ذریعہ سے) عیسیٰؑ نے کہا تھا وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ (اور مجھ کو وصیت کی نماز پڑھنے کی) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (ان کی علامات اُن کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہیں) عیسیٰؑ نے کہا وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (اور زکوٰۃ دینے کی جب تک میں زندہ ہوں) اور علی کے بارے میں فرمایا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ (سوائے اس کے نہیں کہ ولی تمہارا اللہ ہے) اگر عیسیٰؑ مُبَشِّر رسول تھے جیسا کہ قرآن میں ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (اور خوش خبری دینے والا تھا ایک ایسے رسول کی جو اس کے بعد آئے گا کہ اس کا نام

احمد ہو گا، تو علی نا صرِ رسولؐ۔ وصیِ رسولؐ۔ داماد رسولؐ۔ برادرِ رسولؐ تھے۔ اگر خدا نے عیسٰےؑ کی یہود سے حفاظت کی اور آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (اور اس کو انہوں نے قتل کیا اور نہ انہوں نے اُس کو صلیب دی۔ بلکہ ایک شخص کو اُن کے لئے ہم صورت بنا دیا گیا تھا)، تو خدا نے علیؑ کی بھی مشرکینِ مکّہ سے حفاظت کی۔ جب کہ وہ فرشِ رسولِ خدا پر سو رہے تھے۔ جیسا کہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ (اور آدمیوں میں سے ایسا بھی تھا جو فروخت کرتا تھا اپنے نفس کو)، عیسٰےؑ کے بارے میں فرمایا وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے روح القدس کے ذریعہ سے اُس کی تائید کی)، اور محمدؐ اور علیؑ کے بارے میں فرمایا وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور اُس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا) عیسٰےؑ کے بارے میں لوگوں کے اقوال مختلف ہوئے۔ یعقوبیہ نے کہا کہ عیسٰےؑ خدا ہیں۔ نسطوریہ نے کہا کہ خدا کے بیٹے ہیں۔ یہود نے کہا کذاب و ساحر ہیں۔ مسلمانوں نے کہا بندۂ خدا ہیں۔ اسی طرح علیؑ کے بارے میں بھی لوگوں کے اقوال مختلف ہوئے۔ غلاۃ نے کہا کہ وہ خدا ہیں۔ خوارج نے کہا کہ معاذ اللہ وہ کاذب ہیں۔ مرجیہ نے کہا وہ چوتھے درجہ میں ہیں۔ شیعوں نے کہا وہ اوّل درجہ میں ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے بھی فرمایا تھا۔ اے علیؑ مثل تمہاری اس اُمّت میں مثل عیسٰےؑ ابن مریم کے ہے کہ کچھ لوگوں نے اُن سے ایسی دشمنی کی کہ اُن کی مادرِ گرامی کو متہم کیا۔ اور کچھ لوگوں نے اُن سے ایسی دوستی کی کہ غلاۃ کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اور کچھ لوگوں نے میانہ روی اختیار کی اور نجات پائی۔ اسی طرح تم کو بھی کچھ لوگ دشمن رکھیں گے اور تم کو تمہارے مرتبے سے گرا دیں گے۔ اور کچھ لوگ محبت میں افراط کریں گے اور تم کو خدا کہیں گے اور کچھ لوگ میانہ روی اختیار کریں گے اور وہ نجات پائیں گے۔

مساوات حضرت امیرؑ اور اوصافِ رسولِ خدا

اب پیغمبر آخرالزماں جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ بعض اوصاف میں مساوات سُنئے۔ آیتِ مُباہلہ میں ہے وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (اور ہم اپنے اُن کو بلائیں جو بمنزلہ ہمارے نفس کے ہوں۔ اور تم اُن کو بلاؤ جو بمنزلہ تمہارے نفس کے ہوں)، اس سے مساواتِ جنابِ امیرؑ کی پیغمبر آخرالزماں سے کُل باتوں میں ثابت ہوتی ہے باستثناء مَا اَخْرَجَهُ الدَّلِيْلُ، سوائے اُس کے جس کو دلیل خارج کر دے یعنی نبوت کہ وہ حضرت پیغمبر آخرالزماں تھے۔ پس

پس اگر پیغمبرؐ کے واسطے آسمان سے قرآن نازل ہوا تو علیؑ کے واسطے تلوار نازل ہوئی۔ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب کو شب معراج امام الانبیا گردانا۔ اور علیؑ کو روز غدیر امام الاوصیاء قرار دیا۔ اگر پیغمبرؐ براق کے اوپر سوار ہوئے تو علی دوشِ رسول مختار پر سوار ہوئے۔ پیغمبرؐ خدا کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے يَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا (وہ لوگ نعمتِ خدا کو پہچانتے ہیں۔ پھر اس کا انکار کرتے ہیں) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کی) پیغمبرؐ خدا کے بارے میں فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں کا اور زمین کا روشن کرنے والا ہے) اور علیؑ کے بارے میں ہے يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ (وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں) پیغمبرؐ کے بارے میں ہے ذِكْرًا رَّسُوْلًا (ذکر کو رسول بنا کے) اور علی کے بارے میں ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ (اور اتارا ہم نے تمہاری طرف ذکر) پیغمبر کے بارے میں ہے رَجُلٍ مِّنْكُمْ (تم میں سے ایک مرد پر) اور علیؑ کے بارے میں ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ (وہ مرد ہیں کہ جن کو غافل نہیں کرتی ہے تجارت) اگر پیغمبرؐ خدا معراج میں آسمان پر گئے تو صورت علیؑ کو اپنے سے پہلے وہاں موجود پایا۔ اگر پیغمبرؐ خدا کے لئے مہر نبوت پشت پر تھی تو جناب امیرؑ کے لئے علامتِ شجاعت دونوں بازوؤں پر تھی۔ روزِ بدر پیغمبرؐ کی نصرت کے لئے فرشتے آئے اور جناب امیرؑ کی مدد کے لئے جبرئیلؑ داہنی طرف رہتے تھے اور میکائیلؑ بائیں جانب رہتے تھے۔ اور ملک الموت آگے آگے ہوتے تھے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور تم اے علی خاتم الاولیاء ہو۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھے پانچ باتیں عطا کی ہیں تو علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا کیں۔ مجھے جوامع الکلم[1] عطا کیے اور علیؑ کو جوامع علم۔ مجھے نبی کیا اور علیؑ کو وصی۔ مجھے کوثر دیا اور علیؑ کو سلسبیل۔ مجھے وحی عطا کی اور علیؑ کو الہام۔ معراج میں مجھے اپنے پاس بلایا اور علیؑ کے واسطے دروازے آسمان کے کھل گئے۔ اور پردے اور حجاب اٹھ گئے۔ چونکہ جناب امیرؑ کل پیغمبرؐ کے اوصاف میں شریک تھے۔ اسی سے رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْظُرَ اِ

---

[1] فی الحدیث اعطیت جوامع الکلم یرید بہ القرآن الکریم ان اللہ جمع بالفاظ الیسیرۃ المعانی الکثیرۃ حتی نزلت عنہ ادنا قال ما من حرف من حروف القرآن الا وله سبعون الف معنی و منہ فی وصفہ کان یتکلم بجوامع الکلم یعنی انہ کان یتکلم عقلاً قلیل و یرید المعانی الکثیرۃ ۱۲ مجمع البحرین۔

وَاِلیٰ اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ وَاِلیٰ نُوْحٍ فِیْ فَہْمِہٖ وَاِلیٰ اِبْرَاہِیْمَ فِیْ خُلَّتِہٖ وَاِلیٰ مُوْسٰی فِیْ مُنَاجَاتِہٖ وَاِلیٰ دَاوٗدَ فِیْ قُوَّتِہٖ وَاِلیٰ سُلَیْمَانَ فِیْ بَہْجَتِہٖ وَاِلیٰ یُوْسُفَ فِیْ جَمَالِہٖ وَاِلیٰ اَیُّوْبَ فِیْ صَبْرِہٖ وَاِلیٰ یَحْیٰی فِیْ زُہْدِہٖ وَاِلیٰ عِیْسٰی فِیْ سُنَّتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاِنَّ فِیْہِ تِسْعِیْنَ خَصْلَۃً مِّنْ خِصَالِ الْاَنْبِیَآءِ جَمَعَہَا اللّٰہُ فِیْہِ وَلَمْ یَجْمَعْہَا فِیْ غَیْرِہٖ یہ روایت مختلف طور سے وارد ہوئی ہے مگر ماحصل اور خلاصہ سب کا یہ ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ کہیں سے تشریف لاتے تھے جناب رسولِ خدا نے اُن کی طرف دیکھ کے اصحاب سے فرمایا اَیُّھَا النَّاسُ (جو شخص تم میں سے چاہے کہ دیکھے آدمؑ کو اُن کے علم میں اور نوحؑ کو اُن کے فہم میں اور ابراہیمؑ کو اُن کی خلّت میں اور موسیٰؑ کو اُن کی مناجات میں اور داؤدؑ کو اُن کی قوت میں اور سلیمانؑ کو اُن کی بہجت میں اور یوسفؑ کو اُن کے جمال میں اور ایوبؑ کو اُن کے صبر میں اور یحییٰؑ کو اُن کے زہد میں اور عیسےٰؑ کو اُن کے طریقہ میں ۔ پس اس کو چاہیئے کہ وہ دیکھے میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو کہ اُن میں نوّے خصلتیں خصالِ انبیاء سے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اجتماعاً علیؑ کو دیا ہے اور سوائے علیؑ کے اور کسی کو یہ خصلتیں عطا نہیں کی ہیں ۔)

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

ایک وصف میں خدا کا اپنی ذات کو اور رسولِ خدا کو اور علی کو ذکر کرنا

اس کے علاوہ خداوندِ عالم نے اپنے کلام میں جابجا ایک ہی وصف کے ساتھ اپنی ذات کو اور اپنے حبیب کو اور حضرت کو متصف فرمایا ہے ۔ چنانچہ وصفِ شدت کی بابت فرمایا اپنے واسطے اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (بیشک تمہارے پروردگار کی گرفت بہت سخت ہوگی) نبی کے واسطے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (خدا کی محبت میں سب سے زیادہ سخت) علی کے واسطے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (کافروں پر سب سے زیادہ سخت) وصفِ رحمت کے لئے ارشاد کیا اپنے واسطے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (رحمٰن و رحیم خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں) نبی کے واسطے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت کرکے کل عالموں کے لئے) علی کے واسطے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ

وَرَحْمَتِهٖ (تم کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے) وصفِ عزت کے باب میں نازل فرمایا۔ اپنے واسطے مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (زبردست حکمت والے خدا کی طرف سے) نبی کے واسطے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ (یقیناً آیا عزت والا رسول تمہارے انہوں میں سے) علیؑ کے واسطے تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ (تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے) وصفِ عظمت کے لئے فرمایا اپنے واسطے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (اور

. . . .

وہ عالیشان عظمت والا ہے)

نبی کے واسطے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بیشک تمہارا خلق

. . . .

بہت عظیم ہے) علیؑ کے واسطے عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ (لوگ کس کی نسبت ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں عظمت والی خبر کی نسبت) وصفِ نور کی غرض سے ارشاد کیا اپنے واسطے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) نبی کے واسطے لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور) علیؑ کے واسطے وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ (اور انہوں نے اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تھا)

سات شخصوں کو خدا نے ملک عطا کیا ہے۔

خداوندِ عالم نے سات شخصوں کو ملک عطا کیا ہے۔ ملکِ تدبیر یوسفؑ کے لئے رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ (اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو ملک عطا کیا ہے) اور ملکِ حکم و نبوت ابراہیمؑ کے لئے فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ (پس تحقیق ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا) اور ملکِ عزت و قوت داؤد کے لئے وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ (اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط کر دیا) اور ملکِ ریاست طالوتؑ کے لئے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (بیشک اللہ نے تمہارے لئے طالوتؑ کو بادشاہ بنایا ہے) اور ملکِ کنوز و خزانہ ذی القرنین کے لئے اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ (بیشک ہم نے حکومت دی تھی اسے زمین میں) ملکِ دنیا سلیمانؑ کے لئے رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا (اے میرے پروردگار تو مجھ کو عطا کر ایک ملک) اور ملکِ آخرت علیؑ کے لئے وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا (اور جب تم دیکھو گے تو وہاں دیکھو گے بہت سی

نعمتیں اور بڑی سلطنت) اور چھ شخصوں کو خدا نے صدیق فرمایا ہے۔

چھ شخصوں کو خدا نے صدیق فرمایا ہے۔

جناب یوسفؑ کو یُوسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ (یوسفؑ اے صدیق) جناب ادریسؑ کو وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (اور کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کر بیشک وہ صدیق نبی تھا) جناب ابراہیمؑ کو وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کر بیشک وہ صدیق نبیؑ تھا) جناب اسمٰعیلؑ کو وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا (اور اس کتاب میں اسمٰعیلؑ کا ذکر کر بیشک وہ وعدہ کا سچا اور رسولؐ نبی تھا) جناب مریمؑ کو وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ (اور اُن کی والدہ صدیقہ تھیں) اور جناب امیرؑ کو وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ (اور وہ جو سچ لے کر آیا اور وہ جس نے اُس کی تصدیق کی) جو سچ لے کر آئے تھے وہ جناب رسولِ خدا تھے۔ اور جنھوں نے اُن کی تصدیق کی وہ جناب امیرؑ تھے اور پھر ایک مقام پر فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ (اور جو اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی تو صدیق ہیں)

چھ چیزوں کو اللہ نے رحمت فرمایا ہے۔

اور چھ چیزوں کو حق تعالیٰ نے رحمت کے نام سے ذکر فرمایا ہے فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ (یعنی اللہ کی رحمت کے آثار کو غور سے دیکھو) اس سے باران رحمت مراد ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ (اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل اور اس کی رحمت) اس سے توفیق مراد ہے۔ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ (جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے) اس سے اسلام مراد ہے وَاٰتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً (اور اُس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت دی ہے) اس سے ایمان مراد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً (اور ہم نے نہیں بھیجا ہے تم کو مگر رحمت کر کے) اس سے نبیؐ مراد ہیں قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ رَحْمَتِهٖ (تم کہدو کہ اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت سے) اس سے علیؑ مراد ہیں۔

پانچ شخصوں نے پانچ چیزیں محراب عبادت میں پائیں

پانچ شخصوں نے پانچ چیزیں محراب عبادت یعنی مسجد میں پائی ہیں۔ جناب سلیمانؑ

نے بعد مرنے کے ایک سال تک مملکت اور سلطنت بیت المقدس میں پائی۔ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ (اس کی موت نہیں بتلائی مگر دیمک نے اور داؤدؑ نے مغفرت اور عفو کو پایا فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ (پس اس نے اپنے پروردگار سے بخشش مانگی اور رکوع میں جھک گیا اور اس سے رجوع کی) اور مریمؑ نے طعام جنت پایا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (جب کبھی زکریا محراب عبادت میں اُن کے پاس گئے کوئی رزق ان کے پاس حاضر پایا) اور زکریا نے یحییٰ کی بشارت پائی۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ (پس فرشتوں نے ان کو آواز دی۔ جس حال میں کہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھتے تھے) اور علیؑ نے امامت پائی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ الخ (سوائے اس کے نہیں کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

پانچ نور کو خدا نے پانچ مقام میں امانت رکھا

پانچ نور کو حق تعالیٰ نے پانچ مقام میں امانت رکھا تھا۔ جس سے پانچ باتیں ظاہر ہوئیں رخسارۂ ابراہیمؑ میں جس سے رحمت ظاہر ہوئی۔ چہرۂ یوسفؑ میں جس سے محبت ظاہر ہوئی۔ دستِ موسےٰؑ میں جس سے معجزہ ظاہر ہوا۔ پیشانی محمدؐ میں جس سے ہیبت ظاہر ہوئی۔ بازوئے علیؑ میں جس سے اسلام ظاہر ہوا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ (وہ وہی ہے جس نے اپنی نصرت سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی)۔ سبحان اللہ! کیا مراتب ہیں جناب امیرالمومنینؑ کے خداوند عالم نے جناب امیرؑ کے حرکات و سکنات، طاعات و عبادات سب کی مدح فرمائی ہے اور قرآن میں ذکر کیا ہے اُن کی نماز کو فرمایا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (سوائے خاص نمازیوں کے) اُن کے قنوت کو فرمایا۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ (زیادہ جو قنوت پڑھنے والا ہے) ان کے روزے کو فرمایا وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا (اور ان کو بدلہ دیا جیسا کہ صبر کیا) ان کی زکوٰۃ کو فرمایا وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) اُن کے صدقہ دینے کو فرمایا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ (خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو) اُن کے حج کو فرمایا وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اور اعلان اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے) اُن کے جہاد کو فرمایا اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ (کیا تم نے

حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد رکھنا اُس شخص کے مانند کر دیا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے۔ اور جس نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں تفسیر قمی میں جناب امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین حضرت امیر حمزہؑ حضرت عباس اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عباس نے یہ کہا تھا کہ میں افضل ہوں کہ حاجیوں کا پانی پلانا میرے ہاتھ ہے اور شیبہ نے کہا تھا کہ میں افضل ہوں کہ اس گھر کی دربانی میرے ہاتھ ہے اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں افضل ہوں کہ میں تم دونوں سے پہلے ایمان لایا ہوں۔ پھر میں نے ہجرت کی اور جہاد کیا۔ پس سب اس پر راضی ہوئے کہ جناب رسولِ خدا جو فیصلہ فرما دیں اُس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسی طرح اُن کے صبر کو فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ (اور وہ جن پر جس وقت کبھی کوئی مصیبت پڑے) اُن کی دُعا کو فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ (وہ جو اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں) اُن کی وفا کو فرمایا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (اپنی منت کو پورا کرتے ہیں) اُن کی ضیافت و مہمانداری کو فرمایا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ (سوائے اس کے نہیں کہ ہم تم کو محض خدا کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں) اُن کی تواضع کو فرمایا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سوائے اس کے نہیں کہ اُس کے عالم بندے خدا سے ڈرتے ہیں) اُن کی سچائی کو فرمایا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (تم لوگ حقیقی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ) ان کے آباؤ اجداد کو فرمایا وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (اور تمہارا منتقل کرنا سجدہ کرنے والوں میں) اُن کی اولاد کو فرمایا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ (سوائے اس کے نہیں ہے اے اہل بیتؑ کہ خدا ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر طرح کا رجس دور رکھے) اُن کے ایمان کو فرمایا اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (اوّل والوں سے اوّل) اُن کے علم کو فرمایا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (اور وہ شخص جس کے پاس علم کتاب ہے) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دیکھئے جبریل نے اُن حضرتؑ سے انگوٹھی کا سوال کیا۔ حالت رکوع میں دے دی۔ دیکھو آیہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ میکائیل نے کھانے کا سوال کیا۔ حضرتؑ نے دے دیا۔ دیکھو آیہ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ۔ مصطفےٰ نے جان و روح کا سوال کیا۔ جناب امیرؑ نے اپنی جان آنحضرتؐ پر سے فدا کر دی۔ اور فرش خواب پر سو رہے دیکھو آیہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ اور خدا تعالےٰ نے

علیؑ سے پوشیدہ اور ظاہر بظاہر اپنی راہ میں خرچ چاہا۔ حضرت نے قبول کیا دیکھو آیۂ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ۔ سبحان اللہ ذاتِ جناب امیرؑ کی مجمع مظہر العجائب والغرائب ہے۔

عجائبات دُنیا

عجائبات دُنیا سے یہ چند چیزیں ہیں۔ فرشتوں میں ہاروت و ماروت۔ اور بنی آدم میں عوزیر پیغمبر اور یحییٰؑ کا حضرت زکریاؑ کے بڑھاپے میں پیدا ہونا اور عیسٰیؑ کا بے باپ کے پیدا ہونا اور یحییٰؑ اور عیسٰیؑ کا بچپن میں کلام کرنا اور قرآن کا حدِ اعجاز پر کلام فصیح و بلیغ ہونا۔ اور جناب امیرؑ کی شجاعت اور عجائباتِ دُنیا سے سگِ کہف ہے اور حمارِ عوزیرؑ اور گوسالۂ سامری اور ناقۂ صالحؑ اور گوسفند اسمٰعیلؑ اور ماہی یونسؑ اور ہُدہُد سلیمانؑ اور غراب ہابیلؑ اور ذوالفقار علیؑ۔ از بسکہ انسان کو خداوندِ عالم نے بطفیل محمدؐ علیؑ کے پیدا کیا ہے۔ پس سر انسان کا بمنزلہ محمدؐ کی میم کے ہے اور دونوں ہاتھ بمنزلہ ح کے ہیں اور شکم بمنزلہ دوسری میم کے ہے اور دونوں پاؤں بمنزلہ دال کے ہیں۔

نامِ علی بر چہرۂ انسان

اسی طرح ہر شخص کے چہرہ پر بھی نام علیؑ لکھا ہے۔ آنکھ بمنزلہ عین کے ہے۔ اور ناک بمنزلہ لام ہے اور ابرو بمنزلہ یا ہے۔ اور جو دشمنِ علیؑ ہے اُس کے چہرہ پر بھی کچھ لکھا ہے۔ مگر ناک اُس کی بمنزلہ لام ہے۔ اور آنکھ اُس کی بمنزلہ ع ہے اور ابرو اس کی بمنزلہ نون ہے دیکھیے پانی کو خدا نے طاہر پیدا کیا ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اُتارا) اگر پانی نہ ملے تو خاک پر تیمم کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن میں ہے فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا (پس نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کر لو) پیغمبرِ خدا کی بنت الطاہر ہے اور جناب امیرؑ کی کنیت ابوتراب ہے مطلب یہ ہے کہ جس وقت پیغمبرؐ نہ ہوں تو ابوتراب کی طرف رجوع کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

مجلس ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ الْحَمِيْدُ فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۔

خداوندِ حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ نہیں ہے کوئی حاکم تمہارا مگر خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کہ برپا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ رکوع میں۔ صاحب مجمع البیان اس آیت کی تفسیر میں عبایہ بن ربعی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن ہم عبداللہ بن عباس کے پاس چاہِ زمزم کے کنارے بیٹھے تھے اور جناب رسولِ خداؐ کی حدیثوں کا ذکر تھا کہ ایک شخص نقابدار آیا اور ہمارے پاس بیٹھ گیا۔ جب ابن عباس ایک حدیث نقل کرتے تھے تو وہ بھی ایک حدیث بیان کرتا تھا۔ ابن عباس نے متعجب ہو کر پوچھا تو کون ہے۔ اس نے نقاب کو منہ سے اٹھا دیا اور کہا جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں بتائے دیتا ہوں کہ میں جندب بن جنادہ ابوذر غفاری ہوں۔ رسول اللہؐ سے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اگر جھوٹ کہتا ہوں تو یہ کان بہرے ہو جائیں اور اس جناب کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اگر غلط کہتا ہوں تو یہ آنکھیں اندھی ہو جائیں کہ فرمایا آنحضرتؐ نے عَلِیٌّ قَائِدُ الْبَرَرَۃِ قَاتِلُ الْکَفَرَۃِ مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَہٗ وَ مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَہٗ۔ علی نیکیوں کا پیشوا ہے۔ کافروں کا قاتل ہے۔ جو اس کی نصرت کرے گا وہ منصور و رستگار ہوگا اور جو اس کی اہانت کریگا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔

انگوٹھی دینا جناب امیرؑ کا رکوع میں

ایہا الناس میں ایک دن جناب رسولِ خداؐ کے ساتھ نماز ظہر پڑھتا تھا کہ ایک سائل آیا اور اہلِ مسجد سے سوال کیا۔ کسی نے کچھ نہ دیا۔ اس وقت اس نے دونوں ہاتھ اپنے آسمان کی طرف اٹھائے اور کہنے لگا۔ خداوندا تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے گھر میں مسجدِ رسولؐ میں سوال کیا مگر کچھ نہ پایا۔ اب تیرے گھر سے محروم پھرا جاتا ہوں۔ اس وقت جناب امیرؑ رکوع میں تھے۔ اپنی انگلی سے سائل کی طرف اشارہ کیا اس نے آکر انگوٹھی اتار لی اور چلا گیا۔ جناب رسولِ خداؐ کو حالتِ نماز میں معلوم ہو گیا۔ جب فارغ ہوئے سر اپنا آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنَّ اَخِیْ مُوْسٰی سَاَلَکَ فَقَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ وَ احْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِہٖۤ اَزْرِیْ وَ اَشْرِکْہُ فِیْۤ اَمْرِیْ۔ خداوندا میرے بھائی جناب موسیٰؑ نے تجھ سے یہ سوال کیا تھا کہ کشادہ کر میرا سینہ اور میرا امر میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرے واسطے میرے اہل بیت سے میرے بھائی ہارون کو

وزیر قرار دے۔ اُن کے سبب سے میری پشت کو مضبوط کر اور ان کو امرِ رسالت میں میرا شریک کر، خداوندا تو نے دُعا اُن کی قبول کی اور قرآن میں فرمایا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ الآیۃ ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے) اَللّٰھُمَّ اَنَا مُحَمَّدٌ نَبِیُّكَ وَصَفِیُّكَ فَاشْرَحْ لِی صَدْرِی وَیَسِّرْ لِی اَمْرِی وَاجْعَلْ لِی وَزِیْرًا مِنْ اَھْلِی اَخِی عَلِیًّا وَاشْدُدْ بِهٖ ظَهْرِی (خداوندا میں محمد تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ ہوں میرے بھی سینہ کو کھول دے اور میرے اہل سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر مقرر فرما اور اُس سے میری پشت قوی کر۔ ابوذر کہتے ہیں قسم ہے خدا کی ہنوز کلام رسولؐ خدا کا تمام نہ ہوا تھا کہ جبرئیلؑ منجانب خداوند جلیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ الآیۃ۔ اس دُعا سے پیغمبرؐ کے ظاہر ہوا کہ جناب امیرؑ پیغمبرؐ خدا کے نائب اور وزیر تھے جس طرح ہارون حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ اور وزیر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب رسالت مآبؐ نے اکثر فرمایا ہے عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی (علیؑ مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی

شاہنکہ وصی بود ولی بود علیؑ بود — سلطانِ سخا و کرم وجود علیؑ بود
ہارون ولایت ز پس موسیٰؑ عمران — واللّٰہ علیؑ بود علیؑ بود علیؑ بود

دیکھئے اس آیت سے کس قدر فضیلت جنابِ امیرؑ کی نکلتی ہے۔ کہ خداوند عالم نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ سب لوگوں کا ولی اور حاکم جنابِ امیرؑ کو قرار دیا ہے جبھی تو خلیفہ ثانی کہا کرتے تھے۔

خلیفہ کا انگشتری دینا

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مجھے بھی اس کی آرزو ہوئی کہ اسی طرح کی میرے لئے بھی کوئی آیت نازل ہوتی اس خیال سے میں نے چالیس انگوٹھیاں حالت رکوع میں سائلین کو دیں مگر کبھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ غزالی نے سر العالمین میں لکھا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت سلیمانؑ کی تھی۔ اور وہ سائل جبرائیلؑ تھے

قیمت انگشتری

غائت المرام میں لکھا ہے کہ نگینہ اس کا یاقوت سُرخ کا تھا جس کا وزن پانچ مثقال کا تھا۔ قیمت اُس کی ملک شام کے خراج کے برابر تھی۔ یعنی تین سو خروار نقرہ اور چار سو خروار طلاء۔

اعتراض مخالفین اور اس کا جواب

چونکہ اس آیت سے انتہائے فضیلت جناب امیرؑ کی ثابت ہوتی ہے۔ اسی سبب سے بعض مخالفین نے اس میں بھی جرح و قدح شروع کی۔ کہنے لگے کہ یہ امر یعنی سائل کو نماز میں انگوٹھی دینا منافی خضوع و خشوع کے ہے۔ کیونکہ کسی جنگ میں تیر پائے اقدس جناب امیرؑ میں لگا تھا۔ اور لوگ اُس کو نکالنا چاہتے تھے تو رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہو جاتا تھا اُس وقت جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ چھوڑ دو علیؑ کو جب یہ نماز میں مشغول ہوں تو اس وقت نکال لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جناب امیرؑ نماز میں مشغول ہوئے اور سجدہ میں گئے تو لوگوں نے تیر پائے اقدس سے نکال لیا۔ اور حضرت کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ اور یہ کیسی نماز تھی کہ سائل کی آواز سُن لی اور حالت رکوع میں انگوٹھی دے دی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جناب امیرؑ جب نماز پڑھتے تھے تو اُس حالت میں اپنے کو پیش خدا حاضر و ناظر سمجھتے تھے جیسا کہ اُن حضرت سے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت آپ نے خدا کو دیکھا ہے جو اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ فرمایا کیونکر ہو سکتا ہے کہ بے دیکھے میں اُس کی عبادت کروں۔ لیکن میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ دل کی آنکھوں سے یعنی نورِ قلب سے اس کو دیکھا ہے تو سائل نے جب خانۂ خدا میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا اور اُس نے کہا خداوندا! میں تیرے در سے محروم پھرا جاتا ہوں۔ یہ آواز اُس کی عالم قدس میں پہنچی۔ جناب امیرؑ بھی وہاں حاضر تھے۔ حضرت کو معلوم ہو گیا۔ انگوٹھی سائل کو دے دی اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ دو عبادتوں کو ایک ساتھ ادا کیا۔ ثانیاً جواب اس کا بطور مذاق اہل سخن یہ ہے کہ سائل نے خدا کے گھر میں سوال کیا تھا۔ خدا کو منظور نہ ہوا کہ سائل ہمارے گھر سے محروم جائے۔ مگر چونکہ خدا جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ کیونکر اپنے ہاتھ سے دیتا۔ البتہ جناب امیرؑ ید اللہ تھے اس لئے خدا نے اُن کے ہاتھ سے انگوٹھی دلوائی۔ تاکہ دستِ خدا سے سائل کو انگوٹھی پہنچ جائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کلام کرنا خدا کا جناب رسولؐ خدا سے زبان علیؑ میں

ایک مرتبہ کسی نے خدمت رسولِ خدا میں عرض کی یا رسول اللہ خداوندِ عالم نے شب معراج آپ سے کس زبان میں کلام کیا تھا۔ فرمایا خَاطَبَنِیْ بِلُغَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ پروردگارِ عالم نے میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کی زبان اور لہجے میں مجھ سے کلام کیا۔ میں

نے عرش کی بابت اپنا مجھ سے تو نے کلام کیا یا علیؑ نے ارشاد ہوا اے رسولؐ میں اور اشیاء کی مانند نہیں ہوں آدمیوں کے ساتھ میرا قیاس نہیں کیا جاتا اور نہ اشباہ و امثال کے ساتھ میرا وصف کیا جاتا ہے میں نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علی کو تمہارے نور سے ۔ چونکہ میں تمہارے مافی الضمیر سے مطلع تھا میں جانتا تھا کہ کوئی تمہارا محبوب علی بن ابی طالب سے زیادہ نہیں ہے ۔ اسی سبب سے میں نے تم سے زبانِ علی میں باتیں کیں ۔ تاکہ تمہارا قلب مطمئن ہو

تصویر جناب امیرؑ آسمان پنجم پر

اعمش نے جناب امام ابو جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو علی بن ابی طالب کی صورت کو وہاں دیکھا ۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ یہ کیا صورت ہے جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ فرشتوں نے خواہش کی کہ علیؑ ابن ابیطالب کے مشاہدۂ جمال سے بہرہ مند ہوں ۔ اور عرض کی خداوندا روئے زمین پر تو انسان صبح و شام مشاہدۂ جمالِ علیؑ ابن ابی طالب سے جو تیرے حبیب کا حبیب اور خلیفہ اور وصی امین ہے ۔ بہرہ مند ہوتے ہیں ہمیں بھی اُن کے مشاہدۂ جمال سے اسی قدر بہرہ مند فرما جس قدر کہ اہلِ دنیا کو تو اُن سے بہرہ مند کرتا ہے ۔ حق تعالیٰ نے اُن کی التجا قبول کی اور اپنے نورِ اقدس سے صورتِ امیر المومنینؑ کو آسمان پر پیدا کیا کہ شب و روز سب فرشتے زیارت کرتے ہیں ۔ اور صبح و شام اُن کی طرف نظر کرتے ہیں۔

دفعِ شبہ

یہاں پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے جنابِ امیر کی افضلیت پیغمبرِ خدا پر لازم آتی ہے کہ فرشتے پیغمبرِ خدا کی زیارت کے جو اصل تھے خواہاں نہ ہوئے اور علیؑ بن ابی طالب کی زیارت کے جو کہ فرع تھے خواہاں ہوئے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز اس سے جنابِ امیرؑ کی افضلیت پیغمبرِ خدا پر ثابت نہیں ہوتی ۔ اس لئے کہ فرشتے نفسِ رسول ہونے کی حیثیت سے اور بابِ مدینۃ العلم کے لحاظ سے اُن جناب کے مشتاقِ زیارت ہوئے ۔ نہ اس حیثیت سے کہ وہ معاذ اللہ آنحضرت سے افضل ہیں ۔ علاوہ اس کے فرشتوں نے خداوندِ عالم سے زیارتِ رسولؐ کی بھی درخواست کی تھی ۔ اور خدا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں اپنے حبیب کی زیارت سے مشرف کروں گا ۔ اس لئے پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب کو آسمان پر طلب کیا کہ وہ ملائکہ بھی میرے حبیب کی زیارت سے مشرف ہوں

چونکہ جناب رسالتمآب، خود آسمان پر تشریف لے گئے بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک سو بائیس مرتبہ آنحضرت کو معراج ہوئی۔ اس لئے آپ کی زیارت کی ضرورت نہ رہی تھی۔ اور جناب امیرؑ کے واسطے یہ بات نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کی زیارت کی ضرورت تھی۔ پس حق تعالےٰ نے صورت کو اپنے نور سے پیدا کرکے اُن فرشتوں کی آرزو پوری کر دی۔ مومنینؑ جب ابن ملجم شقی نے سر اقدس جناب امیرؑ پر ضرب لگائی ہے تو اس تصویر کے سر پر بھی اثر ظاہر ہوا اور شگافتہ ہوگیا اور خون جاری ہوا۔ فرشتوں میں فریاد کی آواز بلند ہوئی۔ جبرئیلؑ نے یہ ماجرا دیکھ کر تمام اہل عالم کی اطلاع کے لئے بہ آواز بلند ندا کی قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

حال شہادت امیر المومنین

مناہر الاسلام میں بروایاتِ مختلفہ منقول ہے کہ جب ماہِ مبارک رمضان داخل ہوتا تھا تو وہ حضور ایک شب جناب امام حسنؑ کے یہاں افطار فرمایا کرتے تھے اور ایک شب جناب امام حسینؑ کے یہاں اور ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر کے یہاں۔ مگر تین لقمے سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے اُنیسویں شب کو کسی نے پوچھا کہ آپ کھانے میں اس قدر تقلیل کیوں فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ دو ایک شبیں میری زندگانی کی اور باقی رہ گئی ہیں چاہتا ہوں کہ باشکم گرسنہ خدا کے حضور میں جاؤں۔ جناب اُمِّ کلثومؑ نے افطار کے واسطے دو روٹیاں جو کی، اور نمک اور ایک پیالہ دودھ لا کے سامنے رکھا۔ جب آپ نے دیکھا تو رو کر فرمایا اے بیٹی تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارا باپ خدا کے سامنے روزِ قیامت دیر تک حساب کے واسطے کھڑا رہے۔ بیٹی میں رسولِ خدا کا تابع ہوں، تا زندگی آنحضرت نے روٹی کے ساتھ کبھی دو نان خورش[1] ایک وقت میں نوش نہیں فرمائے۔ اے بیٹی اِنَّ الدُّنْیَا فِیْ حَلَالِهَا حِسَابٌ وَّفِیْ حَرَامِهَا عِقَابٌ (دنیا کی حلال چیزوں میں حساب ہے اور حرام چیزوں میں عذاب ہے)

کنجیاں خزانہائے زمین کی جبرئیلؑ رسولؐ خدا کے پاس لے آئے

اے بیٹی ایک مرتبہ جناب رسولؐ خدا کے پاس جبرئیلؑ خزانہائے زمین کی کنجیاں لے کر آئے۔ اور کہا یا رسول اللہ! خداوندِ عالم نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ یہ کنجیاں روئے زمین کی حاضر ہیں۔ اگر آپ کہیں تو کوہ ابو قبیس سونے کا ہو جائے اور جو آپ کا مرتبہ ہے بروز قیامت اُس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ فرمایا اے جبرئیل اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا موت! فرمایا تو پھر مجھے

---

[1] جس چیز سے روٹی لگا کر کھائی جائے یعنی سالن ۱۲

اس مالِ دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ یہی بہتر ہے کہ جس روز میں بھوکا رہوں اپنے خدا سے طلب کروں۔ اور جس روز سیر ہوں اس کا شکر بجا لاؤں۔ پھر جناب امیرؑ نے فرمایا اے بیٹی جب تک تم دونوں میں سے ایک نا خورش نہ اٹھاؤ گی میں کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب اُمّ کلثومؑ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا تب حضرت نے ایک روٹی نمک کے ساتھ تناول فرمائی اور شکرِ خدا بجا لاتے۔ اور تمام شب عبادتِ خدا میں مشغول رہے اور نہایت اضطرار میں باہر نکل کر آسمان کو دیکھتے تھے۔ پھر گھر میں چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کے واسطے آنکھ لگ گئی۔ نہایت خوفناک اُٹھے اور اپنی اولاد کو اور اہلِ حرم کو جمع کیا اور فرمایا:۔

بطوں کا شور مچانا

آج کی شب میں نے جناب رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ اے ابوالحسنؑ میں تمہارا بہت مشتاق ہوں عنقریب تم میرے پاس آؤ گے۔ یہ سُن کر سب رونے لگے اور حضرت ذکرِ خدا اور استغفار میں مشغول ہوئے۔ جب وقتِ اذان قریب ہوا۔ بقصدِ مسجد دروازہ کھول کر صحن خانہ میں آئے مکان میں کچھ بطیں پلی ہوئی تھیں۔ جب حضرت کو جاتے دیکھا سب لپٹ گئیں اور چلّانے لگیں۔ جناب مفتی صاحب مرحوم فرماتے ہیں:۔ ؎

خند چیاں با اضطرابِ دل رواں — گشت تنہا جانبِ قاتل رواں
لذتِ ذوقِ عبادت یک طرف — جذبہ شوقِ شہادت یک طرف
سوئے مسجد رفت و در راہ آشنائے راہ — بود منقارِ بط و دامانِ شاہ
یعنی لے آقائے ما زیں جا مرد — قاتلِ تُست آں طرف تنہا مرد
قصدِ سر دادن بدیں آئین مکن — زینبؑ و کلثومؑ را غمگین مکن
کس دراں حالت مددگاری نکرد — کس بجز بط نوحہ و زاری نکرد

الغرض اسی حالت سے حضرتؑ مسجد میں آئے۔ اور گلدستۂ اذان پر اس طرح اذان دی کہ تمام کوفہ میں آواز پہنچی۔ ابنِ ملجم ملعون پہلے سے مسجد میں سویا ہوا تھا۔ حضرت اُس کے قریب گئے اور فرمایا اے شخص جس امر کا تو ارادہ رکھتا ہے۔ میں خوب جانتا ہوں اور جو چیز کپڑے میں چھپائے ہوئے ہے اگر کہے تو بتلا دوں۔ یہ فرما کر محرابِ مسجد میں تشریف لائے۔ اور نماز میں مشغول ہوئے۔ ابن ملجم شقی ستونِ مسجد کی آڑ میں کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضرتؑ نے ایک رکعت نماز پڑھی۔ جب پہلے سجدہ سے سر اٹھایا اُس وقت اس ملعون نے اس

نزدے سرِ اقدس پر تلوار لگائی کہ پیشانی تک اتر آئی۔ حضرت سے سنبھلا نہ گیا زمین پر جھک گئے اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ (اللہ کا نام لیکر اور اللہ پر بھروسہ کرکے اور رسول اللہ کی ملت پر کعبے کے پروردگار کی قسم میں نے اپنی مراد پائی اس وقت دروازے مسجد کے آپس میں ٹکرانے لگے۔ قندیلیں گل ہوگئیں۔ عالم میں اندھیرا ہو گیا اور درمیان آسمان و زمین آواز قَدْ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بلند ہوئی۔ حسنینؑ وَا اَبَتَاہُ کہتے ہوئے مسجد کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ حضرت خون میں نہائے جانماز پر پڑے ہیں۔ سب اہلِ مسجد رو رہے ہیں۔ حسنینؑ نے باواز بلند فریاد کی اور کہنے لگے وَا اَبَتَاہُ وَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَاہُ لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنَا الْحَيٰوةَ (ہائے بابا کاش ہمیں موت آتی اور ہم آپ کو اس حال سے نہ دیکھتے) الحاصل جب اکیسویں شب ماہِ رمضان کی آئی تو آپ نے وفات پائی امام حسنؑ نے حسبِ وصیت غسل دیا اور کفن دیا اور نماز پڑھی اور حسنین تابوت اٹھا کر ارضِ غری (نجف اشرف) میں لائے اور ایک قبر میں جو پہلے سے کھدی تیار تھی دفن کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

مجلس ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال اس کے نور کی ایسی ہے جیسے ایک قندیل ہو اور اس میں چراغ ہو۔ اور وہ چراغ ایک فانوس میں روشن ہو جس کا شیشہ ایسا صاف ہو گویا ایک ستارہ روشن چمک رہا ہے۔ اس کی روشنی درخت بابرکت زیتون کے روغن سے ہو جو نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں۔ اس کا روغن نہایت شفاف ہونے کے سبب قریب ہے خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ آگ اس کو چھو بھی نہ جائے۔ اس چراغ میں نور بالائے نور ہی واضح ہو کر یہ

آیتِ نور ہے ۔ اس میں بہت سی باتیں قابلِ تفسیر ہیں ۔ اگر میں سب کو بہ تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوگا ۔ بنظرِ اختصار تھوڑا سا عرض کرتا ہوں ۔ اولاً نور کے معنی سمجھنے چاہئیں ۔ نور اصل میں ایک کیفیت ہے کہ اول آنکھ اس کا ادراک کرتی ہے ۔ پھر اس کے ذریعہ سے کل چیزوں کو جو دیکھنے کے قابل ہیں دیکھ لیتی ہے ۔ چنانچہ نورِ آفتاب جب اُن اجسام پر جو اُس کے مقابل میں ہیں پڑتا ہے تو وہ سب چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں ۔ اور قوت باصرہ انہیں دیکھ کر معلوم کر لیتی ہے ۔

معنی نور ۔ توجیہ اطلاق نور بر خداوند عالم

دُوسرا امر یہ ہے کہ خُدا نے جو اپنی ذات کو نُور کہا ہے اور فرمایا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں کا اور زمین کا نُور ہے) تو اس نور سے کیا مراد ہے کیونکہ خداوندِ عالم نہ جسم ہے نہ جسمانی ۔ نہ جوہر ہے نہ عرض ۔ پھر اُس پر اطلاق نور کا کیونکر ہو سکتا ہے ۔ اس کی تفسیر میں مفسرین نے کئی قول لکھے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ نور کے معنی ہادی کے ہیں کہ جس طرح اندھیری شب میں روشنی سے لوگ راہ پا لیتے ہیں ۔ اسی طرح اہل زمین و آسمان اُس کے لُطف و توفیق سے راہ نجات پا لیتے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ نور بمعنی منوّر کے ہیں ۔ یعنی اللہ روشن کرنے والا زمین و آسمان کا ہے ، آفتاب سے ماہتاب سے اور ستاروں سے ۔ تیسرے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ مراد ہو کہ خدا زینت دینے والا ہے آسمان کو ملائکہ سے آفتاب سے ماہتاب سے ستاروں سے بیت المعمور سے اور زمین کو انبیاء سے ، اولیاء سے ، علماء سے خانہ کعبہ سے ۔ بہرکیف اطلاق نُور کا خداوند عالم پر یہاں بر سبیل مجاز ہے ، نہ حقیقت کیونکہ نور اشیاء حادثہ سے ہے جن میں تغیرات واقع ہوا کرتے ہیں اور خدا حادث و محل حوادث نہیں ہو سکتا ۔

مراد از تمثیل نور بمشکوٰۃ

یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ مثال اُس کے نُور کی مثل مشکوٰۃ کے ہے جس میں چراغ ہو اور وہ چراغ ایک شیشے میں ہو ۔ اس تمثیل میں بھی بہت اختلاف ہے ۔ بعضوں نے کہا ہے ۔ کہ اس نور سے ایمان مراد ہے کہ وہ سینۂ مومن میں ہے کہ بمنزلہ طاق ہے اور دل اُس کا اُس سینہ میں بمنزلہ فانوس ہے اور ایمان اُس کا بمنزلہ چراغ ہے جو اس کے دل میں روشن ہے اور کلمۂ اخلاص بمنزلہ شجرہ ۔ جاننا ہے جس طرح وہ اُس کے دل میں ہے

اگر زبان پر بھی جاری ہو تو وہ نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ دیکھئے مومن کے دل کو حق تعالیٰ نے شیشے سے تشبیہ دی ہے پس چاہئیے کہ کسی مومن کے دل کو سنگ ظلم و اذیت و فحش و غیبت سے نہ توڑے کہ دل شکستہ کا مرہم پذیر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے ؎

دل کو رنجاند کسے خورسند کردن مشکل است
شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نورِ خدا سے مراد یہاں قرآن ہے اور قندیل نفس مومن ہے۔ اور چراغ قرآن ہے جو اُس کے دل میں روشن ہے۔ جس طرح لوگ چراغ کی روشنی سے راہ پاتے ہیں۔ مومن بھی خدا کے نور سے ہدایت پاتا ہے۔ پس گویا چراغ قرآن ہے۔ فانوس مومن کا دل ہے اور قندیل اُس کی زبان و دہان ہے۔ اور اگر وہ قرآن پڑھا جائے اور لوگ اس سے ہدایت پائیں تو پھر نورٌ علیٰ نور ہو گا۔ اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ اس نور سے نورِ محمد مصطفٰے مراد ہے اور خدا نے اُن کو اپنا نور تعظیم کی رو سے فرمایا ہے۔ پس مشکوٰۃ سینہ آنحضرتؐ کا ہے اور فانوس آنحضرت کا قلب ہے اور مصباح یا چراغ آنحضرت کی نبوت ہے۔ وہ جناب نہ شرقی ہیں نہ غربی بلکہ مکی ہیں جو وسط دنیا میں ہے اور نبوت آنحضرتؐ کی شجرۂ مبارکہ ابراہیم خلیل سے ہے۔ پس وہ حضرت خود بھی پیغمبر ہیں اور نسل سے بھی پیغمبر کی ہیں تو یہ نورٌ علیٰ نور ہوا۔ بہرکیف یہ تفسیریں قرآن لوگوں کی ہیں جنھوں نے اپنی رائے سے تفسیر کی ہے۔ اب تفسیر اہل بیتؑ کی جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا سُنئے

تفسیر آیہ مطابق ارشاد ائمہ اہل بیت

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ مشکوٰۃ سے مراد سینۂ نبی ہے اور اُس میں چراغ نور علم ہے اور شیشہ سے مراد سینۂ علیؑ ہے۔ وہ علم آنحضرت نے باب العلم کو عطا کیا کہ سینہ اُن کا نورِ علم کے شجرۂ مبارکہ سے روشن و نورانی ہو گیا جس میں نہ یہودیت ہے نہ نصرانیت اور یکاد زیتہا سے مراد یہ ہے کہ قریب ہے کہ قبل سوال کے عالم آل محمدؐ اپنے علم سے کلام کرنے لگے وہ حضرتؐ نورٌ علیٰ نور ہیں۔ یعنی آل محمدؐ میں ایسا امام جو مؤید بنور علم ہو ایک کے بعد ایک قیامت تک باقی رہے گا۔ یہی لوگ اوصیاء اور خلفاء خدا ہیں روئے زمین اور حجت خدا ہیں خلق پر کسی زمانہ میں زمین ان اماموں سے اور حجتہائے خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ سبحان اللہ کیا مراتب ہیں دوازدہ ائمہ کے۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ

؎ اسنیٰ المطالب ۱۲

اکثر روایات میں آیا ہے کہ جناب رسول خدا نے اس آیت کی تفسیر میں جناب امیر سے فرمایا ہے!
اے علی میں نور ہوں اور تم مشکوٰۃ ہو اور المصباح حسنؑ و حسینؑ ہیں اَلزُّجَاجَۃُ علی ابن الحسینؑ ہیں
کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ محمد بن علی ہیں یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ جعفر بن محمد مُّبٰرَکَۃٍ موسیٰ
بن جعفر زَیْتُوْنَۃٍ علی بن موسیٰ لَّا شَرْقِیَّۃٍ محمد بن علیؑ ہیں وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ علی بن
محمد یَّکَادُ زَیْتُھَا حسن بن علیؑ اور یُضِیْٓءُ سے مہدی آخر الزماں مراد ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ سبحان اللہ کیا مراتب ہیں ائمہ اثنا عشر کے۔

مراد از اولی الامر

جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا سے
آیہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
کی تفسیر پوچھی کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے اللہ کو بھی پہچانا اور رسول کو بھی پہچانا مگر اولی الامر
کو نہ سمجھے کہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا اے جابر وہ لوگ میرے بعد میرے خلیفہ اور کل مسلمانوں کے
امام ہیں کہ اول اُن میں سے علیؑ بن ابی طالب ہیں بعد اُن کے حسنؑ بعد اُن کے حسین بعد
بعد اُن کے علیؑ بن الحسین بعد اُن کے محمد بن علیؑ جن کا نام توریت میں باقرؑ ہے اور اے
جابر تم اُن کا زمانہ پاؤ گے جب تم سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا پھر فرمایا بعد اُن کے
جعفر صادقؑ بن محمد بعد اُن کے موسیٰؑ بن جعفر بعد اُن کے علی بن موسیٰؑ بعد اُن کے محمدؑ بن علی
بعد اُن کے علیؑ بن محمد بعد اُن کے حسنؑ بن علیؑ بعد اُن کے میرے ہمنام حجت خدا روئے زمین
پر ہوں گے جو باقی رہیں گے خدا اُن کے ہاتھوں پر مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ وہ اپنے
شیعوں کی نظر سے غائب رہیں گے۔ اُن کی امامت کا وہی شخص قائل ہو گا جس کے
دل کا خداوند عالم نے ایمان کے ساتھ امتحان لیا ہو گا۔

مراد از صدیقین و شہداء و صالحین

آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ
مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ
رَفِیْقًا اور جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے پس وہی اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر

لہ اے ایمان لانے والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی جو تمہیں میں سے ہیں ۱۲

عہ ینابیع المودۃ ، روضۃ الاحباب ۱۲

اللہ نے انعام کیا ہے کہ بعض انبیاء میں سے ہیں اور بعض صدیقین سے اور بعض شہداء میں سے اور بعض صالحین میں سے اور یہی تو سب سے بہتر رفاقت ہے۔ اس کی تفسیر میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ مِنَ النَّبِيِّينَ سے مراد محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ وَالصِّدِّيقِينَ سے مراد علیؑ مرتضیٰ وَالشُّهَدَاءِ سے حسنؑ حسینؑ اور وَالصَّالِحِينَ سے بقیہ نو امام مراد ہیں اور حَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا سے مراد خاص امام مہدیؑ آخر الزمان ہیں۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

مراد از آفتاب و ماہتاب و زہرہ فرقدین و نجوم

انس بن مالک سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خداؐ کے ساتھ ہم لوگوں نے صبح کی نماز پڑھی، جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا أَيُّهَا النَّاسُ جو شخص آفتاب کو نہ پائے تو اُس کو چاہیئے کہ ماہتاب کی طرف رجوع کرے اور جو شخص ماہتاب کو بھی نہ پائے تو اُس کو چاہیئے کہ ستارۂ زہرہ کی طرف رجوع کرے اور جو شخص زہرہ کو بھی نہ پائے اُس کو چاہیئے کہ فرقدین سے متمسک ہو اور جو شخص فرقدین کو بھی نہ پا سکے۔ وہ اور ستارہائے روشن سے متمسک ہو۔ لوگوں نے اُس کی تفسیر پوچھی تو فرمایا آفتاب میں ہوں اور قمر علیؑ ہیں اور زہرہ سے مراد فاطمۂ زہراؑ ہیں اور فرقدین سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں اور نجوم روشن سے مراد نو امام ہیں جو صلب حسینؑ سے ہوں گے۔ اور نویں اُن کے مہدی آخر الزمان ہوں گے۔

بیان بارہ چیزوں کا

سبحان اللہ کیا مراتب ہیں اُن بارہ اماموں کے دیکھئے بارہ ہی چیزوں سے تمام عالم قائم ہے آسمان میں ۱۲ برج ہیں۔ قرآن میں ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) تمام سال کے مہینے بھی بارہ ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (بیشک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہے) دن کی ساعتیں بارہ ہیں اور شب کی ساعتیں بھی بارہ ہیں اور عدد و سال منجمین و حکماء کے نزدیک بھی بارہ ہیں۔ روئے زمین پر جو بڑے بڑے جزیرے ہیں۔ وہ بھی بارہ ہیں۔ نقبائے بنی اسرائیل بھی بارہ تھے وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (اور ہم نے اُن میں سے بارہ نقیب مبعوث کئے) اور اسباط یعنی اولادِ یعقوب بارہ تھے وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا (اور ہم نے اُن کو از روئے سبط کے بارہ گروہ کر دیا) جناب عیسیٰؑ کے حواری اور اوصیاء بھی

بارہ تھے۔ دیکھئے اس آیت میں بارہ نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (بیشک ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور اُن کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی کی تھی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی) یہ سب جانتے ہیں جس سے دین و ایمان مسلمان کا قائم ہے یعنی کلمہ شہادتین اُس میں بارہ ہی بارہ حروف ہیں۔ کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اس میں بارہ حروف ہیں کلمہ شہادت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اس میں بھی بارہ ہی حروف ہیں اور بہشت میں نہریں بھی بارہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں مختلف جگہوں میں مذکور ہے فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (اُن جنتوں میں ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جس کا ذائقہ نہ بدلے گا اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کے مزے میں کچھ تبدیلی نہ ہوگی اور شراب کی نہریں ہوں گی۔ جو پینے والوں کو پُرلطف معلوم ہوں گی اور شہد خالص کی نہریں ہوں گی اُس میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ بے شک ہم نے تم کو کوثر عطا کیا۔ اور اُن کو مہر لگائی ہوئی شراب میں سے پلایا جائے گا۔ آمیزش اس میں تسنیم کی ہوگی۔ اُن دونوں میں دو چشمے جاری ہیں۔ اُن دونوں میں دو چشمے فوارے والے ہوں گے) اب اُن آیات کو جو بارہ اماموں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اُن میں بارہ بارہ حروف ہیں۔ سُنئے۔ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (ہم نے عطا کیا تم کو کوثر اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو رفعت دی۔ آدم کو کل نام تعلیم کئے۔ اور ہم نے اُن کو امام مقرر کیا۔ پس اُن کی ہدایت کی تم پیروی کرو۔ عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں دکھلائیں گے۔ پس جب تم فارغ ہو چکے تو اپنی جگہ پر قائم مقام کر دو۔ میرا ذکر اپنے رب کے پاس کر دیجیو) اب خداوند عالم کے ناموں کو سُنئے

جن میں بارہ ہی بارہ حروف ہیں۔ اَلْوَاحِدُ الْقَدِیْمُ۔ اَلْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔ اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ اَللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ خَالِقُ الْعَالَمِیْنَ۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَلْخَالِقُ الرَّازِقُ۔ اَلدَّائِمُ الْبَاقِیْ۔ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ خدا کے ناموں کو سن چکے اب پیغمبر خدا کے ناموں کو بھی سنئے جن میں بارہ بارہ حروف ہیں اَلنَّبِیُّ الْمُصْطَفٰی۔ اَلْوَلِیُّ الْمُجْتَبٰی۔ اَفْضَلُ الْعَالَمِیْنَ۔ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْبَشِیْرُ النَّذِیْرُ۔ اَلسِّرَاجُ الْمُنِیْرُ۔ اَلصَّادِقُ الْمَقَالُ۔ اَلشَّرِیْفُ الْخِصَالُ اَلْهَادِی الْمُرْشِدُ۔ اَلشَّفِیْعُ الْمُنْقِذُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ مُحَمَّدٌ حَبِیْبُ اللّٰهِ۔ مُحَمَّدٌ اَمِیْنُ اللّٰهِ۔ مُحَمَّدٌ جَآءَ بِالشَّرْعِ۔ مُحَمَّدٌ خُصَّ بِالْوَحْیِ مُحَمَّدٌ صَاحِبُ الْحَقِّ۔ مُحَمَّدٌ صَفْوَۃُ الرَّبِّ۔ مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الرُّسُلِ مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْبَشَرِ۔ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الْهُدٰی۔ مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْعَرَبِ۔ اب جناب امیرؑ کے القاب کو بھی سنئے۔ جن میں بارہ ہی بارہ حروف ہیں۔ عَلِیٌّ قَامِعُ الشِّرْکِ عَلِیٌّ دَامِغُ الْاِفْکِ۔ عَلِیٌّ قَالِعُ الْبَابِ۔ عَلِیٌّ رَادُّ الْاَحْزَابِ۔ عَلِیٌّ عَالِمُ الْاُمَّۃِ۔ عَلِیٌّ اَبُو الْاَئِمَّۃِ۔ عَلِیٌّ فَارِجُ الْکُرَبِ۔ عَلِیٌّ خَلِیْفَۃُ الرَّبِّ عَلِیٌّ ذُو الْعَجَائِبِ۔ عَلِیٌّ ذُو الْغَرَائِبِ۔ اب میں بارہوں امام کے ناموں کو بیان کرتا ہوں۔ جن کے سننے سے دل آپ کے نورانی ہو جائیں۔ اور ان میں بارہ ہی بارہ حروف ہوں گے۔ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ۔ اَلْحَسَنُ الْمَسْمُوْمُ اَلْحُسَیْنُ الشَّهِیْدُ۔ عَلِیٌّ ذُو الثَّفِنَاتِ۔ اَلْاِمَامُ الْبَاقِرُ۔ اَلْاِمَامُ الصَّادِقُ اَلْاِمَامُ الْکَاظِمُ۔ اَلرِّضَا وَصِیُّ مُوْسٰی۔ اَبُوْ جَعْفَرِ التَّقِیُّ۔ اَلْبَرُّ عَلِیُّ النَّقِیُّ۔ اَلْحَسَنُ الْعَسْکَرِیُّ۔ اَلْحُجَّۃُ الْمُنْتَظَرُ۔ اَلْقَائِمُ الْمَهْدِیُّ۔ ان اماموں کے حق میں جو پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ اُسے بھی سن لیجئے۔ اور اُس میں بھی بارہ حروف گن لیجئے۔ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً۔ اِثْنَا عَشَرَ اِمَامًا اِثْنَا عَشَرَ نَقِیْبًا۔ اَلْعِتْرَۃُ الزَّکِیَّۃُ۔ اَهْلُ بَیْتِ الرَّسُوْلِ۔ وَلِیُّهُمْ فِی الْجَنَّۃِ اَعْدَاءُهُمْ فِی النَّارِ۔ شعر: قَدْ اَتَانَا فِیْ خَبَرٍ (۱۲) بِاَنَّهُمْ اِثْنَا عَشَرَ وُسِیْلَتِیْ فِیْ مَحْشَرٍ (۱۲) اَئِمَّتِیْ اِثْنَا عَشَرَ (۱۲)۔ اب میں ان اماموں میں سے

سلہ لے ادلادہ سلہ اے باولادہ ۳ہ وذلک انہ رای اسمائہم مکتوبات علی العرش

آج حال ولادت باسعادت سبط اوّل امام ثانی جناب امام حسنؑ کا بیان کرتا ہوں۔ وہ جب شب پانزدہم ماہ رمضان ۳ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ کیسے امام حسن کے اوصاف یہ ہیں۔

القاب حضرت

اَلْاِمَامُ الْمُؤْتَمَنُ۔ مُنِيْرُ الثَّارِ وَالْاَحَنِ۔ صَاحِبُ السَّمْتِ وَالْحَقِّ۔ عَالِمُ الصَّبْرِ وَالْوَرَعِ وَاضِعُ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ۔ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنُ۔ مَعْدِنُ الصَّفَاءِ۔ شَجَرَةُ السَّخَاءِ۔ ثَمَرَةُ الْوَفَاءِ مِنْ مَزْرَعِ الزَّهْرَاءِ۔ كَلِمَةُ التَّقْوٰى۔ اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى۔ سَبِيْلُ الْهُدٰى رَضِيْعُ التُّقٰى۔ غَيْثُ النَّدٰى۔ غِيَاثُ الْوَرٰى۔ وَلِيُّ عَهْدِ الْمُرْتَضٰى۔ شَبِيْهُ الْخَلْقِ وَالْمُصْطَفٰى اَلْحَسَنُ الْمُجْتَبٰى۔ قِبْلَةُ الْعَارِفِيْنَ۔ عَلَمُ الْمُهْتَدِيْنَ۔ ثَانِي الْخَمْسَةِ الْمَيَامِيْنِ۔ اَلَّذِيْ افْتَخَرَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ وَبَاهَلَ بِهِمُ اللّٰهُ الْمُبَاهِلِيْنَ۔ مَنْبَعُ الْحِكْمَةِ۔ مَعْدِنُ الْعِصْمَةِ۔ كَاشِفُ الْغُمَّةِ۔ مُكَرَّمُ الْاُمَّةِ۔ وَلِيُّ النِّعْمَةِ۔ عَالِي الْهِمَّةِ۔ جَوْهَرُ الْهِدَايَةِ۔ لَهِيْبُ الْبِدَايَةِ وَالنِّهَايَةِ۔ صَاحِبُ اللِّوَاءِ وَالدِّرَايَةِ۔ اَلسِّبْطُ الْمُبَجَّلُ۔ وَالْاِمَامُ الْمُفَضَّلُ۔ اَلَّذِيْ حُبُّهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ مِنَ النَّارِ جُنَّةٌ وَمُتَابَعَتُهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَاجِبٌ لَا سُنَّةٌ۔ ثَمَرَةُ قَلْبِ النَّبِيِّ قُرَّةُ عَيْنِ الْوَصِيِّ۔ اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

نام رکھنا امام حسنؑ کا

جب وہ حضرت پیدا ہوئے تو سیدہ نے جناب امیرؑ سے کہا کہ آپ نے اس مولود کا کچھ نام رکھا۔ فرمایا میں رسولؐ خدا پر سبقت نہیں کر سکتا۔ جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ میں پروردگار عالم پر سبقت نہیں کر سکتا۔ پروردگار عالم نے جبرئیلؑ کو وحی کی کہ اے جبرئیلؑ میرے دوست محمد مصطفٰےؐ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے جاؤ اور میری طرف سے مبارکباد دو۔ اور کہو کہ علیؑ بمنزلہ ہارونؑ کے ہے تمہارے لئے پس جو نام ہارون کے بیٹے کا تھا وہی نام اس مولود کا رکھو۔ جب جبرئیلؑ نے یہ حکم خدا پہنچایا پیغمبرؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ ہارونؑ کے بیٹے کا کیا نام تھا کہا شبر۔ فرمایا میری زبان تو عربی ہے اور یہ لفظ عبرانی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا حسنؑ نام رکھیے۔ اس وقت آپ نے حسن نام رکھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

روایت ابوسفیان

ایک مرتبہ ابوسفیان اپنے زمانۂ کفر میں جناب امیرؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کے آیا ہوں۔ فرمایا کیا مطلب ہے۔ کہنے لگا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور پیغمبرؐ سے سفارش کریں کہ میرے واسطے ایک عہدنامہ اور نوشتہ لکھ دیں کہ میرے حال سے کوئی مسلمان متعرض نہ ہو۔ فرمایا۔

لے ابوسفیان جناب رسول خدا تیرے بارے میں عہد کر چکے ہیں وہ ہرگز اس سے نہ پھریں گے۔ چو
پردے کے اندر تھیں اور امام حسنؑ کا سن اُس وقت چودہ مہینے کا تھا۔ سامنے کھیل رہے تھے ابو س
لگا اے دختر محمدؐ اس لڑکے سے کہو کہ اپنے نانا سے میرے لئے سعی کرے۔ یہ سن کر جناب امام حسنؑ ال
کی طرف متوجہ ہوئے اور بقدرت خدا بولنے لگے اور فرمایا اے ابوسفیان کہہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه
الخ میں تیری شفاعت کروں گا۔ یہ دیکھ کر جناب امیرؑ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ذریت آل محمدؐ میں
یحییٰ بن زکریا کے پیدا کیا جنہوں نے لڑکپن میں کلام کیا تھا۔ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ علی بن ابرا
نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء طاہرین سے روایت
کی کہ جب جناب امیرؑ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ معاویہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ آمادۂ قتال ہے تو پوچھا
لوگ کس قوم و قبیلہ سے ہیں۔ لوگوں نے کہا اہل شام سے فرمایا بلکہ اہل شوم سے۔ نسل سے
کی ہیں۔ جن پر حضرت داؤدؑ نے لعنت اور بددعا کی تھی اور خدا نے ان لوگوں کو بندر اور سؤر کی صو
پر مسخ کر دیا تھا۔ بعد اس کے حضرتؑ نے معاویہ کو یہ خط لکھا کہ تو کیوں اتنے بندگان خدا کا خون کر
ہے۔ فقط ہم ہی دونوں آدمی لڑ لیں اگر تو مارا گیا تو جہنم میں پہنچ جائے گا۔ لوگ تیرے ظلم سے راح
پائیں گے اور اگر میں قتل ہوں گا تو بہشت میں پہنچوں گا۔ تیری مراد بر آئے گی۔ جب معاویہ نے یہ خط پڑ
جتنے مصاحبین اُس کے وہاں موجود تھے سب نے پسند کیا کہنے لگے خدا کی قسم علیؑ نے منصفانہ
ہے۔ معاویہ نے کہا میں اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ ایک لاکھ فوج سے قتال کروں گا۔ مجھ سے یہ کہاں ہو
سکتا ہے کہ اُن سے مقابلہ کروں میں نے رسولؐ خدا سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر مشرق سے
مغرب تک لوگ علیؑ سے مقابلہ کریں گے تو وہ سب کو قتل کر دے گا۔ لوگوں نے کہا کہ تو پھر کیوں لڑ
ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ ہم لوگ علیؑ سے لڑنے میں حق پر نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا جو کچھ ہو اب تو میں
ارادہ کر چکا جب یہ خبر بادشاہ روم کو پہنچی کہ دو بادشاہ ملک کے واسطے آمادۂ پیکار ہیں تو اُس نے پوچھا کہ
وہ دونوں کہاں رہتے ہیں کسی نے کہا ایک کوفہ میں اور دوسرا شام میں۔ بادشاہ نے وزیروں سے کہا تجار
عرب سے ایسا شخص لے آؤ جو دونوں کے اوصاف اور شمائل کو بیان کرے وہ لوگ دو شخص تجار شام سے
اور دو شخص تجار کوفہ سے لے آئے بادشاہ روم نے اُن سے معاویہ کے اور جناب امیرؑ کے اوصاف پوچھے
جب کیفیت معلوم ہوئی تو اپنے خزانہ سے اس نے کچھ تصویریں جو مجسم تھیں طلب کیں صورت دیکھ کر کہنے
لگا بیشک یہ شامی گمراہ و بے دین ہے اور یہ کوفہ کا رہنے والا ہادی و برحق ہے۔ بعد اس کے معاویہ
کے نام خط لکھا کہ جو تیرے خاندان میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اُسے بھیج دے تا بعد گفتگو کے دیکھوں کہ

اس ملک کا مستحق تم دونوں میں سے کون ہے اور جناب امیرؑ کو بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ الحاصل معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو بھیجا اور جناب امیرؑ نے اپنے فرزند جناب امام حسنؑ کو بھیجا۔ جب یزید بادشاہ روم کے پاس پہنچا۔ اُس کے ہاتھ اور سر کو بوسہ دیا۔ اور امام حسنؑ جب تشریف لے گئے تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْنِیْ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلَا مَجُوْسِیًّا وَّلَا عَابِدَ الشَّمْسِ وَلَا الْقَمَرِ وَلَا الصَّنَمِ وَلَا الْبَقَرِ وَجَعَلَنِیْ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّلَمْ یَجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اور شکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے یہودی اور نصرانی اور مجوسی نہیں بنایا۔ اور نہ بُت پرست نہ آفتاب و ماہتاب و گاؤ پرست بلکہ مسلمان قرار دیا اور مشرک نہیں کیا) بعد اس کے بیٹھ گئے اور کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ بادشاہ نے اُس وقت دونوں کو اپنی اپنی منزل پر رخصت کیا) اُس کے بعد پہلے یزید کو بلایا اور تین سو تیرہ صندوق اپنے خزانہ سے منگوائے جن میں انبیاء کی تصویریں تھیں۔ پہلے ایک تصویر کو نکالا اور یزید سے پوچھا کس کی تصویر ہے اُس نے نہ بتایا پھر ایک ایک کرکے نکالا اور پوچھا کسی ایک کو نہ بتایا گیا گویا بُت ہوگیا۔ پھر بادشاہ نے پوچھا خلائق کو روزی کہاں سے تقسیم ہوتی ہے اور روحیں مومنین کی کہاں جمع ہوتی ہیں اور روحیں کفار کی کہاں رہتی ہیں۔ یزید نے کچھ نہ بتایا۔ تب بادشاہ نے جناب امام حسنؑ کو بلایا اور کہا کہ میں نے یزید کو اس واسطے پہلے بلایا تھا کہ یہ جان لے کہ جو آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کے پاس علم ہے وہ یہ اور اس کا باپ نہیں رکھتا۔ میں نے انجیل میں بھی دیکھا ہے تو اُس میں محمدؐ کو رسولِ خدا اور علیؑ کو اُن کا وزیر پایا ہے۔ جناب امام حسنؑ نے فرمایا مجھ سے جو پوچھنا ہو پوچھ خواہ انجیل سے ہو خواہ توریت سے یا قرآن سے۔ اُس وقت بادشاہ نے تصویروں کو منگوایا اور پہلی تصویر دکھائی۔ امام حسنؑ نے دیکھ کر فرمایا یہ آدمؑ ابو البشر ہیں دوسری دکھائی فرمایا یہ حوّا امّ البشر ہیں۔ تیسری کو فرمایا یہ شیثؑ بن آدم ہیں جو ایک ہزار چالیس برس زندہ رہے چوتھی کو فرمایا یہ نوحؑ صاحب سفینہ ہیں جن کی عمر چودہ سو برس کی تھی۔ پانچویں کو فرمایا یہ ابراہیمؑ ہیں۔ چھٹی کو یعقوبؑ۔ ساتویں کو اسمٰعیلؑ آٹھویں کو یوسفؑ بتایا۔ نویں کو فرمایا۔ یہ حضرت موسٰیؑ ہیں جن کی عمر دو سو چالیس برس کی ہوئی دسویں کو فرمایا یہ داؤدؑ ہیں۔ گیارھویں کو فرمایا یہ شعیبؑ ہیں پھر زکریاؑ۔ پھر یحییٰؑ۔ پھر عیسٰیؑ کی تصویر کو بتایا۔ اسی طرح وہ بادشاہ ایک ایک تصویر کو دکھاتا تھا اور جناب امام حسنؑ ایک ایک نبیؑ کا نام لے لے کے بتاتے جاتے تھے۔ اس کے بعد اُس نے اوصیاء انبیاء کی تصویروں کو دکھلایا۔ حضرتؑ نے ہر ہر وصی کا نام بتلایا۔ پھر اُس نے بادشاہوں کی تصویریں نکالیں حضرتؑ نے فرمایا میں ان کے اوصاف کسی کتاب میں نہیں پاتا۔ نہ توریت میں نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ فرقان میں۔ یہ بادشاہوں کی تصویریں ہیں۔ اُس نے اقرار کیا اور کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ پھر ایک ایسی تصویر نکالی جو نہایت پاکیزہ اور حسین تھی۔

اُس کو دیکھ کے حضرت رونے لگے اور فرمایا کہ یہ میرے نانا جناب رسُولِ خدا کی تصویر ہے۔ الحاصل اس کے بعد بادشاہ نے جناب امام حسنؑ سے پوچھا وہ سات چیزیں کون ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ فرمایا پہلے آدمؑ۔ دوسرے حواؑ۔ تیسرے گوسفند ابراہیمؑ۔ چوتھے ناقۂ صالحؑ۔ پانچویں ابلیس۔ چھٹے وہ سانپ جو عصائے موسیٰ سے پیدا ہوا تھا۔ ساتویں وہ زاغ ہے جس نے قابیل کو دفنِ ہابیل کی تعلیم کی تھی۔ پھر اُس بادشاہ نے رزقِ خلائق کو پوچھا۔ کہ کہاں سے آتا ہے فرمایا چوتھے آسمان سے نازل ہوتا ہے اور بقدرِ قسمت ہر شخص کے تقسیم ہو جاتا ہے۔ پھر اُس نے ارواحِ مومنین کو پوچھا کہ کہاں رہتی ہیں۔ فرمایا نزدیک صخرۂ بیت المقدس عہ کے پھر کافروں کی روحوں کو پوچھا فرمایا وادی حضر موت میں جو شہر یمن کے پاس ہے۔ جب حضرت نے ان سب باتوں کو بتا دیا تو بادشاہ یزید کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا دیکھا تو نے یہ علم ہے جسے سوائے نبی اور اُس کے وصی کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اُس کے بعد جناب امام حسنؑ کی حضور میں بہت کچھ ہدیے اور تحفے پیش کئے اور کہنے لگا آپ دعا کیجئے کہ مجھے خدا آپ کے جدِ بزرگوار کا دین نصیب کرے۔ اس کے بعد بادشاہ نے معاویہ کے نام خط لکھا کہ نہایت تعجب ہے کہ جسے خدا نے نبی کے بعد علم دیا ہو۔ اور وہ توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان سے حکم کرتا ہو وہ خلیفہ نہ ہو۔ بیشک خلافت اسی کا حق ہے۔ اور جناب امیرؑ کو لکھا کہ بیشک یہ خلافت حق آپ ہی کا ہے اور خاندانِ نبوت آپ میں اور آپ کی اولاد میں ہے۔ بیشک آپ جہاد کریں جو آپ سے لڑے گا وہ آپ کے ہاتھ سے معذب ہوگا اور خدا اُس کو جہنم میں معذب کرے گا۔ اور ہم نے انجیل میں پایا ہے کہ جو آپ سے قتال کرے اُس پر خدا اور ملائکہ اور تمام انسان کی لعنت ہے۔ اہلِ آسمان و زمین سب اُس پر لعنت کرتے ہیں۔

معجزہ مرد کا عورت ہو جانا اور عورت کا مرد ہو جانا

منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امام حسنؑ سے پوچھا یا ابن رسُول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ معاویہ کے ظلم پر اس قدر تحمل اور صبر کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں جو کچھ ارشاد کیا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں عاجز نہیں ہوں۔ اگر میں دعا کروں تو خداوندِ عالم ملک عراق کو شام کر دے اور ملک شام کو عراق کر دے اور عورت کو مرد کر دے اور مرد کو عورت کر دے۔ ایک شامی وہاں بیٹھا تھا کہنے لگا کون ایسا ہے جو اس محال پر قدرت رکھتا ہو یہ سن کر حضرت نے اُس سے فرمایا کہ اُٹھ کھڑی ہو اے عورت تجھے شرم نہیں آتی کہ مردوں میں بیٹھی ہے۔ اب جو اُس نے خیال کیا تو اپنے تئیں عورت پایا نہایت گھبرایا۔ فرمایا گھبراتی کیوں ہے تیری زوجہ مرد ہو گئی اور تجھے اس سے حمل بھی رہے گا اور تجھ سے

عہ ایک روایت میں ہے کہ مومنین کی روحیں وادی السلام میں ہیں اور کافروں کی روحیں وادی برہوت میں رہتی ہیں۔ ۱۲ منہ

جو لڑکا پیدا ہوگا وہ خنثےٰ ہوگا۔ خلاصہ جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی واقع ہوا۔ بعد اس کے اس نے اور اُس کی عیال نے اپنے اعتقادات فاسدہ سے توبہ کی اور دونوں طالب عفو ہوئے۔ حضرت نے دعا کی اسی وقت وہ دونوں اپنی اپنی اصلی حالت پر ہو گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

مجلس ہشتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ فِیْ سُوْرَۃِ الدَّھْرِ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا (حق تعالیٰ قرآن مجید کے سورۂ دہر میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ وفا کرتے ہیں نذر کو اور خوف کرتے ہیں اُس روز سے جس روز کی بُرائی گنہگاروں کے لئے پھیلی ہوئی ہوگی اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ کھانا کھلاتے ہیں خدا کی محبت میں باوجود اپنی احتیاج کے مسکین اور یتیم اور اسیر کو) واضح ہو کہ یہ آیتیں بلکہ یہ تمام سورۂ دہر شان میں جناب امیرؑ اور فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ اور فضہؓ کے نازل ہوا ہے اور اس بات پر علمائے شیعہ سب متفق ہیں اور علمائے اہل سنت سے بھی بڑے بڑے لوگ اسی کے قائل ہوئے ہیں۔ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے کہ امام شافعی سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ علیؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں اُس شخص کے بارے میں کہ جس میں تین باتیں تین باتوں کے ساتھ ایسی جمع ہیں جو کسی فرد بشر کے لیے بنی آدم سے نہیں جمع ہوئیں۔ ایک تو سخاوت فقر کے ساتھ۔ دوسرے شجاعت عقل ورائے کے ساتھ۔ تیسرے علم عمل کے ساتھ۔ بعد اس کے انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

اَنَا عَبْدٌ لِفَتًی اُنْزِلَ فِیْہِ ھَلْ اَتٰی
اِلٰی مَتٰی اَکْتُمُہٗ اَکْتُمُہٗ اِلٰی مَتٰی

میں بندہ ہوں اُس جوان کا جس کی شان میں سورت ہل اتیٰ نازل ہوئی ہے۔ میں کب تک اپنی غلامی کو چھپا سکتا ہوں میں کب تک اُس فضیلت کو جو خدا نے اُن کے لئے سورۂ ہل اتیٰ میں نازل فرمایا پوشیدہ رکھ سکتا ہوں۔ اور فرید الدین عطار کا شعر ہے ؎

از سنائش لافتیٰ آمد پدید
واز سنائش ہل اتیٰ آمد پدید

سبب نزول سورۂ دہر

سبب نزول اُس سورہ کا یہ ہے کہ ایک زمانہ میں جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار

عہ تفسیر صافی

پیغمبر خدا کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو گئے بعد دیکھنے کے جناب امیرؑ سے فرمایا اے ابوالحسنؑ ان دونوں فرزندوں کی صحت کے لئے نذر کرو جناب امیرؑ نے نذر کی کہ اگر پروردگار عالم ان دونوں کو اس بیماری سے صحت دے تو میں تین روزے رکھوں گا۔ یہ سن کر جناب سیدہؑ نے بھی اور فضہؓ نے بھی بلکہ خود حسن اور حسین نے بھی یہی نذر کی۔ پروردگار عالم نے ان دونوں شاہزادوں کو شفا عطا فرمائی۔ اہلبیتؑ نے چاہا کہ اپنی نذر کو پورا کریں۔ مگر گھر میں کچھ نہ تھا جس سے افطار کا سامان کرتے پس حضرت امیرؑ شمعون یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا هَلْ لَكَ اَنْ تُعْطِيَنِيْ جَزَّةً مِّنْ صُوْفٍ تَغْزِلُهَا لَكَ بِنْتُ مُحَمَّدٍ بِثَلٰثَةِ اَصْوُعٍ مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ نَعَمْ فَاَعْطَاهُ بِالصُّوْفِ وَالشَّعِيْرِ - آیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تھوڑی اون مجھے دے کہ فاطمہ دختر رسولؐ اس کو تیرے لئے کاتیں اور تو اس کی اجرت میں تین صاع جو مجھے دے شمعون نے کہا ہاں۔ اور تھوڑی اون اور تین صاع جو اپنے گھر سے لاکر حوالہ کئے جناب امیرؑ لے کر گھر آئے۔ اہلبیتؑ نے روزہ رکھا۔ سیدہؑ نے ایک صاع بھر جو خود پیسے اور پانچ روٹیاں پکائیں۔ شام کے وقت سب بزرگوار چاہتے تھے کہ روزہ افطار کریں کہ کسی نے آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَبَيْتِ مُحَمَّدٍ اَنَا مِسْكِيْنٌ مِّنْ مَسَاكِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ اَطْعِمُوْنِيْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ اَطْعَمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ مَوَائِدِ الْجَنَّةِ (سلام ہو تم پر اے اہلبیت محمدؐ میں ایک مسکین اور محتاج اور بھوکا ہوں مساکین مسلمین سے مجھے اپنے کھانے سے کھانا کھلاؤ۔ خدا تم کو خوانہائے جنت سے کھلائے گا) یہ سنتے ہی جناب امیرؑ نے اپنی روٹی اسے دیدی۔ سیدہؑ نے اور حسنینؑ نے بھی دیدی۔ فضہؓ نے جو یہ دیکھا انہوں نے بھی اپنی روٹی دیدی۔ دوسرے روز اسی طرح روزہ رکھا اور سیدہؑ نے پانچ روٹیاں پکائیں شب کو چاہتے تھے کہ افطار کریں کہ دروازے پر سے آواز آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَبَيْتِ مُحَمَّدٍ اَنَا يَتِيْمٌ مِّنْ يَتَامَى الْمُسْلِمِيْنَ اَطْعِمُوْنِيْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ اَطْعَمَكُمُ اللّٰهُ مِنْ مَوَائِدِ الْجَنَّةِ (سلام ہو تم پر اے اہلبیتؑ محمدؐ میں ایک یتیم ہوں ایتام مسلمین سے بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ خدا تم کو بہشت کے کھانے کھلائے) یہ سنتے ہی جناب امیرؑ نے اپنی روٹی دیدی۔ بقیہ اہلبیتؑ نے اور فضہؓ نے بھی دیدی اور اس شب بھی خالی پانی سے افطار کرکے بھوکے سو رہے۔ تیسرے روز پھر سیدہؑ نے ایک صاع جو جو باقی تھے پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں۔ افطار کے وقت آواز آئی کہ سلام ہو تم پر اے اہلبیتؑ محمدؐ میں ایک اسیر ہوں اسیران محمدؐ سے اور بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ خدا تم کو بہشت کی نعمتیں کھلائے گا۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ نے اپنی روٹی اسے اسے دیدی۔ فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور فضہؓ نے بھی دیدی۔ اور خالی پانی سے افطار کرکے بھوکے سو رہے۔ چوتھے روز امیرالمومنین حسنؑ وحسینؑ کا ہاتھ پکڑے خدمت رسالتمآبؐ میں گئے۔ حضرتؐ نے دیکھا

کہ دونوں شاہزادے بھوک اور ضعف سے کانپ رہے ہیں۔ دیکھتے ہی فرمایا اے ابوالحسنؑ یہ حال تمہارا مجھ پر بہت دشوار ہے۔ اس کے بعد پیغمبر خدا وہاں سے اُٹھے اور خانۂ فاطمہؑ میں آئے۔ دیکھا وہ معصومہ جانماز بچھائے عبادتِ خدا میں مشغول ہیں اور بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پشت سے مل گیا ہے اور آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ یہ حال دیکھتے ہی فرمایا وَاغَوْثَاہُ یَا اَللّٰہُ اَھْلُبَیْتِ مُحَمَّدٍ یَمُوْتُوْنَ جُوْعًا ہائے افسوس پروردگارا تیرے پیغمبر کے اہل بیتؑ بھوک سے جاں بلب ہیں، یہ کہہ کر حضرت رونے لگے۔ فوراً جبرئیلؑ امین ربّ العالمین کے پاس سے یہی سورۂ دہر لیکر نازل ہوئے اور فرمایا یارسول اللہ لیجیے جو خدا نے آپ کے اہلبیتؑ کے لئے گوارا فرمایا ہے۔ فرمایا کیا لاؤں۔ جبرئیلؑ نے کہا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا الخ (رحمٰن و رحیم خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ کیا آ ہے انسان پر زمانہ میں ایک وقت جب وہ کوئی چیز ہی نہ تھا جس کا ذکر کیا جاتا) سبحان اللہ کیا مراتب ہیں اہل بیتؑ کے ان ہی کی محبت ودلا میں خداوند عالم مومنین کو بہشت میں جگہ دے گا۔ اور آتش دوزخ سے نجات بخشے گا

حروف اسمائے اہل بیت

دیکھیے علیؑ میں تین حرف ہیں اور فاطمہؑ میں پانچ۔ جملہ آٹھ ہوئے۔ ان ہی کی برکت سے خداوند عالم آٹھوں بہشت میں مومنین کو جگہ دے گا اور حسنؑ میں تین حرف ہیں اور حسینؑ میں چار۔ ان سات حرفوں کی برکت سے حق تعالیٰ ساتوں دروازے جہنم کے محبان اہلبیتؑ کے لئے بند کر دے گا اور پنجتن پاک یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ناموں میں اُنیس حرف ہیں۔ ان حروف کی برکت سے خداوند عالم انیس زبانیۂ جہنم کے عذاب سے جن کے باب میں قرآن میں نازل ہوا ہے عَلَیْھَا تِسْعَۃَ عَشَرَ شیعوں کو محفوظ رکھے گا۔ ان ہی پنجتن پاک کے حروف کے برابر تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں بھی حروف ہیں گن لیجیے۔ اُنیس حروف اس میں بھی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بیان کرنا جناب امام حسنؑ کا وحی جبرئیل کو جناب فاطمہؑ سے

میں کہاں تک فضائل اہل بیتؑ کو بیان کروں۔ اس وقت کچھ فضائل سبط اول امام ثانی جناب امام حسنؑ کے بیان کرتا ہوں۔ بعد اس کے مصائب آپ کے بیان کروں گا۔ منقول ہے کہ جس زمانہ میں جناب امام حسنؑ کا سن سات برس کا تھا تو جو وحی سُنا کرتے تھے اپنی والدہ سے آکر بیان کر دیا کرتے تھے۔ جب حضرت امیرؑ گھر میں آتے تھے تو جناب فاطمہؑ سے اُس کو سنتے تھے۔ تعجب سے پوچھتے تھے تمہیں کہاں سے معلوم سیّدہ کہتی تھیں تمہارے فرزند حسنؑ نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ ایک روز جناب امیرؑ گھر میں چھپ رہے

جب جناب امام حسنؑ اپنے نانا کے پاس سے وحی سن کر آتے اور جا کر اپنی والدۂ ماجدہؑ سے بیان کریں نہ بیان کر سکے زبان رک گئی۔ جناب سیدہؑ کو نہایت تعجب ہوا۔ جناب امام حسنؑ نے کہا اے اماں آپ تعجب نہ کریں کوئی بزرگ میرا سن رہا ہے۔ اس کے سننے نے مجھے روک دیا ہے یہ سن کر جناب میرؐ باہر نکل آئے اور اپنے فرزند کو بوسہ دیا

بیان جلالت قدر حضرت

ایک روایت میں ہے کہ جو شرف و بزرگی بعد جناب رسولؐ خدا کے جناب امام حسنؑ کے واسطے تھے وہ کسی اور کے واسطے نہ تھی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب آپ اپنے گھر کے دروازہ پر جو سر راہ تھا فرش بچھا کر بیٹھتے تھے تو ان حضرتؑ کے رعب اور جلالت قدر کی وجہ سے راستہ چلنا بند ہو جاتا تھا۔ کوئی ہیبت کی وجہ سے ادھر سے راستہ نہ چلتا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوتا تھا تو گھر میں چلے جاتے تھے۔ اس وقت لوگ گزرتے تھے۔ اور جب آپ حج کو جاتے تھے تو سواری ساتھ ساتھ ہوتی تھی اور خود پیدل چلتے تھے۔ یہ حالت آپ کی دیکھ کر کسی کی مجال نہ تھی کہ سوار ہو کر جائے سب کے سب اتر کر پیدل جاتے تھے۔ اسی حالت سے حضرتؑ نے بیس حج پیادہ پا ادا فرمائے۔

دعوے کرنا ایک شخص کا حضرت سے ایکہزار دینار

منقول ہے کہ کسی نے جناب امام حسنؑ پر ایک ہزار دینار کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حضرتؑ اور وہ شخص قاضی شریح کے پاس آئے قاضی نے کہا کہ اگر آپ کا انکار ہے تو قسم کھائیے۔ فرمایا میں قسم نہ کھاؤں گا۔ یہی شخص قسم کھائے میں ہزار دینار اسے دیدوں گا۔ شریح نے مدعی سے کہا تو اس طرح قسم کھا بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فرمایا نہیں بلکہ اس طرح قسم کھائے بِاللّٰهِ اِنَّ لَهٗ عَلَیْنَا اَلْفَ دِیْنَارٍ۔ اس نے اسی طرح قسم کھائی۔ حضرتؑ نے ایک ہزار دینار دیدیئے وہ لیکر اٹھا تھا کہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ جب لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس طرح کی قسم میں خدا کی توحید اور اس کے اوصاف کا بیان تھا۔ اگر اس طرح کی قسم کھاتا تو توحید کی برکت سے عذاب خدا سے بچ جاتا۔

کفارہ تخم مرغ بتانا

ایک اعرابی نے ابوبکرؓ سے ایک مسئلہ پوچھا اور کہا کہ میں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے انڈوں بھون کر کھایا ہے اس کا کفارہ کیا ہے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں عمرؓ سے پوچھ عمرؓ نے کہا مجھے بھی معلوم نہیں، عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھ۔ جب اس نے بھی نہ بتایا تو سب نے کہا علیؑ سے پوچھ۔ جب حضرتؑ سے پوچھا فرمایا میرے دونوں لڑکوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔ اس نے جناب امام حسنؑ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا

لہ اسی خدا کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے (اور جو چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا ہے) سلہ اللہ کی قسم کہ اس کے ہزار دینار ہمارے ذمہ ہیں

اے اعرابی تیرے پاس اونٹ ہیں کہنے لگا ہاں ہیں۔ فرمایا جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی اونٹنیوں کو جفت کرا جو بچے پیدا ہوں۔ اُن کو خانۂ خدا کے لئے بطور قربانی بھیج دے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ اے فرزند یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ سب حاملہ ہو جائیں اور اگر حاملہ بھی ہوں تو بعض کے بچے گر بھی جاتے ہیں۔ فرمایا انڈے بھی تو بعض گندے ہو جایا کرتے ہیں۔

جان بچانا ایک شخص کی جو باشتباہ گرفتار ہوا تھا

جناب باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں چھری خون آلودہ ہے اور اُسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ جب اس سے پوچھا کہ تو نے اُسے قتل کیا ہے اُس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے ہی قتل کیا ہے وہ لوگ اُسے پکڑ کے مع جسد مقتول جناب امیرؑ کے پاس لے چلے۔ اسی اثنا میں دوسرا شخص دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ اُن لوگوں نے اُسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے۔ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے پہلے شخص سے پوچھا جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو قاتل بیان کیا۔ اُس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گوسفند ذبح کرتا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ اُسی طرح چھری خون آلودہ ہاتھ میں لئے اس خرابے میں چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آ گئے اور مجھے پکڑ لیا۔ میں نے خیال کیا کہ اس وقت میرا انکار کرنا محض بیکار ہے۔ اس لئے اقرار کر دیا۔ تب آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اُس نے کہا ہاں میں ہی اسے قتل کر کے چلا گیا تھا۔ جب دیکھا یہ قصاب ناحق قتل کیا جائے گا میں حاضر ہو گیا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے فرزند حسنؑ کو بلاؤ وہی اس مقدمہ میں حکم دیں گے۔ جب امام حسنؑ آئے۔ سارا قصہ سُنا۔ فرمایا کہ دونوں کو چھوڑ دو۔ یہ قصاب تو بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے اگر ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس کو زندہ بھی کیا ہے اُس کی جان بچائی ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (جو ایک نفس کی جان بچائے اُس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی۔ پس اب اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے

جواب دینا ایک یہودی کو جس نے حضرت پر اعتراض کیا تھا۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک روز جناب امام حسنؑ نے غسل کیا اور لباس فاخرہ پہن کر باہر نکلے اور گھوڑے پر سوار ہوتے اور سب اصحاب حضرت کے ساتھ ساتھ تھے۔ نہایت شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ ایک سمت روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک یہودی نہایت محتاج و لاغر پانی کا گھڑا پشت پر رکھے چلا آتا تھا۔ وہ حضرت کی شان و تجمل کو دیکھ کر کہنے لگا یا ابن رسول اللہ میرے ساتھ انصاف کیجئے۔ فرمایا کس امر میں۔ اُس نے کہا آپ کے نانا نے فرمایا ہے اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر

کے لئے جنّت ہے) آپ مومن ہیں اور میں کافر ہوں حالانکہ میں برعکس اس کے دیکھتا ہوں کہ یہ دنیا آپ ہی کے واسطے جنّت ہے کہ آپ اس آرام و راحت میں بسر کرتے ہیں اور میرے لئے قید خانہ ہے کہ میری اس سختی اور محتاجی میں گزرتی ہے۔ جب آپ نے یہ سُنا ارشاد فرمایا اے بے خبر ایسا نہیں ہے جو تو سمجھتا ہے میرے نانا نے سچ فرمایا ہے۔ اگر تو ان چیزوں کو دیکھتا جو حق تعالیٰ نے بہشت میں مومنین کے واسطے اور میرے لئے مہیا فرمائی ہیں۔ ایسی نعمتیں جنہیں نہ کسی نے آنکھ سے دیکھا ہے نہ کان سے سنا ہے تو بیشک یقین کرتا کہ یہ دُنیا مومن کے واسطے قید خانہ ہے اور اگر تو اُن چیزوں کو دیکھتا جو کافروں کے لئے اور تیرے واسطے وہاں مہیا ہیں۔ آتشِ دوزخ اور انواع عذاب سے تو بیشک سمجھتا کہ یہ دنیا تیرے لئے بہشت سے بڑھکر ہے۔ کتاب امالی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب پیغمبرؐ خدا بیمار ہوئے۔ جناب سیدہؑ اپنے گھر سے عیادت کو چلیں حسنینؑ بھی ساتھ تھے داہنے ہاتھ سے جناب امام حسنؑ کا ہاتھ اور بائیں ہاتھ سے جناب امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھیں۔ یہاں تک کہ عائشہ کے گھر پہنچیں۔ جناب امام حسنؑ رسول خدا کے داہنی جانب اور جناب امام حسینؑ بائیں جانب بیٹھ گئے اور حضرتؐ کے بدن کو دبانے لگے مگر حضرتؐ خواب سے بیدار نہ ہوئے۔ جناب سیدہؑ نے حسنینؑ سے کہا اے پیارو تمہارے نانا سو گئے ہیں۔ اس وقت چھوڑ دو گھر چلو جب بیدار ہوں گے تو آنا۔ صاحبزادوں نے کہا کہ ہم لوگ تو اس وقت نانا کے پاس سے نہیں جائیں گے۔ یہیں رہیں گے۔ یہ کہکر جناب امام حسنؑ پیغمبرؐ کی داہنی طرف اور جناب امام حسینؑ بائیں طرف سو رہے۔ جناب سیدہؑ نے جب دیکھا کہ دونوں صاحبزادے سو رہے تو اپنے گھر چلی گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں شاہزادے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ جناب پیغمبرؐ خدا ابھی سو رہے ہیں۔ عائشہ سے پوچھنے لگے کہ ہماری اماں کہاں ہیں۔ کہا جب تم دونوں سو گئے تو وہ گھر چلی گئیں۔ یہ سُن کر اسی وقت دونوں اُٹھے اور اندھیری شب میں گھر کی طرف چلے ابر گھرا ہوا تھا بجلی چمک رہی تھی۔ پانی برس رہا تھا۔ خداوند عالم نے اُس اندھیری میں ایک نور پیدا کیا جس کی روشنی میں دونوں بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حدیقۂ بنی نجار میں پہنچے جب اُس باغ میں پہنچے نہایت گھبرائے کہ اب کدھر جائیں۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ اب تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کدھر جائیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسی باغ میں سو رہیں کل صبح کو گھر چلیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو رہے یہاں کا حال سُنئے کہ جب پیغمبرؐ خدا خواب سے بیدار ہوئے تو خانہ جناب سیدہؑ میں اُن کی طلب کیلئے تشریف لائے جب وہاں نہ پایا تو آپ نہایت پریشان ہوئے۔ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے نواسوں کی تلاش میں باہر نکلے۔ اور خدا سے دعا کرتے جاتے تھے خداوندا یہ دونوں فرزند میرے بھوکے گھر سے باہر نکل گئے ہیں تو ان کا حافظ نگہبان ہے اتنے میں ایک نور ظاہر ہوا حضرتؐ اس روشنی میں چلے یہاں تک کہ حدیقۂ بنی نجار میں پہنچے۔ دیکھا کہ

دونوں گلے میں باہیں ڈالے سو رہے ہیں۔ اللہ پانی اس زور سے برس رہا ہے کہ کسی نے کم دیکھا ہوگا۔ مگر اُس جگہ جہاں وہ دونوں شہزادے سو رہے تھے ایک قطرہ بھی نہ برستا تھا۔ اور ایک سانپ پاس بیٹھا تھا جس کے بدن پر بال مثل نیستان کے معلوم ہوتے تھے۔ اُس کے دو پر تھے۔ ایک سے جناب امام حسنؑ کو چھپائے ہوئے تھا اور دوسرے سے جناب امام حسینؑ کو۔ جب سانپ نے جناب پیغمبر خداؐ کو دیکھا الگ ہو گیا اور کہنے لگا اے خدا گواہ رہنا کہ میں نے تیرے نبیؐ کے دونوں فرزندوں کی حفاظت کی اور صحیح و سالم اُن تک پہنچا دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سانپ تو کون ہے اُس نے کہا میں جنات میں سے نصیبین کا رہنے والا ہوں اور بنی ملیح سے ہوں۔ ہم لوگ ایک آیت قرآن کی بھول گئے لہٰذا مجھے بھیجا تھا کہ آپ اُس کو مجھے بتا دیں۔ جب اس جگہ پہنچا تو ایک آواز سنی اے سانپ حسنؑ و حسینؑ دونوں فرزند رسولؐ یہاں سو رہے ہیں اُن کی حفاظت کر۔ میں نے اُن کی نگہداری کی اور آپ تک صحیح و سالم پہنچا دیا۔ غرض وہ سانپ حضرت سے آیت قرآنی پوچھ کر چلا گیا اور پیغمبر خداؐ نے جناب امام حسنؑ کو داہنے شانے پر اور جناب امام حسینؑ کو بائیں شانے پر اُٹھا لیا۔ اتنے میں جناب امیرؑ بھی پہنچ گئے۔ اصحاب میں سے ایک صاحب (ابوبکرؓ) نے کہا یا رسول اللہ ایک نواسے کو مجھے دیجئے۔ آپ کو تنہا تکلیف ہوگی۔ فرمایا۔ چلے چلو جو تم نے کہا خدا نے سُنا اور وہ تمہارا حال خوب جانتا ہے۔ پھر دوسرے صاحب (عمرؓ) نے بھی یہی کہا اور آپ نے اُس کا جواب بھی وہی دیا۔ تب جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ ایک فرزند کو مجھے دیجئے کہ آپ کے لئے تخفیف ہو۔ اُس وقت جناب رسولِ خداؐ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اپنے باپ کے کاندھے پر جاؤ گے۔ عرض کی واللہ نہ۔ نانا آپ کا شانہ بابا کے شانہ سے مجھے زیادہ پسند ہے پھر جناب امام حسینؑ سے فرمایا کہ تم ہی اپنے بابا کے شانے پر جاؤ انہوں نے عرض کی اے نانا میں بھی وہی عرض کرتا ہوں جو میرے بھائی حسنؑ نے عرض کی ہے غرض حضرتؐ دونوں نواسوں کو لئے خانۂ فاطمہؑ میں آئے۔ جناب سیدہؑ نے بچوں کے واسطے پہلے سے اس خیال سے کہ بچے تمام شب کے بھوکے اور پیاسے ہوں گے۔ کچھ خرمے رکھ چھوڑے تھے جب دونوں آئے سامنے رکھ دیئے صاحبزادوں نے انہیں نوش فرمایا اور خوش ہوئے مومنین جناب رسول خداؐ کو اپنے نواسوں سے کس قدر محبت تھی کہ باوجودیکہ بیمار تھے مگر اسی حالت میں شب کے وقت گھر سے نواسوں کی تلاش میں باہر نکلے اور جب ملے تو اپنے کاندھوں پر سوار کر کے خانۂ سیدہ میں پہنچایا سیدہؑ کو شاہزادوں کا بھوکا رہنا گوارا نہ تھا۔ خرمے لا کر سامنے رکھ دیئے۔ مگر افسوس بعد وفات جناب رسولِ خدا اُمت نے کیا کیا سلوک کئے۔ امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کیا۔ امام حسینؑ کو بھوکا پیاسا خنجر سے ذبح کیا۔ آپ نے ابھی فضائل جناب حسنؑ کے سُنے۔ افسوس جو بزرگوار ایسا امام ابن امام ہو اس کو اشقیاء زہر جفا سے شہید کریں بحار الانوار و مناقب وغیرہ میں منقول ہے کہ جب معاویہ کو دس برس سلطنت کرتے گزر گئے اور چاہا کہ یزید کو

کو اپنا خلیفہ کرے تو اُس نے خیال کیا کہ جب تک امام حسنؑ زندہ ہیں یزید سے کوئی بیعت نہ کرے گا۔ یہ سوچ کر جعدہ بنت اشعث کے پاس جو حضرتؑ کی ازواج میں سے تھی ایک شیشی زہر کی بھیجی اور ایک لاکھ درہم اُس کے واسطے بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تو امام حسنؑ کو اس زہر سے قتل کرے گی تو میں تیرا عقد یزید سے کر دوں گا۔ ایک روز حضرت صوم سے تھے۔ گرمی کا دن تھا۔ نہایت پیاس تھی۔ وقت افطار پانی طلب کیا اُس ملعونہ نے دودھ میں وہ زہر ملا دیا۔ اور حضرت کے پاس لے آئی۔ جب آپ نے نوش کیا تو اثر زہر کا تمام جسم میں پھیل گیا اور کلیجے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ خون کی قے آنے لگی ہر قے میں جگر کے ٹکڑے طشت میں گرتے تھے۔ اور مثل ماہی بے آب کے تڑپتے تھے۔ یہاں تک کہ چہرۂ اقدس زرد ہو گیا۔ دم رُکنے لگا اتنے میں امام حسینؑ آئے یہ حال دیکھ کر اپنے تئیں بھائی پر گرا دیا اور رونے لگے۔ پوچھا اے بھائی اس وقت آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا بھائی میں اب دُنیا سے جاتا ہوں۔ آج آخر روز میری زندگی کا ہے تمہاری مفارقت اور بھائیوں کی جدائی کا نہایت صدمہ ہے اے بھائی مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا مگر جیسا اب کی مرتبہ زہر دیا گیا ایسا کبھی نہیں دیا گیا تھا کہ اس کے پیتے ہی میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے وصیت فرمائی۔ اسرار امامت و اسم اعظم تعلیم کئے۔ تبرکات انبیاء حوالہ کئے اور فرمایا کہ اے بھائی جب میں دنیا سے گزر جاؤں تو تم غسل دینا اور کفن پہنانا۔ بعد میری لاش کو میرے نانا جناب رسولِ خدا کے پہلو میں دفن کر دینا اگر دشمن مانع ہوں تو پھر بقیع میں لے جا کر میری دادی فاطمہ بنت اسدؓ کے پاس دفن کر دینا۔ اس کے بعد کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا اور دنیا سے رحلت فرمائی۔ اُس وقت اہلبیتؑ میں عجب کہرام برپا تھا جناب امام حسینؑ نے غسل دیا اور حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ جنازہ کو روضۂ رسول میں لائے۔ مروان نے جب سُنا بہت سے بنی اُمیہ کے ساتھ آیا اور دفن سے مانع ہوا۔ کہنے لگا یہ نہیں ہو سکتا کہ عثمانؓ کی قبر تو شہر سے باہر ہو اور حسنؑ روضۂ رسول میں دفن ہوں۔ عائشہؓ بھی خچر پر سوار ہو کر آئیں کہتی تھیں کہ میں اپنے حجرے میں ہرگز دفن نہ ہونے دوں گی۔ ابن عباس نے کہا اے عائشہ تمہارا تو عجب حال ہے ؎[1]

تَجَمَّلْتِ تَبَغَّلْتِ وَلَوْ عِشْتِ تَفَيَّلْتِ
لَكِ التُّسْعُ مِنَ الثُّمْنِ وَبِالْكُلِّ تَمَلَّكْتِ

کبھی تو اُونٹ پر سوار ہو کر علیؑ سے لڑنے جاتی ہو کبھی خچر پر سوار ہو کر فرزند رسولؐ کے دفن سے مانع ہوتی ہو۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ اگر تم زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو کر کوئی معرکہ آزمائی کرو گی۔ آج تم سارے روضۂ رسولؐ کی مالک ہو گئیں حالانکہ حق ازواج میں سے آٹھویں حصہ سے نواں حصہ تمہارا تھا اور تم نے کل پر دخل و قبضہ کر لیا۔ غرض دونوں جانب سے بہت گفتگو آئی۔ بنی اُمیہ نے تیر برسانے شروع کئے

[1] از مفتی محمد عباسؒ ؎ عیار جنگ جو با حیدر آمد کہ جنگش جنگ با پیغمبر آمد ۔ پدر بر بکر زبوک جمال بردہ نام آن دختر شتر جنگی بر آمد

اس وقت جناب امام حسینؑ نے فرمایا مجھے بھائی کی وصیت ہے کہ میں ان سے مقابلہ نہ کروں۔ جنت البقیع میں لے چلو۔ بمجبوری لاش کو قبرستان بقیع میں لے آئے اور وہاں حضرت کو دفن کیا۔ لکھا ہے کہ ان اشقیا نے جنازۂ امام حسنؑ پر اس قدر تیر اندازی کی تھی کہ ستر تیر جنازے سے نکالے گئے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس نہم ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان سے وصیت کی ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان و نیکی کیا کرے۔ کیونکہ ماں نے اس کی نہایت تکلیف سے اس کو پیٹ میں رکھا اور نہایت تکلیف سے اس کو جنا اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوٹنا سب تیس مہینے میں تمام ہوا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی قوت کو پہنچا عقل اس کی کامل ہوئی اور چالیس برس کا سن ہوا تو اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں شکر کروں اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں وہ نیک اعمال کروں جن سے تو راضی و خوشنود ہو۔ اور میری اولاد میں سے کچھ لوگوں کو صالح قرار دے۔ بارالہا میری رجوع تیری ہی طرف ہے اور میں تیرا تابع اور فرمانبردار ہوں۔ واضح ہو کہ اکثر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت شان جناب امام حسینؑ میں نازل ہوئی ہے چنانچہ علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے قبل اس کے کہ نور امام حسینؑ شکم سیدہؑ میں قرار پائے اپنے پیغمبرؐ کو خبر دی کہ امامت روز قیامت تک حسینؑ ہی کی نسل میں باقی رہے گی اس کے بعد امام حسینؑ کی شہادت سے بھی خبر دی جس کے عوض میں یہ امامت ان ہی کی نسل میں قرار پائی اور یہ بھی خبر دی کہ پھر دوبارہ حسینؑ کو دنیا میں رجعت ہوگی اور خداوند عالم ان کی نصرت فرمائیگا۔ اور وہ حضرتؑ سب دشمنوں پر غالب آئیں گے اور سب کو قتل کر دیں گے اور تمام روئے زمین کے مالک اور بادشاہ ہوں گے جیسا کہ ایک مقام پر خدا نے

فرمایا ہے۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ الغرض جب آنحضرت کو بذریعہ وحی ان امور کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جناب سیدہؑ سے امام حسینؑ کے پیدا ہونے اور اُن کے شہید ہونے کی خبر بیان کی۔ پس جناب سیدہؑ حاملہ ہوئیں حالت محزون میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کسی نے بھی دیکھا ہے کہ عورت کو فرزند نرینہ پیدا ہونے کی خوشخبری دی جائے اور وہ اُس کے لئے سبب حزن ہو مگر چونکہ جناب رسول خدا نے جناب فاطمہؑ کو جہاں ولادت جناب امام حسینؑ کی بشارت دی تھی وہاں اُن کی شہادت کی تعزیت بھی دی تھی اسی سبب سے جناب سیدہؑ نے جناب امام حسینؑ کو اُٹھایا بھی تو رنج کے ساتھ اور جنا بھی تو رنج کے ساتھ۔ پھر آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب سن جناب امام حسین علیہ السلام کا چالیس برس کا ہوا تو اُس وقت انہوں نے یہ دعا کی رَبِّ أَصْلِحْ ذُرِّيَّتِي کہتے تو ساری اولاد اُن کی جتنی کہ روز قیامت تک پیدا ہوتی وہ سب امام ہوتی۔ مگر چونکہ فرمایا فِي ذُرِّيَّتِي اس سبب سے فقط نو فرزندان حضرت کی اولاد سے امام ہوئے۔ سبحان اللہ کیا مراتب ہیں جناب امام حسینؑ کے۔

مشہور علماء میں یہ ہے کہ تاریخ ولادت باسعادت اُن حضرت کی تیسری شعبان روز پنجشنبہ ہے۔ مگر درحقیقت خلقت جناب امام حسینؑ کی حد بتلانا بہت دشوار ہے۔ کیونکہ خلقت اُن حضرت کی اُس نور سے ہے جو نور محمد و آل محمدؐ کا تھا اور وہ نور چودہ ہزار سال قبل خلقت آدمؑ کے مخلوق ہوا تھا۔ اُس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔ نہ آفتاب تھا نہ ماہتاب تھا نہ کوئی انسان تھا نہ حیوان، تو اس صورت میں ماہ و سال ولادت جناب امام حسینؑ کی حد بتلانا بہت دشوار ہے۔

بیان خلقت چہاردہ معصومینؑ

جناب سلمانؓ فارسی سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے سلمانؓ خداوند عالم نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور مجھے حکم دیا میں نے اُس کی اطاعت کی اور میرے نور سے علیؑ کو پیدا کیا اُن کو بھی اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اُنہوں نے قبول کیا اور میرے نور سے اور علیؑ کے نور سے فاطمہؑ کو پیدا کیا اور اُس کو حکم دیا اُس نے بھی اطاعت کی۔ پھر میرے اور علیؑ کے اور فاطمہؑ کے نور سے حسنؑ اور حسینؑ کو پیدا کیا اور ان کو بھی حکم دیا پس اُن دونوں نے بھی اطاعت کی۔ اسی لئے خداوند عالم نے ہم لوگوں کے پانچ نام اپنے ناموں سے رکھے ہیں۔ پس اللہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ علی ہے اور یہ بھی

۱ے ترجمہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو جو زمین پر کمزور کر دیئے گئے ہیں اُن پر اس طرح احسان کریں اُن کو امام بنا دیں اور زمین کا مالک قرار دیں ۱۲

۲ے ترجمہ ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ ذکر کے بعد میرے صالح بندے زمین کے مالک و وارث ہوں گے ۱۲ ۳ے خدایا میری ذریت

۴ے امام بنا ۱۲ اللغت۔ ریاض القدس ۱۲

علیؑ ہیں۔ اور اللہ فاطر ہے اور یہ فاطمہ ہیں اور خدا کی طرف سے احسان ہے اور یہ حسن ہیں اور خدا محسن ہے اور یہ حسین ہیں بعد اس کے خداوند عالم نے حسینؑ کے نور سے نو امام پیدا کئے اور اُن سب کو بھی اپنی اطاعت کا حکم دیا اور ان سب نے بھی اس کی اطاعت قبول کی۔ اور یہ واقعہ قبل اس کے تھا کہ خدا آسمان کو پیدا کرے یا زمین کو پھیلائے یا ہوا اور پانی کو ظاہر کرے یا فرشتوں کو اور انسان کو وجود میں لائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

س نہ کیونکر ایسے بیٹے پر ہوں نازاں ثاقی کوثر تہاں ہیں جس میں گوثر ہے عصمت کا وہ دریا

خواب اُم ایمنؓ

امالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت اُم ایمنؓ شب کو ایک خواب دیکھ کر بہت روئیں۔ ہمسایہ کے لوگوں نے جناب پیغمبر خدا کو خبر کی۔ آنحضرتؐ نے اُم ایمنؓ کو بلا کر خبر پوچھی عرض کی یا رسول اللہ! میں نے ایک خواب ایسا دیکھا ہے جس کی وجہ سے رونا چلا آتا ہے۔ فرمایا بیان کرو عرض کی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مطہر سے ایک ٹکڑا جدا ہو کے میری گود میں چلا آیا ہے فرمایا بہت اچھا خواب دیکھا ہے تعبیر اس کی یہ ہے کہ فاطمہؑ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام حسینؑ ہوگا تو اس کی پرورش کرے گی اور اپنی گود میں کھلائے گی۔

روایت لعیا قابلہ جناب امام حسینؑ

مدینۃ المعاجز میں عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب وقت ولادت جناب امام حسین علیہ السلام قریب پہنچا۔ لعیا کو حکم خدا ہوا کہ خانۂ فاطمہؑ میں جا کر قابلہ کا کام کرے اور لعیا حوران بہشت سے ایک حور ہے جس کی خدمت کے واسطے ستر ہزار حوریں مقرر ہیں اور اس کے لئے بہشت میں ستر ہزار قصر اور ستر ہزار غرفے مکلل بجواہر ہیں۔ اور اس کو خدا نے ایسا حسن عطا کیا ہے کہ اُس کے نور سے تمام بہشت نورانی ہو جاتے ہیں اور خداوند عالم نے اُس روز رضوان کو حکم دیا کہ دس لاکھ فرشتوں کے ساتھ روئے زمین پر جائیں غرض جب لعیا خانۂ جناب سیّدہ میں آئی تو آپ نہایت متردد ہوئیں کہ اُس کے واسطے فرش کہاں سے لائیں کراتے میں ایک حور فرش جنت لے آئی لعیا اس پر بیٹھی اور خدمت قابلہ (یعنی دائی گیری) بجالائی۔ جب جناب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو لعیا نے انھیں ایک رومال بہشت میں لپیٹا اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ سات روز تک جبرئیلؑ اور فرشتوں کے ساتھ آتے تھے اور مبارکباد دیتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

روایت صلصائیلؑ

منقول ہے کہ صلصائیل ایک فرشتہ تھا جو حکم خدا میں تامل کرنے کی وجہ سے پر و بال توڑ کر ایک جزیرے میں پھینک دیا گیا۔ جس شب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور فرشتگان آسمان مبارکباد کے واسطے

روئے زمین پر آتے تو اُس جزیرہ میں اُن کا گزر ہوتا۔ صلصائیلؑ نے پوچھا کہ تم سب کہاں جاتے ہو۔ انھوں نے کیفیت بیان کی۔ صلصائیلؑ نے کہا اے فرشتو میں تمہیں خدا اور رسولؐ کی اور اسی مولود کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بھی اپنے پروں پر اٹھا کر لے چلو شاید اس مولود کی برکت سے میری خطا بھی معاف ہو جائے۔ چنانچہ فرشتے اُسے اٹھا کر خدمت جنابِ رسولِ خداؐ میں لے آئے اور بعد تہنیت کے صلصائیلؑ کی کیفیت بیان کی۔ آنحضرتؐ وہ کیفیت سن کر خانۂ جنابِ فاطمہؑ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے فرزند حسینؑ کو لے آؤ۔ جب آنحضرتؐ نے گود میں لیا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ ابْنِیَ الْحُسَیْنِ اَنْ تَغْفِرَ لِصَلْصَائِیْلَ خَطِیْئَتَهٗ وَتَجْبُرَ کَسْرَ جَنَاحِهٖ وَتَرُدَّهٗ اِلٰی مَقَامِهٖ مَعَ الْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ (پروردگارا واسطہ میرے اس فرزند کا صلصائیلؑ کے گناہ کو بخش دے اور اس کے پرہائے شکستہ کو دوبارہ عطا کر اور پھر اس کو ملائکہ مقربین میں جگہ دے) پس برکت جنابِ امام حسین علیہ السلام سے فوراً دعا قبول ہوئی اور صلصائیلؑ اُن ہی فرشتوں کے ساتھ پھر اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

روایت فطرس

اسی کے قریب قریب قصہ فطرسؑ فرشتہ کا بھی ہے کہ اس پر بھی عتابِ خدا ہوا تھا اور وہ سات سو برس تک ایک جزیرے میں عبادتِ خدا کرتا رہا۔ جب جنابِ امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ہزار فرشتوں کے ساتھ مبارکباد کے واسطے آرہے تھے کہ اُس طرف سے گزرے۔ فطرس نے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ جبرئیلؑ نے کیفیت بیان کی۔ فطرس نے کہا مجھے بھی لے چلو۔ پس جبرئیلؑ امینؑ اُسے خدمتِ جنابِ رسولِ خداؐ میں لے آئے اور بعد مبارکباد کے کیفیت بیان کی۔ حضرتؐ نے فطرس سے فرمایا کہ تو اپنے بدن کو اس مولود کے بدن سے مس کر جب اس نے مس کیا فوراً بال و پر از سر نو پیدا ہو گئے اور وہ خوش خوش آسمان کی طرف پرواز کر گیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

زبان چسانا جنابِ رسولِ خداؐ کا

حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ جب جنابِ امام حسینؑ پیدا ہوئے میں موجود تھی۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا اے پھوپھی میرے فرزند کو مجھے دیجئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ابھی تو میں نے اس مولود کو پاک و صاف نہیں کیا ہے۔ فرمایا اے پھوپھی تم اسے کیا پاک کرو گی اسے تو خود خداوندِ عالم نے پاک و پاکیزہ کیا ہے جب میں نے آنحضرتؐ کی گود میں دیا تو آپ نے اپنی زبان امام حسینؑ کے منہ میں دی اور وہ چوسنے لگے اور میں یہ سمجھی کہ زبانِ پیغمبرؐ سے شیر یا شہد جاری تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے میرے سپرد فرمایا۔ اور ابن شہر آشوب نے لکھا ہے۔ کہ جب جنابِ فاطمہ زہراؑ بحمل جنابِ امام حسینؑ حاملہ ہوئیں تو جنابِ رسولِ خداؐ مدینہ سے کہیں باہر تشریف لے جانے

عہ۔ ریاض الشہداء ۲۔

گئے۔ جناب سیدہؑ سے فرمایا اے فاطمہ جبرئیل مجھے خبر دے گئے ہیں کہ تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ پس جب تک
میں نہ آؤں تم اسے دودھ نہ پلانا۔ برہ بنت امیہ خزاعی[1] کہتی ہیں کہ میں ولادت جناب امام حسنؑ کے تین روز
کے بعد فاطمہ زہراؑ کے گھر گئی تو دیکھا کہ امام حسنؑ بھوک سے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کی مجھے دیجئے کہ میں دودھ
پلا دوں فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ جنابِ رسولِ خدا منع فرما گئے ہیں مگر آخر ماں کا دل تھا دیکھا نہ گیا۔ جناب امام حسنؑ
کو اُٹھا کر حضرت سیدہؑ نے اپنا دودھ پلا دیا۔ جب جنابِ رسولِ خدا آئے اور کیفیت دریافت کی تو جناب سیدہؑ
نے عرض کی اے بابا مجھے محبت مادری آگئی اور میں نے دودھ پلا دیا۔ فرمایا خیر جو خداوندِ عالم کو منظور تھا وہ
ہوا یعنی اگر حسنؑ ہماری زبان چوستے تو یہ امامت اُن ہی کی نسل میں قرار پاتی۔ بہرکیف جب امام حسینؑ شکمِ جناب
فاطمہ زہراؑ میں جاگزیں ہوئے تو اس وقت بھی جنابِ رسولِ خدا کو مدینہ سے باہر کا سفر درپیش ہوا چلتے وقت
آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ پس جب
تک میں نہ آؤں اُسے دودھ نہ پلانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب جنابِ رسولِ خدا واپس آئے تو دریافت کیا۔
جناب سیدہؑ نے عرض کی اے بابا میں نے ابھی تک حسینؑ کو دودھ نہیں پلایا ہے۔ اُس وقت آپ نے اپنی زبان
حسینؑ کے مُنہ میں دی انہوں نے اُسے چوسا۔ اس وقت جناب پیغمبرِ خدا نے مکرر فرمایا ھِیَ فِیْکَ وَفِیْ قُلُوْبِکَ
یعنی اے حسینؑ تم بہت خوش قسمت ہو کہ یہ امامت و وصایت تمہاری ہی نسل میں باقی رہے گی) اور اس آیت
کی تفسیر میں بھی یہی لکھا ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ (یعنی امامت کو خدا نے امام حسینؑ کی
نسل میں قرار دیا کہ اُن سے نو امام پیدا ہوں گے کہ اُن کے آخر جناب امام مہدیؑ آخرالزمان ہوں گے۔ ایک
مرتبہ مفضل بن عمرو نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے معنی دریافت کئے فرمایا اس سے مراد
امامت ہے جو عقب حسینؑ میں تا قیامت باقی رہے گی۔ مفضل نے عرض کی اے مولا کیا وجہ ہے کہ جناب امام حسنؑ
بڑے تھے اُن کی نسل میں تو امامت نہ ہوئی اور چھوٹے کی نسل میں امامت ہو گئی۔ فرمایا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ
دونوں حقیقی بھائی تھے اور دونوں نبی و رسول بھی تھے۔ مگر ہارونؑ کی نسل میں تو نبوت ہوئی اور جناب موسےٰؑ
کی نسل میں نبوت نہ ہوئی۔ فرمایا اے مفضل خداوندِ عالم حکیم ہے کوئی فعل اس کا مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔
انسان کو چاہیئے کہ خدا کے فعل پر اعتراض نہ کرے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔ دیکھئے حضرات حسنینؑ!
حسنؑ کے اعداد ایک سو اٹھارہ ہیں اور حسینؑ کے ایک سو اٹھائیس۔ ان میں دس عدد زیادہ ہیں۔ یہ اشارہ ہے
اس طرف کہ نو امام اُن کی اولاد سے اور خود وہ حضرت ملا کے دس ہوئے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام حسینؑ ہی کی نسل

---

[1] واضح ہو کہ یہ خبر غریب ہے اور رد رواہ ہے۔ ارشاد شیخ مفید رہ جو باب ولادت امام حسنؑ میں ہے اس کے خلاف ہے۔ قسمت کا تعلق ۱۲ منہ

[2] تفسیر حسینی ۱۲ منہ یوسہ لینا ہے اس بات پر بس نہیں کی جا سکتی۔ البتہ لوگوں کے کردار کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ ۲

میں امامت ہوگئی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ سبحان اللہ کیا مراتب ہیں جناب امام حسینؑ کے کہ تمام کوئی ہو ہیچ

القاب حضرت

ابھی سُنا آپ نے کہ خداوندِ عالم نے جناب امام حسینؑ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور توریت میں آپ کا نام شبیرؑ ہے اور انجیل میں آپ کا نام طیب ہے اور آپ کی کُنیت ابو عبداللہ ہے اور آپ کے القاب یہ ہیں:۔
اَلسِّبْطُ الثَّانِیْ۔ اَلْاِمَامُ الثَّالِثُ۔ اَلتَّابِعُ لِمَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ اَلدَّلِیْلُ عَلٰی ذَاتِ اللّٰہِ۔ اَلْوَلِیُّ الرَّشِیْدُ۔ اَلزَّکِیُّ السَّعِیْدُ۔ اَلطَّیِّبُ الْوَفِیُّ۔ اَلْاِمَامُ الرَّضِیُّ۔ شَافِعُ الْاُمَّۃِ۔ سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ مَفْخَرُ اَئِمَّۃِ الْمُھْتَدِیْنَ۔ بَضْعَۃُ کَبِدِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ نُوْرُ الْعِتْرَۃِ الْفَاطِمِیَّۃِ۔ سِرَاجُ اَنْصَابِ الْعَلَوِیَّۃِ۔ سِبْطُ الْاَسْبَاطِ۔ طَالِبُ الثَّارِ یَوْمَ الصِّرَاطِ۔ قِطْعَۃُ النُّوْرِ۔ قَلْبُ النَّبِیِّ سُرُوْرُہٗ۔ مُجْتَبَی الْمَلِکِ الْغَالِبِ اَلْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ محبتِ جناب رسولِ خدا کا جناب امام حسینؑ کے ساتھ یہ حال تھا کہ باوجود اس جلالت و رتبت کے جو آنحضرتؐ کو حاصل تھی جناب امام حسینؑ کے ساتھ مثل بچوں کے کھیلتے تھے۔ جدھر حُسینؑ دوڑتے تھے آپ بھی دونوں ہاتھ پھیلائے دوڑتے تھے۔ اور گود میں اُٹھا کے پیار کیا کرتے تھے۔

پشت جناب رسولِ خدا پر سوار ہونا

ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور جناب امام حسینؑ چھوٹے سے تھے آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب جناب رسولِ خداؐ سجدے میں جاتے تھے تو جناب امام حسینؑ پشت آنحضرتؐ پر سوار ہو جاتے تھے اور دونوں پاؤں پھیلا کے فرماتے تھے حِلْ حِلْ۔ جب آنحضرتؐ سر اُٹھانا چاہتے تھے تو آہستہ سے اُتار کے بٹھا دیتے تھے۔ جب پھر سجدے میں جاتے تھے تو وہ پھر سوار ہو جاتے تھے اور کہتے تھے حِلْ حِلْ۔ یہی حالت رہی تا آنکہ آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ ایک یہودی نے کہا یا محمدؐ آپ لوگ لڑکوں کو اتنا پیار کرتے ہیں ہم لوگ تو ایسا نہیں کرتے۔ فرمایا اگر تم لوگ خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہوتے تو اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح محبت کیا کرتے۔ جب اُس نے یہ کلام سنا اور خلقِ آنحضرتؐ کا دیکھا کہنے لگا یا رسول اللہ اب میں ایمان لاتا ہوں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:۔

سات مرتبہ تکبیر فرمانا جناب پیغمبرؐ خدا کا بخاطر حسین علیہ السلام

ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور آنحضرت کے پہلو میں جناب

لہ حِلْ حِلْ بکسر حائے حطی کلمہ ایست کہ بداں شتر را میرانند ۱۲ عہ مستدرک حاکم ۱۲

امام حسین علیہ السلام بھی تھے جو بہت کم سن تھے۔ جنابِ رسولِ خدا نے نماز شروع کی اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور یہ چاہا کہ امام حسینؑ بھی اللہ اکبر کہیں مگر امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی۔ جنابِ رسولِ خدا نے اس خیال سے کہ حسینؑ تکبیر کہیں پھر فرمایا اللہ اکبر لیکن پھر بھی امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی یہاں تک کہ جناب رسولؐ خدا نے بخاطر امام حسینؑ سات مرتبہ تکبیر کہی جب ساتویں مرتبہ آنحضرتؐ نے تکبیر کہی اُس وقت امام حسینؑ نے بھی تکبیر کہی اور فرمایا اللہ اکبر پس جنابِ رسولِ خدا نے اپنی نماز تمام کی۔ خداوند عالم نے بھی بخاطر جناب امام حسینؑ یہ تکبیریں یا جنھیں تکبیرات افتتاحیہ کہتے ہیں ابتدائے نماز میں سب کے واسطے قیامت تک کے لئے مستحب قرار دیں۔

عمرو عاص کو جواب دینا۔

ایک مرتبہ عمرو عاص نے جو معاویہ کا وزیر تھا جناب امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے حسینؑ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ جو بنی اُمیہ ہیں اُن کی اولاد تم لوگوں کی اولاد سے جو بنی ہاشم ہو زیادہ ہے۔ فرمایا بغاث جو ایک حقیر جانور ہے اس کی اولاد بہت ہوتی ہے اور باز و شاہین کی اولاد کم ہوتی ہے تب کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ ہم لوگوں کی ڈاڑھی اور مونچھ کے بال تم لوگوں کے بالوں سے جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ فرمایا تم لوگوں کی عورتیں گندہ دہن ہیں جب تم لوگ اپنے مُنہ کو اُن کے پاس لے جاتے ہو تو اُن کے مُنہ کے بخاراتِ متعفنہ سے تمہارے مُنہ کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ تب خفیف ہو کر کہنے لگا اس کی کیا وجہ ہے کہ تم لوگوں کی ڈاڑھی گھنی ہوتی ہے اور ہم لوگوں کی ڈاڑھی میں بہت کم بال ہوتے ہیں۔ فرمایا خداوند عالم فرماتا ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۱؎ ۔ یعنی جو زمین پاکیزہ و طیب ہے اُس کی گھانس حکمِ خدا سے بکثرت اور اچھی نکلتی ہے اور جو زمین خراب اور خبیث ہے اُس میں گھانس کہیں کہیں نکلتی ہے۔ تب معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ میں تجھ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تو خاموش ہو جا اس لئے کہ یہ فرزند ہیں علیؑ ابن ابی طالب کے۔

روایت سگ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ جو میرے نانا نے فرمایا ہے اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ بِمَا لَا اِثْمَ فِیْهِ (نماز کے بعد سب سے بہتر عمل مومن کے دل کو ایسے امر سے خوش کرنا ہے جس میں خدا کی نافرمانی نہ ہو) اس کی تصدیق مجھے اس طرح ہوئی کہ ایک مرتبہ میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ ایک کتے کو اپنے ساتھ کھانا کھلا رہا ہے میں نے اس سے سبب پوچھا تو اُس نے کہا یا ابن رسول اللہ میں آج کل نہایت غمزدہ ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس کتے کی خوشی سے خداوند عالم مجھے بھی خوش کر دے میرا مالک ایک یہودی ہے اور میں اس فکر میں ہوں کہ اس کے ہاتھ سے خلاصی پاؤں۔ یہ سُن کر میں دو سو اشرفی اس غلام کی قیمت

لئے ہوئے اُس یہودی کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ اس غلام کو دو سو اشرفی پر میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اُس نے عرض کی کہ آپ میرے گھر تشریف لاتے ہیں میں نے اس غلام کو آپ کے قدموں پر نثار کیا۔ اور یہ باغ جو میرا ہے یہ بھی اُسی کو دیا اور یہ دو سو اشرفی بھی میں نے آپ کو واپس دیں۔ ان حضرتؑ نے فرمایا تو اچھا اب میں نے یہ سب اشرفیاں تجھے ہبہ کیں۔ اُس نے کہا میں نے قبول کیں اور یہ سب اس غلام کو دیدیں۔ حضرت نے فرمایا اچھا اب میں نے اس غلام کو آزاد کیا اور یہ سب چیزیں جو درحقیقت آقا کی ہیں وہ بھی میں نے اُسی غلام کو دیدیں جب یہودی کی زوجہ نے یہ خلق و کرم حضرت کا دیکھا کہنے لگی کہ میں اسلام لاتی اور اپنے شوہر کو مہر بخشدیا یہ سن کر یہودی نے کہا کہ میں بھی مسلمان ہوا۔ اور اپنی زوجہ کو یہ مکان بخشدیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

مجلس دہم ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ رَبُّ الْاَرْبَابِ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (حق تعالیٰ سبحانہٗ سورۂ زمر میں ارشاد فرماتا ہے۔ بہ تحقیق جو لوگ مصیبت و بلا پر صبر کرتے ہیں۔ اُن کو آخرت میں اجر کامل اور ثواب بیشمار عطا کیا جائے گا) اس آیت میں حق تعالیٰ نے صابرین کے اجر کو بیان کیا ہے کہ وہ بے حساب اجر پائیں گے

بیان صبر

صبر کے معنی یہ ہیں کہ انسان مصیبت و بلا کے وقت جزع و فزع نہ کرے اور افعال و اقوال میں احکام خدا کی پابندی اختیار کرے اور جو ایسا کرے گا وہ علاوہ اجر بے حساب کے مستوجب بشارت و صلوات و رحمت بھی ہو گا۔ چنانچہ خداوند عالم ایسے صابروں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ یعنی (اے رسول) اُن صبر کرنے والوں کو جن پر جس وقت بھی کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہتے ہیں یہ خوشخبری پہنچا دو کہ یہی لوگ ایسے ہیں جن پر خدا کی جانب سے صلوات و رحمت نازل ہوتی ہے۔ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو ان چار باتوں پر عمل کرے وہ یقیناً اہل بہشت سے پہلے خدا کی توحید میں کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرے جب کوئی نعمت اُسے حاصل ہو تو کہے اَلْحَمْدُ تیسرے جب اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ چوتھے جب اُس پر کوئی مصیبت

ترجمہ ہم خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے

آپہنچے تو کہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . نیز آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ فرمائے قیامت میں جب میزانِ اعمال نصب کی جائے گی اور خلائق کے اعمال وزن کئے جائیں گے تو جن لوگوں نے نماز پڑھی ہے صدقہ دیا ہے ۔ حج کیا ہے ۔ سب کا عوض ملے گا ۔ مگر جنہوں نے دنیا میں مصیبت و بلا پر صبر کیا ہے اُن کے واسطے میزان نہیں ہے ۔ اُن کے اعمال وزن نہ کئے جائیں گے ۔ اور وہ بے حساب اجر پائیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ یہاں تک کہ جو لوگ دارِ دنیا میں عافیت و آرام سے رہے ہیں اور کسی بلا و اذیت میں مُبتلا نہیں ہوئے اُس دن وہ بھی تمنا کریں گے کہ کاش دُنیا میں اُن کے بدن مقراض سے پارہ پارہ کئے جاتے کہ آج کے دن وہ بھی اس درجۂ عالیہ کو پہنچتے اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن وہ مجاہدین جو دنیا میں شہید ہوتے ہیں جب بہشت میں پہنچیں گے تو کچھ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ اُن کے پہلے سے خُلد میں بیٹھے ہیں ۔ وہ شہیدانِ راہ خدا کہیں گے کہ بارالٰہا ہم نے جہاد کیا ۔ تیری راہ میں جان دی ۔ ہمارے بچے یتیم ہوئے ۔ ہماری عورتیں بیوہ ہوئیں ۔ بااین ہمہ ہم لوگ پیچھے بہشت میں داخل ہوئے ۔ یہ لوگ کون ہیں جو پہلے سے یہاں پہنچ گئے ۔ خطاب ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ میں سے یہ لوگ وہ ہیں جو دنیا میں فقیر و محتاج تھے اور اذیت و تکلیف اُٹھایا کرتے تھے ۔ تم لوگوں نے تو ایک مرتبہ تلوار کی اذیت اُٹھائی اور یہ لوگ تو ایک ایک دن میں سو سو مرتبہ امتحان و بلا کی تلوار سے قتل ہوتے تھے ۔ اور صبر کرتے تھے ۔ صبر ایسی صفت ہے جو مدار نبوت و امامت ہے اور اس کا اجر نعماتِ جنت ہے ۔ جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (اور ہم نے اُن ہی میں سے بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا امام مقرر کئے جو ہمارے حکم کے بموجب ہدایت کرتے ہیں) اور سورۂ دہر میں ارشاد فرماتا ہے وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا (اور اُن کے صبر کرنے کے عوض میں اُس نے اُن کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا ۔

صبر سے جناب رسولِ خدا کا امتحان

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے جناب رسالتمآبؐ کو شب معراج وحی فرمائی کہ اے ہمارے حبیب ہم تمہارے صبر کا امتحان تین امروں میں لیں گے ۔ عرض کی مجھے قبول ہے ۔ اگر تیری توفیق شاملِ حال ہوئی تو میں کل امروں میں صبر کروں گا ۔ وحی ہوئی کہ خود گرسنگی اختیار کرو اور فقرائے اُمت کو اپنے اور اپنے اہل پر ترجیح دو ۔ عرض کی قبول کیا ۔ پھر وحی ہوئی کہ جب تمہاری اُمت تمہاری تکذیب کرے اور اذیت پہنچائے تو اس کے متحمل ہو اور صبر کرو ۔ عرض کی قبول کیا ۔ پھر ارشاد ہوا ۔ اے رسولؐ جو مصیبتیں تمہارے اہلبیتؑ پر واقع ہوں اُن پر بھی صبر کرو ۔ اے رسول تمہارے بعد تمہارے بھائی علیؑ ابن

ابی طالب کے حق کو غصب کریں گے۔ اُس پر ظلم و تعدی کریں گے اور اذیت پہنچائیں گے اور تمہارے بیٹے کو ارث سے محروم رکھیں گے۔ اُسے اذیت پہنچائیں گے۔ اُس کے گھر میں ظلم و قہر داخل ہوں گے۔ کچھ اُس کی حُرمت کی رعایت نہ کریں گے۔ اور تمہارے فرزند حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کریں گے۔ اُس کے اسباب کو لوٹ لیں گے اور اس کو زخمی کریں گے اور تمہارے فرزند حسینؑ کو دغا سے بلائیں گے بعد اُس کے اُس پر بڑا دشمن پیش آئیں گے اور اُس کو بھوکا پیاسا مع اولاد و اصحاب کے شہید کریں گے۔ حضرتؐ نے عرض کی بارالہٰا میں نے قبول کیا اور ان مصیبتوں پر صبر کرنے میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں۔

تمہید مصائب

مومنین مصائب جناب امام حسینؑ جن پر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صبر کرنے کے لئے کہا ہے انتہا ہیں کس کس کو انسان بیان کرے۔ اول مصیبتؑ اُن حضرت پر یہ تھی کہ اپنے گھر میں چین سے رہنے نہ پائے بچوں کو عورتوں کو ساتھ لئے آوارہ وطن ہو کر خدا کے گھر میں پناہ لی۔ وہاں بھی ظالموں نے رہنے نہ دیا کتاب بحارالانوار وغیرہ میں منقول ہے کہ جب معاویہ سے اور جناب امام حسنؑ سے صلح ہو گئی اور حضرتؑ نے اپنے اصحاب کی غداری و بیوفائی کے سبب گوشہ نشینی اختیار کی اور اس کے بعد معاویہ نے جناب امام حسینؑ سے بہ جبر بیعت چاہی تو جناب امام حسنؑ نے اُس سے فرمایا کہ اے معاویہ حسینؑ پر بیعت کے لئے جبر نہ کر اس لئے کہ وہ کبھی تیری بیعت نہ کریں گے مگر یہ کہ قتل ہو جائیں اور وہ قتل نہ ہوں گے جب تک کہ تمام اہلبیتؑ قتل نہ ہو جائیں گے۔ اور اُن کے اہلبیتؑ قتل نہ ہوں گے جب تک کہ تمام اہلِ شام قتل نہ ہوں گے۔ مطلب حضرتؑ کا یہ تھا کہ حسینؑ سے کسی طرح بیعت کا طلبگار نہ ہو ورنہ بڑا کشت و خون ہوگا چنانچہ معاویہ بھی انجام سوچ کر چپ ہو رہا۔ یہاں تک کہ جب اُس کا وقت مرگ قریب ہوا تو اُس نے اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور سامنے بٹھا کر کہا اے فرزند میں نے بڑے بڑے سرکشوں کو تیرے لئے ذلیل کر دیا۔ اور بہت سے شہروں کو ہموار کر دیا۔ اب یہ ملک و سلطنت تیرے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ مگر تین شخصوں کا مجھے ڈر ہے کہ وہ ضرور تجھ سے مخالفت کریں گے اور تیری بیعت نہ کریں گے۔ ایک اُن میں سے عبداللہ بن عمر ہے دوسرا عبداللہ بن زبیر اور تیسرے حسینؑ ابن علیؑ ہیں۔ لیکن عبداللہ بن عمر پس وہ تیرے ساتھ ہے تو اُس کو ہمیشہ اپنے ساتھ بلائے رکھنا اور جُدا نہ کرنا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو اگر پانا تو اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا کہ وہ تیری گھات میں اُسی طرح ہے جیسے شیر اپنے شکار کی گھات میں چھپا بیٹھا ہو۔ باقی رہے امام حسینؑ پس تو جانتا ہے کہ اُن کو جناب رسولِ خدا سے کیسی قرابت ہے۔ اور اُن کا گوشت و خون رسولِ خدا کا گوشت و خون ہے اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ اہلِ عراق ضرور اُن کو اپنے ہاں بلائیں گے اور پھر بے وفائی اور بدعہدی کریں گے۔ پس اگر حسینؑ

پر ظفر پانا قرآن کی وہ منزلت جو رسولؐ سے بے رعایت کرنا۔ مومنین افسوس ہے کہ یزید نے معاویہ کی وصیت پر بھی عمل نہ کیا اور درپئے ہلاکتِ جناب امام حسینؑ ہوا۔

ولید کا حضرتؑ کو طلب کرنا۔

ارشادِ شیخ مفیدؒ و مقتل ابو مخنف و دیگر کتب کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب سنہ ۶۰ ہجری میں معاویہ مرا اور یزید تختِ نشین ہوا تو اُس نے بیٹھتے ہی ولید بن عتبہ کو جو حاکم مدینہ تھا خط لکھا کہ میرے لئے حسینؑ سے بیعت طلب کر۔ اگر انکار کریں تو قتل کر اور اُن کا سر میرے پاس بھیج دے۔ جب خط پہنچا۔ ولید نے مروان کو بُلایا اور اُس سے اس بارے میں مشورہ کیا مروان نے کہا کہ حسینؑ کبھی بیعت قبول نہ کریں گے اور اگر میں تیری جگہ ہوتا تو ضرور اُن کو قتل کر دیتا۔ ولید یہ سُن کر بہت متحیر ہوا اور کہنے لگا کہ کاش میں نیست و نابود ہو جاتا اور ایسے امرِ عظیم میں مُبتلا نہ ہوتا۔ الغرض ولید نے جناب امام حسینؑ علیہ السلام کو رات کے وقت بُلا بھیجا۔ حضرتؑ اس کا مطلب سمجھ گئے۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ ولید نے مجھے اس وقت بُلایا ہے اور میں جانتا ہوں جس امر کی وہ مجھے تکلیف دے گا اور میں اُسے ہرگز قبول نہ کروں گا۔ پس تم لوگ مسلح ہو کر میرے ساتھ رہو۔ جب میں اس کے پاس جاؤں تو تم سب دروازے پر کھڑے رہنا۔ اور جب میری آواز بلند ہو تو بے تامل اندر چلے آنا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ الحاصل جناب امام حسینؑ یہ فرما کر ولید کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں مروان بن حکم کو بھی بیٹھا پایا۔ ولید نے پہلے معاویہ کے مرنے کی خبر بیان کی۔ بعد اُس کے یزید کا خط پڑھا۔ جس میں ذکرِ بیعت تھا۔ حضرتؑ نے سن کر سکوت فرمایا کہ تو اس پردۂ شب میں بیعت پر راضی نہ ہوگا بلکہ یہ چاہتا ہوگا کہ میں علی الاعلان ظاہر بیعت کروں۔ تاکہ سب لوگ واقف ہو جائیں۔ ولید نے کہا البتہ ایسا ہی بہتر ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ حضرتؑ نے کہا اچھا تو اس وقت میں جاتا ہوں کل صبح کو دیکھا جائے گا کہ تیری رائے اس میں کیا ہوتی ہے۔ ولید نے قبول کیا اور کہا بسم اللہ۔ اس وقت آپ تشریف لیجائیں۔ مروان ملعون نے ولید سے کہا خدا کی قسم اگر حسینؑ اس وقت چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر کبھی تیرے ہاتھ نہ آئیں گے جب تک کہ بہت سے لوگ اِدھر اُدھر کے قتل نہ ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اگر بیعت نہ کریں تو اسی وقت ان کو قتل کر۔ جب حضرتؑ نے اُس کا یہ کلام سُنا فرمایا تو جھوٹا ہے کیا مجال جو تو مجھے قتل کر سکے۔ مروان نے بھی کچھ کہا۔ جب آواز بلند ہوئی تو انیس آدمی حضرتؑ کے اہلبیتؑ سے ننگی تلواریں لئے گھر میں ولید کے آ گئے۔ پہلے اُن میں سے جس نے تلوار علم کی حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ تھے۔ چاہا کہ مروان اور ولید کو قتل کر دیں۔ حضرتؑ نے منع کیا اور فرمایا ہم اہلبیتِ رسولؐ ہیں۔ ہمارا یہ شیوہ اور طریقہ نہیں ہے کہ اپنی طرف سے لڑائی شروع کریں۔ یہ فرما کر صحیح و سالم مع عزیز و انصار اپنے گھر تشریف لے آئے۔

رخصت حضرتؑ از قبرِ جناب رسولِ خداؐ۔ الحاصل جب جناب امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب یہاں رہنا

عہ بروایت اہلسنت ۱۲ عہ تاریخ طبری ۱۲

مصلحت نہیں ہے۔ ناچار آمادہ سفر ہوئے اور شب کے وقت رخصت کے لئے روضۂ جناب رسالتمآبؐ پر تشریف لے گئے اور قبر مطہر کے پاس کھڑے ہو کر آداب زیارت بجا لائے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَنَا الْحُسَیْنُ ابْنُ فَرْخَتِکَ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ (اے جد بزرگوار آپ پر سلام ہو میں آپ کا نواسہ آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا کا فرزند حسین مظلوم ہوں) اے جد بزرگوار اس امت جفاکار نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میری حرمت ضائع کی اور میری حفاظت نہ کی۔ بعد اس کے قبر مطہر سے لپٹ کر زار زار رویا کئے۔ اتنے میں آنکھ حضرتؑ کی لگ گئی خواب میں جناب رسالتمآب کو دیکھا کہ حضرتؐ تشریف لائے ہیں اور جناب امام حسینؑ کو گلے سے لگالیا ہے۔ اور رو کر فرماتے ہیں کہ اے نور نظر بہت قریب ہے کہ تو زمین کربلا پر جائے اور اپنے خون میں غلطاں ہو اور تو شدت تشنگی میں ایک ایک سے پانی طلب کرے اور کوئی تجھے پانی نہ دے بلکہ پیاسا ہی تجھے ذبح کریں۔ فَقَالَ الْحُسَیْنُ یَا جَدَّاہُ لَاحَاجَۃَ لِیْ فِی الرُّجُوْعِ اِلَی الدُّنْیَا۔ پس جناب امام حسینؑ نے عرض کی کہ اے نانا میں اس امت جفاکار کے ہاتھ سے اس قدر تنگ و ناچار ہوں کہ میرا دل اب جینے سے بیزار ہے۔ میں زندگی دنیا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اپنی قبر مطہر میں لے لیجئے جناب رسول خدا نے رو کر فرمایا اے نور چشم حکم خدا یوں ہی مقدر ہوا ہے کہ تو دنیا میں رہے اور اعدائے دین کے ہاتھ سے شہید ہو وَاِنَّ لَکَ فِی الْجِنَانِ لَدَرَجَاتٍ لَنْ تَنَالَھَا اِلَّا بِالشَّھَادَۃِ (اور تیرے لئے خدا نے بہشت میں درجے مقرر کئے ہیں۔ اُن درجوں کو نہ پہنچے گا مگر شہید ہو کے) الغرض یہ خواب دیکھ کر حضرتؑ بیدار ہوئے اور مغموم و محزون دولت سرا میں تشریف لائے اور تمام ماجرا اپنے اہل بیتؑ سے بیان کیا۔ راوی کہتا ہے کہ سب خواتین معظمہ خصوصاً جناب زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ اس خواب کو سُن کر اس قدر روئیں اور غمگین ہوئیں کہ مشرق سے مغرب تک کسی گھر میں ایسا کہرام برپا نہ ہوا ہو گا۔ اس کے بعد وہ حضرتؑ آمادہ سفر

رخصت از قبر جناب فاطمہؑ و جناب امام حسنؑ

صاحب منتخب الاخبار لکھتے ہیں کہ جب شب ہوئی رخصت کے واسطے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ زہرا کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور قبر سے لپٹ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اُمَّاہُ۔ فرزند آپ کا حسینؑ آپ سے رخصت ہونے آیا ہے۔ یہ آخری زیارت آپ کی ہے۔ قبر جناب سیدہؑ سے یہی آواز آئی عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا مَظْلُوْمَ الْاُمِّ وَ یَا شَھِیْدَ الْاُمِّ وَ یَا غَرِیْبَ الْاُمِّ یہ آواز سُن کر حضرتؑ اس قدر روئے پھر کچھ نہ کہہ سکے وہاں سے روتے ہوئے اپنے برادر بزرگوار جناب امام حسنؑ کی قبر پر آئے اور وہاں سے بھی رخصت ہوئے۔ مومنین یہ رخصت تو حضرتؑ کی مدینہ منورہ میں تھی کہ اپنے نانا جناب رسول خدا اور مادر گرامی جناب فاطمہؑ زہرا اور برادر بزرگوار جناب حسنؑ مجتبےٰ سے رخصت ہو رہے تھے۔ اور ایک روز یہی حضرتؑ کربلا میں روز عاشورا اپنے اہلبیتؑ سے رخصت ہوتے تھے اور فرماتے تھے یَا سُکَیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا زَیْنَبُ یَا اُمَّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْکُنَّ مِنِّیَ السَّلَامُ۔ اور کبھی جناب زینبؑ

سے جامہ کہنہ طلب کرتے تھے کہ اسے پہن کر سفر آخرت اختیار کریں۔ مومنین جب کوئی مسافر سفر کو جانے کے وقت کپڑے پہنتا ہے تو عورتوں کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ جناب امام حسینؑ ایسے سفر میں جانے کے لئے کپڑے طلب کر رہے ہیں جہاں سے پھر کر آنے کی امید نہیں ہے۔ اس وقت سب عورتوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جناب زینبؑ سے فرمایا اُخْتِیْ زَیْنَبُ اِیْتِیْنِیْ بِثَوْبٍ عَتِیْقٍ لَا یَرْغَبُ فِیْہِ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ (اے بہن زینب کوئی کپڑا ایسا پرانا لاؤ کہ کوئی اسے نہ پوچھے تاکہ بعد شہادت کے مجھے کوئی برہنہ نہ کرے) جناب زینبؑ وہ پرانا کپڑا لے آئیں۔ تو حضرت نے اسے اور بھی جا بجا سے چاک کر دیا۔ مومنین حضرتؑ نے جس قدر چاک کیا تھا۔ اس سے وہ کپڑا بے مصرف ہو گیا تھا۔ اس پر ظالموں کی تلواروں نے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ نیزوں نے اس کے پرزے پرزے اڑائے۔ خاک و خون میں بھر جانے کی وجہ سے بھی قابل رغبت نہ رہا تھا۔ مگر افسوس ظالموں نے ایسے کپڑے بھی پہنے نہ دیئے وہ بھی حضرتؑ کے بدن سے اتار لیتے گئے اور لاش اقدس کو برہنہ جلتی زمین پر چھوڑ دیا۔

مجلس یازدہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَ فُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ (حق تعالیٰ قرآن مجید میں بعد آیت نور کے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مصباح درخشان اور چراغ تاباں ان گھروں میں روشن ہے۔ جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں۔ وہ گھر جو ایسے ہیں کہ جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے (یعنی ان میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اور عبادت خدا ہوتی ہے) صبح شام ان میں خدا کی تسبیح اور تنزیہ کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ مفسرین میں اختلاف ہے کہ وہ گھر جن کی خدا نے تعریف کی ہے۔ کون سے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان گھروں سے مراد مسجدیں ہیں۔ جن میں ذکر خدا اور اذان اور نماز ہوا کرتی ہے۔ اور ان کی رفعت اور تعظیم سے مراد ان کی طہارت ہے۔ کثافات و نجاسات سے اور گناہوں سے اور جناب رسولؐ خدا نے بھی فرمایا ہے اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ وَ ھِیَ

تُضِیُٔ لِاَھْلِ السَّمَاءِ کَمَا تُضِیُٔ النُّجُوْمُ لِاَھْلِ الْاَرْضِ (مسجدیں خانۂ خدا ہیں ہوئے زمین پر اور وہ اہل آسمان کے واسطے اسی طرح چمکتی اور روشن دکھائی دیتی ہیں۔ جس طرح اہل زمین کو آسمان پر ستارے نورانی اور روشن دکھائی دیتے ہیں) اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیوت سے مراد وہ چار مسجدیں ہیں۔ جو انبیا کے اہتمام سے بنائی گئی ہیں۔ ایک تو خانہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سعی اور حضرت اسماعیلؑ کی مدد سے تمام ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے) دوسرے بیت المقدس ہے جس کی بنا حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی تکمیل جناب سلیمانؑ کے وقت میں ہوئی۔ تیسرے مسجد مدینہ۔ چوتھے مسجد قبا ہے کہ یہ دونوں مسجدیں جناب رسولؐ خدا کے حکم سے بنائی گئیں۔ اور بعضوں نے ان گھروں سے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ بیوت انبیاء و اوصیاء مراد لیا ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ (اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے) اور پھر ایک مقام میں فرماتا ہے رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (اے اہل بیتؑ تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں) بہر کیف ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ تو کسی نے دریافت کیا یا رسولؐ اللہ وہ گھر کون سے ہیں جن کی خدا نے یہ صفتیں بیان کی ہیں۔ فرمایا وہ خانہ ہائے انبیا ہیں۔ ابوبکر نے اٹھ کر عرض کی کیا علی و فاطمہ کا گھر بھی انہیں میں سے ہے فرمایا نَعَمْ مِنْ اَفَاضِلِھَا (ہاں بلکہ ان گھروں سے بہتر ہے) کیوں مومنین جس گھر کو جناب رسول خدا بیوت انبیاء سے افضل فرمائیں۔ اس گھر کی بعد وفات رسولؐ خدا امت نے کیا خوب قدر کی۔ کچھ بے دین اسی گھر کے جلانے پر آمادہ ہوئے۔ آگ اور لکڑیاں جمع کیں اور چاہتے تھے کہ مع اہل بیتؑ رسول کے اس گھر کو جلا دیں۔ جس گھر میں صبح و شام قرآن مجید پڑھا جاتا تھا ذکر خدا ہوتا تھا۔ نماز پڑھی جاتی تھی۔ اس گھر کو ظالموں نے ویران کر دیا۔ امام حسینؑ جو اس گھر کے مالک تھے۔ نہ اپنے گھر میں رہنے پائے۔ اشقیائے بے دین نے حضرت کو وہاں سے نکالا اور آوارۂ وطن کیا۔ ناچار آپ نے مکہ معظمہ میں خدا کے گھر میں پناہ لی۔ مگر وہاں بھی چین سے نہ رہنے پائے۔ ملاعین چاہتے

عہ تاریخ طبری تاریخ الامامت والسیاست۔ ابن قتیبہ۔ ۱۲

تھے کہ خانۂ[عــہ] خدا ہی میں شہید کردیں۔ حضرت اس خیال سے کہ میرے قتل سے حرمت خانۂ خدا برباد ہو گی۔ آٹھویں ذی الحجہ کو بغیر حج کیے آمادۂ سفر ہوئے اور حسب المطلب جناب مسلمؑ کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور جناب مسلمؑ نویں کو کوفہ میں شہید ہوئے۔ جس کی خبر جناب رسول خدا دے گئے تھے۔ چنانچہ کتاب امالی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دن جناب امیرؑ نے خدمت رسول خدا میں عرض کی اِنَّکَ تُحِبُّ عَقِیْلاً (یا رسولؐ اللہ آپ عقیلؓ کو دوست رکھتے ہیں) فرمایا واللہ میں عقیلؓ کو دو محبتوں کے سبب دوست رکھتا ہوں۔ ایک تو خود ان کی محبت ہے۔ دوسری محبت مجھے عقیلؓ سے بسبب میرے عم بزرگوار ابوطالب کے ہے کہ یہ ان کے فرزند محبوب ہیں پھر فرمایا اِنَّ وَلَدَہٗ مَقْتُوْلٌ فِیْ مَحَبَّةِ وَلَدِکَ (اے علیؑ بہ تحقیق کہ مسلم فرزند عقیل تمہارے فرزند حسینؑ کی محبت میں قتل کیا جائے گا) اور مومنین کی آنکھیں اس کی مصیبت پر ہمیشہ رویا کریں گی اور ملائکہ مقربین اس پر صلوات بھیجا کریں گے۔ یہ فرما کر جناب رسول خدا خود بھی اس شدت سے روئے کہ آنسو ریش مبارک سے گر کے سینۂ اقدس پر ٹپکنے لگے۔ پھر فرمایا کہ میں خدا سے ان مصیبتوں کا شکوہ کرتا ہوں جو میرے بعد میری عترت پر میری امت کے ہاتھ سے گزرنے والی ہیں۔ مومنین جناب مسلمؑ لشکر امام حسینؑ کے اول شہید ہیں جو کوفہ میں حالت غربت میں یکہ و تنہا بے یار و مددگار نہایت مظلومی سے شہید کیے گئے۔

اہلِ کوفہ کا جناب امام حسینؑ کو خط لکھنا

بحار الانوار وغیرہ میں منقول ہے کہ جب اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ نے اپنے دشمنوں کے خوف سے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں پناہ لی۔ تو انہوں نے خدمت امام علیہ السلام میں برابر خطوط بھیجنے شروع کیے۔ سب کا حاصل مضمون یہی تھا کہ ابن رسولؐ اللہ اب سوائے آپ کے کوئی ہمارا امام اور پیشوا نہیں ہے۔ آپ جلد یہاں تشریف لائیے کہ ایک لاکھ جاں نثار آپ کی نصرت کے واسطے موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بارہ ہزار نامے ان حضرتؑ کے پاس جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ نے جواب میں ایک نامہ اتمام حجت کے لیے اس مضمون کا اہل کوفہ کو لکھا۔

جناب مسلمؑ کا کوفہ میں پہنچنا

امابعد اے اہل کوفہ آگاہ ہو کہ تمہارے خطوط میری طلب میں متواتر پہنچے۔ اس لیے بالفعل میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر وہ تمہاری اطاعت اور جاں نثاری کا حال مجھے لکھیں گے تو میں بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔ خلاصہ جناب مسلم وہ خط لے کر کوفہ کی طرف

عــہ ذکر العباس ۱۲

روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو مختار کے گھر میں قیام کیا۔ اور مضمون خط سے سب کو مطلع کیا۔ حکم امام سن کر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جناب مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت جناب مسلمؑ نے امام حسینؑ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ یا مولا اٹھارہ ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت قبول کی ہے۔ اب آپ جلد تشریف لائیے۔ جب یزید کو اس کی خبر پہنچی۔ تو وہ ملعون نہایت غضب ناک ہوا اور ابن زیاد کو جو حاکم بصرہ تھا لکھ بھیجا کہ تو جلد کوفہ جا کر مسلم بن عقیل کو قتل کر اور ان کا سر ہمارے پاس بھیج دے۔ الحاصل جب ابن زیاد کوفہ پہنچا تو اس نے لوگوں کو عتاب یزید سے ڈرایا۔ اسی وقت کوفیوں نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ جناب یکہ و تنہا حیران و پریشان پھرتے تھے۔ مگر کوئی دوست نظر نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ ہانی بن عروہ کے گھر میں جو شیعان علی ابن ابی طالب سے تھے پناہ لی۔ جب ابن زیاد کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس نے ہانی کو بلا بھیجا اور مسلم کو طلب کیا۔ مگر ہانی نے انکار کیا ابن زیاد نے ان کے چہرے پر اتنی چھڑیاں چلائیں[۱] کہ خون جاری ہوا۔ آخر کار ان کو قتل کیا جب ہانی کے قتل کی خبر حضرت مسلم کو پہنچی نہایت غمگین ہوئے اور مضطر و حیران ان کے گھر سے باہر نکلے اور با حال پریشاں کوچۂ کوفہ میں پھرنے لگے۔ کچھ خیال میں نہ آتا تھا کہ اس عالم مسافرت میں جہاں نہ کوئی یار تھا نہ مددگار۔ کہاں جائیں اور کیا کریں۔ جب تھوڑا دن رہ گیا تو ایک ضعیفہ کے دروازے پر جس کا نام طوعہ تھا کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے کنیز خدا میں پیاسا ہوں تھوڑا پانی پلا وہ لے آئی۔ آپ نے پانی پی کر شکر خدا کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ طوعہ نے کہا۔ اے بندہ خدا اب تو اپنے گھر جا۔ یہاں بیٹھنا مناسب نہیں۔ فرمایا اے کنیز خدا میرا یہاں کوئی گھر نہیں ہے۔ میں تو مسافر ہوں کہاں جاؤں کیا کروں؟ اگر تو میرے ساتھ احسان کرے گی تو فردائے قیامت رسولؐ خدا تیری شفاعت کریں گے۔ طوعہ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ فرمایا اَنَا مُسْلِمُ ابْنُ عَقِیْل (میں مسلم بن عقیلؑ ہوں) یہ سنتے ہی وہ ضعیفہ آپ کو اپنے گھر میں لے گئی اور ایک مکان میں فرش کر دیا اور کھانا لا کر سامنے رکھا۔ مگر مومنین جس بیکس و مظلوم پر یہ صدمے اور بلائیں گزریں اس سے کھانا کیا کھایا جائے۔ آپ نے کچھ نوش نہ کیا۔ اسی طرح بھوکے سو رہے۔ جب صبح ہوئی۔ طوعہ وضو کے واسطے پانی لائی اور عرض کی آج رات بھر آپ نے آرام کیوں نہیں کیا۔ فرمایا اے کنیز خدا ایک لمحہ بھر میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے خواب میں اپنے چچا جناب امیرالمومنین کو دیکھا۔ وہ مجھ سے فرماتے ہیں یا مُسْلِمُ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلْعَجَلَ اَلْعَجَلَ اے مسلم ہمارے پاس جلد آؤ ہم تمہارے بہت مشتاق ہیں اے طوعہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آج میں ضرور شہید کیا جاؤں گا۔ چنانچہ حضرات ایسا ہی ہوا کہ طوعہ کے

---

[۱] بعض روایات میں ہے کہ اپنی چھڑی سے چہرہ مبارک کو زخمی کر دیا

بیٹے نے ابن زیاد کو جناب مسلمؑ کے حال سے خبر دی۔ اس ملعون نے محمد بن اشعث کو ہزار سوار اور پانسو پیادوں کے ساتھ جناب مسلم کی گرفتاری کے واسطے روانہ کیا۔ جب حضرت مسلمؑ نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز ہتھیاروں کی جھنکار سنی زرہ پہن لی۔ اور تلوار لے کر گھر سے باہر نکل آئے ان ملاعنہ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ جب اشقیا نے یہ کیفیت دیکھی تو براہ مکاری اثنائے راہ میں ایک گڑھا کھود کر خس و خاشاک سے بھر دیا اور منہ اس کا چھپا دیا حضرت مسلمؑ لڑتے چلے جاتے تھے۔ ناگاہ اس جناب کا پاؤں اس گڑھے میں پڑا اور منہ کے بل گر پڑے سب ملاعین ٹوٹ پڑے اور اسیر کر کے ابن زیاد کے پاس لے چلے۔ شب کا فاقہ۔ دھوپ کی حرارت۔ زخموں کی کثرت۔ پیاس نے غلبہ کیا۔ جب دروازہ دارالامارہ پر پہنچے ضعف کے سبب سے پشت دیوار سے لگا دی اور فرمایا پیاسا ہوں مجھے پانی پلا دو۔ ایک شخص پانی لے آیا۔ آپ نے چاہا کہ پئیں کہ خون دہن اقدس سے اس قدر گرا کہ سارا پیالہ خون سے بھر گیا فرمایا الحمد للہ کہ اب رزق میری قسمت کا دنیا سے اٹھ گیا۔ الحاصل جب ابن زیاد کے پاس آپ کو لائے تو اس جناب نے اس شقی پر سلام نہ کیا۔ کسی نے کہا تم نے امیر پر سلام کیوں نہ کیا۔ فرمایا مَالِیْ اَمِیْرٌ سِوَی الْحُسَیْنِ قسم خدا کی سوائے حسینؑ بن علیؑ کے میرا کوئی امیر نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا سلام کرو یا نہ کرو قتل ضرور کئے جاؤ گے۔ فرمایا خیر اتنی مہلت دے کہ کسی سے کچھ وصیت کر لوں

جناب مسلم کا وصیتیں کرنا

عمر سعد قریب تھا حضرت مسلمؑ نے اس سے فرمایا اے پسر سعد! پہلی وصیت یہ ہے کہ میں سات سو درہم کا بیاں قرضدار ہوں۔ میری تلوار اور زرہ بیچ کر ادا کر دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ بعد میری شہادت کے لاش میری ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ میری آقا جناب امام حسین مع اہل بیت کے اس طرف روانہ ہو چکے ہوں گے۔ کسی شخص کو بھیج کر منع کرا دینا کہ اس طرف آنے کا ہرگز قصد نہ فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ میری طرح وہ بھی کوفیوں کے مکر و فریب سے قتل کئے جائیں۔ جب عمر سعد نے ابن زیاد سے یہ وصیتیں بیان کیں تو اس ملعون نے کہا کہ زرہ اور تلوار سے تو ہمیں کچھ کام نہیں جو چاہنا وہ کرنا۔ اور ان کی لاش کا بھی تم کو اختیار ہے۔ لیکن حسینؑ ابن علیؑ کے بارے میں جو کہا ہے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ ہم ان کو بھی ہر چہار طرف سے گھیر کر مثل مسلم کے قتل کر دیں گے یہ سن کر حضرت مسلمؑ رونے لگے اور فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ آخر وہ اشقیا جناب مسلم کو قلعہ کی چھت پر لے گئے اور بلندی سے منہ کے بل نیچے گرا دیا کہ تمام استخواں چور چور ہو گئے۔ ابھی کچھ

جان باقی تھی کہ ایک ملعون نے سر اقدس کاٹ لیا۔ اور لاش اقدس کو پاؤں میں رسی باندھ کر بازار کوفہ میں کھینچتے پھرے۔ اور ہانی کی لاش کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مذحج کے لوگ جن کی قوم سے حضرت ہانی تھے بگڑ کھڑے ہوئے اور سب نے تلواریں کھینچ لیں

بنی مذحج کا نعشوں کو متصل مسجد کوفہ دفن کرنا

اور کہتے تھے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ لاشوں کے ساتھ یہ بے احترامی کی جائے۔ ایک تو لوگ ناحق قتل کیے گئے اور اس پر یہ زیادتی کہ ان کی لاشوں کے ساتھ یہ توہین کی جاتی ہے۔ بنی مذحج نے بعد کشت و خون کے لاشوں کو چھین کر غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کے متصل مسجد کوفہ دفن کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجلس دوازدہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے کہ ملائکہ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے گرد ہیں وہ سب اپنے خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہیں احادیث میں وارد ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جب عرش کو خلق کیا تو ملائکہ کو اس کے اٹھانے کا حکم دیا۔ مگر وہ سب اس کے اٹھانے سے عاجز رہے اس وقت جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل کو حکم ہوا کہ تم سب عرش کو اٹھا کے حاملان عرش کے کاندھوں پر رکھدو۔ جبرئیل نے ایک گوشہ اٹھایا اور کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ دوسرے گوشہ کو میکائیل نے پکڑ کر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ تیسری طرف کو اسرافیل نے اٹھا کے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ چوتھے کنارے کو پکڑ کر عزرائیل نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور عرش کو اٹھا کے حاملان عرش کے کاندھوں پر رکھ دیا۔

بیان حاملانِ عرش و عظمتِ عرش

جب حاملان عرش کو گرانی معلوم ہوئی عرش کی تو انہوں نے کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پس عرش کی سنگینی ان کے لئے ہلکی ہو گئی۔ منقول ہے کہ جو بندہ ایک مرتبہ یہ کلمہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ تو ثواب حاملانِ عرش کا اور کل ملائکہ کا اس بندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور سنگینی دنیا

ترانی آخرت اس کے لئے سبک ہو جاتی ہے اور مستغرق رحمت الٰہی ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک
فرشتہ عرش کے کنارے طواف کرتا تھا۔ خدا سے اس نے درخواست کی۔ بارالٰہا میں چاہتا ہوں کہ تیرے
عرش کی عظمت معلوم کروں کہ یہ کتنا بڑا ہے۔ خطاب ہوا کہ عمر تیری قلیل اور پر و بال تیرے تھوڑے ہیں
اور تیرے امکان سے باہر ہے۔ اس نے عرض کی میں ہزار پر رکھتا ہوں کہ طول ہر پر کا ہزار برس
کا ہے۔ آواز آئی کہ یہ وسعت تیرا میرے عرش کے مقابلہ میں برابر ایک قطرہ دریا کے ہے
اور یہ کہ عرش ایک جوہر ہے۔ جو نور محمدؐ سے پیدا ہوا ہے اور اس کے ساتھ نور علیؑ و فاطمہؑ
حسنؑ و حسینؑ منتظم ہے۔ اور اس کے پائے شمار میں کل مخلوقات کے برابر ہیں اور ہر دو پائے
کے درمیان میں جو وسعت ہے۔ اس کو سوائے ہمارے کوئی نہیں جان سکتا۔ اس نے عرض کی خداوندا
تیرے عرش کی عظمت معلوم کرنے کی تمنا ہے مجھے ایک لاکھ پر و بال عطا کر کہ درمیان دو پروں میں
ایک لاکھ برس کی راہ ہو۔ حق تعالیٰ نے اس کی التجا قبول کی۔ وہ فرشتہ دو لاکھ برس تک
(اڑا) گیا۔ ایک پایہ سے دوسرے پایہ تک نہ پہنچا۔ اس وقت اپنے عجز کا اقرار کیا اور یہ تسبیح پڑھی
سُبْحَانَ مَنْ لَا غَایَۃَ لِعَظَمَۃِ عَرْشِہٖ (پاک و منزہ ہے وہ خدا جس کے عرش کی بزرگی و عظمت
کوئی انتہا نہیں ہے) الغرض پھر قادر مطلق نے دوبارہ اس کو قوت دی اور فرشتہ دو لاکھ
برس تک پھر اڑا۔ ایک پایہ سے دوسرے پایہ تک نہ پہنچا عاجز ہو کر رہ گیا۔ اور ملا محمد تقی برغانی
مجالس المتقین میں لکھتے ہیں کہ انس بن مالک کہتا ہے میں نے جناب رسول خدا سے عظمت عرش کو دریافت کیا
تو فرمایا میں نے جبرئیلؑ سے یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے میکائیل سے اور میکائیل نے اسرافیل سے
پوچھا اور انہوں نے لوح محفوظ سے اور اس نے علم خدا سے یہی سوال کیا تو جواب ملا کہ عرش کے
تین سو ساٹھ ستون ہیں۔ جن میں سے ہر ستون آسمانوں سے ساٹھ ہزار گنا ہے اور ہر ستون کے
نیچے ساٹھ ہزار شہر ہیں اور ہر شہر میں ساٹھ ہزار صحرا ہیں اور ہر صحرا میں ساٹھ ہزار عالم ہیں اور ہر عالم
میں کل جنوں اور آدمیوں سے ساٹھ ہزار گنی مخلوق خدا آباد ہے کہ ایک عالم کے رہنے والوں کو دوسرے
عالم کی کچھ خبر نہیں اور عرش کے درمیان جو قندیلیں ہیں وہ بھی خلق خدا سے مملو ہیں۔ لیکن باین عظمت
و بزرگی تین وقت اس کو زلزلہ ہوتا ہے اور کانپنے لگتا ہے۔ ایک تو صبح کے وقت جب مومن اپنے
گناہوں سے نادم ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے۔ دوسرے جب کوئی زن عفیفہ کو طلاق دیتا ہے تیسرے
جب کوئی یتیم کو اذیت پہنچاتا ہے اور وہ رونے لگتا ہے۔ اس وقت عرش الٰہی کو لرزہ ہوتا ہے
اور حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یتیم کے بارے میں نیکی اور احسان کا حکم فرمایا ہے اور ظلم کو منع کیا

ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ ویعنی ماں باپ اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان و نیکی کرو) اور پھر فرماتا ہے فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ (یتیم پر تم قہر و ظلم نہ کرو) اللہ اکبر مومنین کس قدر تاکید ہے یتیم نوازی کی۔ حکم خدا ہے کہ یتیم کے ساتھ نیکی کرو۔ اس پہ قہر و ظلم نہ کرو۔ کہ یتیم کا دل نازک ہوتا ہے۔ جس وقت کوئی یتیم پر ظلم کرتا ہے۔ تو عرش خدا کو لرزہ ہوتا ہے۔ مگر وائے ہو حارث ملعون پر کہ اس نے یتیمان جناب مسلم پر کیا کیا ظلم و ستم کئے اور کس بے کسی سے ان کو شہید کیا۔ چنانچہ کتاب امالی وغیرہ میں منقول ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ دونوں فرزندان مسلمؑ جن کا سن سات اور آٹھ برس کا تھا قید کر لیئے گئے تھے اور کسی نے انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس شقی نے مشکور نام ایک زندان بان کو بلا کر حکم دیا کہ ان دونوں کو قید خانہ میں لے جا کر قید رکھو اور کبھی اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا۔ بہرکیف دونوں صاحبزادے ایک سال تک مقید رہے۔ آخر ایک روز ایک بھائی نے دوسرے سے کہا۔ اے بھائی قریب ہے کہ ہم اسی قید خانہ میں مرجائیں گے۔ مناسب ہے کہ آج زندان بان کو اپنے نام و نسب سے آگاہ کر دیں۔ شاید اس کو رحم آئے اور ہم کو قید سے چھوڑ دے۔ جب شب ہوئی۔ تو حسب دستور وہ زندان بان دو روٹیاں جَو کی اور دو کوزے پانی کے لے آیا اس وقت ان بچوں نے فرمایا یَا شَیْخُ هَلْ تَعْرِفُ مُحَمَّدَ نِ الْمُصْطَفٰی (اے شیخ آیا تو جناب محمد مصطفیٰؐ سے واقف ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں جانتا وہ حضرت ہمارے نبی اور بروز قیامت ہمارے شفیع ہیں۔ فرمایا تو علی بن ابی طالب سے بھی واقف ہے؟ اس نے کہا البتہ وہ ابن عمّ رسولؐ و برادر رسولؐ ہیں۔ اس وقت ان صاحبزادوں نے فرمایا۔ اے شیخ ہم عترت سے تیرے نبیؐ کی ہیں اور ہم دونوں مسلم بن عقیلؑ کے فرزند ہیں۔ تو ہماری کمسنی پر رحم نہیں کرتا۔ ہمارے بارے میں حق رسول خدا کی رعایت نہیں کرتا۔ جب زندان بان نے یہ سنا تو بہت رویا اور قدموں پر گر کر کہنے لگا۔ فدا ہوں آپ پر لئے شہزادو۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ مسلم کے فرزند ہیں۔ اے صاحبزادو! یہ دروازہ قید خانہ کا کھلا ہے۔ جس طرف چاہو چلے جاؤ۔ یہ سن کر وہ دونوں مظلوم زندان کے باہر نکلے۔ مگر پردیس۔ راہ سے ناواقف۔ رات کا واسطہ۔ لوگ دشمن۔ کہاں جاتے کیا کرتے۔ اس اندھیری رات میں تمام شب حیران پھرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو کوفہ کے ایک باغ میں لوگوں کے خوف سے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ زن حارث کی ایک کنیز وہاں پانی بھرنے گئی۔ ان لڑکوں کو دیکھا۔

ے جن کا نام محمد اور ابراہیم تھا۔ روضۃ الشہداء - ۱۲

پوچھنے لگی تم کون ہو - ان یتیموں نے کہا اے کنیزِ خدا ہم دونوں مسلمؑ کے فرزند ہیں - ابن زیاد کے خوف سے قید خانے سے بھاگے ہیں - یہ سن کر وہ رونے لگی اور کہا آپ کچھ خوف نہ کریں - میرے ساتھ چلیں میری بی بی آپ کے دوست داروں میں سے ہے - وہ دونوں یتیم اس کے ساتھ چلے - جب بی بی حارث کو سب کیفیت معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئی اور ایک حجرے میں علیحدہ فرش بچھا دیا - اور خود لونڈیوں کی طرح خدمت کرنے لگی - جب شب ہوئی دونوں صاحبزادے گلے مل کر سو رہے - اسی اثنا میں حارث اس کا شوہر آیا - زوجہ نے کہا آج دیر کیوں ہوئی؟ پریشانی کیسی ہے - اس ملعون نے کہا مسلم کے دو فرزند قید خانہ سے بھاگ گئے ہیں - ابن زیاد نے عام حکم دیا ہے کہ جو پکڑ کر لائیگا وہ بہت سا انعام پائے گا - ان ہی کی تلاش میں اس وقت تک حیران رہا - مگر کہیں نشان نہ ملا - مومنہ نے کہا وائے ہو تجھ پر - تجھے خدا کا خوف نہیں ہے - اولادِ رسولؐ کے درپے قتل ہے - انہوں نے تیرا کیا قصور کیا ہے - وہ ملعون خاموش ہو رہا - اور منہ لپیٹ کر سو رہا - اتنے میں اس نے حجرے سے سانس لینے کی آواز سنی - زوجہ سے پوچھنے لگا یہ کیسی آواز ہے - اس نے کچھ جواب نہ دیا - آخر وہ ملعون خود کھڑا ہوا اور چراغ روشن کرکے دروازہ کھولنے لگا - اتنے میں بڑے صاحبزادے بیدار ہوئے اور چھوٹے بھائی کو جگا کر فرمایا - اٹھو کیا سوتے ہو - موت ہمارے قریب آ گئی - میں نے ابھی اپنے پدر بزرگوار کو خواب میں دیکھا ہے کہ رسول خدا اور علیؑ مرتضیٰ اور حسنؑ مجتبیٰ کی خدمت میں حاضر ہیں - اور وہ حضرات ان سے فرماتے ہیں - اے مسلمؑ تم کو کیونکر گوارا ہوا کہ تم نے اپنے لڑکوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا ہے - ہمارے بابا نے عرض کی کہ یہ دونوں فرزند میرے ابھی میرے پاس آتے ہیں - سنتے ہی دوسرے بھائی نے کہا - میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے - یہ کہ کر دونوں یتیم زندگی سے مایوس ہوئے اور گلے مل کر رونے لگے - حارث ملعون اسی وقت پاس آیا اور کہنے لگا تم کون ہو - فرمایا ہم دونوں مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں - قید سے نکل کر تیرے گھر میں پناہ لی ہے - اس شقی نے سنتے ہی بڑے شہزادے کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ منہ اور دانتوں سے خون جاری ہو گیا - اور دوسرے صاحبزادے کے رخسار پر بھی ایسا طمانچہ مارا کہ وہ زمین پہ گر پڑے - پھر دونوں کو رسی میں باندھ کر صحن خانہ میں صبح تک کھڑا رکھا - جب صبح ہوئی کھینچتا ہوا فرات کی طرف لے چلا - ہر چند اس کی زوجہ اور فرزند و غلام سمجھاتے رہے اور خدا کے خوف سے ڈراتے - مگر اس سنگدل نے کچھ خیال نہ کیا - جب فرات پہ پہنچا - تلوار کھینچ کر چاہا قتل کرے اس کی زوجہ بے تاب ہو گئی - دوڑ کر اس کے پاؤں پہ گر پڑی اور منتیں کرنے لگی کہ خدا کے

واسطے ان یتیموں پر رحم کر۔ اس شقی نے اپنی زوجہ کو جھڑک کر علیحدہ کر دیا اور اپنے غلام کو تلوار دے کر کہنے لگا کہ دونوں کا سر جدا کر۔ جب وہ تلوار لے کر آیا تو ایک صاحبزادے نے کہا اے حبشی تو سیاہی میں بلالؓ موذن رسول خدا سے کیسی مشابہ ہے؟ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ فرمایا ہم تیرے نبیؐ کی عترت سے مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ قدموں پر گر پڑا۔ اور تلوار پھینک کر اپنے تئیں فرات میں ڈال دیا۔ اور چلا گیا۔ آخر حارث ملعون خود تلوار لے کر چاہتا تھا کہ بچوں کو قتل کرے کہ اس کا بیٹا مانع ہوا۔ اور کہنے لگا۔ خدا کے واسطے ان کو قتل نہ کر۔ یہ سن کر وہ ملعون غضب ناک ہوا۔ اور ایک تلوار اپنے لڑکے کے ایسی لگائی کہ وہ شہید ہو گیا۔ حضرات اس وقت ان بچوں نے دل میں کہا کہ اب کوئی حمایت کرنے والا بھی باقی نہ رہا تھا۔ دونوں بچے ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگے۔ جب حارث نے چاہا کہ ان دونوں کو قتل کرے۔ تو ان بچوں نے کہا۔ اے شیخ ہمارے حال پر رحم کر ہمیں قتل نہ کر۔ بلکہ بازار میں لے جا کے فروخت کر دے اور اس کی قیمت سے نفع اٹھا۔ اس شقی نے کہا۔ میں ضرور تم کو قتل کروں گا۔ یہ سن کر بچوں نے کہا۔ ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل وہ جو چاہے گا۔ کرے گا۔ جسے میں ظلم کہتا ہوں اس شقی نے اسے بھی منظور نہ کیا۔ اس وقت دونوں صاحبزادوں نے کہا۔ مہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ اس نے مہلت دی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حارث ملعون نے بڑے صاحبزادے کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ سر جدا ہو گیا۔ اور لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ چھوٹے بھائی نے جو یہ کیفیت دیکھی تو دوڑ کر لاش سے لپٹ گیا۔ اور خون میں لوٹتا تھا اور رو رو کے کہتا تھا۔ اے بھائی افسوس ہے اس غربت پر ہے کوئی نہیں۔ اسی اثنا میں حارث ملعون نے اس صاحبزادے کے بھی سر پر تلوار لگائی کہ اس کا سر بھی جدا ہو گیا۔ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حارث نے بڑے بھائی کا سر جدا کر کے لاش ان کی فرات میں ڈال دی تو وہ لاش ایک ساعت تک پانی پر ٹھہری رہی جب چھوٹے بھائی کی لاش پانی میں ڈالی۔ تو اس وقت بڑے بھائی کی لاش پانی کو ہٹا کر چھوٹے کے قریب آئی اور دونوں لاشیں لپٹ کر دریا میں غرق ہو گئیں۔

ابن زیاد کے حارث سے سوال و جواب

حارث ملعون سروں کو لئے ہوئے ابن زیاد کے پاس آیا اور اس ملعون کے سامنے وہ سر

رکھ دیئے اور کہا کہ طفلانِ مسلمؑ کے یہ سر حاضر ہیں۔ ان سروں کو دیکھ کر ابن زیاد کا بھی دل بھر آیا۔ حارث سے پوچھا وائے ہو تجھ پر تو نے ان کو کہاں پایا۔ کہا میرے گھر میں ایک عورت نے مہمان کیا تھا۔ ابن زیاد نے کہا۔ تو نے حقِ مہمانداری کا بھی لحاظ نہ کیا۔ اس نے کہا نہیں۔ ابن زیاد نے کہا نیز تو بتا کہ جب تو نے قتل کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت ان بچوں نے تجھ سے کیا کہا تھا۔ کہنے لگا مجھ سے کہا تھا کہ ہمیں بازار میں لے جا کر بیچ ڈال اور قتل نہ کر۔ ابن زیاد نے کہا تو نے کیا جواب دیا۔ حارث نے کہا میں نے کہا ہرگز نہیں بلکہ تم دونوں کو قتل کر دوں گا اور ابن زیاد سے انعام لوں گا۔ ابن زیاد نے کہا پھر یتیموں نے کیا کہا۔ حارث نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ تو ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے چل۔ وہ جو چاہے گا۔ حکم کرے گا۔ ابن زیاد نے کہا۔ پھر تو نے کیا جواب دیا۔ حارث نے کہا۔ میں نے کہا یہ ممکن نہیں۔ بلکہ تمہارے سر لے جاؤں گا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا اے شقی تو میرے پاس ان کو زندہ کیوں نہ لایا۔ اگر زندہ لاتا تو میں تجھ کو دو چند انعام دیتا۔ اب یہ بتا کہ اس وقت انھوں نے کیا کہا تھا کہنے لگا یہ کہا کہ خدا تو ہمارے بارے میں رسولِ خداؐ کا لحاظ کر۔ مگر میں نے کہا تم کو رسولِ خدا سے کچھ قرابت نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا۔ پھر انھوں نے کیا کہا تھا۔ حارث نے جواب دیا یہ فرمایا تھا کہ ہماری کم سنی پہ رحم کر۔ مگر میں نے جواب دیا کہ میرے دل میں تمہارے لئے رحم نہیں پیدا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے کہا وائے ہو تجھ پر پھر بچوں نے کیا کہا۔ حارث نے کہا یہ فرمایا تھا کہ اگر تجھے ہمارا قتل ہی منظور ہے تو اتنی مہلت دے کہ ہم آخری نماز ادا کر لیں۔ میں نے جواب دیا کہ اگر تم کو یہ نماز نفع بخشے تو پڑھ لو۔ ان بچوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ ابن زیاد نے کہا بعد نماز کے ان بچوں نے کیا کہا۔ حارث نے کہا۔ اس وقت نہایت حسرت و یاس سے آسمان کی طرف دیکھا اور درگاہِ خدا میں عرض کی اے احکم الحاکمین تو ہمارے اور ہمارے قاتل کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرنا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا بے شک احکم الحاکمین نے تیرے اور ان بچوں کے درمیان بحق حکم فرمایا ہے پھر کہ اپنے رفقاء کی طرف مخاطب ہوا اور کہا۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس کو قتل کرے۔ یہ سن کر ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔ ابن زیاد نے کہا اس بے حیا کو لے جا اور جہاں اس نے ان یتیموں کو قتل کیا ہے وہیں اس کا سر تن سے جدا کر اور اس کا خون ان کے خون سے ملنے نہ دینا اور جلد

سر اس کا سے آنا۔ غرض اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ اور جب اس کا سر لے کر آیا تو وہ سر بھی نیزہ پر بلند کیا گیا۔ اور اس کو لڑکے تیر اور پتھر مارتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ قاتل ہے ذریت رسول کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجلس ۱۳ سیزدہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَ فُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ

(حق سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں۔ ان کے ظلم سے خدا کو غافل مت سمجھو۔ بہ تحقیق کہ خداوند عالم ان کو عذاب سے دنیا میں مہلت دیتا ہے اور مؤخر کرتا ہے اس دن کے لئے جس روز آنکھیں احوال قیامت سے کھلی ہوں گی) اور پھر فرماتا ہے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (اور قریب ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں۔ وہ جان لیں اس بات کو کہ آخرت میں کس کس عذاب میں مبتلا ہوں گے) کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان حضرت نے فرمایا کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے جسے خداوند عالم بخش دیتا ہے۔ اور دوسرے وہ ہے جسے نہیں بخشتا ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جسے نہیں چھوڑتا۔ اور اس کا مواخذہ کرتا ہے۔ لیکن وہ ظلم جسے نہیں بخشتا ہے وہ شرک ہے اور وہ ظلم جسے بخش دیتا ہے سو وہ ہے جو انسان مابین خود و خدا گناہ کرے۔ اور اپنے نفس پر ظلم کرے۔ اور تیسری قسم ظلم کی جس کے مواخذہ کو خدا ترک نہیں کرتا۔ وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔ اور حقوق عباد کا مظلمہ اپنے ذمہ رکھتا ہے۔ پھر اسی کتاب میں امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تم لوگ پرہیز کرو ظلم کرنے سے۔ کیونکہ ظلم ظلمات ہے روز قیامت میں یعنی ظالم کے لئے عرصات محشر میں تاریکیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اللہ اکبر کسی پر ظلم کرنے سے باز رکھنے کے لئے کس قدر تہدید فرمائی ہے مگر مومنین وہ لوگ کیسے مسلمان تھے۔ جنہوں نے اپنے نبی کے نواسے مظلوم کربلا پر ظلم کئے۔ گھر میں چین سے رہنے نہ دیا۔ گرمی کے دنوں میں حضرت کو آوارہ وطن کیا۔

سفر امام مدینہ سے اور مانع ہونا ابن عباسؓ کا

فوادح حسینیہ میں منقول ہے کہ جب جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے بہ طلب اہل کوفہ چاہا کہ کوفہ کی طرف روانہ ہوں۔ تو اس وقت عبداللہ بن عباس حاضر ہوئے اور اس طرح سے عرض کرنے لگے کہ یا ابن رسول اللہ! یہ کیا سامان ہے؟ کہاں کا قصد ہے؟ زمانہ خاندان رسالت سے برگشتہ ہے۔ کوئی بھی دوست نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں حضرت عازم سفر ہوتے ہیں۔ فرمایا یا ابن عباس! مجھے کب گوارا تھا کہ نانا کے مزار اقدس۔ ماں کی قبر مطہر۔ بھائی کے مرقد انور سے جدا ہوں۔ لیکن جبکہ مظلوم کا وطن میں کوئی یار و مددگار نہ ہو۔ اعدا چاہتے ہوں کہ گھر ہی میں قتل کر ڈالیں۔ وہ مظلوم و بے کس صحرائے غربت نہ اختیار کرے تو کیا کرے۔ جب ابن عباس سمجھے کہ امام کو بجز سفر کوئی چارہ نہیں ہے۔ رو کے عرض کی کہ اگر تشریف لئے جاتے ہیں تو خیر مگر مخدرات عظمیٰ و اطفال خورد سال کو ریگستان کی راہ میں کہاں کہاں لے جائیں گے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں یہیں چھوڑ کر آپ تنہا روانہ ہوں۔ امام مظلوم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس امر کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور انجام سفر سے بھی جو ہونے والا ہے خوب آگاہ ہوں۔ مگر تین وجہوں سے مجبور ہوں۔ ایک یہ کہ میرے جد بزرگوار نے سے فرمایا ہے کہ اس سفر میں اہل حرم کو بھی ساتھ لے جانا۔ اس کے خلاف کیونکر کر سکتا ہوں۔ دوسرے اِنَّهُنَّ وَدَائِعُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا اٰمَنُ عَلَيْهِنَّ اَحَدًا یہ سب کے سب رسولؐ خدا کی امانت ہیں۔ میں کسی کو ایسا امین نہیں پاتا جو انہیں سپرد کر کے کہیں جاؤں، کیا کروں کہیں چھوڑ دوں؟ تیسرے اِنَّهُنَّ اَيْضًا لَا يُفَارِقْنَنِيْ مَا دُمْتُ حَيًّا میرے اہل بیتؑ بھی مجھ سے ایسے مانوس ہیں کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی جگہ کسی حال میں کسی طرح جدا ہونا گوارا نہیں کریں گے۔ لکھا ہے کہ ابھی یہ باتیں ناتمام تھیں کہ قریب در سے ایک معظمہ کی آواز پیدا ہوئی۔ رو کے فرمانے لگیں کیوں ابن عباسؓ تمہیں یہی مناسب ہے کہ ہمارے آقا اور سرپرست کو ایسا مشورہ دو کہ ہمیں یہاں چھوڑ کے اکیلے چلے جائیں۔ کیا نہیں جانتے کہ سوائے حسینؑ کے کوئی دوسرا ہمارا خبر لینے والا نہیں ہے۔ ان ہی کے سہارے پر ہم سب کی زندگی ہے۔ خدا وہ گھڑی نہ دکھائے کہ ہم سے یہ علیحدہ ہوں۔ بلکہ ان کی زندگی سے ہم لوگوں کی زندگی ہے اور ان کی موت سے ہم لوگوں کی موت ہے۔ ابن عباسؓ یہ کلام سن کر بہت روئے اور سمجھے کہ یہ آواز جناب زینبؑ کی تھی۔ اور بروایت بحار اٹھائیسویں رجب

کو حضرت مع اہل بیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور ماہ شعبان و رمضان و شوال و ذی قعدہ تک مکہ میں رہے مگر کبھی اطمینان سے نہ رہے۔ برابر خوفناک رہے کہ وہ کہیں خانہ خدا ہی میں شہید نہ کر دیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب یزید کو معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ مدینہ سے مکہ میں آئے ہیں تو اس نے تیس آدمی حاجیوں کے لباس میں بھیجے کہ حج کے بہانہ سے حالت طواف میں حضرتؑ کو گرفتار کر لیں یا قتل کر ڈالیں[1] جب فرزند رسولؐ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس خیال سے کہ مبادا خونریزی ہو اور حرمت خانہ کعبہ برباد ہو۔ حج کو عمرۂ مفردہ سے بدل کر محل ہو گئے[2] اور آٹھویں ذی الحجہ کو کہ روز ترویہ ہے بغیر حج کے سفر عراق کیا۔ بروایت لہوف و منتخب منقول ہے۔ کہ محمد حنفیہ اس شب کو جس کی صبح کو حضرتؑ نے سفر کیا ہے اپنے بھائی کے پاس آئے اور عرض کی اے بھائی آپ جانتے ہیں کہ اہل کوفہ نے آپ کے پدر عالی مقام سے آپ کے برادر بزرگوار جناب امام حسنؑ سے کیا کیا سلوک کئے ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ بھی دغا و عناد سے پیش آئیں۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ آپ خانہ خدا کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں۔ کہ یہیں سب لوگ آپ کی عزت و توقیر کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے بھائی میں ڈرتا ہوں کہ دشمنان دین مجھے قتل کریں۔ اور حرمت خانہ خدا میرے سبب سے ضائع و برباد ہو۔ محمد حنفیہ نے عرض کی کہ اگر ایسا ہی خیال ہے تو آپ یمن کو تشریف لے جائیں کہ وہاں آپ کے پدر بزرگوار کے شیعہ بہت ہیں۔ یا کسی جنگل کی طرف نکل جائیے کہ کوئی وہاں تک آپ کے پاس اذیت دینے نہ پہنچے۔ فرمایا میں اس امر میں آج کی رات فکر کروں گا۔ جب صبح ہوئی حضرتؑ نے کوچ کا سامان کیا۔ جب محمد حنفیہ کو خبر ہوئی حاضر خدمت ہوئے دیکھا کہ حضرتؑ سوار ہو چکے ہیں۔ مہار ناقہ کی تھام لی۔ اور عرض کی اے بھائی۔ آپ نے تو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں غور کروں گا۔ پھر کیا باعث ہے کہ آپ اس قدر جلد سفر پر آمادہ ہوئے ہیں۔ فرمایا آج شب کو میں نے خواب میں جناب رسول خدا کو دیکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں اے حسین تو عراق کی طرف جا کہ حق تعالیٰ کی مشیت میں یوں گزرا ہے کہ تجھے اپنی راہ میں قتل کیا ہوا دیکھے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اے بھائی ایسی حالت میں عورتوں کو کیوں ہمراہ لئے جاتے ہیں۔ فرمایا میرے جد بزرگوار نے ارشاد کیا ہے اِنَّ اللّٰہَ شَاءَ اَنْ یَّرَاهُنَّ سَبَایَا "خداوند عالم چاہتا ہے

[1] علماء نے لکھا ہے کہ اس گروہ گمراہ کا قائد ابن سعد تھا ۱۲
[2] یعنی احرام کھول دیا ۱۲

کہ ان عورتوں کو بھی اپنی راہ میں قید ہوا دیکھے؛ یہ سن کے محمد بن حنفیہ رونے لگے اور امام مظلوم روانہ عراق ہوئے۔ اور بروایت مہیج الاحزان وغیرہ اس زمانہ میں عبداللہ بن جعفر طیارؓ جو جناب زینبؑ کے شوہر تھے مدینہ میں تھے۔ بعد سفر امام وہ مکہ میں آئے۔ معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ روانہ عراق ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے خدمت امام میں ایک عریضہ لکھا جس میں بعد سلام لکھا تھا کہ یا مولا آپ نے سفر میں کیوں جلدی کی۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ واپس آئیں اور نہیں تو آپ وہیں ٹھہر جائیں۔ جہاں میرا یہ عریضہ آپ کو ملے یہاں تک کہ میں بہت جلد آپ سے ملاقات کروں۔ یہ مضمون لکھ کر وہ خط اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد کے ہاتھ خدمت امام میں روانہ کیا اور خود عمرو بن سعید بن عاص کے پاس آئے۔ جس کو یزید نے امیر مکہ مقرر کیا تھا اور اس کو گرفتاری امام کے واسطے خط لکھا تھا۔ اس سے اور ان سے دوستی تھی۔ اس سے کہا کہ تو ایک امان کا خط جناب امام حسینؑ کے واسطے لکھ دے کہ کوئی ان سے تعرض نہ کرے اور برائی سے پیش نہ آئے۔ اس نے لکھ دیا عبداللہ وہ خط لے کر یحییٰ بن سعید کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ دوسری یا تیسری منزل میں جناب امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی اور وہ خط حضرت کو دیا اور کہا اے بھائی آپ مکہ پھر چلئے کہ اب کوئی آپ سے متعرض نہ ہوگا۔ حضرت چونکہ انجام کار سے واقف تھے کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے اور وہ جناب جس بات کا مجھے حکم دے چکے ہیں۔ میں ضرور اس کو بجا لاؤں گا۔ عبداللہ مایوس ہوئے اور عرض کی اے مولا یہ دونوں فرزند میرے حاضر ہیں ان کو لے جائیے اور لڑکوں سے وصیت کی کہ اے فرزندو! جب دیکھنا کہ یہ بزرگوار کسی بلا میں گرفتار ہو گئے ہیں تو تم اپنی جانوں کو حضرتؑ کے قدموں پہ فدا کر دینا۔ الحاصل عبداللہ یحییٰ بن سعید کے ہمراہ پھر مکہ آئے اور مظلوم کربلا عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور چونکہ فصل گرما تھی۔ بچوں کا ساتھ تھا اس خیال سے حضرت شب کو چلتے تھے اور دن کو قیام فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی حال خراب سے دوسری محرم کو وہ جناب داخل کربلا ہوئے۔

پہنچنا زمین کربلا پہ اور نام دریافت کرنا۔

پس بروایت ابو مخنف ناگاہ حضرت کا گھوڑا تھم گیا۔ حضرت اس پر سے اتر کے دوسرے

؎ ایک روایت میں ہے کہ عون و محمد مدینہ ہی سے امام کے ساتھ تھے ۱۲

گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس نے بھی قدم نہ اٹھایا۔ اسی طرح سات گھوڑے بدلے اور کسی نے قدم نہ بڑھایا۔ اس وقت آپ نے تعجب کیا اور لوگوں سے پوچھا مَا یُقَالُ لِھٰذِہِ الْاَرْضِ (اس زمین کا کیا نام ہے) مومنین چونکہ حضرتؑ کے ساتھ جو اصحاب تھے انہوں نے مکرر سنا تھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا تھا اِنَّ وَلَدِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضِ عِرَاقِ یُقَالُ لَھَا کَرْبَلَاءُ (یعنی میرا فرزند حسینؑ عراق میں اسی زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہوگا) غالباً اسی مصلحت سے ان لوگوں نے نام نہ بتایا اور بروایت نورالعین ان لوگوں نے کہا یا حضرت نام سے کیا مطلب جس طرح ہو سکے یہاں سے آگے بڑھ چلئے۔ حضرت نے فرمایا تم کو اللہ اور میرے نانا رسول خدا کی قسم مجھے اس زمین کے نام سے جلد آگاہ کرو۔ اس وقت بھی ان لوگوں نے مناسب نہ جانا کہ حضرت کے سامنے کربلا کا نام لیں۔ اس لئے کہا اسے نینوا کہتے ہیں۔ پھر پوچھا۔ ھَلْ لَھَا اِسْمٌ اٰخَرُ (اس کا کچھ اور بھی نام ہے؟) ان لوگوں نے کہا اسے ماریہ بھی کہتے ہیں۔ پھر پوچھا ھَلْ لَھَا اِسْمٌ اٰخَرُ (اس کا کچھ اور بھی نام ہے) لوگوں نے اس خیال سے کہ حضرت کو رنج نہ پہنچے کہا یا مولا اسے شط العرب بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ نے اس زمین کا نام پوچھا آخر لوگوں نے کہا یُقَالُ لَھَا کَرْبَلَاءُ (اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں) کربلا کا نام سنتے ہی حضرت نے آہ سرد کھینچی اور گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا یہی وہ جائے بزرگ ہے۔ جس کی خبر میرے نانا رسولؐ خدا نے بھی دی تھی۔ میرا سفر تمام ہوا۔ اب یہاں سے قیامت تک نہ جاؤں گا۔ اسی جگہ ہمارے عزیز و انصار مثل گوسفند قربانی ذبح کئے جائیں گے۔ ہمارے ننھے ننھے بچوں کا لہو بہے گا

خریدنا زمین کربلا کا

بعد اس کے زمینداروں کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اس سرزمین کی آب و ہوا بہت پسند آئی ہے اگر تم یہ ہم کو دو تو ہم اسے بسائیں اور یہیں بود و باش اختیار کریں۔ انہوں نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ ہم بھی حاضر ہیں اور یہ زمین بھی حاضر ہے۔ لیکن اس زمین پر اکثر انبیاء و اوصیاء مبتلائے بلا ہوئے ہیں۔ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ آپ کے دشمن کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے بمقتضائے محبت جو کچھ مناسب تھا وہ کہا مگر میں ناچار ہوں۔ اس لئے کہ جس روز سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ اسی روز سے اس صحرائے پُر بلا کو ہمارا مسکن قرار دیا ہے۔ غرض آپ نے

چار میل سے چار میل تک وہ زمین ساٹھ ہزار درہم کو مول لے لی - اور پھر ان ہی زمینداروں پر اس کو تصدق کر دیا اور فرمایا کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اس زمین پر متصرف رہو مگر تم لوگوں سے دو شرطیں ہیں - اول یہ کہ ہماری قبروں پر زراعت نہ کرنا - دوسرے یہ کہ جو زائر میری قبر کا نشان پوچھتا آئے اسے میری قبر تک پہنچا دینا اور تین شبانہ روز میرے زائر کو اپنا مہمان کرنا - بعد آرام دینا کسی طرح کی اسے ایذا نہ پہنچے - مومنین حضرتؑ نے جو تین شبانہ روز مہمان رکھنے کی بنی اسد کو وصیت فرمائیؑ - اس کی کیا وجہ تھی غالباً یہ تھی کہ ہمارے زائر کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے آقا اسی سرزمین پر تین دن تک بھوکے اور پیاسے رہے ظالموں نے آب و دانہ بند کر دیا تھا - الحاصل بنی اسد نے قبول کیا اور رخصت ہوئے اور حضرتؑ خیمہ میں تشریف لے گئے - اللہ اکبر مومنین کس قدر اہتمام حضرتؑ نے کیا - زمین مول لی تاکہ ہم اور ہمارے عزیز و انصار اس میں دفن ہوں - خیمہ کے گرد آگ روشن کی تاکہ خیمہ کے قریب کوئی نہ آنے پائے - کوئیں کھودے تاکہ بچے پیاس سے ہلاک نہ ہو جائیں - مگر افسوس کہ باوصف اس اہتمام کے تین روز تک لاش ان حضرت کی بے گور و کفن پڑی رہی - ناریوں نے خیمہ میں بھی آگ لگا دی کئی بچے پیاس سے ہلاک ہو گئے

تین امروں میں حضرتؑ کا اہتمام کرنا

لکھا ہے کہ تین امروں میں حضرتؑ نے سب سے زیادہ اہتمام فرمایا تھا - ایک اس میں کہ آپ کا بدن مبارک اس صحرا میں عریاں نہ رہے - اسی خیال سے جناب زینبؑ سے جامہ کہنہ طلب

عہ فی الکشکول طبع ان و مما فتکر جدی من خط السید الجلیل الطاہر ذی المناقب والمفاخر السید رضی الدین علی بن طاؤس رہ من الجزء الثانی من کتاب الزیارات لمحمد بن داؤد القمی ؒ انا ابا حمزة الثمالی قال الصادقؑ انی رایت اصحابنا یاخذونا من طین قبر الحسینؑ لیستشفوا به فہل تری فی ذلک شیئاً مما یقولون من الشفاء قال یستشفی بما بینه و بین القبر علی راس اربعة امیال و کذلک قبر النبی و قبر الحسینؑ و علی و محمد فخذوه فانہ شفاء من کل سقم وجنة مما یخاف - ثم امر بتعظیمها و اخذھا بالیقین بالبرء وحفظها اذا اخذت و فی الکتاب المذکور ما معناه ان الحسینؑ اشتری النواحی التی فیها قبره من اہل نینوا و الغاضریة بستین الف درہم و تصدق علیہم و شرط ان یرشدوا الی قبره و یضیفوا من زاره ثلاثة ایام و قال الصادق علیه السلام حرم الحسینؑ الذی اشتراه اربعة امیال فی اربعة امیال فهو حلال لولده و موالیه و حرام علی غیره ممن خالفهم و فیه البرکة ذکر السید جلیل السید رضی الدین علی بن طاؤس انما صارت حلالا بعد الصدقة ۵ لانهم لم یفوا بالشرط و قد روی محمد بن داؤد عدم وفاءهم بالشرط فی نوادر الزیارات ۱۲ (الزیارات)

از کشکول چھاپہ مصر

کیا تھا اور اسے چاک کر کے سب کپڑوں کے نیچے پہن لیا تھا۔ دوسرے اس میں اہتمام تھا کہ سب شہدا ایک جگہ رہیں دور نہ ہوں۔ جہاں تک ہو سکا لاشیں اٹھا اٹھا کر لے آئے اور ایک جگہ سب کو لٹا دیا۔ اور اس کا بھی خیال تھا کہ ان لوگوں کا سر جدا نہ ہو۔ اگر ہم سے دور رہیں گے تو ملاعنہ سر کاٹ کے لے جائیں گے۔ تیسرے سب سے زیادہ اہتمام حضرت کو عورتوں کے بارے میں تھا کہ عورتیں محفوظ رہیں۔ ہائے افسوس بعد شہادت نہ تو حضرتؑ کے بدن مبارک پر لباس رہا نہ شہدا کے سروں کو ان کے بدن سے اتصال رہا۔ نہ اہل حرم کی پردہ داری رہی ؎

خامیاں بستند بازوئے زینبؑ و کلثومؑ را
اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہل بیتؑ

مجلس چہاردہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (خداوند حمید قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ موسیٰؑ شہر مصر سے فرعون کے خوف سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس بات کا خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں پہنچ جائیں اور مجھے گرفتار کر لیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے خدا سے دعا کی پروردگارا مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے)

سفر حضرت موسیٰؑ مصر سے

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ مدین کی طرف روانہ ہوئے تو راہ سے بھی واقف نہ تھے۔ محض خدا کے بھروسے پر چلے جاتے تھے۔ زادِ راہ بھی پاس نہ تھا۔ کوئی سواری بھی نہ تھی۔ صحرا کی گھاس درختوں کی پتیاں کھاتے کھاتے چاہ مدین تک جا پہنچے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جس وقت جناب امام حسینؑ مدینہ سے باہر نکلے تو وہ حضرت بھی یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ گویا مطلب ان حضرتؑ کا یہ تھا کہ جس طرح موسیٰؑ فرعون کے اور قبطیوں کے خوف سے مصر سے نکل گئے تھے اسی طرح میں بھی یزید کے اور اس کی قوم کے خوف سے مدینۂ رسولؐ سے باہر نکلا ہوں۔ مگر مومنین حضرت موسیٰؑ کے نکلنے میں اور جناب امام حسینؑ کے

نکلنے میں بڑا فرق ہے۔ حضرت موسیٰؑ دوبارہ پھر مصر میں آئے اور فرعون اور قبطیوں پر غالب ہوئے اور جناب امام حسینؑ پھر مدینہ رسولؐ میں نہ آئے۔ بلکہ زمین نینوا میں قبطیان امت کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ حضرت موسیٰؑ جب چاہ مدین پر پہنچے تو خود بھی پانی پیا اور گوسفندان شعیبؑ کو بھی سیراب کیا۔ جناب امام حسینؑ جب زمین کربلا پر پہنچے۔ تین دن پانی ان حضرت پر بند رہا خود بھی حضرت پیاسے شہید ہوئے اور عزیز و انصار بھی حضرت کے پیاسے ہی قتل کئے گئے۔

مامن ہونا خانہ کعبہ کا

الحاصل اسی حالت خوف میں حضرت مدینہ سے نکلے اور اس خیال سے کہ خانہ کعبہ کو خدا نے جائے امن قرار دیا ہے۔ وہاں آکر پناہ لی۔ مگر وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ حالانکہ اس مقام کو خدا نے فقط مسلمانوں ہی کے واسطے مامن نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ کافر کے واسطے۔ قاتل کے واسطے حیوان کے واسطے۔ وحوش کے واسطے۔ طیور کے واسطے سب کے واسطے جائے امن بنایا ہے۔ کسی حیوان کو وہاں شکار نہیں کر سکتے۔ گوشت اس کا حرام ہے۔ بلکہ درختوں کے واسطے۔ گھانس کے واسطے۔ درختوں کی جڑ کے واسطے بھی جائے امن ہے۔ گھانس کو کاٹ نہیں سکتے۔ وہاں سے باہر نکال نہیں سکتے مومنین سب کے واسطے تو وہ جائے امن تھا۔ مگر جناب امام حسینؑ کے لئے وہاں پناہ نہ تھی۔ دشمنوں نے وہاں بھی رہنے نہ دیا۔

خطبہ حضرت مکہ میں

بحار الانوار میں منقول ہے کہ جب جناب امام حسینؑ نے مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کیا تھا۔ تو خانہ کعبہ میں یہ خطبہ پڑھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خُطَّ الْمَوْتُ عَلٰى وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقِلَادَةِ عَلٰى جِيْدِ الْفَتَاةِ وَمَا اَوْلَهَنِيْ اِلٰى اَسْلَافِيْ اِشْتِيَاقَ يَعْقُوْبَ اِلٰى يُوْسُفَ وَخُيِّرَ لِيْ مَصْرَعٌ اَنَا لَاقِيْهِ كَاَنِّيْ بِاَوْصَالِيْ يَتَقَطَّعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَيْنَ النَّوَاوِيْسِ وَكَرْبَلَا فَمَنْ كَانَ بَاذِلًا فِيْنَا مُهْجَتَهٗ وَمُوَطِّنًا عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا فَاِنِّيْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ یعنی ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اسی سے قوت ہے اور اس کے رسولؐ پر درود و سلام ہو۔ ایہا الناس اس بات کو جان لو کہ موت اولاد آدم کے واسطے اس طرح لکھی ہے۔ جس طرح جوان عورتوں کے گلے میں گلوبند کا نشان ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے بزرگوں کی ملاقات کا بہت مشتاق ہوں جیسے طرح

یعقوبؑ یوسفؑ کے مشتاق تھے۔ میرے لئے ایک مقتل مقرر کیا گیا ہے۔ پس ضرور ہے کہ میں وہاں شہید کیا جاؤں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گرگان صحرا یعنی اہل کوفہ میرے جوڑ جوڑ اور بند بند کو درمیان نواویس و کربلا کے یعنی درمیان خیمہ گاہ اور روضۂ حضرت عباسؑ کے قطع کر رہے ہیں۔ پس جو شخص میری نصرت میں اپنی جان فدا کرنی چاہے اور ملاقات خدا کا مشتاق ہو۔ وہ میرے ساتھ چلے کہ میں کل صبح کو یہاں سے انشاءاللہ سفر کروں گا۔

معنی رگ و پیوند قطع ہونے کے

مومنین یہ جو حضرت نے فرمایا کہ گرگان صحرا میرے رگ و پیوند کو قطع کر رہے ہیں۔ اس میں تین احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ رگ و پیوند سے مراد متعلقین حضرت کے ہوں۔ یعنی ہمارے عزیز واقربا اور اصحاب کو شہید کر دیں گے۔ دوسرے رگ و پیوند کے قطع ہونے سے مراد ہو کہ کو میرے اعضاء کو جدا کر دیں گے۔ یعنی میری انگلیوں کو میرے ہاتھ کو کاٹ ڈالیں گے۔ میری رگوں کو اور میرے سر کو کربلا میں قطع کریں گے۔ تیسرے یہ مراد ہو کہ میری لاش کو اشقیا گھوڑوں کی ٹاپوں سے اس طرح پامال کریں گے کہ جوڑ جوڑ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ الحاصل جناب امام حسینؑ مکہ سے آٹھویں ذی الحجہ کو روانہ ہوئے اور دوسری ماہ محرم کو زمین کربلا پر پہنچے۔ مگر قربان ہوں ہم شیعوں کی جانیں ان حضرتؑ پر جو اس زمین پر کل سات دن زندہ رہے تھے

ابن زیاد کا عمر سعد کو بلا بھیجنا اور کامل کا منع کرنا

صاحب منتخب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد کو کوفہ میں یہ خبر ملی کہ جناب امام حسینؑ وارد عراق ہو گئے ہیں۔ تو اس ملعون نے ستر ہزار سوار ان حضرت کے لڑنے کے واسطے جمع کئے اور کہا کہ تم میں ایسا کون ہے جو حسینؑ کو قتل کرے اور جس شہر کی حکومت چاہے میں اسے عطا کروں۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب ابن زیاد نے عمر سعد کو بلا کر کہا کہ تو حسینؑ سے لڑنے جا اس نے ایک شب کی مہلت مانگی اور گھر آ کر سب لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب عزیز و اقارب نے منع کیا۔ اس جگہ ایک مومن کامل جن کا نام کامل تھا موجود تھے۔ انہوں نے بھی بہت سمجھایا۔ عمر سعد نے کہا کہ میں اتنی فوج کا سردار ہوں گا کہ حسینؑ کا قتل کرنا میرے نزدیک مثل ایک لقمہ کے ہوگا۔ یا ایک گھونٹ پانی کے بعد اس کے میں ملک رے کا مالک ہو جاؤں گا کامل نے کہا اے عمر سعد کیا غضب کرتا ہے۔ حسین فرزند رسولؐ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔

ءء اسی ہزار۔ دیکھو ذکر العباس ۱۲

والے ہو مجھ پر اور تیرے دین پر کیا تو نہیں سمجھتا کہ تو کس سے لڑنے جاتا ہے اور کس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ خدا کی قسم اگر تم دنیا و ما فیہا مجھے بعوض ایک شخص کے قتل کے جو امت جناب رسولؐ خدا سے ہووے تو بھی میں قبول نہ کروں۔ نہ یہ غضب کہ تو فرزند رسول خدا کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ فردائے قیامت میں جناب رسول خدا کو کیا جواب دے گا۔ خلاصہ ہر چند کاہل نے سمجھایا مگر اس شقی نے نہ مانا پر نہ مانا اور چھ ہزار فوج کے ساتھ کربلا جا پہنچا اور کنارۂ فرات اپنا خیمہ نصب کر دیا اور حضرت امام علیہ السلام پر پانی بند کر دیا۔

عمر سعد کا حضرت کے پاس پیام بھیجنا

اور عروہ بن قیس سے کہا کہ میرا پیغام حسینؑ کے پاس لے جا اور دریافت کر کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟ اور کیا ارادہ ہے؟ اس نے انکار کیا اور بھی اہل لشکر سے کہا سب نے عذر کیا اور کہا کہ ہمیں لوگوں نے تو ان کو خط لکھ لکھ کے بلایا ہے اب کس منہ سے جا کر پوچھیں۔ تب اس نے ایک شخص نام کثیر بن شہاب کو بھیجا۔ اس نے کہا میں جاتا ہوں یہ پیغام پہنچانا کتنی بڑی بات ہے۔ بلکہ اگر تو کہے تو میں حسینؑ کو قتل تک کر آؤں یا کوئی اور صدمہ پہنچا آؤں۔ عمر سعد نے کہا میں اور کچھ تو نہیں چاہتا اسی قدر دریافت کر کہ آپ آئے کیوں ہیں۔ جب کثیر ملعون روانہ ہوا اور قیام گاہ جناب امام حسینؑ تک پہنچا اور ادھر ابو ثمامہ نے اسے آتے دیکھا تو جناب امام حسینؑ سے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ بدترین مردم اور سفاک و ظالم ہے جو آپ کے پاس آ رہا ہے۔ ابو ثمامہ یہ کہہ کے آگے بڑھ گئے اور کثیر سے کہنے لگے ضَعْ سَیْفَکَ یعنی اگر تجھ کو خدمت امام میں حاضر ہونا ہے تو تلوار یہیں رکھ دے اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں عمر سعد کا پیغام لایا ہوں اور اسی طرح سے جاؤں گا ورنہ پھر جاؤں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا اچھا چل مگر میں تیرے ساتھ چلوں گا اور تیری شمشیر کو پکڑے رہوں گا اور تو باتیں کرنا اس نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابو ثمامہ نے کہا تو پھر ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم تجھ کو اس طرح سے جانے دیں کہ تو تلوار لئے ہوئے ہمارے مولا کے حضور میں جائے۔ مومنین افسوس یہ ابو ثمامہ اس وقت کہاں تھے جب کہ روز عاشورا انہی اشقیا نے حضرت کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا کوئی تلوار لگاتا تھا کوئی نیزہ مارتا تھا کوئی تیر برساتا تھا الحاصل جب ابو ثمامہ نے کثیر کو شمشیر سمیت نہ جانے دیا تو وہ پھر گیا۔ تب عمر سعد نے قرہ بن قیس کو بھیجا وہ سامنے لشکر کے آیا تو حضرت نے اصحاب سے پوچھا یہ کون ہے حبیب بن مظاہر نے کہا کہ یہ مجھ سے قرابت رکھتا ہے۔ اس شخص کو میں نیک سمجھتا تھا مجھے خیال نہ تھا کہ

یہ لشکر مخالف کا شریک ہو کر آئے گا۔ بہرحال قرہ نے حاضر ہو کر حضرت کو سلام کیا اور کہا یا حسینؑ عمر نے پوچھا ہے کہ آپ کس واسطے یہاں آئے ہیں۔ اور کیا مطلب ہے۔ حضرت نے فرمایا تم لوگوں نے خط لکھ لکھ کر بلایا ہے اس لئے آیا ہوں۔ اگر تم نہیں چاہتے ہو تو واپس چلا جاؤں گا۔ حبیب ابن مظاہر نے قرہ کو امام حسینؑ کی نصرت کے واسطے بہت سمجھایا۔ اس نے کہا اس وقت میں جاتا ہوں عمر سعد کے پیغام کا جواب پہنچا کر پھر اس امر میں غور کروں گا یہ کہہ کر چلا گیا۔ الحاصل جب شب ہوئی۔ تو حضرت نے اپنے سب اصحاب کو جمع کیا۔

جناب امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو رخصت کرنا

صاحب مہیج الاحزان لکھتے ہیں کہ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں۔ میں اس شب اپنے خیمہ میں بیٹھی تھی کہ پشت خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ میں خیمہ سے بدحواس باہر آئی تو دیکھا کہ میرے پدر بزرگوار بیچ میں بیٹھے ہیں اور گرداگرد اصحاب جمع ہیں اور حضرت ان سے فرما رہے ہیں کہ تم لوگ اس خیال سے ہمارے ساتھ آئے تھے کہ ہم ان لوگوں میں جانتے ہیں جنہوں نے دل و جان سے ہماری بیعت کی ہے۔ اب تم لوگ دیکھتے ہو کہ شیطان نے ان پر غلبہ کیا ہے۔ خدا کو یہ لوگ بھول گئے ہیں۔ پس اس بات کو جان لو کہ یہ لوگ فقط میری ہی جان کے خواہاں ہیں اور کسی سے ان کو کچھ مطلب نہیں۔ میں تم لوگوں کو مطلع کئے دیتا ہوں کہ کل ہم لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تم لوگوں کو معلوم نہ ہو یا شرم کرو لہٰذا میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں۔ یہ پردہ شب حائل ہے۔ جس کا جہاں جی چاہے چلا جائے اور جس کا جی چاہے ہماری مدد کرے کہ وہ ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں بہشت میں رہے گا۔ جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ ابھی کلام حضرتؑ کا تمام نہ ہوا تھا کہ لوگ دس دس بیس بیس کرکے علیحدہ ہونا شروع ہو گئے۔ مگر تھوڑے سے اصحاب جو ستر سے زیادہ اور اسی سے کم تھے باقی رہ گئے۔ مگر مومنین جو اصحاب باقی رہ گئے۔ وہ کیسے دیندار تھے کہ ایسے اصحاب نہ جناب رسول خدا کو ملے نہ جناب امیرؑ کو۔ سبب ہی تو شہدائے کربلا کا مرتبہ تمام شہدائے عالم سے افضل ہوا۔

سادات الشہداء

ابتدائے آدمؑ سے حضرت صاحب الزمانؑ تک جتنے اصحاب شہید ہوں گے۔ سب سے شہداء کربلا کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔ جس طرح ان کے امام کا لقب سید الشہداء ہوا اسی طرح یہ لوگ

بھی سادات الشہداء ہوئے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اُولٰئِکَ سَادَاتُ الشُّہَدَاءِ مِنْ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (یہ لوگ میری امت کے شہیدوں کے جو روز قیامت تک شہید ہوں گے سردار ہوں گے۔ اصحاب جناب امام حسینؑ کل مجاہدین سے افضل ہیں۔ اصحاب نوحؑ سے۔ اصحاب طالوت سے۔ اصحاب حضرت موسیٰؑ سے۔ اصحاب پیغمبر خدا سے۔ یہاں تک کہ کل اماموںؑ کے اصحاب سے بلکہ حضرت قائم علیہ السلام کے ان اصحاب سے بھی جو ان کی رکاب میں شہید ہوں گے رتبے میں بڑھے ہوئے ہیں۔ ہم بغیر دلیل و برہان کے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ قرآن و حدیث اور عقل سب سے ان کی افضلیت ثابت ہے۔

بیان اصحاب بدر

اصحاب بدر سے جو جناب پیغمبر خدا کے حضور میں شہید ہوئے۔ ان کے بڑے مراتب تھے۔ یہاں تک کہ زیارت حضرت عباسؑ میں لوگ پڑھتے ہیں اَشْہَدُ اَنَّکَ قَدْ مَضَیْتَ عَلٰی مَا مَضٰی عَلَیْہِ الْبَدْرِیُّوْنَ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسی راہ پر گئے جس راہ پر شہدائے بدر چلے) با ایں ہمہ شہدائے کربلا ان سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں اس لئے کہ بدر میں ابتداءً لڑنے کے قصد سے نہیں گئے تھے۔ اگر ان کو یقیناً معلوم ہو جاتا کہ لڑائی ہوگی تو بعض ان میں سے کبھی نہ جاتے۔ اسی وجہ سے خداوند عالم نے خبر دی تھی کہ اگر جاؤ گے۔ تو مال کفار ہاتھ آئے گا یا لڑائی ہوگی۔ جب پیغمبر نے انہیں خبر دی تو ان لوگوں نے کہا۔ اگر قافلہ ہوتا کہ ان کا مال ہمارے ہاتھ آتا تو یہ بہتر تھا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے اِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّہَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ (یعنی اس وقت کو یاد کرو جب کہ خدا نے تم لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ دو باتوں سے ایک بات ہوگی یا قافلہ ملے گا یا لشکر لڑائی کے لئے ملے گا۔ تو تم لوگوں نے اسی کو پسند کیا تھا کہ کوئی قافلہ ملتا تو مال ہاتھ آجاتا۔) اور اصحاب جناب امام حسینؑ جب اجازت میدان چاہتے تھے۔ اور حضرتؑ کچھ تامل کرتے تھے تو وہ لوگ بے چین ہو جاتے تھے۔ اصحاب بدر مقابلۂ اعداء سے پرہیز کرتے تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ (تم لوگ چاہتے ہو کہ لڑائی نہ ہوتی) اور شہدائے کربلا میں سے بروز عاشورا ہر ایک جلدی کرتا تھا کہ پہلے ہم ہی مارے جائیں۔ اور جناب امام حسینؑ پر نثار ہو جائیں۔ اہل بدر تین سو تیرہ آدمی تھے۔ اور ان کے مقابلہ میں ایک ہزار سوار تھے۔ اور کربلا میں کل بہتر ساتھی تھے اور ان کے مقابلہ میں ...... ہزار

اشقیا تھے۔ شہدائے بدر باوجودیکہ پروردگار عالم نے ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر وہ کثرت کفار دیکھ کر رونے لگے اور فریاد کرنے لگے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے [اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ ۔] (اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم پروردگار سے فریاد کر رہے تھے اور اس نے تمہاری فریاد کا یہ جواب دیا تھا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے جو تمہاری پشتی پر ہوں گے تمہاری مدد کرنے والا ہوں) آخر خدا نے ایک ہزار فرشتوں کو کی مدد کے واسطے بھیجا۔ اور اصحاب جناب امام حسینؑ خود جلدی کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ فرشتے مدد کو پہنچ جائیں۔ اور ہم شہادت سے محروم رہ جائیں۔ الحاصل جب شہدائے کربلا اہل بدر سے افضل ٹھہرے۔ تو کل شہیدوں سے افضل ٹھہرے۔ کیونکہ اہل بدر سب شہدا سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت فقط حرؑ کو خیال کیجئے کہ کیسا مرتبہ پایا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب سے ان کا کم مرتبہ ہوگا کہ اتنا بڑا قصور ان سے سرزد ہوا کہ امام کو روکا اور جانے نہ دیا۔ مگر ان کی ہمت کو خیال کیجئے۔ کہ کیسا کام کیا۔ ایک ہزار سواروں کے افسر تھے اور ایسے شخص کا یہ وقار ہوگا۔ یقیناً وہ مال و اسباب اور متاع دنیا بھی بہت کچھ رکھتا ہوگا۔ باوجود اس کے سب کو چھوڑ کے اہل و عیال سے منہ موڑ کے تنہا خدمت امام میں آئے۔ پانی تک میسر نہ تھا۔ اور یقین مارے جانے کا تھا۔ اور آکر اپنی جان نثار کی۔ اور آئے بھی کس طرح کہ بسبب اس ندامت کے جو ان سے بے ادبی ہوگئی تھی۔ کانپتے جاتے تھے۔ آکر عرض کرنے لگے۔ یا مولا میں وہی گنہگار ہوں۔ جس نے آپ کو روکا تھا اور مدینہ نہ جانے دیا تھا۔ مگر قسم ہے میں یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ ملاعنہ آپ سے اس طرح پیش آئیں گے کہ اپنے نبیؐ کی اولاد پر پانی تک بند کر دیں گے۔ اور ان کے قتل کے درپے ہو جائیں گے فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ (اب میں توبہ کرتا ہوں آیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟) کیا غلام نوازی تھی فرمایا کچھ غم نہ کھا تیری توبہ ضرور قبول ہو جائے گی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اے حرؑ اُتر آ۔ شاید مراد حضرت کی یہ ہوگی کہ تو ہمارا مہمان ہے لہٰذا گھوڑے سے اُتر آ۔ اور ہمارے پاس رہ۔ حرؑ نے عرض کی۔ یا مولا میں اسی حالت میں آپ کی خدمت بہتر بجا لا سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر ان اعداء سے قتال کروں گا۔ اور آخر الامر تو گھوڑے سے جدا ہونا ضروری ہے۔ حضرت نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے جو تجھے مناسب معلوم ہو وہ اختیار کر۔ حرؑ اجازت لے کر میدان قتال میں آیا۔ اور اس نے فوج اعدا سے مخاطب ہو کر اس طرح کہا۔ لِاُمِّکُمُ الْھَبَلُ

وَالْغِیَرَ (تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں اور تم پر روئیں) تم نے اس خدا کے نیک بندے کو خود ہی مہمان بلایا۔ جب وہ تشریف لائے تو تم ان سے بہ غدر پیش آئے اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ ہر طرف سے ان کو گھیر لیا ہے اور کہیں جانے بھی نہیں دیتے۔ وہ جناب تم لوگوں میں مثل اسیر کے ہو گئے ہیں۔ کیا نا انصافی ہے جس نہر سے یہود و نصاریٰ و مجوس تک سیراب ہوں۔ اس نہر کا پانی ان پر اور ان کے اہل و عیال و اطفال پر بند کیا ہے۔ وہ اشقیاء کیا جواب دیتے۔ چاروں طرف سے اس دیندار کو گھیر لیا۔ تیر پر تیر برسانے لگے۔ نیزے پر نیزہ لگانے لگے۔ ایک دلیر کہاں تک زخموں کا متحمل ہوتا۔ سراپا چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اصحاب امام حسینؑ اس باوفا کو اٹھا لائے اور سامنے امام کے رکھ دیا۔ قربان ہوں جائیں ہم غلاموں کی اس آقا پر کہ وہ جناب از راہ بندہ نوازی حرؑ کے چہرے کا خون پاک کرنے لگے اور فرماتے تھے کہ بے شک تو حُرؑ ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا تھا۔ تو دنیا میں حُرؑ ہے اور آخرت میں بھی حُرؑ ہے۔ بعد اس کے اس کا طائر روح گلشن جنت کو پرواز کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مجلس یازدہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ اس چیز کی پیروی کرو جو سب سے بہتر خدا کی جانب سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔ قبل اس کے کہ تمہارے پاس یکایک عذاب خدا پہنچے اور تم کو کچھ خبر بھی نہ ہو ایسا نہ ہو کہ پھر اس وقت تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے پہلوئے خدا کے بارے میں کوتاہی کی۔ اور دنیا میں ہنسنے والوں میں سے تھا۔ یعنی دین خدا کتاب خدا۔ رسولِ خدا اور اہل بیتؑ کے ساتھ میں تمسخر کرتا تھا) واضح ہو کہ جب

کے معنی مشہور پہلو کے ہیں۔ اور خدا جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ خدا کے پہلو تو یہاں پر جنب سے مراد مجازاً جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ ہیں۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جنب اللہ ہم ہیں۔ اور قرآن مجید لغت عربی میں نازل ہوا ہے۔ اور مدار زبان عرب کا استعارات پر ہے۔ پس جو کلام استعارہ و تشبیہ و مجاز سے خالی ہو۔ فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جا سکتا اور رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ بھی اسی طرح سے کلام فرماتے تھے۔ بلکہ ہر زبان میں اس کا رواج ہے۔ مثلاً ہندی زبان میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں شخص کی آنکھ ہے۔ یعنی بہت عزیز ہے۔ یا فلاں شخص فلاں شخص کا ہاتھ پاؤں ہے یعنی سب کاروبار اس کا اسی کی وجہ سے انتظام پاتا ہے۔ احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے۔ فرمایا جنب اللہ سے مراد برگزیدگان و دوستانِ خدا ہیں جن کو بہ سبب قرب و منزلت خاص خدا نے روئے زمین پر اپنی حجت اور خلیفہ قرار دیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں شخص کے پہلو میں بیٹھا ہے یعنی اس کا نہایت مقرب ہے۔ اور یہ ایک رمز ہے۔ رموز ربانی سے اور ایک سر ہے اسرار قرآنی سے جسے حق تعالیٰ نے بھی بطور رمز ارشاد فرمایا ہے کہ دوستانِ خدا سمجھ لیں۔ اور دشمنانِ خدا تحریف نہ کرنے پائیں۔ اور کافی میں جناب امیرؑ سے روایت ہے۔ اور بھی اکثر احادیث میں وارد ہے کہ وہ جناب فرمایا کرتے تھے کہ میں ہوں وَجْہُ اللّٰہِ۔ یَدُ اللّٰہِ۔ لِسَانُ اللّٰہِ۔ اُذُنُ اللّٰہِ اور میں ہوں جنب اللہ۔ مومنین یہ جو حضرتؑ نے فرمایا ہے کہ میں ہوں وجہ اللہ اس سے مراد آپ کی یہ ہے کہ میری وجہ سے۔ اور میری محبت سے خدا کے پاس جانا چاہیئے۔ اور جس طرح منہ واضح ترین اعضا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت میں واضح ترین خلائق ہیں۔ اور ید اللہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا کی نعمت اور اس کی رحمت کا واسطہ ہیں بندوں کے لئے۔ اور لسان اللہ سے یہ مراد ہے کہ ان ہی کی زبان میں خدا کی توحید۔ پیغمبرؐ کی نبوت۔ احکام شریعت کا بیان ہوتا رہا۔

اور جو کچھ انہوں نے کہا وہ بحکم خدا کہا - اور اذن اللہ کے یہ معنی ہیں کہ احکام خدا کو رسولؐ خدا سے سن کے جس نے بخوبی تمام یاد رکھا - وہ علیؑ ہیں -

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک اعرابی نے جناب امیرؑ سے پوچھا - کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اَصْبَحْتُ وَ اَنَا وَصِیُّ خَیْرِ الْبَشَرِ وَ اَنَا الْاَوَّلُ وَ اَنَا الْاٰخِرُ وَ اَنَا الْبَاطِنُ وَ اَنَا الظَّاهِرُ وَ اَنَا بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وَ اَنَا عَیْنُ اللّٰهِ وَ اَنَا جَنْبُ اللّٰهِ وَ اَنَا اَمِیْنُ اللّٰهِ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ بِنَا عُبِدَ اللّٰهُ وَ نَحْنُ خُزَّانُ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ وَ سَمٰوَاتِهٖ وَ اَنَا اُحْیِیْ وَ اُمِیْتُ وَ اَنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ یہ سن کر اس اعرابی کو تعجب ہوا تو خود حضرت نے ان اقوال کی تفسیر فرمائی کہ اَنَا اَوَّلُ یعنی میں سب سے پہلے رسول خدا پر ایمان لانے والا ہوں - اَنَا الْاٰخِرُ یعنی میں ان سب لوگوں میں آخر ہوں جنہوں نے پیغمبر خدا کی زیارت کی ہے - یعنی میں سب کے بعد پیغمبر خدا کی لحد سے باہر آیا - اَنَا الظَّاهِرُ سے مراد ہے کہ میں نے اسلام کو ظاہر قبول کیا چھپا کے اسلام نہیں لایا - اَنَا الْبَاطِنُ سے مراد یہ ہے کہ میرا باطن علم سے بھرا ہوا ہے اَنَا بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ سے یہ مقصد ہے کہ جن جن چیزوں کی خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبر دی ان سب کو پیغمبر خدا نے مجھے تعلیم فرمایا - اور میں ان سب چیزوں کو جانتا ہوں - اَنَا عَیْنُ اللّٰهِ سے یہ مراد ہے کہ خدا نے مجھے کل مومنین و کفار پر معین کیا ہے کہ ان کا نگران حال رہوں - اَنَا اُحْیِیْ سے یہ مراد ہے کہ میں سنت رسول اور شریعت پیغمبر کا زندہ کرنے والا ہوں - اَنَا اُمِیْتُ کا یہ مطلب ہے کہ تمام بدعتوں کا اور بری باتوں کا فنا کرنے والا ہوں - اَنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ سے یہ مطلب ہے کہ میں وہ شہید راہ خدا ہوں جس کے واسطے موت نہیں بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور خدا کے پاس سے روزی پاتا ہے - جیسا کہ خدا فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ اور ان لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل کیے گئے - مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں (اور) اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں - مومنین یہی باعث ہے کہ روز عاشورہ اصحاب امام حسینؑ میں سے ہر ایک شوق شہادت میں ایک دوسرے پر سبقت کرتا

تھا اور اپنے تیئں تلواروں کی باڑھ پر ڈالے دیتا تھا۔ اور یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں ہی اپنے آقا پر نثار ہو جاؤں۔ اور شہید ہو کر زندگانی جاوید حاصل کر لوں۔ اور خدا کے پاس سے روزی پانے کا مستحق ہو جاؤں۔

روایت وہب بن عبداللہ کلبی اور ان کی زوجہ کی

چنانچہ بحارالانوار وغیرہ میں منقول ہے کہ جب بریر بن خضیر ہمدانی بھی درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو وہب بن عبداللہ کلبی کی مادر گرامی نے جن کا نام قمری تھا اپنے فرزند سے کہا اے پارۂ جگر آیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ ہمارے سید و آقا فاطمہ زہرا بنت رسول خدا کے فرزند کو دشمنوں نے کس طرح چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اور اپنے حلقہ میں ایسا اسیر و مجبور کیا ہے۔ کہ وہ حضرت کسی طرف بھی نہیں جا سکتے۔ اور یہ طائفہ ان کے درپے قتل ہیں۔ اے فرزند ایسے وقت میں تو جا کر فرزند رسول کی امداد کر۔ یہ سنتے ہی وہب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خدمت امام میں آ کر رخصت جہاد طلب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے جوان میں تجھے کیوں کر اجازت دوں۔ شاید تیری ماں گوارا نہ کرے۔ وہب نے عرض کی اے مولا میری ماں ہی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ تو جا کر فرزند رسول کی مدد کر اور اپنی جان فدا کر۔ یہ سن کر حضرت نے اسے اجازت دی۔ وہب میدان کارزار میں لشکر اعدا کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اور چند اشعار رجز کے پڑھے۔ اس کے بعد مثل شیر غضبناک کے اس طائفہ پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس وقت اپنی ماں کے پاس آ کر کہنے لگے۔ يَا اُمَّاهُ اَرَضِيْتِ عَنِّيْ ۔ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَضِيْتُ مِنْكَ اَوْ تُقْتَلَ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اے اماں آیا آپ مجھ سے راضی ہوئیں۔ اس نے کہا۔ خدا کی قسم میں ہرگز راضی نہ ہوں گی۔ جب تک تو فرزند رسول کے سامنے شہید نہ ہو جائے[۱] یہ سن کر وہبؓ کی زوجہ بے چین ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا شوہر مارا جائے کیونکہ اس کی شادی کو کل سترہ روز گزرے تھے۔ اس نے اپنے شوہر کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی تم کو خدا کی قسم اپنی ماں کے کہنے پر نہ جاؤ اور مجھے بیوہ نہ کرو۔ یہ سن کر مادر وہبؓ بولی۔ اے

۱؎ قمرئے بروزن لیلئے و سلمئے ۱۲

فرزند تو ہرگز اس عورت کے کہنے میں نہ آنا۔ تو جا کر امام حسین علیہ السلام کی نصرت کر۔ ماں کے اس اصرار پر وہبؓ جہاد پر جانے کو مستعد ہو گئے۔ زوجہ نے بھی وہب کا دامن چھوڑ دیا اور کہنے لگی اچھا جاؤ میرے آقا امام حسینؑ کے سامنے اس کا اقرار کر لو کہ جب تم شہید ہو کر بہشت میں پہنچنا تو مجھے نہ بھول جانا اور مجھ سے جدا نہ ہونا۔ اس کے بعد دونوں خدمت امام میں آئے۔ زوجہ وہب نے عرض کی اے آقا میری دو حاجتیں بارگاہ حضور سے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب یہ میرے شوہر شہید ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں۔ تو آپ کو ضامن دے کر اقرار کریں کہ مجھے بھول نہ جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ جب یہ میرے شوہر شہید ہو جائیں گے تو ان کے بعد اس صحرا میں میرا کوئی حمایت کرنے والا اور فریادرس نہ رہے گا۔ میں امید رکھتی ہوں کہ حضرتؑ مجھے اپنے اہل بیت کے سپرد فرما دیں کہ وہ میرے نگران حال رہیں۔ اور ان کے طفیل میں بعزت و آبرو رہوں۔ کوئی دشمن مجھ سے تعرض نہ کرے۔

افسوس مومنین زوجۂ وہب کو یہ خبر نہ تھی کہ چند ساعت کے بعد اشقیا حضرت کو شہید کر دیں گے اور خواہران امام کے شانوں میں رسیاں باندھیں گے۔ دختران فاطمہ کے سروں سے چادریں چھین لیں گے۔ شاہزادیوں کو بندیاں ترک و روم کی طرح اسیر کر کے شہر بہ شہر و دیار بہ دیار لئے پھریں گے۔ الحاصل یہ کلام زوجۂ وہبؓ سن کر حضرت نے اس کو تسلی و دلاسہ دیکر خیمے میں بھیج فرمایا۔ اس کے بعد وہب دوبارہ میدان میں آئے اور کچھ اشعار رجز پڑھ کر اپنے تئیں مثل شیر کے دشمنوں کی صفوں میں ڈال دیا۔ اور داہنے بائیں لڑتے جاتے تھے۔ ناگاہ ایک ملعون نے موقع پا کر داہنے ہاتھ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ وہب نے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر لڑنا شروع کیا۔ اتنے میں قبیلہ کندہ کے ایک شخص نے ایسی تلوار لگائی۔ کہ وہ ہاتھ بھی قطع ہو گیا۔ اس وقت زوجہ وہب سے نہ دیکھا گیا۔ ایک چوب خیمے کی لے کر میدان میں آئی اور کہنے لگی اے وہب خوب جہاد کرو اور حرم رسول خدا سے دشمنوں کو دفع کرو۔ وہبؓ نے کہا کیا سبب ہے کہ پہلے تو تم مجھ کو جنگ سے منع کرتی تھیں اور اب رغبت دلاتی ہو۔ اس نے کہا کیا پوچھتے ہو جب سے میں نے امام حسینؑ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے کہ وہ حضرت فرما رہے تھے وَاغُرْبَتَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ اَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنَّا اَمَا مِنْ مُجِيْرٍ يُجِيْرُنَا آیا کوئی ہے کہ ہم سے دشمنوں کو دفع کرے؟ آیا کوئی پناہ دینے والا ہے کہ ہم کو پناہ دے؟ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ سب اہل بیت خیموں میں رو رہے ہیں؟ اور فریاد کر رہے ہیں۔ تو میں نے سوچا کہ بعد آل رسول کے زندگانی

دنیا میں کیا لطف ہے۔ میں بھی جہاد کروں اور اپنی جان اہل بیتؑ رسول پر نثار کروں۔ وہب نے کہا تم پھر جاؤ کہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ اب میں ہرگز نہ جاؤں گی یہاں تک کہ تمہارے ساتھ میں بھی شہید ہو کر اپنے خون میں نہ لوٹ جاؤں۔ وہب کے دونوں ہاتھ قطع ہو چکے تھے۔ متردد ہوئے کہ کس طرح اس کو خیمہ میں پہنچائیں۔ آخر اپنے دانتوں سے اس کے لباس کو پکڑ کر چاہا کہ خیمہ میں پہنچا دیں۔ مگر وہ مومنہ دامن چھڑا کر الگ ہو گئی۔ اس وقت وہبؓ نے امام حسینؑ سے فریاد کی۔ حضرتؑ نے فرمایا اے کنیز خدا اللہ تم سب کو ہم اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر دے تو خیمہ میں پھر جا اس لئے کہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے غرض حضرت نے اس کو وعظ و نصیحت فرما کر عورتوں کے خیمہ میں واپس کیا۔ اس طرف وہبؓ پر اشقیائے پھر حملہ کیا اور نیزے اور تلواروں سے زخمی کر کے زمین پر گرا دیا۔ جب اس کی زوجہ نے یہ حال دیکھا تو بے اختیار خیمہ سے نکل کر روتی پیٹتی اس کی لاش پہ آئی۔ زمین پر بیٹھ کر اپنے شوہر کا سر اٹھا کر گود میں رکھا اور خون چہرہ سے پونچھتی جاتی تھی۔ اور نظر حسرت سے اس کے منہ کو دیکھتی جاتی تھی۔ اور روتی جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر شمر ملعون نے اپنے غلام سے کہا کہ جلد اس عورت کو قتل کر اس ملعون نے ایک گرز آہنی اس مومنہ کے سر پہ اس طرح مارا کہ اس کا سر شق ہو گیا اور اسی وقت راہی جنت ہوئی۔ حدیث میں ہے ہِیَ اَوَّلُ امْرَأَۃٍ قُتِلَتْ فِیْ عَسْکَرِ الْحُسَیْنِ یعنی زوجۂ وہبؓ پہلی عورت ہے۔ جو لشکر امام حسینؑ میں شہید ہوئی۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ ان اشقیا نے وہب کا سر کاٹ کر لشکر امام حسینؑ کی طرف پھینک دیا۔ مادر وہب نے اپنے فرزند کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ اور اس کا منہ دیکھ کر کہنے لگی شکر خدا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے تیری شہادت کے سبب مسرور کیا۔ اور پیش خدا و رسول سرخرو کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے فرزند کا سر لشکر اعدا کی طرف پھینک دیا اور کوفیوں سے کہنے لگی۔ اے گروہ شقاوت تم سے تو نصاریٰ و مجوس بہتر ہیں جو اپنی عبادت گاہوں میں رہتے ہیں۔ اتفاقاً وہ سر قاتل وہب کے سینہ پر لگا۔ اور وہ ملعون اسی کے صدمے سے واصل جہنم ہوا۔ اس کے مادر وہب نے چوب خیمہ لے کر ان اشقیا پر حملہ کیا اور ان میں سے دو ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا اے مادر وہب صبر کر اور خیمہ میں پھر جا۔ تو اور تیرا فرزند سب رسول خدا کے ساتھ بہشت میں ہوں گے۔ پس ان حضرت کے ارشاد کے موافق مادر وہب روتی ہوئی خیمہ کی طرف چلی گئی۔ اور درگاہ خدا میں عرض

کرتی تھی خداوندا میری امید کو قطع نہ کرنا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ خدا ہرگز تیری امید کو قطع نہ کرے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رِضًا بِقَضَائِہٖ وَ تَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ۔

مجلس ۱۶ شانزدہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَ فُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ بہ تحقیق کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مال کو اس طرح خرید لیا کہ اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت (بریں قیمت میں قرار دے دی) جاننا چاہئے کہ شریٰ لغت اضداد میں سے ہے۔ جس کے معنی بیچنے کے بھی ہیں اور مول لینے کے بھی۔ اس لئے کہ بائع و مشتری درحقیقت دونوں بیچنے والے بھی ہیں اور مول لینے والے بھی ہیں۔ کیونکہ جب دو چیزیں ہوئیں قیمت اور مال۔ تو ہر ایک شخص ان میں سے ایک چیز بیچتا ہے۔ اور اس کے عوض میں دوسری چیز خریدتا ہے۔ بہرکیف خدا کا اپنے خاص بندوں کی جان و مال کا مول لینا مجازاً محض تمثیل کی راہ سے ہے۔ نہ حقیقت کی راہ سے۔ اس لئے کہ بیع و شریٰ میں چاہئے کہ قیمت دوسرے کی ہو اور مال دوسرے کا ہو۔ یہاں سب اسی کے بندے ہیں اور جو کچھ بندوں کے پاس ہے سب اسی کا ہے کیونکہ اَلْعَبْدُ وَمَا لَہٗ لِمَوْلَاہُ (جو خود بندہ اور اس کا مال سب اس کے مولا کا ہے) پس مقصود خداوند عالم یہ ہے کہ تم لوگ اپنے نفس کو ہماری طاعت یعنی۔ ہماری عبادت میں معروف رکھو اور اپنے مال کو ہماری راہ میں خرچ کرو۔ اور اس کے عوض ہم سے بہشت لو جو ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔

تفسیر کشاف میں منقول ہے کہ ایک اعرابی در مسجد پیغمبر خدا کے پاس سے گزرا تو وہ حضرت اسی آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جسے سن کر اس کے دل میں نور ایمان نے اثر کیا۔ دریافت کرنے لگا۔ ھٰذَا الْکَلَامُ مِمَّنْ (یہ کس کا کلام ہے؟) حضرت نے فرمایا خدا کا کلام ہے۔ پوچھا یہ بیع و شریٰ کب واقع ہوئی؟ فرمایا۔ روز میثاق جبکہ خداوند عالم نے

اپنی خدائی کا اقرار لیا تھا اور یہ فرمایا تھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اور سب نے کہا تھا بَلٰى اعرابی نے کہا۔ وَاللّٰہِ بَیْعٌ مُرْبِحٌ لَا نُقِیْلُ وَلَا نَسْتَقِیْلُ (خدا کی قسم اس خریدوفروخت میں تو سراسر نفع ہے کہ خداوند کریم نفس عیب دار اور مال فانی کو خریدکرتا ہے اور بہشت باقی کو اس کے عوض عطا فرماتا ہے۔ میں تو ہرگز اس بیع کا اقالہ نہ کروں گا اور کبھی فسخ نہ چاہوں گا۔) سبحان اللہ کیا اس کی رحمت ہے ؎

بندۂ عیب دار کس نہ خرد　　　او بعید عیب ما خرید مرا

دیکھئے بیع میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ بائع اور مشتری اور متوسط اور قیمت۔ یہاں بیچنے والا تو بندۂ گنہگار ہے۔ اور مشتری خداوند غفار اور متوسط رسول مختار ہیں اور قیمت جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور یہ جو خدا نے فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (یہ معاملہ ہم مومنوں کے ساتھ کرتے ہیں) نہ کفار کے ساتھ۔ یہ اس لئے کہ کافر جب اس بہشت کی قدر ہی نہیں جانتا کہ اصلی مالک ہی کو نہیں پہچانتا۔ تو اس کے ساتھ خدا کیونکر یہ معاملہ کرتا۔ اور متوسط بھی جب تک کہ اس کو بائع کی محبت نہ ہو اس کے متاع قلیل کو ثمن جلیل کے عوض کیونکر بکوا سکتا ہے البتہ اگر رسولؐ کی پیروی کرے تو خدا بھی اس کو دوست رکھے گا اور معاملہ بھی درست ہو جائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (یعنی کہدو اے رسول اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔) اب میں ایک دوست خدا کا حال بیان کرتا ہوں جو خدا کے حبیب کا بھی حبیب ہے۔ اور حبیبؐ خدا کے فرزند امام حسینؑ کا بھی حبیب ہے۔

جناب رسول خدا کا حبیب بن مظاہر کو پیار کرنا

بحار الانوار میں منقول ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جماعت اصحاب مدینہ منورہ کی ایک راہ سے تشریف لئے جاتے تھے۔ اتفاقاً اس راہ میں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسولؐ خدا ان میں سے ایک لڑکے کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور بہت شفقت و مہربانی سے پیش آئے۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور بہت پیار کیا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ اس لڑکے سے اتنا پیار کرتے ہیں اور اس سے محبت فرماتے ہیں۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کھیل رہا ہے اور اس

کے پاؤں کے نیچے کی خاک اٹھا کر اپنے منہ اور آنکھوں پر ملتا جاتا ہے۔ چونکہ یہ میرے فرزند حسینؑ کو دوست رکھتا ہے۔ اس لئے میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں وَ لَقَدْ اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اِنَّهٗ یَکُوْنُ مِنْ اَنْصَارِهٖ فِیْ وَقْعَتِهٖ کَرْبَلَاءَ (اور مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ یہ لڑکا واقعۂ کربلا میں حسینؑ کے انصار میں سے ہوگا) مومنین آپ سمجھے کہ وہ لڑکا کون تھا؟ اگرچہ اس حدیث میں نام کی تصریح نہیں ہے۔ مگر بعض علماء نے افادہ فرمایا ہے کہ وہ حبیب بن مظاہر تھے حبیب ہی تو اس لڑکپن کے دوست نے کربلا میں پہنچ کر امام حسینؑ پر اپنی جان نثار کی اور باوصف پیری ایسے وقت پُر آشوب میں کہ راہیں ہر طرف سے بند تھیں کوفہ سے کربلا میں امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی جان فدا کر دی۔ اکسیر العبادات وغیرہ میں منقول ہے کہ حبیب بن مظاہر اسدی ایک روز بازار کوفہ میں خضاب خرید رہے تھے کہ اس طرف سے مسلم بن عوسجہ کا گزر ہوا۔ حبیب نے ان سے دریافت کیا کہ اے مسلم آج کل میں دیکھتا ہوں کہ اہل کوفہ جمع ہو رہے ہیں۔ لڑائی کے لئے ہتھیار درست کر رہے ہیں تم کو معلوم ہے کہ یہ کس سے لڑائی کا سامان ہے؛ مسلم بن عوسجہ نے رو کر کہا اے حبیب تم کو خبر نہیں۔ یہ سب فرزند رسول خدا جناب امام حسینؑ سے جنگ کی تیاری ہے۔ یہ سن کر حبیب رونے لگے اور خضاب ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا۔ خدا کی قسم اب یہ ریش سفید نصرت امام حسینؑ میں میرے خون سے خضاب ہوگی۔ اس کے بعد مغموم و محزون اپنے گھر آئے۔ یہاں کا حال سنئے کہ امام حسینؑ نے اثنائے راہ میں ایک منزل سے اس مضمون کا نامہ ان کے نام روانہ فرمایا مِنَ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِلَی الرَّجُلِ الْفَقِیْهِ حَبِیْبِ بْنِ مُظَاهِرٍ اَمَّا بَعْدُ یَا حَبِیْبُ اَنْتَ تَعْلَمُ قَرَابَتَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ اَعْرَفُ بِنَا مِنْ غَیْرِكَ وَ اَنْتَ ذُوْ شِیْمَةٍ وَّ غَیْرَةٍ فَلَا تَبْخَلْ عَلَیْنَا بِنَفْسِكَ یُجَازِیْكَ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (یعنی یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کا مرد فقیہ حبیبؓ بن مظاہر کے نام اے حبیب تم اس قرابت کو خوب جانتے ہو۔ جو ہم کو رسولؐ خدا سے ہے اور جتنا تم واقف ہو۔ دوسرا نہیں جانتا ہوگا۔ تم نیک خصلت و صاحب غیرت ہو۔ ہماری نصرت و مدد میں ہماری جاں نثاری میں بخل نہ کرنا۔ اس کا اجر تم کو میرے نانا رسولؐ خدا بروز قیامت عطا فرمائیں گے۔)

امام حسینؑ کا حبیب کو طلب کرنا

راوی کہتا ہے کہ ایک روز حبیبؓ اپنی زوجہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اس کے گلے میں لقمہ گلوگیر ہوا۔ کہنے لگی اس وقت کسی کا خط آیا چاہتا ہے اتنے میں ایک شخص نے

دَقَّ الْبَاب کیا۔ حبیبؓ باہر آئے۔ پوچھا تو کون ہے؟ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ الْحُسَیْنِ (اس نے کہا میں امام حسینؑ کا قاصد ہوں) تمہارے نام کا خط لایا ہوں۔ حبیب نے خط کھول کر پڑھا اور بسبب ابن زیاد کے خوف کے اس کے مضمون کو اپنی قوم و قبیلہ پر ظاہر نہیں کیا۔ مگر شب و روز اسی فکر میں رہا کرتے تھے کہ آقا کے پاس کیونکر پہنچ جاؤں۔ ایک روز ان کے بنی اعمام آئے اور کہنے لگے۔ ہم نے سنا ہے کہ تم نصرت حسین کے لئے جایا چاہتے ہو۔ ہم تم کو نہ جانے دیں گے۔ ہم لوگوں کو امور سلطنت میں کیا دخل ہے! حبیب نے بھی مصلحتاً ایسا ہی جواب دے دیا۔ اور وہ سب لوگ واپس چلے گئے جب ان کی زوجہ نے یہ سنا تو کہنے لگی کیا آپ نصرت امام حسینؑ کے لئے جانا مکروہ سمجھتے ہیں؟ حبیب نے کہا کیا کروں لوگ منع کرتے ہیں یہ سننا تھا کہ وہ مومنہ رونے لگی۔ اور کہنے لگی کیا آپ بھول گئے جو رسول خدا حسن و حسین کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ وَلَدَایَ هٰذَانِ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَهُمَا اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا (میرے یہ دونوں فرزند سردار ہیں جوانان بہشت کے۔ اور امام و پیشوائے خلق ہیں خواہ جہاد کریں یا نہ کریں۔) تعجب ہے کہ وہ حضرت خود آپ کو اپنی نصرت کے واسطے طلب فرمائیں اور آپ نہ جائیں۔ حبیبؓ نے کہا مجھے تو اس کا خیال ہے کہ تم میرے بعد بیوہ ہو جاؤ گی۔ کون پرسان حال ہوگا۔ اس نے کہا مجھے تو آپ میرے حال پر چھوڑ دیں۔ میں کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی بسر کر لوں گی۔ مگر آپ نصرت امام حسینؑ کو ترک نہ کریں۔ حبیبؓ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور آمادہ سفر ہو گئے۔ اس وقت وہ مومنہ کہنے لگی۔ اے حبیبؓ جب آپ ان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں تو میری جانب سے سلام عرض کریں اور دست و پائے اقدس کو بوسہ دیں۔

الحاصل حبیبؓ نے گھوڑے پر زین کس کر اپنے غلام سے کہا کہ تو اسے شہر سے باہر لے جا اور فلاں مقام پر انتظار کرنا۔ تھوڑی دیر کے بعد حبیب اپنی زوجہ سے رخصت ہو کر پوشیدہ گھر سے باہر نکلے۔ اس طرح سے کہ گویا اپنی زراعت پر جاتے ہیں۔ جب حبیب کے آنے میں کسی قدر تاخیر ہوئی۔ تو اس وقت وہ غلام گھوڑے کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا اے اسپ وفادار اگر تیرا مالک نہ آیا۔ تو میں خود تجھ پر سوار ہو کر نصرت امام حسین کے لئے چلا جاؤں گا۔ جب گھوڑے نے یہ سنا۔ تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے گھاس کھانی چھوڑ دی اتنے میں حبیب بن مظاہر بھی پہنچ گئے۔ اور غلام کا یہ کلام سن کر کہنے لگے بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلْعَبِیْدُ یَتَمَنَّوْنَ لِنُصْرَتِكَ فَكَیْفَ الْاَحْرَارُ (اے

فرزند رسولؐ خدا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ جب غلام تک آپ کی نصرت کی تمنا کرتے ہیں تو آزاد کیونکر تماذ کریں گے۔ بعد اس کے حبیبؓ نے اپنے غلام سے کہا جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ جہاں جی چاہے چلا جا۔ یہ سن کر غلام رونے لگا اور عرض کی اے آقا میں تو ہرگز آپ سے جدا نہ رہوں گا۔ بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ چل کر فرزند رسول خدا کی نصرت کروں گا۔ اور ان حضرت پر اپنی جان نثار کروں گا۔

الحاصل حبیبؓ وہاں سے روانہ ہو گئے اور کربلا پہنچے۔ جب قریب امام حسینؑ پہنچے گھوڑے سے اتر پڑے اور حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اور بہت روئے۔ جب یہ خبر خیمہ میں جناب زینبؑ کو پہنچی کہ کوئی شخص ان کے برادر مظلوم کی نصرت کے لئے آیا ہے۔ تو دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ کسی نے کہا۔ حبیبؓ بن مظاہر ہیں۔ فَقَالَتْ اِقْرَءُوْهُ مِنِّی السَّلَامَ فرمایا میری طرف سے حبیبؓ کو سلام کہو جب اس مخدومۂ کونین کا سلام حبیب کو پہنچا تو رونے لگے۔ منہ پر طمانچے مارے اور سر پر خاک ڈالی۔ اور کہا ہائے افسوس یہ وقت آگیا کہ مجھے دختر امیرالمومنینؑ سلام کہلا بھیجیں۔

الغرض حبیب ہمراہ رکاب امام حسینؑ رہے۔ یہاں تک کہ بروز عاشورا صبح سے لڑائی شروع ہو گئی اور اشقیائے کوفہ واسطے قتل فرزند رسول خدا جمع ہوئے۔ آخرکار جملہ انصار امام حسینؑ باری باری درجۂ شہادت پر فائز ہونے لگے۔ زوال آفتاب ہو چلا تھا کہ ابو ثمامہ صیداوی نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ آج ہم سب جان نثار لامحالہ قتل ہوں گے۔ اس وقت اول وقت نماز ظہر ہے اور آخری نماز ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ نماز جماعت ادا کر کے خدا سے ملاقات کریں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا بہتر اذان کہو۔ جب وہ اذان سے فارغ ہوئے۔ تو خود حضرت اعدا کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا وائے ہو تجھ پر۔ تو نے طریقۂ اسلام کو بھی بھلا دیا۔ نماز کا وقت آگیا۔ اور تو لڑائی سے اتنا باز نہیں رہتا کہ ہم بھی نماز پڑھ لیں۔ اور تم لوگ بھی نماز پڑھ لو۔ یہ سن کر اس ملعون نے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن حصین بن نمیر ملعون نے کہا اے حسینؑ جتنی چاہو نمازیں پڑھو مگر تمہاری نماز ہی قبول نہیں ہے۔ حبیب بن مظاہر یہ سن کر بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے وائے ہو تجھ پر فرزند رسول کی نماز تو قبول نہ ہو اور تجھ زن شراب فروش کے بیٹے کی نماز قبول ہو۔ یہ سن کر وہ ملعون غضب ناک ہوا

اور حبیبؓ سے کہنے لگا کہ لشکر سے باہر آؤ اور مجھے اپنا قاتل جانو۔ یہ سن کر حبیبؓ نے خدمت امام میں عرض کی یا ابن رسول اللہ! مجھے اجازت جہاد دیجئے۔ اب میں یہ نماز جنت میں پڑھوں گا۔ حضرت نے اجازت جہاد دی۔ حبیبؓ نے مثل شیر غضبناک حصین پر حملہ کیا۔ اور اس کے سر پر ایک ایسی ضربت لگائی کہ وہ شقی زمین پر گر پڑا۔ حبیبؓ نے چاہا کہ اس کا سر جدا کریں مگر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا اور حصین کو بچا لے گئے اس کے بعد حبیبؓ نے ان سب اشقیا پر حملہ کیا۔ اور بتیس سواروں کو قتل کیا۔ اسی طرح لڑتے جاتے تھے اور قتل کر رہے تھے۔ مگر وہ ہزاروں۔ یہ تنہا۔ اس پر بھی تین دن کے بھوکے پیاسے۔ کہاں تک لڑتے۔ آخر کار ان اشقیا نے ہجوم کر کے گھیر لیا۔ اور تیروں نیزوں اور تلواروں سے زخمی کر کے شہید کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مجلس ہفتدہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ امان میں ہو گیا۔) یعنی کوئی اس کو آزار نہیں پہنچا سکتا۔

اس پر اجماع اسلام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو ناحق بھی قتل کر کے وہاں چلا جائے۔ تو پھر اس کو واسطے قصاص کے وہاں سے پکڑ نہیں سکتے۔ اسی پر کیا منحصر ہے۔ جانوروں کے لئے بھی وہ جگہ جائے پناہ ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ میں ملا حسین نوری نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ وہاں کے کبوتروں پر آپ کی نظر پڑی۔ اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ ان کبوتروں کا حرم میں کس طرح آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! ہم لوگوں کو کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ہی بیان فرمائیں۔ ارشاد کیا زمانہ قدیم میں کسی شخص کے مکان میں ایک درخت تھا۔ اس کی ایک شاخ کے شگاف میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا۔ جب اس کے بچے ہوتے تھے۔ تو وہ صاحب مکان ان بچوں کو اتار کر

کھا جاتا تھا۔ بہت دنوں تک اس کا یہی دستور رہا۔ اسی وجہ سے اس کبوتر کی نسل نہ بڑھتی تھی آخرکار اس کبوتر نے عاجز آکر درگاہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ میں التجا و شکایت کی کہ پروردگار اس شخص کے ظلم سے میرے بچے بچنے نہیں پاتے اور میری نسل بڑھتی نہیں۔ حق تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ اب آیندہ اگر تیرے بچوں کے اتارنے کے لئے یہ شخص درخت پر جائیگا تو گر کر مرجائے گا۔ الغرض اس کبوتر نے پھر انڈے دیئے اور بچے نکالے۔ جب وہ بچے بڑے ہوئے۔ حسب معمول صاحب مکان ان کے اتارنے کے لئے درخت پر چڑھا یہ کبوتر وہاں سے علیحدہ جا بیٹھا۔ اور اس خیال میں تھا۔ کہ اب یہ درخت سے گر کر مرجائیگا جب وہ مرد اس شاخ تک پہنچا۔ جس کے شگاف میں کبوتر کے بچے تھے۔ ابھی بچوں کو نہ پکڑا تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ وہ شخص فوراً درخت سے اتر کے نیچے آیا اور اس سائل کو کچھ صدقہ دے کر پھر درخت پر چڑھ گیا۔ اور بچوں کو اتار کر کھا گیا اور خود صحیح و سالم رہا۔ اس وقت کبوتر نے درگاہ باری میں عرض کی۔ بارالہا اس نے میرے بچوں کو اس دفعہ بھی مار ڈالا۔ اور اسے کچھ بھی آسیب نہ پہنچا۔ حق تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ چونکہ اس نے تیرے بچوں کو ہلاک کرنے کے قبل صدقہ دے دیا۔ اس سبب سے اپنی ہلاکت سے محفوظ رہا۔ تو غمگین نہ ہو۔ بہت جلد خدا تیری نسل کو بڑھائے گا۔ اور تجھے اور تیرے بچوں کو ایسی جائے پناہ میں دے گا۔ کہ کوئی کسی طرح کا آزار ان کو روز قیامت تک نہ پہنچا سکے گا۔ مار ڈالنا تو کیسا کوئی تمہیں تمہاری جگہوں سے اڑا بھی نہ سکے گا۔ پس وہ کبوتر اپنی جگہ سے بحکم خدا خانہ کعبہ میں جسے خدا نے مامن قرار دیا ہے چلا آیا۔ اور یہ سب کبوتر جو تم دیکھتے ہو۔ اسی ایک جوڑے کی نسل سے ہیں۔

حضرات! آپ نے سنا کہ پروردگار عالم نے خانہ کعبہ کو مامن قرار دیا ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ فرزند رسول الثقلین جناب امام حسینؑ کو خانۂ خدا میں بھی پناہ نہ ملی۔ ظالم یہ چاہتے تھے کہ خانۂ خدا ہی میں حضرت کو شہید کردیں۔ جب آپ نے دیکھا۔ کہ ہماری وجہ سے حرمت خانۂ خدا برباد ہوگی۔ تو حضرت نے حج کو عمرہ سے بدل دیا۔ اور بغیر حج کئے وہاں سے بطلب جناب مسلمؑ روانہ عراق ہو گئے۔ اور منزل بہ منزل چلے جاتے تھے۔

خواب دیکھنا جناب امام حسینؑ کا

پس بروایت بحار الانوار و لہوف جب حضرت منزل ثعلبیہ پر پہنچے تو کچھ دیر آرام

فرمایا۔ یکایک روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے۔ جناب علی اکبر نے عرض کی اے پدر بزرگوار اس وقت آپ کے رونے کا کیا سبب ہے فرمایا اے فرزند یہ وہ ساعت ہے کہ اس ساعت میں خواب دروغ نہیں ہوتا۔ اس وقت میں نے دیکھا ہے کہ کوئی ہاتف ندا کرتا ہے۔ اَنْتُمْ تُسْرِعُوْنَ وَالْمَنَایَا تُسْرِعُ بِکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ (تم تو اس سفر میں جلدی کرتے ہو اور موت اس بات کی جلدی کرتی ہے کہ تمہیں بہشت میں لے جائے) یہ سن کر اس امام زادے نے عرض کی۔ اے پدر عالی مقدار کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا اے نور دیدہ اس خدا کی قسم جس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔ ہم حق پر ہیں۔ اور ہمارے دشمن باطل پر ہیں جناب علی اکبر نے عرض کی کہ جب ہم حق پر ہیں۔ تو پھر ہمیں مرگ سے کیا خوف ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

زہیر بن القین کا ساتھ ہو لینا

ایک جماعت قبیلہ فزارہ سے روایت ہے کہ ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے۔ جس وقت مکہ معظمہ سے پھرے۔ تو ہم لوگ منزلوں میں جناب امام حسین کو دیکھتے تھے اور ان سے بہت دور دور اترتے تھے۔ تاکہ رفاقت حضرت کی ہم پر لازم نہ ہو جائے۔ ایک منزل پر ہم سب کھانا کھا رہے تھے کہ ایک پیغامبر جناب امام حسین کا پیام لے کر آیا اور زہیر بن قین کو سلام کیا اور کہا کہ تمہیں جناب امام حسین نے یاد فرمایا ہے۔ ہم سب کے ہاتھوں سے لقمے گر گئے اور متحیر رہ گئے۔ زہیر کی زوجہ نے جس کا نام دیلم تھا۔ زہیر سے کہا۔ سبحان اللہ فرزند رسول خدا تم کو بلا رہے ہیں۔ اور تم جانے میں تامل کرتے ہو۔ الغرض زہیر گئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہاں سے خوش خوش پھرے۔ اور آتے ہی حکم دیا کہ ہمارا خیمہ اکھاڑ کر متصل سراپردہ حضرت برپا کرو۔ اور اپنی زوجہ کو طلاق دے کر کہا کہ میں اپنے آقا پر جان فدا کرنے جاتا ہوں۔ تم اپنی قوم میں جاؤ کہ تمہیں میرے بعد کوئی ضرر نہ پہنچے۔ زوجہ نے رو کر کہا خداوند عالم تم کو جزائے خیر دے مجھے بھی بروز قیامت جناب امام حسین کے جد امجد کے پاس یاد کر لینا۔ اس کے بعد زہیر نے اپنے رفیقوں سے کہا۔ بھائیو جس کا جی چاہے۔ میری رفاقت قبول کرے اور جسے منظور نہ ہو چلا جائے۔ یہ سن کر ان کے رفقا علیحدہ ہو گئے۔ اور زہیر تن تنہا جناب امام حسین سے جا ملے۔ الغرض اسی طرح جناب امام حسین منزل بمنزل چلے جاتے تھے۔ تا آنکہ دوسری محرم کو وارد زمین کربلا ہوئے۔ جب ابن زیاد کو اس کی خبر ملی تو اس نے برابر فوجیں

بھیجنی شروع کیں۔ بروایت ابو مخنف سب سے پہلے ابن زیاد نے پسر سعد کے ساتھ چھ ہزار سوار جرار روانہ کربلا کئے۔ اور شیث بن ربعی مع چار ہزار سوار راہی ہوا۔ اور حصین بن نمیر جو قادسیہ میں مع چار ہزار سوار راہِ امام روکنے کے لئے موجود تھا وہ بھی روانہ ہوا۔

تعداد افواج ابن زیاد

پھر تو مثل مور و ملخ ایک مظلوم کے قتل کے واسطے علی الترتیب فوجیں آنی شروع ہوئیں چنانچہ شمر ذی الجوشن بجمعیت چار ہزار سوار اور یزید بن رکاب دو ہزار اور خولی کے ساتھ تین ہزار بروایتے دس ہزار سوار اور بہمراہی سنان بن انس چار ہزار اور عروہ بن قیس چار ہزار سوار لے کر یہ سب ملاعین داخل کربلا ہوئے۔ یہاں تک کہ ستر ہزار اشقیاء جمع ہوگئے اور ان میں دس ہزار فقط تیر انداز تھے۔ اور اس جناب کے ساتھ کل بہتر عزیز و اصحاب تھے۔ جن میں شمار حضرت علی اکبر کا بھی تھا۔

ملاقات جناب امام حسینؑ با عمر سعد اور باہم گفتگو کرنا

بیاض فخری میں منقول ہے کہ جب جناب امام حسینؑ نے دیکھا کہ ہزارہا اشقیا میرے قتل کے واسطے آمادہ ہیں تو اس وقت کسی کو عمر سعد کے پاس بھیجا کہ اس سے کہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آج کی شب درمیانی دونوں لشکر کے تخلیہ میں تجھ سے ملاقات کروں۔ اور جو امر کہ تیرے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہو بیان کروں۔ عمر سعد نے قبول کیا اور اپنے خیمہ سے باہر آیا۔ اور اس طرف سے حضرت بھی روانہ ہوئے۔ جب ملاقات ہوئی۔ تو حضرت نے فرمایا اے ابن سعد میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے قتل پہ آمادہ ہے۔ حالانکہ تو خوب جانتا ہے کہ میرے نانا جناب رسولؐ خدا ہیں۔ اے ابن سعد کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے کہ تو مجھے ناحق قتل کرتا ہے۔ تجھے تو یہ مناسب ہے کہ میری ہمراہی اختیار کرے۔ اور میرے لشکر میں چلا آئے کہ خدا تجھ سے راضی و خوشنود ہوگا۔
ابن سعد نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ اگر میں آپ کی ہمراہی اختیار کروں تو میرا گھر کوفہ میں کھود ڈالا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا اگر تیرا گھر کوفہ میں کھود ڈالا جائے گا۔ تو میں اس کے عوض میں اس سے بہتر مکان بنوا دوں گا۔ ابن سعد نے کہا اے فرزند رسول! اگر میں آپ کی رفاقت و بیعت اختیار کروں تو میری املاک و جاگیر ضبط ہو جائے گی۔ فرمایا اگر تیری املاک میری ہمراہی کے سبب سے چھن جائے گی تو ہرگز ہرگز اس کا خوف نہ کر۔ میں اس کے عوض اس سے زیادہ تجھے دوں گا۔ علاوہ اس کے چشمۂ بغیبغ جو ہمارا حجاز میں موجود ہے اور معاویہ بن ابی سفیان اس کے عوض دس لاکھ دینار سرخ دیتا تھا۔ لیکن میں نے اسے بیع نہ کیا تھا

وہ تجھے دے دوں گا۔ ابن سعد یہ سن کر چپ ہو رہا۔ جب حضرتؑ نے دیکھا کہ یہ شقی کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا۔ مجبور ہو کے اس سے تین باتیں فرمائیں۔

حضرتؑ کا عمر سعد سے تین چیزوں کا سوال کرنا۔

ایک تو یہ کہ اگر میرا رہنا اس ملک عرب میں تم لوگوں کو ناگوار ہے تو مجھے تم اذن دو اور جو راہیں ہر طرف سے بند کی ہیں کھول دو کہ میں اپنے بچوں کو اور ناموس رسولِ خدا کو ساتھ لئے کسی دوسرے ملک دور دراز میں چلا جاؤں۔ اور بروایت منتخب حضرتؑ نے عمر سعد سے فرمایا کہ تو مجھے چھوڑ دے کہ میں مدینہ میں اپنے نانا کے روضہ پر چلا جاؤں۔ اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ تب فرمایا تھوڑا سا پانی پلا دے کہ میرا جگر مارے پیاس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اس شقی نے جواب دیا کہ اِلَی الثَّانِیَۃِ سَبِیْلٌ؟ یہ دوسری حاجت بھی آپ کی پوری نہ ہوگی۔ اس وقت فرمایا اگر جنگ ہی منظور ہے تو موافق قاعدہ عرب کے اپنی فوج کو حکم دے کہ باری باری ایک ایک آ کر جنگ کرے اس امر کو اس مکار نے قبول کر لیا اور کہا لکَ ذٰالِکَ مگر اس عہد کو بھی پورا نہ کیا۔ ایک غریب و تنہا پر ہر طرف سے ہزاروں وار چلتے تھے۔ نزدیک سے اشقیا تلوار اور نیزے لگاتے تھے۔ دور سے تیر برساتے تھے بلکہ جن کے پاس حربۂ جنگ نہ تھا۔ وہ بھی لکڑی پتھر جو چیز پاتے تھے اٹھا اٹھا کے اس طرح پھینکتے تھے کہ تمام سر و سینۂ اقدس مجروح ہو گیا تھا۔ حضرات جس ایک مظلوم پر اتنے وار چل گئے ہوں۔ اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ زخم کھاتے کھاتے اور بدن سے خون بہتے بہتے نڈھال ہو گئے۔ آخر فرش زین پر سنبھل نہ سکے۔ غش کھا کر زمین پہ گر پڑے

بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

مجلس ہجدہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُنِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْ

ے بروایتے آپ نے ہند کا نام بھی لیا تھا (ذکر العباس)

تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اجازت دی گئی جہاد کی ان لوگوں کو جن سے مشرکین قتال کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ان مومنین پر ظلم کیا گیا - بہ تحقیق کہ اللہ ان مومنوں کی مدد کرنے پر قادر و توانا ہے - وہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے - ان کا اس کے سوا کوئی قصور نہ تھا کہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا پروردگار خدائے واحد ہے -)

تفسیر آیۂ جہاد

صاحب مجمع البیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ اول آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی جب آنحضرتؐ مکہ میں تھے - تو کفار مسلمانوں کو بہت اذیت پہنچایا کرتے تھے - وہ لوگ آکر جناب پیغمبر خدا سے شکایت کیا کرتے تھے - تو حضرتؐ فرمادیا کرتے تھے - کہ صبر کرو - ابھی ہمیں حکم جہاد نہیں ہوا ہے - یہاں تک کہ حضرتؐ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی - اس وقت یہ آیت نازل ہوئی - صاحب تفسیر لکھتے ہیں - کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت شان میں تو مہاجرین کی نازل ہوئی مگر اس کا انجام ما تمام اہل بیتؑ رسول خدا کے ساتھ ہوا کہ ان پر ظلم کیا گیا - اور وہ ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے - اور صاحب خصائص حسینیہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں - کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور جعفر طیار اور حضرت حمزہ اور جناب امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ ان لوگوں کو دشمنوں نے ناحق ان کے وطن سے باہر نکالا - اور ان سب کو بے گناہ قتل کیا - ان کا اس کے سوا کوئی قصور نہ تھا - کہ یہ خدا کی واحدنیت کا اقرار کرتے تھے - مگر مومنین ان چاروں بزرگوں میں سے جناب امام حسینؑ کے لئے ایک امر خاص تھا جو اور کسی کے واسطے نہ تھا وہ یہ کہ اس جناب کو آوارۂ وطن ہی نہیں کیا - بلکہ تمام شہروں سے اور ملکوں سے اس جناب کو منع کیا - کہ کہیں کسی جگہ اور کسی مقام پر بھی حضرت کو امان نہ ملی - وہ حضرت خود فرماتے تھے کہ اگر سوراخ مار و کژدم میں بھی جاکر پناہ لوں گا - تو وہاں سے بھی یہ ظالم مجھے نکال کر قتل کریں گے اور یہ ظلم ان ہی حضرت پر منحصر نہ تھا - بلکہ ان کے عزیز و انصار و عیال و اطفال سب پر یہ ظلم ہوا ہے البتہ قتل ہونا جناب امام حسینؑ کا بہ نسبت اور حضرات کے خاص طور پر تھا کہ وہ حضرتؑ جانب قفا سے ذبح کیے گئے - سر اطہر بدن سے جدا ہو کر نوک نیزہ پر چڑھایا گیا اور جابجا قریوں میں اور شہروں میں پھرایا گیا - ان سب باتوں کا انتقام ان ظالموں سے بذریعہ حضرت صاحب العصر والزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ لیا جائے گا - مومنین جس بیکسی

اور جس مظلومی سے جناب امام حسینؑ اپنے گھر سے علیحدہ کئے گئے۔ اصحاب رسول میں سے کوئی اس طرح نہیں نکالا گیا۔ گرمی کے دنوں میں عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیا۔ مدینہ سے جلا ہو کر خدا کے گھر میں پناہ لی۔ وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ حج بھی نہ کرنے پائے۔ وہاں سے بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ سفر غربت اختیار کیا۔ صحراؤں میں، جنگلوں میں، پہاڑوں میں چلے جاتے تھے جب کسی طرف نظر اٹھاتے تھے۔ تو دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے تھے۔ حضرت سے زمانہ ایسا پھر گیا تھا کہ اگر اپنے دوستوں میں سے بھی کسی کو مدد کے واسطے طلب فرماتے تھے۔ تو وہ بھی ابن زیاد اور حاکم شام کے خوف سے حضرت کا ساتھ نہ دیتا تھا۔

نصرت طلب کرنا حضرت کا چھ مقام پر

صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں کہ چند مرتبہ حضرت نے لوگوں سے نصرت طلب کی ہے۔ مگر کسی نے تو حیلہ حوالہ کیا اور کسی نے ارادہ بھی کیا تو ممکن نہ ہوا۔ اول مکہ معظمہ میں جس وقت آپ نے وہاں سے کوچ فرمانے کا ارادہ کیا۔ تو ایک خطبہ مسجد الحرام میں ارشاد کیا۔ اور حاجیوں سے خطاب کر کے فرمایا۔ ایہا الناس! جو شخص راہ خدا میں جان دینا چاہے۔ وہ میرے ہمراہ ہو کہ کل صبح یہاں سے میرا کوچ ہے۔ قسم بخدا میں دیکھتا ہوں کہ گویا گرگان صحرا میرے جسم کو درمیان نواویس و کربلا کے پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے جب حضرت مکہ معظمہ سے باہر نکل چلے ہیں تو عبادلۂ اربعہ یعنی عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر حضرت کی خدمت میں آئے اور سفر عراق سے منع کیا۔ حضرت نے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ جواب دیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ میں ایسے امر پر مامور ہوں کہ جس میں بجز سفر کے چارہ نہیں۔ بعد اس کے حضرتؑ نے ان سب کو نصرت کے واسطے طلب کیا۔ عبداللہ بن جعفر نے تو اپنے دونوں فرزندوں کو ہمراہ کر دیا باقی لوگوں نے عذر کیا۔ اور کچھ ساتھ نہ دیا۔ تیسرے مکہ معظمہ اور کربلا کے درمیان اثنائے سفر میں حضرت جس سے ملاقات کرتے تھے۔ اس سے اپنی نصرت کے واسطے ارشاد فرماتے تھے۔ مگر وہ لوگ حیلہ و حوالہ کر دیتے تھے۔ بعضے اہل و عیال کے مارے جانے کا حیلہ کرتے تھے۔ بعضے وعدہ کرتے تھے۔ کہ اچھا آپ چلیں۔ ہم بھی تھوڑے دنوں میں آپ سے ملحق

؂ بعض کتب مقاتل میں ہے۔ کہ عبداللہ اس وقت علیل تھے۔ ۱۲

ہو جائیں گے بعض لوگ ایسے بھی تھے کہ اس خوف سے کہ مبادا حضرت اپنی نصرت کے واسطے کہیں جس منزل پر حضرت اترتے تھے۔ وہاں سے وہ لوگ علیحدہ اترتے تھے۔ چنانچہ ایک جماعت فزارہ اور بجیلہ سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعد حج تمام کرنے کے جب ہم لوگ راہ میں جناب امام حسینؑ سے ملحق ہوئے تو ہم کو یہ اچھا نہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کے ہمراہ ایک منزل پر اتریں۔ جب وہ جناب کسی ایک پانی کے متصل وارد ہوتے تھے تو ہم دوسرے پانی کے پاس اترتے تھے۔ اور اگر کہیں ایک ہی جگہ چشمۂ آب ہوتا تھا۔ تو جس طرف حضرت اترتے تھے ہم اس کے دوسری طرف قیام کرتے تھے تاکہ حضرتؑ ہم کو اپنی مدد کے واسطے نہ بلائیں۔

قصہ عبد اللہ جعفی

چنانچہ جب حضرت قصر بن مقاتل پر پہنچے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک مقام پر ایک خیمہ نصب ہے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے عرض کی۔ عبد اللہ جعفی جو قطاع الطریق ہے اس کا خیمہ ہے فرمایا اسے بلاؤ۔ ایک شخص نے جا کے کہا۔ تجھے حسینؑ بن علی بلاتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ واللہ کوفے میں اسی خیال سے نکلا تھا۔ کہ مجھے پسند نہیں آیا کہ میں کوفے میں رہوں۔ اور حسینؑ ابن علی مجھے اپنی نصرت کے واسطے طلب کریں۔ آخر وہی مشکل پیش آئی جب حضرت کو جا کر اس نے خبر دی تو حضرتؑ خود اٹھے اور اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے اپنی نصرت کے واسطے کہا۔ پھر اس نے وہی بات کہی اور عذر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ اے شخص تو نے بہت گناہ کئے ہیں۔ حق تعالیٰ ضرور تجھ سے مواخذہ کرے گا ہاں اگر توبہ کرلے اور ہماری نصرت کرے۔ تو میرے جد امجد قیامت میں تیری شفاعت فرمائیں گے۔ وہ کہنے لگا اے فرزند رسول! اگر آپ کی نصرت کروں گا تو پہلے میں قتل کیا جاؤں گا۔ یہ گھوڑا میرا حاضر ہے جس پر میں سوار ہو کے جب کبھی مہم پر گیا کامیاب ہوا اور یہ تلوار اور یہ نیزہ بھی حاضر ہے لیجئے اور مجھے معاف فرما دیجئے حضرت نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ جب تو نے اپنی جان عزیز کی۔ تو ہم کو تیرے مال سے کچھ غرض نہیں۔ پھر تھے حضرت نے اہل بصرہ کو ایک حکم نامہ لکھا ہے۔ جس کا مضمون بسم اللہ اور حمد و ثنا کے یہ تھا۔ کہ یہ خط حسینؑ بن علی کا طرف اشراف اور بزرگان بصرہ کے ہے۔ واضح ہو کہ میں تمہیں دعوت کرتا ہوں اور خدا اور رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر میری دعوت قبول کرو گے۔ اور میرے حکم کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رستگار ہو جاؤ گے والسلام۔ جب یہ حکم نامہ ابو زرین کے ذریعے سے اہل بصرہ کو

پہنچا تو یزید بن مسعود نے بنی تمیم و بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا اور ایک خطبہ نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے پڑھا - اور ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور عذاب خدا سے ڈرایا پھر کہا کہ حسین فرزند رسول اور حجت خدا ہیں - کربلا میں تشریف لائے ہیں - اور تم کو اپنی نصرت کے واسطے طلب فرماتے ہیں - اے اہل بصرہ تم لوگ بسبب مخالفت جناب امیرالمومنین جنگ جمل میں گناہگار ہو چکے ہو کہ نفس رسول تھے جو تمہارا مولا تھا - مقابلہ و مقاتلہ کر کے مستحق عذاب آخرت ہوئے پس اب یہی موقع ہے چاہیے کہ اب توبہ و انابت کرو اور اپنے گناہوں کو دھو ڈالو - چلو کہ فرزند رسول کی مدد کرو - ان لوگوں نے قبول کیا - ارادہ روانگی کا کیا - جب آمادہ سفر ہوئے - تو خبر حضرت کی شہادت کی پہنچی - پانچویں جب حضرت زمین کربلا پہ پہنچے اور یہ چاہا کہ خیمے فرات کے کنارے لگائے جائیں - تو اشقیا مزاحم ہوئے - اس وقت بروایت بحارالانوار جناب حبیب بن مظاہر نے عرض کی یا ابن رسول اللہ اگر حکم ہو تو میں جا کر قوم بنی اسد سے آپ کی نصرت کے واسطے کہوں شاید وہ لوگ آکر مدد کریں - فرمایا تم کو اختیار ہے - پس حبیب شب کو بنی اسد کے پاس گئے اور کہا کہ جناب امام حسینؑ مع اہل و عیال یہاں تشریف لائے ہیں - عمر سعد نے حضرت کا محاصرہ کر لیا ہے - تم لوگ میرے قوم قبیلے سے ہو - میری نصیحت قبول کرو اور فرزند رسول کی حمایت کرو - اس کا اجر ان کے نانا رسول خدا سے پاؤ گے - یہ سن کر عبداللہ بن بشیر اٹھ کھڑے ہوئے - اور ان کے ساتھ نوے آدمی آمادہ نصرت ہوئے - اور فرات کی جانب چلے - کسی نے جا کے عمر سعد کو خبر دی - اس ملعون نے ازرق شامی کو چار سو سوار کے ہمراہ روانہ کیا - دونوں گروہ میں فرات کے قریب مقابلہ ہوا - جب بنی اسد نے دیکھا کہ طاقت ان کے مقابلے کی نہیں رکھتے تو سب متفرق ہو گئے - اور خوف سے ابن سعد کے اسی شب وہاں سے کہیں چلے گئے - حبیب نے خدمت امام میں حاضر ہو کر کل کیفیت بیان کی - آپ نے سن کر فرمایا - لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ - چھٹے جناب امام حسینؑ نے تمام اہل کوفہ کو خط لکھا ہے اور قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ بھیجا ہے - جب وہ وہاں پہنچے ہیں - تو حصین بن نمیر ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا - اور وہ بحکم ابن زیاد شہید کئے گئے - جب کہیں سے حضرت کو مدد نہ پہنچی تو حضرت مجبور ہوئے تھوڑے سے عزیز و انصار جو رہ گئے تھے - انھوں نے بھی اپنی جانیں اپنے آقا پہ فدا کر دیں -

رخصت امام

وقت عصر جب کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا - اس وقت آپ نے خود اپنی موت پکار

باندھی اور رخصت آخری کے لئے خیمۂ عصمت میں تشریف لائے اور باآواز بلند فرمایا یَا سُکَیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا زَیْنَبُ یَا اُمَّ کُلْثُوْم عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ (اے سکینہ۔ اے فاطمہ۔ اے زینب اے ام کلثوم تم سب پر میرا سلام آخری پہنچے۔) یہ آواز سن کر اہل بیت میں عجیب شور ماتم بلند ہوا۔ آنحضرت نے ایک ایک کو سمجھایا اور وصیت بہ صبر فرمائی۔ اس وقت جناب سکینہ نے عرض کی۔ یَا اَبَتِ اِسْتَسْلَمْتَ لِلْمَوْتِ (اے بابا کیا آپ نے مرنے کا عزم ارادہ کر لیا؟) فرمایا اے بیٹی جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو۔ اس کو سوائے مرجانے کے چارہ کیا ہے؟ فَقَالَتْ یَا اَبَتِ رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا (پھر اس صاحبزادی نے کہا اے بابا اگر آپ مرنے پر آمادہ ہیں تو ہم لوگوں کو ہمارے نانا جناب رسول خدا کے روضہ پر پہنچا دیجئے) آنحضرت نے فرمایا هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ (افسوس اگر قطا چھوڑ دیا جاتا تو البتہ سو رہتا (قطا ایک طائر ہے جو صیاد کے خوف سے تمام شب نہیں سوتا۔ تمام رات صبح تک بیدار و خوفناک رہتا ہے) اس تمثیل سے مطلب حضرتؑ کا یہ تھا کہ اگر مجھے اتنی مہلت ملتی کہ تم لوگوں کو مدینۂ رسول تک پہنچا سکتا تو پھر یہ مصیبتیں کیوں اٹھاتا۔ مومنین یہ جو جناب سکینہؑ نے کہا کہ آپ ہم کو مدینہ منورہ پہنچا دیجئے۔ تو اس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت سکینہ نے اپنی جان کی تو حفاظت چاہی اور حضرت کے شہید کئے جانے کو گوارہ کر لیا۔ تو ایسا نہیں ہے بلکہ مطلب سکینہ کا یہ ہوگا کہ حضرت کسی بہانے سے یہاں سے نکل جائیں۔ اور آپ کا وقت شہادت ٹل جائے۔ تو میرے بابا کی جان بچ جائے۔ الغرض حضرتؑ سب سے رخصت ہو کر میدان جنگ میں رخصت ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائے۔ اور اس طرح استغاثہ فرمایا هَلْ مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا (آیا کوئی فریاد رس ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے۔ آیا کوئی مددگار ہے جو اس بے کسی میں ہماری مدد کرے۔) مومنین ان لاکھوں اشقیا میں سے جو سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو حضرتؑ پر رحم کرتا اور ان کی فریاد کو پہنچتا۔ رحم کرنا تو کیا بلکہ چاروں طرف سے حضرت کو گھیر لیا تھا۔ اور آمادۂ قتل تھے۔ جناب امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ اَنَا ابْنُ مَنْ قُتِلَ صَبْرًا (میں اس مظلوم کا فرزند ہوں جو حالت صبر میں بے بس اور مجبور کر کے قتل کیا گیا) شیخ فخر الدین نجفی مجمع البحرین میں لکھتے ہیں۔ کہ لَمْ یَقْتُلِ الرَّسُوْلُ رَجُلًا صَبْرًا قَطُّ (یعنی جناب پیغمبر خدا نے کبھی کسی کو باندھ کے قتل نہیں کیا۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ کسی نے پیغمبر خدا سے پوچھا یا حضرت اگر کوئی شخص کسی کو پکڑے رہے۔ اور دوسرا قتل کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا قاتل تو قتل کیا جائے گا اور جس نے پکڑا ہے اور اس کو بے بس کر دیا

ـہ اس کو قید رکھیں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے گا اور قتل صبر کے یہ معنی لکھے ہیں کہ ذی
کو پکڑ کر باندھ دیں اور چاروں طرف سے نیزہ و تیر و عصا و شمشیر و چوب و سنگ سے ا
قتل کر دیں۔ تو اس کو قتل صبر کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ نَهَىٰ عَنْ قَتْلِ شَيْءٍ مِنَ الدَّوَابِّ
صَبْرًا (یعنی جناب رسولؐ خدا نے اس طرح سے جانوروں کو بھی قتل کرنے کو منع فرمایا ہے۔
مومنین اب حاجت بیان نہیں ہے جب جانوروں تک کو بھی اس طرح بے بس اور مجبور کر کے
قتل کرنا منع ہے تو وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے اپنے نبی کے نواسے کو مجبور کر کے چاروں
طرف سے گھیر لیا تھا۔ اور ان حضرتؑ کے جسم مبارک پر تلواریں اور نیزوں پر نیزے
لگا رہے تھے اور تیر پر تیر برسا رہے تھے۔ مقتل ابو مخنف میں ہے۔ کہ وہ لوگ تین گروہ ہو
گئے تھے۔ جب نے مل کے ہر طرف سے حضرت کو گھیر لیا تھا۔ فِرْقَةٌ بِالنَّبْلِ وَالسِّهَامِ (
ایک فرقہ تو تیر اندازوں کا تھا۔ کہ وہ لوگ مظلوم کربلا پر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے) وَفِرْقَةٌ
بِالسُّيُوفِ وَالرِّمَاحِ (اور ایک فرقہ تیغ زنوں اور نیزہ بازوں کا تھا) کہ وہ تلواروں پر تلواریں اور نیزوں پر
نیزے لگا رہے تھے) وَفِرْقَةٌ بِالنَّارِ وَالْحِجَارَةِ (اور ایک فرقہ وہ تھا جن کے پاس آلات حرب سے
کوئی شے نہ تھی تو وہ حضرت پر آگ اور پتھر پھینکتے تھے) کہاں تک تحمل ہوتا۔ تمام جسم حضرت کا
شگافتہ ہو گیا تھا۔ اور ہر زخم بدن سے خون جاری تھا یہاں تک کہ تمام بدن اس مظلوم کا چور
چور ہو گیا۔ گھوڑے پر سنبھلا نہ گیا۔ پشت زین سے زمین پر تشریف لائے۔

بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد — اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۱۹ نوزدہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ الْكَرِيْمُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا

ــہ قتل صبر کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانور کو ذبح کیا جائے اور دوسرا جانور اسے دیکھ رہا ہو۔ حکم یہ ہے کہ کسی جانور کو قتل یا ذبح کرو تو ایسی جگہ کرو کہ دوسرا جو ذبح ہونے والا ہے اسے ذبح ہوتے نہ دیکھے۔ میرے خیال میں ارشاد حضرت عابدؑ کا مطلب بھی یہی تھا کہ ایک شیعہ دوسرے کی نگاہ کے سامنے قتل ہوتا رہا۔ اور حدیث و قول رسول کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپؐ نے کسی کو اسی طرح قتل نہیں کیا۔ کہ دوسرا قتل ہونے والا اس کو دیکھتا رہا ہو۔ ۱۲

تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (خداوند کریم سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم ہرگز انتہائے نیکی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ ان چیزوں میں سے جن کو تم بہت دوست رکھتے ہو راہ خدا میں خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

فضائل صدقہ

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ کوئی مال صدقہ دینے سے کم نہیں ہوتا اور صدقہ دینے والا سب سے پہلے میرے پاس بہشت میں اور حوض کوثر پر وارد ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ایک روٹی جو کوئی شخص اپنی زندگی میں صدقہ دے دے۔ وہ ہزار دینار سے بہتر ہے۔ جو اس کے مرنے کے بعد راہِ خدا میں خرچ کیا جائے۔ نیز ایک اور حدیث میں فرمایا کہ ایک دانہ خرما جو تم اپنے سامنے خیرات کردو۔ وہ سو مثقال طلاء سے جو تمہارے مرنے کے بعد تمہاری جانب سے صدقہ دیں۔ بہتر ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے خود اپنی زندگی میں کارِ خیر کرلے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہے۔ دنیا میں اس کے لئے زیادتی مال ہے اور آخرت میں نعمت لازوال۔ جو لوگ خدا کی راہ میں صدقہ دیا کرتے ہیں ان کا مال کبھی تلف نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا اور زیادہ دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس کی راہ میں صرف نہیں کرتے۔ ان کا مال طرح طرح سے تلف ہوجاتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر خدا نے معراج میں آسمان اول پر دو فرشتوں کو دیکھا ایک کہتا تھا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ كُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا (پروردگارا جو تیری راہ میں خرچ کرے اس کا عوض دے اور اس کے مال کو کم نہ کر) اور دوسرا کہتا تھا (اَللّٰهُمَّ اَعْطِ كُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفًا (خداوندا جو تیری راہ میں خرچ نہ کرے اس کے مال کو تلف کر) اس حدیث کی تصدیق میں میں آپ کے سامنے اس وقت ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔

حکایت غنی و فقیر

کتاب اثنا عشریہ میں منقول ہے کہ ایک شخص اپنی زوجہ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور اس روز دسترخوان پر مرغ بھی تھا۔ ناگاہ ایک سائل نے دروازے پر آکے سوال کیا۔ وہ مرد باہر آیا اور اس فقیر کو سخت و سست کہہ کر نکال دیا۔ اور کچھ نہ دیا۔ اب خدا کی قدرت کو سنئے کہ اس شخص سے دنیا نے روگردانی کی۔ تھوڑے دنوں میں محتاج ہوگیا۔ اپنی زوجہ کو بھی طلاق دے دی۔ اس عورت نے دوسرا شوہر کیا۔ حسب اتفاق ایک روز یہ عورت اپنے شوہر تازہ کے ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ اور اس روز بھی مرغ دسترخوان پر رکھا تھا۔ ایک سائل نے دروازہ

آکے سوال کیا۔ شوہر نے عورت سے کہا۔ کہ مرغ بریاں لے جا کر اس فقیر کو دے آ۔ وہ نیک بخت جو دینے گئی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ یہ فقیر تو وہی میرا شوہر اول ہے۔ اس کو مرغ تو دے دیا اور خود روتی ہوئی پھر آئی۔ شوہر ثانی نے پوچھا تو کیوں روتی ہے؟ اس نے کہا یہ سائل جس کو میں نے مرغ دیا میرا شوہر اول تھا۔ ایک روز اسی طرح میں اس کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔ اور اس روز بھی ہمارے دستر خوان پر مرغِ بریاں رکھا تھا۔ کہ ایک فقیر نے آکر سوال کیا تھا اس بدنصیب نے اسے جھڑک کر نکال دیا تھا۔ اور کچھ نہ دیا تھا۔ اس وقت اس شخص نے کہا کہ اے بی بی آگاہ ہو جس درویش کو اس نے جھڑک کر نکال دیا تھا۔ وہ فقیر میں ہی ہوں۔

فضیلت صدقہ میں ابوذرؓ سے منقول ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص صدقہ دیتا ہے تو اس سے وہ صدقہ پانچ باتیں کہتا ہے۔ اول یہ کہ میں ایک شئے فانی تھا تو نے مجھے ہمیشہ کے لئے باقی کر دیا۔ دوسرے یہ کہ مقدار میں تھوڑا تھا۔ تو نے مجھے بہت کر دیا۔ تیسرے یہ کہ میں حقیر تھا۔ تو نے مجھے بزرگ اور صاحب مرتبہ کر دیا۔ چوتھے یہ کہ میں تیرا دشمن تھا۔ اب تو نے مجھے اپنا دوست بنا لیا۔ پانچویں یہ کہ پہلے تو میرا حافظ و نگہبان تھا اب میں تیرا حافظ و نگہبان ہوں۔ اور ایک حدیث میں وارد ہے اَلصَّدَقَۃُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ۔ صدقہ بلا کو رد کر دیتا ہے اے مومنین اسی سبب سے آپ کے مولا مظلوم کربلا جناب سید الشہداؑ نے جان و مال و عزیز و انصار حتیٰ کہ اپنا سر بھی خدا کی راہ میں تصدق کر دیا تا کہ بروز قیامت ہمارے شیعوں اور عزاداروں پر کسی طرح کی بلا نہ آئے۔ آپ کے آقا نے بروز عاشورا بڈھوں پر سے کبیر السن اصحاب کو تصدق کر دیا۔ جوانوں پر سے اپنے نوجوان فرزند علی اکبرؑ کو نثار کر دیا۔ آپ کے بچوں پر سے اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو نثار کر دیا۔ قربان ہو جائیں شیعوں کی اس بے کس و مظلومؑ پر جس سے کربلا میں ساری خدائی پھر گئی تھی۔ سوائے چند عزیزان جاں نثار اور اصحاب با وفا کے کوئی دوست نہیں دکھائی دیتا تھا۔

خطبہ حضرت شب عاشورا

شیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ کہ شب عاشورا جناب امام حسینؑ نے اپنے لشکر کے کل اصحاب و انصار کو جمع کیا اور ایک خطبہ نہایت فصاحت و بلاغت سے ادا فرمایا۔ سنئے مومنین کہ یہ کلام آپ کے امام کا ہے۔ اگر آپ متوجہ ہو کے سنیں گے۔ تو بہت روئیں گے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں اُثْنِیْ عَلَی اللّٰہِ اَحْسَنَ الثَّنَاءِ وَاَحْمَدُہٗ عَلَی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ عَلٰی اَنْ اَکْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّۃِ

وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْآنَ وَفَهَّمْتَنَا فِي الدِّينِ وَجَعَلْتَ لَنَا أَسْمَاعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَاجْعَلْنَا مِنَ الشَّاكِرِينَ
یعنی میں ثنا بجا لاتا ہوں۔ خداوند عالم کی بہترین ثنا اور حمد بجا لاتا ہوں اس کی ہر حال میں خواہ وہ وقت خوشی و مسرت کا ہو یا رنج و مصیبت کا۔ پروردگارا! میں اس بات کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ تو نے ہم کو فضیلت نبوت و رسالت کے ساتھ بزرگی و شرف بھی دیا ہے۔ اور ہم کو قرآن مجید تعلیم فرمایا ہے۔ اور مسائل حلال و حرام اور احکام دین سے واقف و آگاہ گردانا ہے۔ بارالٰہا تو نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے گوش شنوا اور چشم بینا اور قلب آگاہ عطا فرمایا ہے پس ہم کو تو شاکرین میں محسوب فرما۔ اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَصْحَابًا أَوْفَى وَلَا خَيْرًا مِنْ أَصْحَابِي وَلَا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرَّ وَلَا أَوْصَلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزَاكُمُ اللَّهُ عَنِّي خَيْرًا أَلَا وَإِنِّي لَأَظُنُّ يَوْمًا لَنَا مِنْ هَؤُلَاءِ أَلَا وَإِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ فَانْطَلِقُوا جَمِيعًا فِي حِلٍّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنِّي ذِمَامٌ هَذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلًا (یعنی میں نہیں جانتا ہوں کسی اصحاب کو کہ وہ وفادار تر ہوں میرے اصحاب سے اور نہ کسی کے اہل بیت کو زیادہ بہتر و نیکوکار اپنے اہل بیت سے پس خدا تم سب کو میری جانب سے جزائے خیر دے) بعد اس کے حضرت اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ میرا یہ حال ہے کہ ضرور ان اشقیا سے مجھے جنگ کرنی ہوگی۔ اور یہ اشقیا ضرور مجھے قتل کریں گے پس اے میرے اصحاب آگاہ ہو کہ میں نے تم سب کو اجازت دے دی۔ یہ پردۂ شب تم کو گھیرے ہوئے ہے جس طرف جی چاہے چلے جاؤ) مطلب حضرت کا یہ تھا کہ اگر تم کو حجاب مانع ہو۔ یا ہم چشموں کا خیال ہو کہ وہ ہم کو کیا کہیں گے۔ تو اس پردۂ شب میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھتا ہے تم اب شب جہاں چاہو نکل جاؤ۔ سید ابن طاؤس کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ تم سب کو مناسب ہے کہ ہر ایک مرد تم میں سے ہمارے مردان اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کے اس تاریکی شب میں جا بجا متفرق ہو جائے۔ شاید غرض حضرت کی یہ ہو کہ یوں تو سب کو یہ خیال ہوگا کہ ہم کو غیر سمجھ کر اس طرح کا کلمہ کہتے ہیں تو میں اپنے عزیزوں کے بارے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ میرے لئے کیا ہے کو اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالیں۔ بلکہ مجھے چھوڑ کر جا بجا متفرق ہو جائیں۔ اور ظاہرا حضرت کا یہ مقصود ہونا بعید از عقل نہیں ہے کہ کسی طرح میرے عزیز بھی یہاں سے چلے جائیں۔ اور یہ سرسبز باغ پامال سے بچ جائے اس کے بعد عجیب کلمہ ارشاد فرمایا۔ وَذَرُونِي وَهَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ لَا يُرِيدُونَ غَيْرِي (اور مجھ کو تنہا ان دشمنوں میں چھوڑ جاؤ کہ یہ لوگ فقط میری ہی جان کے خواہاں ہیں۔ اور کسی سے ان کو کچھ کام نہیں ہے) فَقَالَ لَهُ

اِخْوَتُہٗ وَ اَبْنَاءُہٗ وَ اَبْنَاءُ جَعْفَرٍ وَّ عَقِیْلٍ لَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ وَلَا اَبْقَانَا اللّٰہُ بَعْدَکَ ابدا
شیخ علیہ الرحمۃ اس کے جواب میں انصار سے پہلے حضرت امام علیہ السلام کے عزیزوں نے
جواب دیا۔ یعنی حضرت کے بھائیوں نے، بیٹوں نے اور فرزندان جعفر و عقیل نے عرض کی
اے آقا یہ تو ہم سب سے نہ ہوگا۔ کہ آپ کو دشمنوں میں اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور بعد آپ
کے ہم زندہ رہیں۔ خدا وہ روز بد نہ دکھائے کہ آپ کا سایہ ہمارے سر پر نہ ہو۔ اس کے بعد انصار
میں سے مسلم بن عوسجہ حضرت کے سامنے آ کر کہنے لگے اے آقا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ کو ایسی حالت
میں کہ دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہ
ہوگا۔ بلکہ میں آپ کی نصرت میں دشمنوں کو نیزے سے ماروں گا۔ یہاں تک کہ نیزہ میرا ٹوٹ
جائے۔ پھر تلوار سے لڑوں گا۔ جب تک کہ قبضہ تلوار کا میرے ہاتھ میں رہے۔ اور اگر کوئی ہتھیار
بھی باقی نہ رہے گا۔ تو انہیں پتھروں سے ماروں گا۔ مگر آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ
اپنی جان آپ پر فدا نہ کر دوں۔ قسم بخدا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں آپ کی رفاقت میں قتل
ہو کر پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ اور پھر آگ میں جلایا جاؤں گا۔ اور خاک میری ہوا میں اڑا دی جائے
گی پھر اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ کیا جائے گا جب بھی میں آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ باقی اصحاب
نے بھی اسی طرح کے جواب دیے۔

روایت بریر ہمدانی

الخرائج میں ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جب حضرت
نے ان کو ایسا ثابت قدم پایا تو ان کے باب میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ اپنے سروں کو آسمان
کی طرف بلند کرو اور قدرت خدا مشاہدہ کرو جب اصحاب نے سر بلند کیے فَکُشِفَ عَنْهُمُ
الْغِطَاءُ تو اپنے اپنے مقام و منازل کو جو بہشت میں حق تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائے
ہیں دیکھنے لگے) اور حضرت ایک ایک سے اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ دیکھو یہ تمہارا مقام ہے
اور یہ تمہارا مقام ہے پھر تو یہ حال تھا کہ سب نے تلواروں کی نیاموں کو توڑ کے خندق میں پھینک
دیا۔ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں ہی اپنی جان حضرت پر نثار کر دوں اور جلد از جلد
بہشت میں جا پہنچوں۔ سبحان اللہ کیسے کیسے اصحاب با وفا جناب امام حسین علیہ السلام کے تھے اس

۱؎ حضرت عباس نے سب سے پہلے یہ کچھ کہا تھا۔ ۱۲ ذکر العباس

۲؎ یہ روایت بحار میں اور علل الشرائع میں بھی باختلاف عبارت منقول ہے۔ ۱۲

وقت میں فقط بریرؓ ہمدانی کا حال عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے اولادِ رسولؐ کی حمایت میں کیسی کیسی
جاں فشانیاں کی ہیں۔ ابن نما نے مثیر الاحزان میں جناب سکینہؑ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں
کہ ۷ویں محرم کو پانی بالکل تمام ہو گیا تھا۔ سب ظروف خالی ہو گئے۔ مشکیں جن میں پانی رہتا تھا۔ بالکل
سوکھ گئیں تھیں۔ پیاس کی شدت سے عجیب حال ہو گیا تھا۔ جب شام قریب ہوئی تو میں اپنی
پھوپھی جناب زینبؑ کے پاس گئی کہ ان کو اپنی پیاس سے آگاہ کروں۔ وہاں ان کو بھی اپنے
خیمہ میں عجیب حال سے پایا کہ میری پھوپھی کی گود میں میرا چھوٹا بھائی علی اصغرؑ رو رہا ہے اور پیاس
سے اس طرح تڑپتا ہے۔ جس طرح بے پانی کی مچھلی تڑپتی ہے۔ وہ ہر چند تسکین دیتی ہیں مگر
کسی طرح چپ نہیں ہوتا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ اس بچے کی یہ حالت دیکھ کر جناب
زینبؑ اسے گود میں لئے سب اہلبیتؑ کے خیموں میں گئیں کہ کہیں ذرا سا پانی بھی مل جائے
تو اس بچے کو پلائیں۔ مگر کہیں پانی نہ ملا۔ پھر خیمہ انصار میں کسی کو بھیجا۔ وہاں بھی پانی نہ ملا۔
نا امید ہو کے اپنے خیمہ میں پھر آئیں۔ اور ان کے پاس قریب بیس لڑکے اور لڑکیوں کے
خالی کوزے ہاتھوں میں لئے کھڑے تھے۔ اور مارے پیاس کے رو رو کے کہتے تھے کہ
ہائے ہم مارے پیاس کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ اتفاقاً بریرؓ ہمدانی جن کا لقب سید القراء
بھی تھا ادھر سے گزرے۔ بچوں کی بیتابی دیکھ کر رونے لگے۔ اور اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہنے لگے
کیوں بھائیو تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا دخترانِ فاطمہؑ مارے پیاس کے مر جائیں؟ حالانکہ ہمارے
ہاتھوں میں تلواریں موجود ہیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم سب ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑ کر
گھاٹ پر لے چلیں۔ اور ان کو پانی پلا لائیں یحییٰ مازنی نے کہا۔ وہ ظالم جنگ پر آمادہ ہیں
خدا نخواستہ اگر راہ میں کوئی تیر یا نیزہ کسی بچے کو لگ گیا۔ تو گویا ہم لوگ اس کی ہلاکت کے
باعث ہوں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ایک مشک اپنے ساتھ لے چلیں۔ اور فرات سے پانی
بھر لائیں۔ اگر وہ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے وَاِنْ قُتِلَ مِنَّا اَحَدٌ یَکُوْنُ
فِدَاءً لِبَنَاتِ فَاطِمَۃَ۔ اور اگر ہم میں سے کوئی مارا جائے گا تو وہ دخترانِ فاطمہؑ پر تصدق
ہو جائے گا۔ الغرض بریرؓ نے یہ رائے پسند کی اور ایک مشک اٹھا لی۔ اور تین آدمیوں کے ساتھ
روانۂ فرات ہوئے۔ گھاٹ کے نگہبانوں نے روکا اور پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ کہاں جاتے ہو؟ بریرؓ
نے کہا ہم لوگ قوم ہمدان سے ہیں۔ پیاس نے ہمیں بے چین کر دیا ہے۔ پانی پینے جاتے ہیں۔ نگہبانوں
نے اپنے افسر سے جا کر بیان کیا۔ اس میں اور بریرؓ میں کچھ قرابت تھی۔ اس نے اجازت دے دی۔

جب بریرؓ فرات میں داخل ہوئے تو اطفال حسینؑ کی پیاس یاد کر کے رونے اور کہنے لگے - خدا لعنت کرے ابن سعد پر کہ یہ پانی دریا کا جاری ہے اور اطفال حسینؑ مارے پیاس کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں - الغرض انہوں نے مشک بھر لی اور سب کے سب پیاسے نکل آئے - نگہبانوں نے جب یہ کیفیت دیکھی - جا کے اپنے افسر سے خبر کی - اس نے کہا ہرگز خیمۂ حسینؑ میں پانی نہ جانے دینا - یہ سن کر وہ ملاعین سدِ راہ ہوئے - بریرؓ نے کہا اے قوم کیا ارادہ ہے کیوں ہم سے مزاحمت کرتے ہو ؟ انہوں نے کہا یہ پانی بہا دو نہیں تو ہم تمہارا خون بہا دیں گے - بریر نے کہا - واللہ خون کا بہنا اس پانی کے بہنے سے بہت آسان ہے - ان لعینوں نے ہر طرف سے گھیر لیا - بریرؓ ان سے لڑتے جاتے تھے - ایک بزرگوار نے مشک اپنے کاندھے پر اٹھا لی - یکایک ایک تیر آ کر تسمہ پر لگا اور گردن مجروح ہو گئی - خون ٹپکنے لگا انہوں نے جلدی سے دیکھا کہ کہیں مشک میں تو سوراخ نہیں ہوا - بارے مشک کو سالم پایا کہنے لگے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ رَقَبَتِیْ فِدَآءَ قِرْبَتِیْ (خدا کا شکر ہے کہ میری گردن میرا مشک کی سپر ہو گئی) جب بریرؓ نے دیکھا کہ یہ اشقیاء ہمیں پانی نہ لے جانے دیں گے - پکارے اے بنی سفیان : فساد نہ کرو اور بنی ہمدان کا مقابلہ نہ کرو - ناگاہ یہ آواز جناب امام حسینؑ نے سنی اصحاب کو حکم دیا کہ جلدی جا کر بریرؓ کی مدد کرو - جب ملاعین نے اصحاب[عہ] کو آتے دیکھا - اپنے لشکر کی طرف بھاگ گئے - بریرؓ نے وہ مشک پانی کی لا کے درِ خیمہ پر رکھ دی اور پکارے

اِشْرَبُوْا یَا اٰلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ هَنِیْٓئًا مَّرِیْٓئًا (اے آل رسول یہ پانی حاضر ہے پیو اور تم کو گوارا ہو -) یہ سنتے ہی سب بچے مارے خوشی کے دوڑے اور کہنے لگے - بریرؓ پانی لائے ہیں اور مارے بیتابی کے سب نے اپنے تئیں مشک پر گرا دیا - کوئی بچہ مارے خوشی کے اسے ہلاتا تھا - کوئی مارے بیتابی کے اپنا منہ اس پر رکھے دیتا تھا - کوئی مارے پیاس کے سینہ اس پر لگاتا تھا - جب بچوں کا اس مشک پر ہجوم ہوا ناگاہ مشک کا دہانہ کھل گیا - اور سب پانی زمین پر بہہ گیا - اس وقت وہ بچے کس درد و یاس سے رو کر پکارے اُرِیْقَ الْمَآءُ یَا بُرَیْرُ (ہائے اے بریرؓ سارا پانی بہہ گیا) اور ہم سب کے سب پیاسے رہ گئے - بریرؓ اپنا سر پیٹ کر رونے لگے - اور بولے ہائے افسوس ذریت رسول کی پیاس پر کہ پانی آ کر ہاتھ سے جاتا رہا - اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

عہ ان جانے والوں میں حضرت عباسؑ بھی تھے (ذکر العباس)

مجلس ۲۰ بستم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

(حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ بہ تحقیق ہم نے آسمان و زمین اور پہاڑ سب کے اوپر امانت کو عرض کیا۔ سب نے اس کے تحمل سے انکار کیا اور ڈرے کہ شاید ان سے ادا نہ ہو سکے۔ مگر انسان نے اس بار امانت کو اٹھا لیا۔ بے شک آدمی اپنے نفس پر بڑا ظلم کرنے والا اور نادان ہے)

تفسیر آیہ امانت

جاننا چاہیئے کہ اس امانت سے مراد جس کے اٹھانے سے سب نے انکار کیا۔ مگر انسان نے اٹھا لیا۔ مفسرین نے اس میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس امانت سے مراد طاعت خدا اور احکام شریعت مثل نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس و جہاد وغیرہ ہے۔ یا عہد کا وفا کرنا اور زبان کا نگاہ رکھنا۔ یا اس امانت سے لوگوں کی امانت مراد ہے۔ بہرکیف جب اس امانت کو خداوند عالم نے آسمان و زمین اور پہاڑوں پر عرض کیا۔ تو سب نے انکار کیا۔ اور باوجود اس قدر اجرام عظام اور اجسام بزرگ ہونے کے وہ سب ڈرے کہ شاید ہم سے وہ امانت ادا نہ ہو سکے۔ تو ہم عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آسمان و زمین اور پہاڑ یہ سب جمادات غیر قابل خطاب ہیں۔ ان کو اس کے بار کی تکلیف دینا اور ان سب کا انکار کرنا کیا معنی؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان سب کو بھی عقل و فہم و اختیار دیا ہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان اجرام کو پیدا کیا تو فرمایا اِنِّیْ خَلَقْتُ خَلِیْفَۃً وَّ فَرَضْتُ فَرِیْضَۃً وَّ جَعَلْتُ الْجَنَّۃَ لِمَنْ اَطَاعَنِیْ وَالنَّارَ لِمَنْ عَصَانِیْ (یعنی میں نے ایک خلق کو پیدا کیا ہے اور فریضہ کو ان پر واجب گردانا ہے۔ اور بہشت کو اس کے لئے خلق کیا۔ جو میری اطاعت کرے اور دوزخ کو

اس کے واسطے پیدا کیا جو میری نافرمانی کرتے، اس وقت ان سب نے عرض کی۔ بارالٰہا ہم سے
ان تکلیفات کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ ہم کو ثواب و عقاب سے کچھ مطلب نہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ
اگر آسمان و زمین اور پہاڑ میں عقل ہوتی تو وہ سب ان تکلیفات شرعیہ سے انکار کرتے۔ مگر انسان
نے اپنی نادانی سے اس کا بار اٹھا لیا۔ اور بعضوں نے یہاں سے لفظ اہل مقدر لیا ہے یعنی عَلٰی
اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (آسمان و زمین اور پہاڑوں کے رہنے والوں پر عرض کیا)
آسمان کے رہنے والے تو فرشتے ہیں۔ اور زمین کے رہنے والے انسان اور پہاڑ کے رہنے والے
حیوانات وحشی ہیں۔ بہرکیف ان سب نے تو انکار کیا۔ مگر حضرت انسان نے باوجود ضعف
خلقت و ناتوانی قبول کر لیا۔ پس آدمی اپنے نفس پر بڑا ظلم کرنے والا اور انجام کار سے نادان
ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ کہ مراد اس امانت سے ہابیل ہیں اور انسان سے مراد
قابیل ہیں۔ حضرت آدم ہابیل کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب ایک سفر میں جانے لگے۔ تو ہابیل
کو آسمان کے سپرد کیا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر زمین کے سپرد کیا۔ اس نے بھی انکار کیا۔ تب
پہاڑ کے سپرد کیا۔ اس نے بھی قبول نہ کیا۔ قابیل نے کہا کہ میرے سپرد کیجئے۔ میں آپ کے
پاس صحیح و سالم پہنچا دوں گا۔ جناب آدمؑ نے اس کے سپرد کیا۔ اس نے حسد سے ہابیل کو قتل
کر ڈالا۔ اور بسبب ظلم و جہالت کے عذاب اخروی میں گرفتار ہوا۔ اب میں ایک امانت
کا اس وقت اور ذکر کرتا ہوں۔ جسے جناب رسول خدا نے مثل حضرت آدمؑ کے اپنی امت
کے سپرد کیا تھا۔ مگر قابیل امت نے بعد آپ کے دنیا سے سفر کرنے کے بے وفائی اور
خیانت کی۔ وہ امانت کیا ہے؟ وہ آنحضرت کے اہل بیت ہیں کہ آپ نے بوقت وفات
فرمایا اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ
بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (میں تم لوگوں میں
دو چیزیں گراں قدر چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان دونوں کا دامن پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے
ایک تو قرآن ہے اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے۔
یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں) اور بروایت مسلم حضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا
اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ
بَیْتِیْ (میں تم لوگوں کو دربارہ اپنے اہل بیت کے خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ ان کے ساتھ برائی
سے پیش نہ آنا) مگر افسوس صد ہزار افسوس! بعد انتقال آں حضرت امت نے اس امانت سے جو جو

کہ سلوک کئے وہ سب ظاہر ہیں۔ کسی کو تیغِ جفا سے، کسی کو زہرِ دغا سے شہید کیا۔ پنجتن میں ایک جناب امام حسینؑ باقی رہ گئے تھے۔ ان کے ساتھ ظالموں نے جو جو سلوک کئے ظاہر ہے۔ اپنے گھر میں چین سے رہنے نہ پائے۔ گرمی کے دنوں میں بچوں کو، عورتوں کو ساتھ لئے خدا کے گھر آئے۔ وہاں بھی رہنے نہ پائے۔ ناچار عورتوں اور بچوں کو لئے پھر سفرِ غربت اختیار کیا اور دوسری محرم کو کربلا جا پہنچے ساتویں سے پانی بھی بند ہو گیا۔ زیں کو وہ جناب افواجِ اشقیا میں گھر گئے۔ دسویں شب کو حضرتؑ نے تمام شب عبادتِ خدا میں بسر کی۔ جب صبحِ عاشور نمایاں ہوئی تو بروایتِ ارشادِ علّام حضرتؑ ایک ناقۂ بلند پر سوار ہوئے۔ اور لشکرِ مخالف کے قریب تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ سارا میدان کثرتِ سواران و پیادگان سے ایک بحرِ مواج اور دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی مجمع میں عمرِ سعد بے حیا کھڑا ہوا ہے۔ حضرتؑ نے بآواز بلند پکار کے فرمایا اے گروہِ اشرار۔ وائے قومِ جفا شعار! تم سب متوجہ ہو کر میرا کلام بہ نہایت التیام سنو۔ اور میرے قتل میں جلدی نہ کرو کہ میں تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند ہوں اور بے گناہ ہوں۔ چونکہ ابلاغ و اتمام مجھ پر واجب ہے اس واسطے اتماماً للحجۃ تمہارے سامنے اس کلام کو بیان کرتا ہوں۔ آگے تمہیں اختیار ہے، مانو چاہے نہ مانو۔ یہ سن کر سب اہلِ لشکر خاموش ہو گئے۔ اس وقت مظلومِ کربلا نے ایک خطبۂ نصیحت آمیز و درد انگیز نہایت فصاحت و بلاغت سے ادا فرمایا کہ اگر پتھر بھی ہوتا تو وہ پانی پانی ہو جاتا۔ مومنین متوجہ ہوں کہ یہ خطبہ آپ کے مولا کا آخری خطبہ ہے۔ اس کے بعد حضرتؑ کو کسی خطبہ کے فرمانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

حضرتؑ کا خطبۂ آخری

حضرت نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الدُّنْیَا فَجَعَلَهَا دَارَ فَنَاءٍ وَّزَوَالٍ مُتَصَرِّفَةً بِاَهْلِهَا حَالًا بَعْدَ حَالٍ فَالْمَغْرُوْرُ مَنْ غَرَّتْهُ وَالشَّقِیُّ مَنْ فَتَنَتْهُ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا تَقْطَعُ رَجَاءَ مَنْ رَكَنَ اِلَیْهَا وَتُخَیِّبُ طَمَعَ مَنْ طَمِعَ فِیْهَا وَاَرَاكُمْ قَدِ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ اَسْخَطْتُمُ اللّٰهَ فِیْهِ عَلَیْكُمْ وَاَعْرَضَ بِوَجْهِهِ الْكَرِیْمِ عَنْكُمْ وَاَحَلَّ بِكُمْ نِقْمَتَهٗ وَجَنَّبَكُمْ رَحْمَتَهٗ اَقْرَرْتُمْ بِالطَّاعَةِ وَاٰمَنْتُمْ بِالرَّسُوْلِ ثُمَّ اِنَّكُمْ زَحَفْتُمْ اِلٰى ذُرِّیَّتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ تُرِیْدُوْنَ قَتْلَهُمْ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْكُمُ الشَّیْطَانُ فَاَنْسٰىكُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ فَتَبًّا لَّكُمْ وَلِمَا تُرِیْدُوْنَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

(میں اُس خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جس نے دنیا کو پیدا کیا۔ اور اُس کو مقامِ فنا و زوال قرار دیا،
کے رہنے والوں کا حال ایک طرح پر نہیں رہتا۔ کبھی راحت ہے تو کبھی ملال کبھی شادی
ولادت ہے تو کبھی رنج انتقال۔ پس اے گروہِ کوفہ و شام اُس شخص نے جو دنیا کے
فریب میں آگیا فریب کھایا ہے اور وہ شخص جو اس دنیا پر فریفتہ ہو گیا۔ بدبخت در
ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ اس دُنیا کے فریب و جال میں نہ پھنسو۔ اس لئے کہ اس دنیا نے
کسی سے وفا نہیں کی۔ بلکہ اس شخص کی جو اس کے افعال و کردار پر تکیہ کرتا ہے اُمید قطع
کر دیتی ہے اور ہر اُس شخص کو جو اس سے بہتری اور خیر کی اُمید رکھتا ہے۔ ناکام اور
کر دیتی ہے۔ اے گروہِ ناعاقبت اندیش! میں دیکھتا ہوں کہ تم سب ایسے امر پر مجتمع ہو
ہو جس سے خداوندِ تہار تم پر غضبناک ہے۔ اور اُس نے تمہاری طرف سے روئے رحمت
کو پھیر لیا ہے۔ اور تمہارے لئے عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ پہلے تم نے وحدانیت خداوندِ رب
العالمین کا اقرار کیا۔ بعد ازاں رسالت خاتم النبیینؐ کا اعتقاد کیا۔ پھر اب کیا باعث ہوا کہ تم سب
کے سب دفعتہً مرتد ہو گئے اور اسلام سے یکبارگی ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور اہلبیتِ رسولؐ کے قتل
کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے۔ اور ذریتِ علیؑ و بتولؑ کے دشمن ہو گئے۔ آگاہ رہو کہ شیطان تم
پر ایسا مسلّط ہو گیا ہے کہ اس نے یادِ خدا کو تمہارے دلوں سے بالکل محو کر دیا ہے۔ پس وائے
ہو تم پر اور تمہارے اس ارادہ پر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تم سب کی بازگشت ایک دن اُسی حاکم
عادل اور منتقم حقیقی کی طرف ہے لکھا ہے کہ جب وقت اُس امامِ عالیمقام نے یہ خطبہ فرمایا
کسی نے جواب نہ دیا۔

لشکرِ مخالف کو وعظ و نصیحت فرمانا

بعض روایات میں ہے کہ حضرتؑ نے کلامِ خدا دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور فرمایا۔
بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ کِتَابُ اللّٰہِ اے گروہِ اشقیاء یہ کتابِ خدا میرے اور تمہارے
درمیان ہے اگویا مراد حضرت کی یہ تھی کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ
الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ پس یہ قرآن ہے اور میں عترتِ رسولؐ ہوں۔ لہذا قرآن
کا اور میرا احترام کرو اور مجھے قتل نہ کرو۔ لیکن افسوس ہے کہ اس پر اُن اشقیاء نے اعتنا
نہ کی اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر ارشاد کیا کیا تم نے نہیں سُنا ہے کہ پیغمبرِ خدا نے فرمایا
ہے اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حسنؑ و حسینؑ میرے دونوں نواسے

جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں) اگر میں سچ کہتا ہوں تو پھر کیوں مجھے ناحق قتل کرتے ہو۔ وَاِنْ کَذَّبْتُمُوْنِیْ فَاِنَّ فِیْکُمْ مَنْ اِنْ سَاَلْتُمُوْهُ ذٰلِكَ یُخْبِرْکُمْ (اور اگر میں غلط کہتا ہوں تو اب بھی تم میں وہ لوگ موجود ہیں جو میرے نانا کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اُن سے پوچھ لو کہ اُنہوں نے ان حدیثوں کو جنابِ رسولِ خدا سے سُنا ہے یا نہیں؟) جابرؓ بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری۔ زیدؓ بن ارقم۔ انس بن مالک۔ سہل بن سعد ساعدی۔ یہ سب اصحابِ رسولؐ ابھی زندہ موجود ہیں۔ ان لوگوں نے بارہا سُنا ہے۔ ان لوگوں سے دریافت کرلو کہ میں نے جو بیان کیا سچ ہے یا نہیں؟ عمر سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر کا رنگ بدلا چاہتا ہے پکار کے کہنے لگا اے بے عقلو! کس کا کلام سُن رہے ہو؟ یہ فرزند علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ قسم بخدا یہ وہ فصیح و بلیغ ہیں کہ اگر آج تمام دن بیان کے لئے قیام کریں، تو ہرگز ساکت نہ ہوں۔ یہ سُن کر شمر بے حیا فوج کے پرے سے باہر نکلا۔ اور کہنے لگا کہ اے حسینؑ یہ جو کچھ آپ نے کہا ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا میں یہ کہتا ہوں کہ عذابِ خدا سے ڈرو اور مجھے قتل نہ کرو کہ میں بے گناہ ہوں۔ کسی طرح تم پر میرا قتل حلال نہیں ہے۔ کیونکہ میں تمہارے پیغمبرؐ کا نواسہ۔ فاطمہؑ زہرا کا نورِ نظر ہوں۔ اب میرا ہمسر اور مثل اس عالم میں کوئی نہیں ہے فَهَلْ سُنَّةٌ غَیَّرْتُهَا اَمْ شَرِیْعَةٌ بَدَّلْتُهَا (کیا میں نے کسی شریعتِ رسول کو بدل دیا ہے یا کسی حلالِ خدا کو حرام اور حرامِ خدا کو حلال کر دیا ہے؟ یا کوئی ایسا گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ جس کے عوض میں تم نے میرے قتل کو حلال سمجھ لیا ہے۔ اس کے جواب میں بعض اشقیا نے کہا کہ ہم جو آپ سے عوض لیتے ہیں وہ روزِ بدر و حنین کا بخار ہے۔ جو آپ کے پدرِ بزرگوار کے ہاتھ سے ہمارے آباؤ اجداد مارے گئے ہیں۔ اور ذلیل ہوئے ہیں۔ وہ بخار ہمارے دلوں سے اس وقت تک نہ جائے گا جب تک کہ ہم آپ کو قتل نہ کرلیں۔ اُس ملعون کا یہ کلام سُن کر حضرتؑ خیمہ میں تشریف لائے مومنین جیسا اس شقی نے کہا تھا ویسا ہی کر دکھایا کہ نہایت کرب و بے چینی سے اُن حضرتؑ کو ذبح کیا۔ جیسا کہ حضرتؑ خود فرماتے ہیں اِنِّیْ قُتِلْتُ مَکْرُوْبًا (یعنی میں نہایت کرب و بے چینی کی حالت میں شہید کیا گیا) اس حدیث میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں حالتِ کرب میں پہلے سے تھا کہ مجھے قتل کر دیا۔ فی الواقع حضرتؑ کو ایک کرب نہ تھا، ہزار کرب۔ ایک بے چینی نہ تھی ہزار بے چینیاں تھیں۔ اوّل کرب عیال اور بچوں کے چھوٹنے کا تھا۔ دوسرے کرب اور بے چینی پیاس کی تھی۔ تیسرے بے چینی اور کرب احتضار و جانکنی کا تھا۔ خصوصاً ایسے زخمی کا

اختصار جس کے بدن پر ایک ہزار نو سو پچاس[عہ] زخم تھے۔ وہ بھی زخم گھوڑے سے گرنے یا کھل گئے ہوں۔ ان سب بے چینیوں پر ایک بے چینی اور بڑھ گئی۔ وہ کیا کہ شمر کے تیر جسم اطہر میں زیادہ پیوست ہونے لگے تھے۔ دوسرے معنی مُحَیِّلَتْ ممکن و نہ ہو سکتے ہیں کہ مراد حضرتؑ کی یہ ہو کہ طریقہ خود میرے قتل کا ایسا تھا جو باعث کرب جیسے آلۂ قتل تیز نہ ہو تو اس سے بے چینی زیادہ ہوگی۔ یا ذبح اس جانب سے واقع نہ ہو جدھر اعضاء نرم ہیں۔ جیسے حلق کی جانب سے کہ حلق کی طرف سے بآ قطع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت میں ذبح حیوانات حلقوم کی طرف سے مقرر اس لئے کہ پشت کی جانب کے اعضاء سخت ہیں مشکل سے قطع ہوگا۔ جناب امام کے واسطے ان میں سے کوئی بات بھی نہ ہوئی۔ شمر نے نہایت بے چینی کے ساتھ کند[عہ] سے پشتِ گردن کی طرف سے سرِ اقدس کو جدا کیا۔ شاید اسی وجہ سے بارہ [عہ] سر مبارک جدا ہوا تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس بست و یکم (۲۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ كِتَابِهِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِیْدِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۔ (خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ لئے اہلبیتؑ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم لوگوں سے ہر قسم کے رجس اور کثافت کو دور کر دے۔ اور تم کو ایسا پاک پاکیزہ کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے)۔ یہ آیت تطہیر ہے جو حضرات پنجتن پاک یعنی رسولِ خدا و علیؑ مرتضےٰ و فاطمہ زہرا و حسنؑ مجتبےٰ اور حسینؑ خامس آلِ عبا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کتاب منتخب وغیرہ میں اس آیت کی شانِ نزول میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے پدرِ بزرگوار میرے مکان میں تشریف لائے

عہ ہزار و نہصد و پنجاہ و یک جراحت بود ۱۲ عہ کشف الغمہ

ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہؑ آج میری طبیعت کچھ سست معلوم ہوتی ہے۔ تم کساء یمانی
لاکر مجھے اُڑھا دو۔ میں نے وہ کساء لاکر اُڑھا دی۔ اور دیکھا کہ آپ کا چہرۂ انور مثل چودھویں
رات کے چاند کے چمک رہا ہے۔ اتنے میں میرے نورِ چشم حسنؑ آئے۔ اور مجھے سلام کرکے
کہنے لگے۔ اماں جان! مجھے اپنے نانا رسولؐ خدا کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے
کہا ہاں تمہارے نانا اس کساء کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ یہ سُن کر حسنؑ قریب گئے۔
اور اپنے نانا پر سلام کرکے بولے کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی حضور کے پاس اس کساء میں
چلا آؤں۔ حضرتؐ نے اجازت دے دی۔ حسنؑ داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میرے
نورِ عین حسینؑ آئے انہوں نے بھی مجھے سلام کیا۔ اور دریافت کیا کہ میں اپنے نانا کی خوشبو
سونگھ رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں تمہارے نانا اس کساء کے نیچے سو رہے ہیں۔
پس حسینؑ بھی بعد سلام اپنے نانا سے اجازت لے کر اُس کساء میں داخل ہو گئے۔ اتنے
میں ابوالحسنؑ بھی آئے اور اُسی طرح مجھ سے پوچھا اور میں نے کہا کہ ہاں پیغمبر خداؐ اپنے
فرزندانِ حسنؑ وحسینؑ کے اس کساء کے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔ وہ حضرت بھی بعد سلام
پیغمبر خدا سے اجازت لے کر اُس کساء میں داخل ہو گئے۔ جناب سیّدہ علیہا السلام فرماتی
ہیں کہ پھر میں نے بھی عرض کی کہ اے بابا اگر حضرت اجازت دیں تو میں بھی آپ سب
حضرات کے پاس اس کساء میں آ جاؤں۔ حضرت نے اجازت دی اور میں بھی اُس کساء
میں جا داخل ہوئی۔ جب اس طرح یہ پنجتنِ پاک ایک جگہ ہوئے تو خداوندِ عالم نے ملائکہ
سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا اِعْلَمُوْا یَا مَلٰٓئِکَتِیْ وَ سُکَّانَ سَمٰوٰتِیْ
وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنِّیْ مَا خَلَقْتُ سَمَآءً مَّبْنِیَّةً وَّلَا اَرْضًا مَّدْحِیَّةً
وَّلَا قَمَرًا مُّنِیْرًا وَّلَا شَمْسًا مُّضِیْئَةً وَّلَا فَلَکًا یَّدُوْرُ وَلَا بَحْرًا
یَّجْرِیْ وَّلَا فُلْکًا یَّسْرِیْ اِلَّا فِیْ مَحَبَّةِ هٰٓؤُلَآءِ الْخَمْسَةِ الَّذِیْنَ هُمْ
تَحْتَ الْکِسَآءِ۔ اے میرے فرشتو! اور اے میرے آسمانوں کے رہنے والو!
اس بات سے آگاہ رہو کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں نے نہ کسی آسمانِ بلند
کو پیدا کیا ہے اور نہ کسی زمینِ گسترده کو خلق کیا اور نہ کسی ماہِ تاباں کو اور نہ آفتابِ
درخشاں کو اور نہ آسمان کو جو دورہ کر رہا ہے اور نہ کسی دریا کو جو جاری ہے اور نہ
کسی کشتی کو جو رواں ہے مگر ان ہی پانچوں بزرگواروں کی محبت میں جو اس کساء کے

نیچے ہیں۔ جبرئیلؑ امین نے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوا کہ اَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَهُمْ فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوْهَا (وہ لوگ اہلبیت نبوت اور معدنِ رسالت ہیں۔ وہ فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار محمد مصطفےٰ اور اس کے شوہر علی مرتضےٰ اور اس کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں) جبرئیلؑ امین نے عرض کی اجازت ہو تو میں بھی زمین پر جاؤں اور ان پانچوں کا چھٹا ہو جاؤں۔ باری تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ جبرئیلؑ امین آئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ خداوند عالم نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنِّيْ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً مَبْنِيَّةً وَّلَا اَرْضًا مَدْحِيَّةً وَّلَا قَمَرًا مُنِيْرًا وَّلَا شَمْسًا مُضِيْئَةً وَّلَا فَلَكًا يَدُوْرُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِيْ وَلَا فُلْكًا يَسْرِيْ اِلَّا لِاَجْلِكُمْ وَمَحَبَّتِكُمْ (مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں نے نہ آسمانِ بلند کو پیدا کیا ہے اور نہ زمین کو جو فرش کی ہوئی ہے اور نہ ماہِ تاباں کو اور نہ آفتاب درخشاں کو اور نہ آسمان کو جو دورہ کرتا ہے اور نہ دریا کو جو جاری ہے اور نہ کشتی کو جو رواں ہے مگر آپ ہی لوگوں کی وجہ سے۔ اور آپ ہی کے طفیل میں یہ سب چیزیں پیدا کی ہیں) یا رسول اللہ خدائے تعالیٰ نے تو مجھے اجازت دی ہے۔ اگر آپ بھی اجازت دیں تو میں بھی آپ سب حضرات کے ساتھ اس کساء میں آ جاؤں۔ جناب رسالت مآبؐ نے اجازت دی۔ جبرئیلؑ امین بھی اس کساء میں داخل ہو گئے۔ اور عرض کی کہ خداوندِ عالم نے آپ حضرات کی شان میں یہ آیت بھیجی ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ حضرات سُنے آپ نے مراتب اہل بیتؑ۔ یعنی جن کی وجہ سے آسمان و زمین پیدا ہوتے ہوں۔ جن کے طفیل میں آفتاب و ماہتاب خلق کئے گئے ہوں۔ اُن ہی بزرگواروں کے ساتھ بعد وفات سرور کائنات اس اُمّت نے کیا کیا سلوک کئے۔ کسی کو اُس کے حق سے محروم کیا۔ کسی کے سر پر تلوار لگائی۔ کسی کو زہر دغا سے شہید کیا۔ جہاں تک کہ خامس آلِ عبا سید الشہداء جناب امام حسین علیہ السلام جو پنجتن [illegible] باقی رہ گئے تھے انہیں اشقیائے بے دین نے اس دریا کے کنارے جسے [illegible] کے طفیل میں پیدا کیا تھا۔ تین دن کا بھوکا پیاسا مع عزیز و انصار قتل کر دیا [illegible] چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی جو ابھی نابالغ تھے اور جن پر جہاد بھی واجب نہ تھا [illegible] لکھا ہے کہ روز عاشورا جب تمام اصحاب و انصار امام حسینؑ باری باری

درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور عزیزوں میں سے بھی جوانانِ بنی ہاشم اور اولادِ عقیلؑ و جعفر طیارؑ شہید ہو چکے اور نوبت اولادِ حسینؑ پہنچی تو سب سے پہلے حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ جہاد کے قصد سے خیمہ سے نکلے یہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ خیمہ سے نکل کر سیدھے اپنے چچا کے پاس آئے اور عرض کی چچا جان اجازتِ جہاد مرحمت ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند تو تو میرے بھائی کی نشانی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو محفوظ رہے۔ اور مجھے فی الجملہ تسکین ہو۔ اے فرزند تم کیوں اپنے پاؤں سے موت کی طرف جاتے ہو؟ شاہزادۂ قاسمؑ نے عرض کی اے چچا جان یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو بے یار و مددگار نرغۂ اعداء میں گرفتار دیکھوں اور اپنی جان عزیز کروں۔ یہ سن کر جناب امام حسینؑ بے اختیار رو پڑے اور شاہزادہ قاسم کو سینے سے لگا لیا۔ بعد اس کے ایک لباس بصورت کفن پہنایا اور اس کا گریبان چاک کر دیا۔ اور سر پر ایک عمامہ بطور عمامۂ میت باندھ دیا۔ یعنی تحت الحنک باندھ کر اس کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے اور بہ نگاہ حسرت و یاس دیکھ کر فرمایا کہ جاؤ تمہارا چچا بھی تمہارے عقب میں آتا ہے۔ مراد حضرتؑ کی یہ تھی کہ میں بھی عنقریب شہید ہو کر تم سے ملحق ہوں گا الغرض جناب قاسم اجازتِ جہاد پا کر میدان میں آئے اور لشکرِ اعداء کے مقابل کھڑے ہوئے عمر سعد کی طرف متوجہ ہو کر کلمات وعظ و نصیحت فرمائے۔ منجملہ ان کے فرمایا اے عمر سعد یہ تو بتا کہ تو نے آج اپنے گھوڑے کو سیراب کیا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت قاسمؑ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر کہ تو اپنے گھوڑے کو تو سیراب کرتا ہے مگر فرزندِ رسولؐ کو ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں دیتا۔ عمر سعد نے کچھ جواب نہ دیا اور سر جھکا کر رونے لگا۔ اس کے بعد وہ شاہزادہ رجز پڑھنے لگا اور ہر چند مبارز طلبی کی مگر کوئی لعین سامنے نہ آیا۔ اس وقت عمر سعد نے ارزق شامی سے کہا تو کھڑا کیا دیکھتا ہے۔ اس طفلِ ہاشمی کا سر جدا کر۔ اس نے کہا لوگ تو مجھے ہزار سوار کے برابر جانتے ہیں اور تو مجھے اس لڑکے کے مقابلہ میں بھیجتا ہے۔ میرے چار بیٹے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اس کے قتل کے واسطے کافی ہے۔ غرض اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو باری باری بھیجا۔ جناب قاسمؑ نے ان چاروں کو قتل کیا۔ اس وقت ارزق کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی اور غضبناک ہو کر خود مقابلہ کے لئے آ گیا۔ جب امام حسینؑ نے اس ملعون کو دیکھا درگاہِ خدا میں نصرت حضرت قاسمؑ کے لئے دعا کی۔ دعائے حضرتؑ قبول ہوئی اور شاہزادہ قاسمؑ نے ایسی تلوار لگائی کہ ارزق دو ہو کر خاک پر گر پڑا۔ اس

کے بعد جناب قاسمؑ امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کرنے لگے یَا عَمَّاہُ اَلْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ (چچا جان پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے اگر ممکن ہو تو تھوڑا سا پانی پلا دیجئے) حضرات پانی کہاں میسر تھا جو آپ پلاتے۔ حضرتؑ نے اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا اس کو منہ میں رکھ لو اور چوسو شاید کچھ تسکین ہو۔ جناب قاسمؑ نے وہ انگوٹھی اپنے منہ میں رکھ لی۔ جب کچھ تسکین ہوئی تو پھر میدانِ قتال میں آئے۔ اور لڑنا شروع کیا اور بہت سے اشقیا کو داخلِ جہنم کیا۔ مگر مومنین خیال کیجئے وہ حضرت قاسمؑ کا سن وسال وہ پہلے پہل کی لڑائی وہ تین دن کی بھوک پیاس آخر کہاں تک لڑتے۔ اشقیائے بے دین نے چاروں طرف سے آگھیرا۔ اور تلوار پر تلوار، نیزہ پر نیزہ لگانے لگے۔ اتنے میں عمر بن سعد ازدی نے سرِ مبارک پر ایسی تلوار لگائی کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہو گیا۔ زین سے زمین پر آئے اور آواز دی یَا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِیْ (چچا جان میری خبر لیجئے) یہ آواز سنتے ہی امام حسینؑ بے تاب ہو گئے تلوار کھینچ کے اُن اشقیاء پر حملہ کیا۔ اور عمر بن سعد ازدی کو جو قاتل جناب قاسمؑ تھا ایسی ضرب لگائی کہ وہ شقی گھوڑے سے گر پڑا۔ کوفیوں نے حملہ کر کے چاہا اُسے بچالے جائیں اس ارادے سے اُن اشقیاء نے اپنے گھوڑے دوڑائے۔ آہ! آہ اُن سواروں کی اس تاخت وتاز سے حضرت قاسمؑ کا جسم زندگی ہی میں پامالِ سُمِ اسپاں ہو گیا۔ جب امام حسینؑ اُس شہزادے کے پاس پہنچے تو یہ دیکھا کہ خاک وخون میں آلودہ ریگِ گرم پر پڑے ہیں اور زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ حضرتؑ یہ حالت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا اے فرزند! خدا لعنت کرے اس قوم کو جس نے تمہیں قتل کیا۔ تم بھلا تمہارے چچا پر بہت ہی گراں ہے کہ تم نصرت کے واسطے پکارو اور چچا سے تمہاری امداد نہ ہو سکے۔ اتنے میں اُس شاہزادے کی رُوح نے مفارقت کی۔ امام حسینؑ نے اُن کی لاش اُٹھا کے اپنے سینہ سے لگائی اور خیمہ کی طرف لے چلے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے دیکھا کہ حضرتؑ سے اُس فرزند کی لاش سنبھل نہ سکتی تھی اور اُس کے پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ خیمہ میں لے آئے اور سب لاشوں کے پاس لٹا دیا۔ مومنین امام حسینؑ کی لاش کو تو اشقیاء نے بعد آپ کی شہادت کے پامال کیا مگر حضرت قاسمؑ کے جسم کو زندگی ہی میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس (۲۲) بست و دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر آیۂ استرجاع

قال اللہ تعالیٰ وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ خداوند حمید قرآن مجید میں فرماتا ہے (اے ہمارے رسولؐ) اُن صبر کرنے والوں کو جو ہر مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اس بات کی بشارت دے دو کہ اُن پر خدا کی رحمت نازل ہوا کرتی ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) واضح ہو کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ ہم لوگ خدا کے بندے ہیں۔ جس حال میں رکھے اُسی پر راضی و شاکر ہیں اور ہم لوگوں کی بازگشت آخر اُسی کی طرف ہے۔ اگر ہم اس کے حکم پر راضی رہیں گے تو ثواب پائیں گے۔ اگر نافرمانی کریں گے جہنم میں جائیں گے۔ بہرحال راضی برضا رہنا چاہیئے۔ ؎

سر قبول بباید نہاد و گردن طوع — کہ ہرچہ حاکم عادل کند ہمہ رواست

پہلے قول یعنی انا للہ سے عبودیت کا اقرار ہے اور دوسرے قول یعنی انا الیہ راجعون سے بعثت ونشور کا اعتراف ہے اور لفظ مصیبت کا مفہوم جو اس آیت میں ہے، ہر وہ چیز ہے جس سے انسان کو اذیت پہنچے۔ جناب پیغمبر خدا ارشاد فرماتے ہیں کل شیء یوذی المومن فھو مصیبۃ (جس چیز سے مومن کو اذیت پہنچے وہی مصیبت ہے) اور کلمۂ استرجاع مصیبت کے وقت کتنا ثواب عظیم رکھتا ہے اور یہ فضیلت مخصوص اس اُمت مرحومہ کے ساتھ ہے۔ اور اُمم سابقہ کے لئے حاصل نہیں ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت استرجاع کرے حق تعالیٰ اُس مصیبت کا عوض دیتا ہے اور اس کا انجام بہتر کرتا ہے اور اس کے لئے خلف صالح کرامت فرماتا ہے۔ جس سے وہ راضی رہتا ہے۔ اور جناب امام جعفر صادقؑ نے اپنے آبائے کرام سے نقل کیا ہے کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو شخص چار باتوں پر عمل کرے وہ اہل بہشت سے

ایک یہ کہ خدا کی توحید میں کہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ دوسرے جب اُسے کوئی نعمت ملے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ تیسرے جب اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ۔ چوتھے جب اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ فی الواقع مصیبت کے وقت صبر کرنا اور اُس کے حکم پر راضی و شاکر رہنا بہت مشکل کام ہے۔ اسی لئے ثواب بھی اُس کا بہت بڑا ہے کہ وہ لوگ بے حساب داخلِ بہشت ہوں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سوائے اس کے نہیں ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کے اجر بلا حساب دیئے جائیں گے)

حکایت ضعیفہ صابرہ

ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک گورستان میں گیا۔ ایک عورت کو دیکھا چند تازہ قبروں کے درمیان بیٹھی رو رہی ہے۔ اور کچھ اشعار پڑھتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بڑی مصیبتیں پڑی ہیں۔ میں نے قریب جا کر پوچھا کہ اے ضعیفہ تجھ پر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو اس قدر بے قرار ہے اور یہ قبریں کس کی ہیں؟ اُس نے کہا اے شخص میری رودادِ عجیب و غریب ہے۔ میرے دو لڑکے تھے جو میرے راحتِ دل و پارۂ جگر تھے۔ ایک روز اُن کے باپ نے ایک دُنبہ ذبح کیا اور چھری اُسی مقام پر رکھ کے چلا گیا۔ میں بھی کسی کام میں مشغول تھی۔ کچھ خیال نہ کیا۔ بڑا لڑکا ذبح کے وقت موجود تھا۔ چھوٹا اس کے بعد آیا بڑے سے پوچھنے لگا۔ بھائی اس کو کیونکر ذبح کیا ہے؟ اُس نے کہا آؤ بتا ؤں کہ میرے باپ نے دُنبہ کیونکر ذبح کیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھے اور زمین پر لٹایا وہ چپ چاپ لیٹ گیا اور بڑے نے چھری سے ذبح کر دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا بدحواس چلاتی ہوئی دوڑی وہ بھاگ گیا اور ایک پہاڑ میں چلا گیا۔ جب اُس کا باپ آیا میں نے کل ماجرہ بیان کیا۔ وہ روتا ہوا بڑے لڑکے کی تلاش میں نکلا۔ بہت تجسس کے بعد ایک مقام پر دیکھا کہ وہ لڑکا مُردہ پڑا ہے۔ شیر نے اس کو پھاڑ ڈالا ہے۔ میرا شوہر اس کی لاش اُٹھا کر لے آیا۔ مگر اس دوا دوش میں اس قدر پیاسا ہوا کہ آتے ہی زمین پر گر پڑا۔ اور تھوڑی دیر میں تڑپ کر مر گیا۔ میں اُس وقت کھانا پکا رہی تھی۔ دیگچی چولھے پر چھوڑ کر بے تحاشا دوڑی اور شوہر اور لڑکے کی لاش کے پاس بیٹھ کے رونے لگی اور اُن کے کفن کے سامان میں مشغول ہوئی۔ اب فقط ایک چھوٹا بچہ میرا بچ رہا تھا۔ وہ کھیلتا ہوا چولھے

پاس گیا اور دیگچی میں سے کچھ نکالنے لگا۔ وہ دیگچی گرما گرم اُس کے اوپر اُلٹ گئی کہ اُس کا سارا بدن جل گیا۔ اور وہ بھی مر گیا اور ایک ہی دن میں یہ سب مصیبتیں مجھ پر پڑ گئی ہیں مگر میں صبر جزع و فزع سے بہتر جانتی ہوں اور اس کی قضا و قدر پر راضی ہوں۔ الحاصل جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ یہ آیت بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب کی شان میں ہے۔ کیونکہ اس جناب نے مصیبت میں اپنے بھائی جعفرؓ بن ابی طالب کے یہی کلمہ یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ؕ زبان پر جاری کیا تھا۔ اور اُن حضرت سے پہلے کسی نے یہ کلمہ نہیں کہا تھا۔ اس کے بعد خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ امر سنت قرار دیا۔ کہ جس مومن پر کوئی مصیبت پڑے اور وہ یہ کلمہ کہے تو اُس کے لئے صلوات اور رحمت ہے۔

کیفیت جنگ موتہ

اس واقعہ کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا نے ایک نامہ جو مشتمل بر وعظ و نصیحت و متضمن بر امر ہدایت تھا لکھ کر قاصد کے ہاتھ بادشاہ روم کے پاس جس کا نام ہرقل[1] تھا روانہ فرمایا۔ جب وہ قاصد ایک قریہ میں جس کا نام موتہ تھا پہنچا تو وہاں کے حاکم نے قاصد کو گرفتار کر لیا اور خط کو جبراً اُس سے لے کر چاک کر دیا اور قاصد کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ہرقل کو خط لکھا کہ یہاں ایسا واقعہ گزرا ہے۔ اب ضرور محمدؐ کا لشکر آئے گا۔ مجھ کو بغیر آپ کی نصرت کے اُن سے تابِ مقاومت نہیں ہے۔ آپ میری مدد کے لئے کچھ لشکر ضرور بھیجئے۔ ہرقل نے ایک لشکرِ عظیم الشان اُس کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ لشکر جمع ہو گیا تھا جب یہاں جنابِ رسولِ خدا کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو حضرتؐ نے بھی تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر ترتیب دیا اور جعفر بن ابی طالب کو اُن سب کا سردار کر کے فرمایا کہ ہم نے تم سب لوگوں کا سردار جعفرؓ کو کیا تم لوگ اُن کی اطاعت میں رہنا۔ اگر وہ مارے جائیں تو زید کو سردار لشکر قرار دینا۔ اگر وہ بھی قتل ہوں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر لشکر بنانا۔ جس وقت آنحضرتؐ یہ فرما رہے تھے وہاں یہودیوں کا ایک عالم بیٹھا ہوا تھا اُس نے یہ سُن کر کہا کہ جب کوئی پیغمبر کسی لشکر کے حق میں اس طرح کہتا ہے کہ اگر وہ قتل ہو جائے تو فلاں شخص امیر ہو اور جب وہ بھی قتل ہو جائے تو فلاں شخص امیر ہو تو وہ ضرور قتل ہوتا ہے

---

[1] بکسر ہا و کسر قاف لقب بادشاہ روم و بکسر ہا و فتح را بر وزن دمشق نیز آمدہ ۱۲۔ منتخب

اگر سو نفر تک بھی اسی طرح حکم کرے تو وہ سب کے سب قتل ہوں گے ۔ اگر یہ پیغمبر برحق ہیں تو ضرور ایسا ہی ہوگا ۔ آخر ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں تینوں شخص قتل ہوئے ۔ الغرض جب وہ لشکرِ خدا قریۂ موتہ میں پہنچا تو جعفرؓ بن ابی طالب نے بموجب ارشاد پیغمبرؐ علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا اور گھوڑے پر سوار، ہاتھ میں تلوار، لشکر کفار کے سامنے تشریف لائے ۔ دیکھا کہ کثرتِ فوج سے سارا میدان بھرا ہوا ہے ۔ دل میں خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ کفار دفعتہً ہجوم کریں تو خدانخواستہ میدانِ جنگ سے میرے قدم اُکھڑ جائیں ۔ اس خیال سے گھوڑے کو پئے کر دیا تاکہ احتمالِ فرار جاتا رہے ۔ اور پیادہ پا مصروف جہاد ہوئے ۔ جس طرح سے حیدرِ کرار جنگ خندق میں پیادہ پا مشغولِ جہاد تھے ۔ مومنین اسلام میں پہلے پہل جس نے گھوڑے کو پئے کیا وہ حضرت جعفرؓ طیار تھے اور کفر میں جس نے وقتِ جنگ اپنے گھوڑے کو پئے کیا وہ عمرو بن عبدوَد تھا ۔ الغرض حضرت جعفر طیارؓ نے وہ جنگ کی کہ ملک فلک پر مرحبا و احسنت کی صدا دیتے تھے ۔ مرزا رفیع باذل کہتے ہیں ؎

بہر سو کہ با تیغ خود می شتافت
صف رومیاں را ز ہم می شگافت
بلب بابر آورد از قہر کف
ہمی زد بہ شمشیر صف را بہ صف

لکھا ہے کہ اس جنگ میں چار سو سوار جرار حضرت جعفر طیار کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوئے ۔ آخر اتنے لشکر سے کہاں تک لڑتے ۔ بہت زخمی ہو گئے ۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پچاس زخم کاری جسم شریف پر لگے تھے ۔ جب خون جسم پاک سے بہت نکل گیا ۔ اور ضعف سے ڈگمگانے لگے تو ایک جگہ ٹھہر گئے ۔ اور علم اسلام داہنے ہاتھ میں استوار پکڑے ہوئے تھے ۔ کہ ایک شقی نے پہلو سے آ کر ایک تلوار اس ہاتھ پر ماری کہ وہ ہاتھ جدا ہو گیا ۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا کہ ایک شقی نے کمین گاہ سے دوسرے ہاتھ پر بھی تلوار لگائی وہ بھی جدا ہو گیا ۔ سبحان اللہ کیا حمایت اسلام حضرت کو تھی خیال کیا کہ اب علم اسلام سرنگوں ہوا جاتا ہے ۔ دوڑ کر علم کو سینہ سے لگا لیا ۔ کہ گرنے نہ پائے ۔ اتنے میں ایک ملعون نے ایسی ضرب سر اقدس پہ لگائی کہ وہ جناب مع علم کے خاک پر گرے ۔ اور راہی جنت ہوئے ۔ کیوں مومنین حضرت طیار کا یہ واقعہ علمدار حسینؑ سقائے سکینہ جناب عباس کی شہادت کے واقعہ سے کس قدر مشابہ ہے جس طرح حضرت جعفرؓ طیار علمدار جناب رسولؐ خدا تھے اسی طرح جناب عباسؑ علمدارِ مظلوم کربلا تھے ۔ جس طرح حضرت جعفر طیار نے اپنے بھائی جناب رسولؐ مختار کی حمایت کی اور اپنی جان

کردی۔ اُسی طرح جناب عباس نے بھی اپنے بھائی جناب امام حسینؑ کی نصرت کی اور اپنی جان فدا کردی۔ جس طرح حضرت جعفر طیار نے علمِ پیغمبرِ خدا کی حفاظت کی اور اپنے جیتے جی سے گرنے نہ دیا۔ اسی طرح جناب عباسؑ نے بھی علمِ حسینی کو جب تک خود زمین پر نہ گر گئے سرنگوں نہ ہونے دیا۔ جس طرح حضرت جعفرؓ طیار غریب الوطن قریۂ موتہ میں شہید ہوئے اسی طرح جنابِ عباسؑ بھی عالمِ غربت میں دشتِ ماریہ میں شہید ہوئے۔ جس طرح حضرت جعفر طیارؓ نے اپنے دو ہاتھ راہِ خدا میں نثار کیے اُسی طرح بازوئے حسینؑ نے بھی اپنے دونوں ہاتھ راہِ خدا میں فدا فرمائے۔

شہادت جنابِ عباسؑ

مومنین حضرت جعفرؓ طیار کے دستِ مبارک قطع ہونے کا حال تو آپ سن چکے۔ اب مختصر سا حال جناب عباس کے دستِ مبارک شہید ہونے کا سن لیجیے۔ لکھا ہے کہ جب جناب عباس نے اطفالِ جناب امام حسینؑ کی بیتابی و بیقراری دیکھی کہ مارے پیاس کے تڑپ رہے ہیں اور صدائے اَلْعَطَش اُن میں بلند ہے تو سقائے سکینہ نے ایک سوکھی مشک لے لی اور جانبِ فرات روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے بھڑتے داخلِ فرات ہو گئے۔ اور وہ سوکھی مشک پانی سے بھر لی۔ بوجہ شدتِ تشنگی سے چلو میں پانی لیا اور چاہا کہ پئیں۔ فَذَکَرَ عَطَشَ الْحُسَیْنِ وَاَطْفَالِہٖ وَرَمَی الْمَآءَ مِنْ یَدِہٖ ۔ پس جناب امام حسینؑ اور اُن کے بچوں کی پیاس یاد کی اور فوراً وہ پانی چلو سے پھینک دیا اور پیاسے ہی باہر نکل آئے اور لڑتے ہوئے جانبِ خیمہ روانہ ہوئے۔ جب اشقیاء نے دیکھا کہ آپ پانی لیے جاتے ہیں۔ سب ملاعنہ ٹوٹ پڑے۔ نیزہ و شمشیر لگانے لگے۔ مگر آپ اُسی طرح لڑتے چلے جاتے تھے کہ نوفل ملعون نے ایک تلوار داہنے شانے پر ماری کہ داہنا ہاتھ شانے سے قطع ہو گیا۔ حضرت نے مشک بائیں کاندھے پر رکھ لی اور علم کو بغل میں لے لیا اور بروایت بحار بائیں ہاتھ میں تلوار لے لی اور لڑتے چلے جاتے تھے کہ حکم بن طفیل نے کمین گاہ سے ایک تلوار بائیں شانے پر عـہ ایسی ماری کہ وہ بھی کٹ گیا۔ اس وقت بروایت منتخب جناب عباسؑ نے مشک کا تسمہ دانتوں سے پکڑ لیا اور خیمہ کا رُخ کیا۔ اتنے میں ایک تیر مشک پر آ کر لگا کہ سارا پانی بہ گیا۔ اس وقت آپ اپنی زندگی سے نا اُمید ہو کر ایک جگہ ٹھہر گئے۔ ایک شقی نے جو لشکرِ مخالف کا علمدار تھا ایسا گرز مارا کہ سرِ اقدس شگافتہ ہو گیا۔ سنبھل نہ سکے

عـہ چلو میں پانی پینے کی لطیف توجیہ ذکر العباس میں ملاحظہ کیجیے ۱۲ الخ عـہ بروایتے بایاں ہاتھ گٹّے سے کٹ گیا تھا

تمود کر مع علم کے گھوڑے سے زمین پر آئے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ جنگ موتہ میں قلم ہوئے۔ جناب عباسؑ کے دونوں ہاتھ معرکہ کربلا میں قلم ہوئے۔ لیکن حضرات شہادت میں دونوں بزرگواروں کی کئی فرق ہیں۔ اوّل یہ کہ جعفر طیارؓ تین روز کے بھوکے پیاسے نہ تھے کوئی سوکھی مشک لے کر پانی لینے نہیں گئے تھے۔ اُن کو کسی طرح مشک بچانے کی فکر نہ تھی بلکہ باطمینان تمام کفار سے لڑتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جعفر طیارؓ یکہ و تنہا نہ تھے۔ بلکہ کئی ہزار آدمی اُن کی نصرت کے لئے موجود تھے۔ بخلاف جناب عباسؑ کے کہ سب انصار باوفا مارے جا چکے تھے۔ بھائی بھتیجے مثل گوسفند قربانی ریگ گرم پر پڑے تھے۔ اس سب کے علاوہ جناب امام حسینؑ کی تنہائی کا صدمہ اور اہل بیتؑ رسالت کی تباہی کا اندیشہ سب سے بڑا ہوا تھا۔ تیسرے حضرت جعفر طیارؓ کا سر اقدس اُن کے بدن مبارک سے جدا نہیں کیا گیا۔ شہر بہ شہر نہیں پھرایا گیا۔ جس طرح کہ جناب عباسؑ کا سر اقدس پھرایا گیا ہے۔

سر جناب عباسؑ کا گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جانا

صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ قاسم بن اصبغ کہتا ہے میں نے کوفہ میں ایک سوار کو دیکھا کہ ایک جوان کا سر جو مثل ماہ شب چہاردہم تاباں و درخشاں تھا اُس کے گھوڑے کی گردن میں لٹکا ہوا ہے اور جب گھوڑا گردن جھکاتا ہے تو وہ سر زمین سے ٹکراتا ہے۔ میں نے پوچھا اے شخص تیرا نام کیا ہے اور یہ سر کس کا ہے؟ کہا نام اُس شقی کا حرملہ بن کاہل اسدی ہے۔ اور اور یہ سر عباسؑ بن علیؑ ہے۔ قاسم بن اصبغ کہتا ہے چند روز کے بعد میں نے اُس شقی کو دیکھا کہ اس کا منہ مثل قیر[عـه] کے سیاہ ہو گیا تھا۔ جب میں نے سبب پوچھا تو رو کر کہنے لگا قسم بخدا جب سے میں نے سر جناب عباسؑ کے ساتھ بے ادبی کی اُسی روز سے دو شخص ہر روز مجھے پکڑ لے جاتے ہیں اور آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ میں بھاگتا ہوں اور وہ آگ میرے پیچھے دوڑتی ہے۔ اسی سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ الحاصل جب لشکر اسلام جنگ موتہ کے بعد مظفر و منصور واپس آیا اور جناب رسالتمآبؐ کو شہادت جعفر طیارؓ کی خبر ہوئی تو آپؐ بے اختیار روتے۔ اتنے میں جناب امیر المومنینؑ تشریف لائے اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی جعفرؓ کی کیا خبر ہے؟ فرمایا یا علیؑ عَظَّمَ اللّٰہُ اَجْرَکَ وَ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَکَ الْعَزَاءَ فِیْ اَخِیْکَ جَعْفَرٍ یعنی اے علیؑ صبر کرو خدا تمہارے بھائی جعفرؓ کی مصیبت میں تمہیں اجر

عـه تار کول

عطا فرمائے۔ یہ سُن کر جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ بعد اس کے بہت روئے کیوں مومنین اور بھی کسی مظلوم نے اپنے بھائی کی شہادت کے بعد گریہ و بکا کیا ہے۔ وہ مظلوم کون تھا؟ آپ کے آقا مظلوم کربلا سے

دُرِ یگانۂ دریائے مجمع البحرین — نجوں طپیدہ کرب و بلا امام حسینؑ

جب جناب عباسؑ گھوڑے سے گرے اور انہوں نے اپنے بھائی کو پکارا یَا اَخَاہُ اَدْرِکْنِیْ آقا میری خبر لیجئے کہ غلام نے آپ پر اپنی جان نثار کی تو یہ سُنتے ہی جناب امام حسینؑ آواز عباسؑ پر چلے۔ یہاں تک کہ لاش پر پہنچے۔ دیکھتے ہی فرمایا وَاَخَاہُ وَعَبَّاسَاہُ اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَھْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ اے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی اور راہِ چارہ مسدود ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مجلس بست و سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

قَالَ اللّٰہُ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ تحقیق اس بات میں اُس کے لئے نصیحت ہے جو عقل رکھتا ہے اور کان لگا کے سُنتا اور دیکھتا ہے)۔

جناب امیرؑ کا خضوع و خشوع سے نماز پڑھنا

صاحب منہج الصادقین اپنی تفسیر میں اس آیت کی شانِ نزول میں لکھتے ہیں کہ ثعلبی نے جو روات اہل سنّت سے ہے روایت کی ہے۔ کہ ایک مرتبہ کسی نے دو اُونٹ نہایت حسین و خوبصورت جناب رسولِ خداؐ کو ہدیہ بھیجے۔ آنحضرتؐ نے قبول فرمائے اور اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو دو رکعت نماز ایسے خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھے کہ امورِ دنیا سے کوئی امر اس کے دل میں نہ گزرے اور تعلقاتِ دنیا کی کوئی بات اُس کے ذہن میں خطور نہ کرے تو میں ان دونوں اونٹوں میں سے ایک اُسے دے دوں گا۔ جب کسی نے جواب نہ دیا تو شاہ اولیاء جناب علی مرتضےٰؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ خداوند جلیل کے پاس سے آئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ان دونوں اونٹوں

میں سے ایک حسبِ وعدہ علیؑ ابن ابیطالب کو دے دیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ جب علیؑ تشہد میں مشغول تھے تو اُن کے دل میں یہ بات گذری تھی کہ ان دونوں اونٹوں میں سے جو بہتر اور فربہ ہوگا وہی لوں گا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی بجا ہے۔ مگر اس سے مقصود تو اُن کا یہ تھا کہ اُس کو لے کر نحر کریں گے اور فقراء و مساکین کو کھلا دیں گے۔ تاکہ وہ خوب سیر ہو کے کھائیں۔ پس اُن کا یہ خیال تو آخرت ہی کے واسطے تھا، نہ کہ دنیا کے واسطے۔ جب جناب پیغمبرؐ خدا نے جبرئیل امین سے یہ سُنا تو دونوں اونٹ جناب امیرؑ کو دیدئے اُسی وقت خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔ (یعنی یہ کام جو علی ابنِ ابی طالب سے نہایت خلوص سے واقع ہوا۔ اس میں وعظ و نصیحت ہے اُس شخص کے واسطے جو صاحبِ قلب ہے اور صاحبِ ہوش و گوش ہے اور حاضر و ناظر ہے) اور بعض مفسرین نے یہ معنی مُراد لئے ہیں کہ ان سب باتوں میں جو احوال دوزخ و بہشت وغیرہ سے اوپر مذکور ہوئیں۔ اُس شخص کے واسطے وعظ و نصیحت ہے جس کا دل سوچنے والا فکر کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ جس دل میں تدبّر اور تفکّر کی قوت نہیں۔ وہ شخص گویا بے قلب ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس آیت میں اُس کے لئے جو کان لگا کر مواعظ قرآنی کو سُنے اور پوری متوجہ اور حاضر رہے وعظ و نصیحت ہے کیونکہ جس کا ذہن حاضر نہ ہوگا اُس کا سُننا اور نہ سُننا برابر ہوگا۔ قرآن کو اس طرح سُننا چاہیئے کہ گویا خود جناب پیغمبرؐ کی زبان سے سُن رہا ہے اور جب اُس کے معنی سمجھنے لگے تو یہ خیال کرے کہ جبرئیل امین سے سُن رہا ہے۔ اور جب اس سے بھی زیادہ غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ سُنے تو خیال کرے کہ خود خداوندِ عالم کی جانب سے سُن رہا ہے بہرکیف خداوندِ عالم نے فرمایا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (اس میں اُس شخص کے واسطے نصیحت ہے جس کے لئے قلب ہو) حدیث میں ہے کہ قلب درحقیقت وہی ہے جس میں ایمان ہو اور کفر نہ ہو۔ اور اُسی قلب کو خداوندِ عالم نے کہیں اپنا گھر فرمایا ہے اور کہیں اپنے خزانے سے تعبیر کیا ہے۔

بیانِ قلب:

اکسیر العبادات وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے درگاہ خداوندی میں عرض کی۔ بارالہا ہر بادشاہ کے لئے خزانہ ہوتا ہے تیرا خزانہ کہاں ہے؟ ارشادِ باری ہوا اے داؤد میرا خزانہ عرش سے بڑا ہے۔ کرسی سے زیادہ وسیع ہے۔ جنت سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور

عالم ملکوت سے زیادہ مزین ہے۔ اُس خزانہ کی زمین معرفت ہے۔ اُس کا آسمان ایمان ہے۔ اُس کی بارش رحمت ہے۔ اُس کا درخت طاعت ہے۔ اُس کا پھل حکمت ہے وَلَهَا اَرْبَعَةُ اَبْوَابٍ اَلْعِلْمُ وَالْحِلْمُ وَالصَّبْرُ وَالرِّضَآءُ اور اُس خزانے کے چار دروازے ہیں۔ علم و حلم و صبر و رضا۔ حضرت داؤدؑ نے عرض کی خداوندا آخر وہ کیا چیز ہے؟ جس کے تو نے یہ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے داؤدؑ میرا وہ خزانہ قلب مومن ہے ؎

دلا طواف دلے کن کہ کعبہ مخفی است کہ آں خلیل بنا کرد ایں خدا خود ساخت

قلب تمام جسم میں بمنزلہ بادشاہ ہے اور سب اعضاء و جوارح اُس کے تابع و فرمانبردار ہیں۔ غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ قلب بمنزلہ ایک قبہ کے ہے جس کے بہت سے دروازے ہیں۔ بعضے حواس ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں اور بعضے حواس باطنی سے مثل رضا و غضب وغیرہ کے۔ اور ہر دروازے سے اُس پر ایک کیفیت اور حالت طاری ہوتی ہے۔ جس سے وہ قلب متغیر اور متاثر ہو جاتا ہے۔ یا قلب مثل آئینہ کے ہے جو دیوار میں نصب ہو جو اُدھر سے گزرتا ہے اُس کی صورت اُس میں چھپتی جاتی ہے یا مانند حوض کے ہے کہ بہت سی نہریں اُس میں آملی ہیں اور اُن نہروں کا پانی اُس میں گرا کرتا ہے۔ اسی طرح شرائین سے قلب میں خون پہنچا کرتا ہے۔ یا قلب بمنزلہ حدف تیر کے ہے کہ ہر طرف سے نشانۂ صدمات و آلام ہوا کرتا ہے جیسا کہ متنبی کہتا ہے ؎

رَمَانِی الدَّهْرُ بِالْاَرْزَاءِ حَتّٰی فُؤَادِیْ فِیْ غِشَآءٍ مِّنْ نِبَالٍ
وَصِرْتُ اِذَا اَصَابَتْنِیْ سِهَامٌ تَکَسَّرَتِ النِّصَالُ عَلَی النِّصَالِ

(یعنی زمانہ نے رنج اور مصیبتوں کے تیر مجھ پر اس قدر مارے کہ دل میرا اُن تیروں کے پردے میں چھپ گیا ہے۔ اور اب جو تیر پڑتے ہیں تو کوئی جگہ تو خالی نہیں رہی ہے کہ وہاں لگیں بلکہ تیر پر تیر پڑتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں) اور طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قلب صنوبری شکل کا ہوتا ہے اور منبع حرارت غریزی اور معدن روح حیوانی ہے۔ وَالْقَلْبُ لَا يَتَحَمَّلُ الْجِرَاحَةَ اور دل کسی زخم کا متحمل نہیں ہو سکتا) اُس کے زخم کھاتے ہی موت آجاتی ہے اور دل میں تین تجویفیں ہیں۔ دو جوف بزرگ ہیں اور ایک خورد ہے جن کو بطن ایمن اور بطن ایسر کہتے ہیں۔ بطن ایمن ملو ہے خون کثیر اور روح قلیل سے اور بطنِ ایسر میں خون کم ہے روح زیادہ ہے۔ پس جب کہ دل عمدہ ترین اعضاء ٹھہرا تو حکیم مطلق نے اسی لئے اُس کو صندوق بدن

میں امانت رکھا ہے کہ جمیع آفات و صدمات سے محفوظ رہے۔ البتہ جب ایسا ہی صدمہ جانگداز قلب پر پہنچتا ہے تب متاثر بھی ہوتا ہے اور جب اس میں زخم ہو گیا تو ابھی آپ نے سُنا کہ وہ بچ نہیں سکتا ہے۔ اب آپ حضرات خیال کریں کہ جس دل نے صبح سے عصر تک صدمہ پر صدمہ اُٹھایا۔ عزیز و انصار کا مرنا دیکھا۔ اُن کی لاشیں اُٹھائیں اس دل کا کیا حال ہوا ہو گا۔ آپ سمجھے وہ دل کس کا تھا ۔

خورشیدِ آسمان و زمین نورِ مشرقین   پروردۂ کنارِ رسولِ خدا حسینؑ

تمہیدِ مصائب:

لکھا ہے کہ جناب امام حسینؑ بعد شہادتِ جناب عباسؑ جن سے بازوؤں کو قوت اور دل کو طاقت تھی ایسے کمزور ہو گئے تھے کہ فرماتے تھے اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ (اے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی) بعض علماء نے لاشِ عباسؑ کے نہ لانے کی یہی وجہ لکھی ہے کہ مظلوم کربلا ایسے کمر شکستہ ہو گئے تھے کہ جناب عباسؑ کی لاش خیمہ میں نہ لا سکے مومنین ہر چند روز عاشورا دوپہر میں جناب امام حسینؑ نے اکہتر داغ اُٹھائے تھے۔ مگر دو صدموں میں آپ ایسے دل شکستہ و مغموم ہو گئے تھے کہ آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ ایک فرزند نوجوان علی اکبرؑ کے ماتم میں۔ دوسرے جناب عباسؑ کے غم میں۔ اُن سے آنکھوں کی بصارت تھی تو اُن سے بازوؤں کی قوت تھی۔ وہ پیغمبرؐ کی نشانی تھے تو یہ جعفرؓ ثانی تھے فِیْ کُتُبِ الْاَخْبَارِ کَالْاَمَالِیْ وَالْخِصَالِ وَالْبِحَارِ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ نَظَرَ یَوْمًا اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاسْتَعْبَرَ۔

امام زین العابدینؑ کا مصائب جناب عباسؑ کو بیان کرنا

کتب معتبرہ احادیث مثل امالی و خصال و بحار الانوار وغیرہ میں منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب سید الساجدین امام زین العابدینؑ نے عبداللہ پسر عباسؑ بن علیؑ کی طرف دیکھا اور چشم ہائے مبارک میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ جناب رسالت مآبؐ پر کوئی روز مصیبت سخت و دشوار تر روز جنگ احد سے نہیں گزرا۔ اس سبب سے کہ اُس دن آپ کے چچا جناب حمزہؓ بن عبدالمطلب شہید ہو گئے تھے اور بعد اس دن کے جناب رسولِ خدا پر وہ روز سخت گزرا جس دن آنحضرتؐ کے ابن عم حضرت جعفرؓ بن ابی طالب شہید ہوئے۔ وَلَا یَوْمَ کَیَوْمِ الْحُسَیْنِ اِذْ زَحَفَ اِلَیْهِ ثَلٰثُوْنَ اَلْفَ رَجُلٍ یَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کُلُّهُمْ یَتَقَرَّبُ

اِلَی اللّٰہِ بِکَیۃ؟ (اس کے بعد سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ کوئی دن مصیبت میں مقابل روزِ شہادت امام حسینؑ
کے نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ دن تھا جس دن تیس ہزار کفار نے جناب امام حسینؑ کا محاصرہ کیا اور ہر ایک اُن
اشقیاء سے اُن حضرت کا قتل کرنا باعث ثواب سمجھتا تھا، ہرچند کہ جناب امام حسینؑ ایک ایک بے حیا
کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور عذاب خداوند قہار سے ڈراتے تھے۔ مگر اُن میں سے کوئی بھی خیال
نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس مظلوم کو مجبور و ناچار کر کے بکمال ظلم و ستم شہید کر ڈالا ثُمَّ قَالَ رَحِمَ اللّٰہُ
عَبَّاسَ بْنَ عَلِیٍّ فَلَقَدْ اٰثَرَ وَ فَدٰی بِنَفْسِہٖ اَخَاہُ حَتّٰی قُطِعَتْ یَدَاہُ (پھر جناب سید
الساجدینؑ نے فرمایا حق سبحانہٗ تعالیٰ عباس بن علی پر اپنی رحمت نازل فرمائے کہ اُنہوں نے بروزِ
عاشورا اپنی جان اپنے بھائی حسینؑ پر فدا کی اور محبت جناب امام حسینؑ میں اُن کے دونوں ہاتھ قطع ہو
گئے (حق سبحانہٗ و تعالیٰ اُن ہاتھوں کے عوض میں اُنہیں دو شہپر عطا فرمائے ہیں جن سے فرشتوں
کے ہمراہ جنت میں پرواز کیا کرتے ہیں۔ جس طرح حضرت جعفرؓ طیار کو خدا نے دو شہپر عنایت فرمائے
ہیں۔ فی الحقیقت مومنین جناب عباسؑ نے اپنے بھائی مظلوم کربلا کے ساتھ جو اطاعت و وفاداری
کی ہے وہ اطاعت کسی بھائی نے اپنے بھائی سے۔ اور وہ وفا کسی غلام نے اپنے آقا سے عالم میں
نہیں کی۔ یہاں تک کہ اپنے شانے محبتِ جناب امام حسینؑ میں کٹوا دئے۔ کہ جن شانہائے بُریدہ
پہ جناب سیدہؑ بروزِ قیامت مباہات فرمائیں گی۔ چنانچہ صاحب اسرار الشہادۃ لکھتے ہیں۔ کہ
جب بروزِ قیامت حق سبحانہٗ و تعالیٰ مقامِ عدالت میں اپنے بندوں کو طلب فرمائے گا۔ تمام
انبیائے کرام نفسی نفسی کہتے حاضر ہوں گے۔ اور کل خلائق ہول قیامت سے مضطر و پریشان گریاں
و نالاں ہوگی۔ اس وقت جناب رسولِ خدا جناب امیرؑ سے ارشاد فرمائیں گے یا علیؑ دیکھو شفیعۂ روزِ
جزا فاطمہؑ زہرا کہاں ہے کہ اس وقت مقامِ شفاعت میں اُن کا ہونا ضروری ہے۔ وہ حضرتؑ جناب
سیدہؑ کے پاس جا کر ارشاد فرمائیں گے اے سیدہؑ تم کو تمہارے والد بزرگوار نے مقامِ شفاعت پر
یاد فرمایا ہے۔ چل کر اُمتِ عاصی کی شفاعت کرو۔ اے فاطمہؑ یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے پاس اسباب
شفاعت سے کیا کیا ہے؟ اور کونسا ذخیرہ ایسے روزِ ہولناک کے لئے تم نے مہیا کر رکھا ہے
جو اُمتِ عاصی کے کام آئے۔ تَقُوْلُ فَاطِمَۃُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ کَفَانَا لِاَجْلِ ھٰذَا
الْمَقَامِ الْیَدَانِ الْمَقْطُوْعَتَانِ لِابْنِیَ الْعَبَّاسِ (جناب سیدہؑ عرض کریں گی یا امیرالمومنینؑ
مجھ کو شفاعت اُمت کے واسطے میرے فرزند عباسؑ کے دونوں دستِ بُریدہ کافی ہیں) سبحان اللہ
کیا مراتب ہیں جناب عباسؑ کے۔ مومنین جناب عباسؑ کے روضۂ اقدس میں بھی زواروں کا ہجوم

ایسا ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ مظلوم کربلا جناب امام حسینؑ کے روضۂ مقدس میں رہتا ہے۔ خداوند عالم ان حضرات کو مشاہد مقدسہ کی زیارت سے مشرف فرمائے۔

حضرت عباسؑ کے روضہ کا علیحدہ ہونا

دیکھئے حضرت عباسؑ کا روضہ جو علیحدہ ہوا مثل اور شہداء کے جناب عباسؑ گنج شہیداں میں دفن نہ ہوئے۔ اس میں بھی بہت سے نکات و اسرار ہیں جن کو علام الغیوب نے جناب عباسؑ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ خداوند عالم کو حضرت عباسؑ کا مخصوص رتبہ خلائق پر ظاہر کرنا تھا کہ جس طرح لوگ جناب امام حسینؑ کی زیارت کو جائیں۔ اسی طرح ان کے روضہ میں بھی جاکر ان کی زیارت کیا کریں۔ گنج شہیداں میں دفن ہونے سے یہ فضیلت خاص حاصل نہ ہوتی۔ دوسرے جناب عباسؑ کے روضۂ اقدس سے اکثر معجزات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جو شخص وہاں جھوٹی قسم کھاتا ہے فوراً سزا پاتا ہے اور یہ امر گنج شہیداں میں دفن ہونے سے واضح نہ ہوتا کہ یہ معجزہ کس کا ہوا۔ حضرت امام حسینؑ کا یا جناب عباسؑ کا۔ تیسرے جناب عباسؑ کا روضہ اس لئے علیحدہ ہوا کہ وہ علمدار جناب امام حسینؑ کے تھے اور علمدار کا امتیاز خاص ہونا چاہیئے۔ چوتھی وجہ وہی تھی جو آپ سُن چکے کہ جناب امام حسینؑ جناب عباسؑ کے گرنے سے ایسے شکستہ ہوگئے تھے کہ اُن حضرتؑ کی لاش آپ سے نہ اُٹھ سکی۔ وہیں چھوڑ دی۔ پانچویں وجہ یہ تھی کہ جناب عباسؑ اس قدر زخمی تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام جس عضو کو اُٹھاتے تھے اُسی کو گوشت علیحدہ ہوا جاتا تھا۔ اس سبب سے بھی حضرتؑ نے لاش کو اُسی مقام پر رہنے دیا۔ چھٹی وجہ بھی سُن لیجئے اور اسی پر خاتمہ مجلس ہے وہ یہ ہے کہ جب جناب امام حسینؑ نے چاہا کہ لاش اُٹھا کے خیمہ گاہ کو لے جائیں تو جناب عباسؑ نے غش سے آنکھیں کھول دیں اور عرض کی کہ بھائی صاحب آپ میری لاش خیمہ گاہ کو نہ لے جائیں۔ یہیں رہنے دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا لِمَ ذٰلِكَ (اے عباسؑ سب کی لاشیں تو میں اُٹھا کر لے گیا۔ تمہاری لاش کیوں یہاں رہنے دوں؟) قَالَ اِنِّیْ مُسْتَحْیٍ مِّنْ اِبْنَتِكَ سُكَیْنَةَ (جناب عباسؑ نے فرمایا۔ بھائی صاحب مجھے آپ کی دختر سکینہؑ سے حیا آتی ہے کہ میں اس پارۂ جگر سے پانی لانے کا وعدہ کر آیا تھا اور مجھ سے ممکن نہ ہوا) اس کے بعد جناب عباسؑ نے انتقال کیا۔ جناب امام حسینؑ وہاں سے تنہا خیمہ میں آئے دیکھا کہ سکینہؑ در خیمہ پر منتظر کھڑی ہیں۔ حضرتؑ کو دیکھ کر کہنے لگیں بابا جان میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ مجھ سے پانی لانے کا کر گئے تھے؟

ابھی تک نہیں آئے۔ یہ سن کر حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا کہ بیٹی اب کس کی منتظر ہو قتل عمك العباس (تمہارے چچا عباسؑ تو شہید ہو گئے) یہ سن کر اس بچی نے واعماہ واعباساہ واقتلوماہ واشہیداہ کا نعرہ بلند کیا اور سب اہلِ حرم رونے لگے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجلس بست و چہارم ۲۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰہِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ بعد پیدائش اتنے بڑے ہوئے کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک روز اُن سے کہا اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے عرض کی اے پدر بزرگوار جو حکم آپ کو ہوا ہے اُسے بجا لائیے مجھے آپ انشاءاللہ صابرین میں سے پائیں گے۔ جب دونوں باپ بیٹے حکمِ خدا پر راضی ہو گئے اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا تو اس وقت ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیمؑ تم نے اپنے خواب کی تصدیق کر دی۔ ہم محسنین کو اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ بیّن امتحان تھا اور ہم نے اس کے عوض میں فدیہ دیا بہت بڑے ذبح کی وجہ سے)

بیان ذبح اسمٰعیلؑ

صاحب تفسیر مجمع البیان لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کے واسطے لٹایا ایک بڈھا ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابراہیمؑ کیا ارادہ ہے؟ فرمایا چاہتا ہوں کہ اسے ذبح کروں۔ اُس نے کہا کیا خوب جس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہو اُسے آپ ذبح کرتے ہیں؟ ابراہیمؑ نے فرمایا خدا نے حکم دیا ہے۔ اُس نے کہا خدا نے تو منع فرمایا ہے یہ آپ سے شیطان نے کہہ دیا ہوگا

فرمایا اب میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ اُس نے کہا اے ابراہیمؑ آپ تو پیشوائے دین ہیں۔ اگر آپ اپنے فرزند کو ذبح کر دیں گے تو اسی طرح لوگ اپنی اپنی اولاد کو ذبح کیا کریں گے۔ آپ نے اُس کے کہنے نہ مانا۔ اور ایک غدہ جو پالان مرکب کے نیچے ہوتا ہے۔ اُسے بچھا دیا۔ اور اُس پر لٹایا۔ جب چھری گلے پر رکھی جبرئیلؑ امین نے اُلٹ دی اور اسمٰعیل کو ہٹا کے اُن کی جگہ پر دُنبہ رکھ دیا۔ ابلیس مایوس ہو کر خانۂ کعبہ میں آیا دیکھا کہ مادر اسمٰعیل طواف میں مشغول ہیں۔ کہنے لگا میں نے دیکھا ہے۔ کہ ابراہیم تمہارے فرزند کو لٹائے ہوئے ہیں اور چھری ہاتھ میں لے کر ذبح کر رہے ہیں۔ حضرت ہاجرۂ نے فرمایا تو جھوٹا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے فرزند کو ذبح کرے۔ اس نے قسم کھا کر کہا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اُن کا گمان ہے کہ خدا نے اُن کو بیٹے کے ذبح کا حکم دیا ہے۔ ہاجرۂ نے کہا اگر ایسا ہے تو اُن کو ضرور چاہیئے کہ خداوند عالم کا حکم بجا لائیں کہنے کو تو یہ کہا مگر شفقت لڑکا سے نہ رہا گیا۔ جلدی سے سر پہ ہاتھ رکھے منٰے میں آئیں دیکھا کہ اُن کا فرزند صحیح و سالم ہے۔ مگر گلے پر چھری کا نشان پڑ گیا ہے۔ اُس وقت اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اگر دُنبہ عوض میں نہ آیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ میرا فرزند تو ذبح ہو ہی گیا تھا۔ یہ خیال کر کے ایسا صدمہ اُٹھایا اور ساتا رنج کیا کہ بیمار پڑ گئیں۔ اور اسی بیماری میں دُنیا سے انتقال کیا۔ یہ حال ہوتا ہے محبت فرزند کا۔ مومنین کیا حال ہوا ہو گا حضرت لیلیٰ کا جب اُنہوں نے اپنے فرزند جناب علیؑ اکبر کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے دیکھا ہو گا۔

بیماری ابراہیم سے جناب رسولؐ خدا کا بے چین ہونا۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب پیغمبرؐ خدا اپنے گھر میں آتے تو دیکھا کہ آپ کا فرزند ابراہیم حالت احتضار میں ہے۔ یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور گود میں لے کر فرمایا یٰبُنَیَّ لَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (اے فرزند میں کیا کروں مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ حکم خدا یوں ہی ہے۔ صبر کرتا ہوں) باوجودیکہ جناب ابراہیم نہ پیاسے تھے نہ زخمی تھے۔ نہ کوئی نیزہ لگا تھا تب بھی اُن کو بیمار دیکھ کر رسولؐ خدا کی یہ حالت ہوئی۔ خیال تو فرمایئے کہ جناب امام حسینؑ کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ جب کہ آپ نے حضرت علیؑ اکبر کو سینے پہ برچھی کھائے خون میں نہاتے اپنے سامنے ایڑیاں رگڑتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ مومنین دنیا میں مصیبت اولاد سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے۔ ؎

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ

عـہ - دل کو فگار کرتا ہے لخت جگر کا داغ - ۱۲

اولاد کی موت سے امتحان

خداوندِ عالم نے بہت سی چیزوں سے اپنے بندوں کا امتحان کیا ہے۔ سب سے آخر کا امتحان جو سب سے زیادہ سخت ہے اولاد کی موت سے کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (ہم آئندہ ہم تم لوگوں کا امتحان کچھ خوف سے کچھ بھوک سے۔ اور کچھ مال کے نقصان سے اور کچھ جانوں کے نقصان سے اور کچھ پھلوں کے نقصان سے کریں گے) یہاں ثمرات سے مراد سیب و انار نہیں ہے بلکہ اولاد مراد ہے جو میوۂ دل ہیں۔ دیکھئے اس آیت میں خداوند عالم نے ایک سے ایک امتحان کو بڑھا ہوا فرمایا ہے۔ پہلے خوف سے، اس کے بعد بھوک سے یعنی قحط سے جو اس سے بڑھا ہوا ہے۔ اُس کے بعد نقصانِ مال سے جو اس سے زیادہ سخت ہے۔ اُس کے بعد نقصانِ جان سے جو نقصانِ مال سے بڑھا ہوا ہے۔ سب سے آخر میں حق تعالیٰ نے ثمرات فرمایا یعنی تم لوگوں کے میوہ ہائے دل یعنی اولاد کی ہلاکت سے بھی امتحان لیں گے جو سب سے زیادہ سخت ہے۔

بعد موت اولاد حضرت ایوب صابر کہلائے

جب حضرت ایوبؑ کا امتحان خداوندِ عالم کو منظور تھا تو ہر بلا میں انہوں نے صبر و شکر کیا۔ اونٹ اور گوسفند سب ضائع ہو گئے۔ صبر کیا۔ باغ و زراعت سب برباد ہو گئی صبر کیا۔ مگر کسی حال میں خداوندِ عالم نے اُن کو صابر کے لقب سے معروف و ممتاز نہ فرمایا۔ ہاں جب اُن حضرت کی اولاد چھت کے نیچے دب کر مر گئی اور حضرت ایوبؑ نے صبر کیا تو اُس وقت خداوندِ عالم نے فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ (یقیناً اُس کو صابر پایا وہ بڑا اچھا بندہ اور بڑا رجوع کرنے والا تھا) اولاد کی مصیبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ خصوصاً جب اُس کی شروع جوانی ہو اور صفاتِ حسنہ میں اور خوبیوں میں کوئی اس کا نظیر نہ ہو۔

حضرت علی اکبر کا تین باتوں میں جناب رسولِ خدا کا مشابہ ہونا

اب حضرت علی اکبر کو خیال کیجئے کہ اٹھارہ برس کا سن ہے۔ عنفوانِ شباب ہے۔ تمام عالم میں اس وقت کوئی ان کا مثل نہیں ہے۔ اگرچہ امام حسینؑ موجود ہیں۔ جناب امام زین العابدینؑ موجود ہیں۔ اور یہ دونوں بزرگوار اُن سے افضل ہیں۔ مگر بعض باتیں حضرت علی اکبر میں ایسی ہیں جو ان دونوں بزرگواروں میں نہیں ہیں۔ آپ سمجھے وہ صفات خاص کیا ہیں؟ وہ صفات یہ ہیں کہ جناب

علی اکبرؑ جناب پیغمبر خدا سے حسن وجمال میں، اخلاق میں، بات کرنے میں یعنی صورت میں اور رفتار گفتار میں ایسے مشابہ تھے کہ جب جناب امام حسینؑ اپنے نانا کو یاد کرتے اور ان کی زیارت کے مشتاق ہوتے۔ تو حضرت علی اکبرؑ کی صورت کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ پیغمبر خدا کو خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اے رسولؐ!) بے شک تم خلق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو) اس صفت خلق میں بھی حضرت علی اکبرؑ سب سے زیادہ جناب پیغمبر خدا سے مشابہ تھے۔ اور نطق میں تو اس قدر مشابہ تھے کہ جس نے جناب پیغمبر خدا کی آواز سنی تھی اگر حضرت علی اکبرؑ پس پردہ سے باتیں کرتے تھے تو وہ یہی خیال کرتا تھا کہ خود جناب پیغمبر خدا باتیں کر رہے ہیں۔ ایسا بیٹا باپ سے مرنے کی اجازت طلب کر رہا ہو تو اُس وقت قلب جناب امام حسینؑ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ خود اپنے اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر غور فرما لیجئے۔ دیکھئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کے واسطے راضی کیا اور فرمایا فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (اے فرزند غور کرلو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟) اُس وقت حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (اے پدر بزرگوار جو حکم آپ کو ہوا ہے اُسے بجا لائیے) اور یہاں خود حضرت علی اکبرؑ خدمت جناب امام حسینؑ میں آتے اور بیٹے نے باپ کو راضی کیا اور حضرتؑ نے اجازت دی اور صورتِ علی اکبرؑ کی طرف نگاہ کی۔

اقسام نگاہ

مومنین یہ نگاہ حضرت کی کیسی تھی۔ کبھی نگاہ ولولے اور اشتیاق کی راہ سے ہوتی ہے۔ کبھی نگاہ حیرت سے ہوتی ہے۔ یعنی حضرتؑ متحیر تھے کہ کیا کروں۔ کبھی نگاہ حسرت سے ہوتی ہے کبھی نگاہ خوف سے ہوتی ہے کہ نہ معلوم اس رخصت کا کیا انجام ہوگا۔ زندہ رہے گا یا مارا جائے گا۔ ان نگاہوں میں سے کوئی نگاہ نہ تھی بلکہ فَنَظَرَ اِلَيْهِ نَظْرَةَ اٰيِسٍ مِّنْهُ حضرت نے چہرۂ علی اکبرؑ کی طرف اُس یاس سے نظر کی جس کے بعد سب اُمیدیں منقطع ہو جاتی ہیں کیونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ اب یہ اس جنگ سے زندہ نہ بچیں گے۔ جب حضرت علی اکبرؑ رخصت ہو کر چلے ہیں تو حضرتؑ کی آنکھوں سے متصل آنسو جاری ہوئے اور درگاہِ خدا میں عرض کی اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰى هٰؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَّخُلُقًا وَّمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ (خداوندا! تو اس قوم کے ظلم پر گواہ رہنا کہ اب وہ شخص ان سے لڑنے جاتا ہے۔ جو تیرے رسولؐ سے صورت میں اور خلق میں اور گویائی میں مشابہ تر ہے اخداوندا!

جب میں تیرے رسولؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس اپنے پارۂ جگر علی اکبرؑ کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ الحاصل حضرت علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں آئے۔ اور جب سامنے لشکرِ اعداء کے کھڑے ہو گئے۔ تو نورِ جمال سے تمام میدان منور ہو گیا۔ اور پیغمبرؐ کی صورت پیش نظر ہو گئی۔ مگر کیا اشقیاء تھے کہ شبیہ پیغمبر کا بھی خیال نہ کیا۔ چاروں طرف سے وار کرنے لگے۔

جناب علی اکبرؑ کا پانی طلب کرنا اور حضرت کا زبان منہ میں دینا

جب جناب علی اکبرؑ بہت زخمی ہوئے اور پیاس نے غلبہ کیا تو میدان سے اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت کو کسی قسم کی تکلیف ہو مگر بے اختیار ہو کر کہا یَا اَبَتِ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ فَهَلْ اِلٰی شَرْبَةٍ مِّنَ الْمَآءِ سَبِیْلٌ اَتَقَوّٰی بِهَا عَلَی الْاَعْدَآءِ (اے باباجان مجھے پیاس مارے ڈالتی ہے کہیں سے تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے کہ اسے پی کر دشمنوں سے لڑنے کے لئے توانا ہو جاؤں؟) دیکھئے یہ نہ فرمایا کہ مجھے پیاس سے راحت ملے بلکہ محض دردِ دین کے خیال سے پانی طلب کیا تھا کہ دشمنوں سے لڑنے کی اور قوت حاصل ہو جائے۔ حضرتؑ کیا جواب دیتے یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا یَا بُنَیَّ هَاتِ لِسَانَكَ (اے فرزند تم اپنی زبان میرے منہ میں دے دو) شاید تم کو کچھ تسکین ہو جائے۔ جب جناب علی اکبرؑ نے اپنی زبان دہنِ اقدس جنابِ امام حسینؑ میں دی فوراً نکال لی اور کہا یَا اَبَتَاهُ لِسَانُكَ اَيْبَسُ مِنْ لِسَانِیْ (باباجان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے) اللہ اکبر مومنین یہ زبان امام حسینؑ کی کون سی زبان ہے؟ کیا یہ وہی زبان نہیں ہے جس نے چالیس روز تک جنابِ رسولِ خداؐ کی زبان چوسی ہے؟ اب اُس زبان کی کیا حالت ہو گئی ہے کہ پیاس سے کانٹے پڑ گئے ہیں۔ الغرض جب جناب علی اکبرؑ دوبارہ میدان میں آئے اور مصروفِ جہاد ہوئے تو ناگاہ منقذ ملعون نے کمین گاہ سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس شاہزادہ کا سرِ اقدس شگافتہ ہو گیا۔ گھوڑے پر سنبھل کر نہ بیٹھ سکے اور غیرت سے یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ اپنے کو گھوڑے سے گرا دیں۔ آخر اپنی باہیں گھوڑے کی گردن میں ڈال کر لپٹ گئے۔ چونکہ لشکرِ دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا وہ گھوڑا اُنہیں لشکرِ اعدا میں لے گیا دشمنوں نے تلواروں سے مارنا شروع کیا حَتّٰی قَطَعُوْهُ اِرْبًا اِرْبًا (یہاں تک کہ اشقیاء نے تمام جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے) آخر پشتِ زین سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی یَا اَبَتَاهُ عَلَیْكَ مِنِّی السَّلَامُ (باباجان علی اکبرؑ نے اپنی یَا اَبَتَاهُ اَدْرِكْنِیْ

جان آپ پر فدا کی، جلد خبر لیجیے۔ بابا جان آپ پر میرا یہ آخری سلام ہو۔ حضرت بے تابانہ جناب علی اکبرؑ کے پاس پہنچے اور اُن کا سر گود میں لے کر چہرے سے خاک و خون کو پونچھنے لگے اور یہ ارشاد فرماتے تھے یا بُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا۔ اے بیٹا اس دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے کہ تو فرزند نوجوان مر جائے اور میں ضعیف باپ تیرے بعد جیتا رہوں۔

جناب زینبؑ کا لاش علی اکبر پر جانا

بروایت بحار الانوار حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے ایک بی بی کو دیکھا کہ جب حضرت علی اکبرؑ گھوڑے سے گرے ہیں اور اپنے والد کو پکارا ہے تو وہ بی بی بے اختیار پردہ سے باہر نکل پڑیں اور بسرعت تمام مقتل میں آئیں اور اپنے تئیں لاش علی اکبرؑ پر گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ بی بی کون ہیں؟ اُس نے کہا یہ زینبؑ دختر جناب امیر المومنینؑ ہیں۔ شیخ جعفر شوشتری اپنی مجالس میں لکھتے ہیں کہ جناب زینبؑ فریاد کرتی ہوئی جناب امام حسینؑ سے پہلے لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ اور حضرت اُن کے بعد آہستہ آہستہ لاش علی اکبرؑ تک پہنچے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباسؑ کے مرنے سے وہ حضرت کمر شکستہ ہو چکے تھے۔ جوان فرزند کے مرنے سے بصارت میں بھی کمی تھی۔ جب باکمالِ ناتوانی لاش علی اکبرؑ پر پہنچے تو وہاں یہ ایک تازہ مصیبت نظر پڑی یعنی دیکھا کہ جناب زینبؑ لاش علی اکبرؑ سے لپٹی رو رہی ہیں۔ صاحب مہیج الاحزان لکھتے ہیں کہ اُس وقت آپ کو نہایت غیرت معلوم ہوئی اور اپنی عبا اُتار کے جناب زینبؑ کو اُڑھا دی اور ہاتھ پکڑ کر ان کو خیمہ میں پہنچا دیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؕ

مجلس بست و پنجم ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ کِتَابِهِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِیْدِ۔ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۔ اے پیغمبر ہم نے تم کو کوثر عطا کیا تم اپنے خدا کے لیے نماز پڑھتے رہو اور قربانی کرتے رہو بے شک تمہارا دشمن ہی بے نسل رہیگا۔ جاننا چاہیے کہ لفظ کوثر فوعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا

ہے کہ کثرت کے معنی ہیں۔ پھر کثرت میں بھی اختلاف ہے کہ کس چیز کی کثرت مراد ہے۔ بعضوں نے خیر کثیر کہا ہے۔ کسی مفسر نے علم و عمل کثیر تفسیر کی ہے۔ کسی عالم نے ذکرِ کثیر مراد لی ہے۔ کسی نے معجزات۔ کسی نے دوستِ کثیر مقصود لیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (اے رسولؐ ہم نے تم کو خیر کثیر دیا) یا بہت علم و عمل عطا کیا یا تمہارا ذکر آسمان میں بہت ہوگا یا زمین میں تمہارے معجزات یا دوست بہت ہوں گے۔

وصفِ حوضِ کوثر

تفسیرِ اہلِ بیتؑ میں آیا ہے کہ مراد کوثر سے حضرتؐ کی نسل اور کثرت ذریت ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ مراد کوثر سے حوضِ کوثر ہے۔ جو حق تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو عطا کیا ہے اور جناب امیرؑ ساقی کوثر ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کو اُس میں سے پانی پلائیں گے اور دشمنوں کو مثل غیر کے جانوروں کے اُس کے پاس سے ہنکا دیں گے۔ اور اس کوثر کے وصف میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ بہشت کی ایک نہر ہے۔ جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید مُشک سے زیادہ خوشبودار شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہے اور اس پر جو پیالے رکھے ہیں وہ سب مروارید یاقوت و جواہرات کے ہیں۔ اور اُس کا چشمہ درخت سدرۃ المنتہیٰ سے ہے۔ اس کا طول مشرق سے مغرب تک ہے اور جو ایک مرتبہ اس سے پانی پیئے گا۔ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ۔ یعنی اے رسول اپنے پروردگار کے واسطے نماز پڑھو اور اپنی عمر خدا کی راہ میں قربانی کرو) اور بعضوں نے یہ مراد لی ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھو اُس کے بعد قربانی کرو۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ (بہ تحقیق کہ تمہارا دشمن یعنی عاص بن وائل منقطع النسل ہے)۔

تمہید

اس سورہ کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ عاص مذکور نے پیغمبرؐ خدا سے ملاقات کی اور تھوڑی گفتگو کے بعد مسجد الحرام میں آیا۔ وہاں صنادید قریش جمع تھے۔ اُنہوں نے پوچھا تم کس سے بات کرتے تھے؟ اس نے کہا (معاذ اللہ) اسی ابتر سے۔ عرب میں جس کے لڑکا نہ ہوتا تھا اس کو ابتر کہتے تھے یعنی منقطع النسل اور اُس زمانہ میں آنحضرتؐ کے فرزند عبداللہ نام الملقب بہ طاہر جو حضرت خدیجہؑ کے بطن سے تھے۔ انتقال کر چکے تھے: یہ سُن کر آنحضرتؐ کو بہت رنج ہوا۔ حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی خاطر کے لئے یہ سورہ بھیجا اور فرمایا اِنَّ شَا

هُوَ الْاَبْتَرُ (تمہارا دشمن منقطع النسل ہے) چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ آنحضرتؐ کی نسل وعترت وذریت تو تمام عالم میں پھیل گئی۔ کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں سادات آلِ رسولؐ نہ ہوں۔ اور اُس مردود کی نسل بالکل منقطع ہو گئی۔ مومنین ابھی آپ نے سُنا کہ آپ کے مولا جناب امیرؑ ساقی کوثر ہوں گے اور اپنے دوستوں کو آبِ کوثر سے سیراب کریں گے مگر کیا انقلاب زمانہ ہے کہ جس کا باپ ساقی کوثر ہو اُس کا فرزند دریا کے کنارے پیاس کی شکایت کرے اور کوئی پانی کا ایک قطرہ تک نہ دے۔

حقوق امام حسینؑ کے در آب فرات

حالانکہ جناب امام حسینؑ کے اُسی آب فرات میں چار حق تھے۔ ایک حق تو وہ عام لوگ کا دریا۔ اور نہر وغیرہ میں ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو پانی پینے سے منع نہیں کر سکتا۔ اگر اُس کا مالک اجازت نہ بھی دے تب بھی دریا سے یا نہر سے بوقت ضرورت پانی پیا جا سکتا ہے۔ دوسرا حق حضرتؑ کا یہ تھا کہ پانی میں کُل ذی روح خواہ انسان ہو خواہ حیوان سب شریک ہیں جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (یعنی ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا ہے اور اُس کی زندگی پانی ہی سے ہے) اسی وجہ سے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور پانی اُس کے پاس تھوڑا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرلے تو پانی صرف ہو جائیگا اور سواری کا جانور پیاسا رہ جائے گا تو اُس کو چاہیئے کہ تیمم کرے اور وضو یا غسل نہ کرے تاکہ جانور پیاسا نہ رہے۔ تیسرا حق حضرتؑ کا آبِ فرات میں یہ تھا کہ نہر فرات اُن کی مادر گرامی جناب سیدہؑ کے مہر میں تھی۔ چوتھا حق حضرتؑ کا خاص اہل کوفہ پر تھا کہ جناب امام حسینؑ نے کوفیوں کو تین مرتبہ سیراب کیا تھا۔ ایک تو جب کوفہ میں قحط سالی ہوئی اور لوگوں نے جناب امیرؑ کی خدمت میں آکے کمی باران کی شکایت کی تو آپ نے جناب امام حسینؑ سے فرمایا یَا بُنَیَّ قُمْ فَاسْتَسْقِ (اے فرزند تم اٹھو اور ان لوگوں کے واسطے خدا سے طلب باراں کرو) جب حضرتؑ نے دعا کی تو آپ کی دعا کی برکت سے ایسا پانی برسا کہ تمام جھیلیں اور تالاب بھر گئے۔ دوسرے صفین میں جب لشکر معاویہ نے جناب امیرؑ کے لشکر پر پانی بند کیا تو آپ نے کچھ لوگوں کو گھاٹ پر بھیجا کہ لڑ کر پانی لے آئیں۔ مگر وہ ناکام پھرے۔ اس وقت جناب امام حسینؑ تشریف لے گئے اور سرکشانِ فرات کو جن کا افسر ابوالایوب اعور سلمی تھا مار کر ہٹا دیا۔ اور تمام اہلِ لشکر کو جو اہل کوفہ سے تھے سیراب فرمایا۔ تیسرے جب لشکر حُر آپ کا راستہ روکنے آیا اور آپ نے اُن کو پیاسا

سے بے چین پایا تو حکم دیا کہ لشکر حُرؒ کو پانی پلاؤ۔ غرض حُرؒ کے تمام لشکر نے اور اُن کے گھوڑوں تک نے پانی پیا اور منزلِ شراف سے جتنا پانی ساتھ لیا تھا وہ سب تمام ہو گیا مگر مومنین افسوس صد ہزار افسوس کہ اہل کوفہ نے احسان حقوق کا کچھ بھی خیال نہ کیا ؎

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں — خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا
بودند دام و دد ہمہ سیراب و می مکید — خاتم ز قحطِ آب سلیمانِ کربلا

تمہید

اگر حیوان کو بھی ذبح کرتے ہیں تو پہلے پانی پلا لیتے ہیں۔ وہ کیسے مسلمان تھے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کو مہمان بُلا کر پیاسا ذبح کر دیا۔ حضرت اُن کوفیوں سے بار بار فرماتے تھے یَا قَوْمِ اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ وَعَطْشَانٌ (اے لوگو میں تمہارے ہی نبی کا نواسا اور تین دن سے پیاسا ہوں) مگر کوئی رحم نہ کرتا تھا۔ پانی کے بدلے تیر برساتے تھے۔ تیر لگاتے تھے۔ مومنین روز عاشورہ مظلوم کربلا پر کیا کیا مصیبتیں گزر گئیں۔ ایک دن میں صبح سے شام نہ ہونے پائی کہ گھر کا گھر تمام ہو گیا۔ بچپن کے رفیقوں کا لڑکپن کے دوستوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ گودیوں کے کھلائے ہوئے بچے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کر مر گئے۔ وہ بھائی جس سے بازوؤں کی قوت اور لشکر کی زینت تھی۔ جس کو بیٹیوں کی طرح پالا تھا۔ شانے کٹا کر دنیا سے سدھارا۔ وہ بھتیجا جو بھائی کی یادگار تھا دیکھتے دیکھتے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ وہ شیر خوار بچہ جس کو دنیا میں آئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا۔ ابھی گھٹنوں بھی نہ چلنے پایا تھا کہ باپ کے ہاتھوں پہ خیمہ سے قتل گاہ میں آیا۔ چھ مہینے کا سن ہی کیا ہوتا ہے۔ ابھی دودھ بھی نہ بڑھنے پایا تھا کہ کئی دن کی پیاس میں آپ تیر سے سیراب ہوا۔ چنانچہ کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجۂ شہادت پہ فائز ہو چکے تو اشقیاء نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا۔ تلواریں کھینچ کھینچ کے نیزے تان تان کے آگے بڑھے۔ آپ نے بعد اتمام حجت و استغاثہ چاہا کہ مصروف جہاد ہوں ناگاہ خیمۂ عصمت سے آواز رونے کی بلند ہوئی۔ آپ مضطربانہ قتل گاہ سے خیمہ میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ علی اصغرؑ بے زبان چھوٹا سا دہن پیاس کی شدت سے کھولے ہے ضعف سے ننھا سا منہ ڈھلا جاتا ہے۔ کمھلائی ہوئی صورت پہ مُردنی چھائی ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت بہت محزون ہوئے۔ علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا اور میدان میں تشریف لائے۔ اور لشکر مخالف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اَمَا مِنْ اَحَدٍ یَاْتِیْنَا بِشَرْبَةٍ مِنَ الْمَآءِ لِھٰذَا الطِّفْلِ

فَاِنَّهٗ لَا یُطِیْقُ الظَّمَآءَ (کیا اس انبوہ کثیر میں کوئی صاحب اولاد نہیں ہے۔ کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس طفل جاں بلب کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی کا پلائے چھوٹے سینے کا بچہ پیاس سے ہلاک ہوا جاتا ہے) ہرچند جناب سید الشہدا نے فریادیں کیں۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔

جناب علی اکبر کا فرات سے پانی لانا

بنابریں روایت کے اُس وقت تک جناب علی اکبر شہید نہ ہوئے تھے۔ بے چین ہوکر خدمتِ امام میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی اگر مجھے اجازت ہو تو جس طرح ممکن ہو پانی لاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا اِمْضِ بَارَكَ اللّٰهُ (جاؤ خدا تمہارے ارادے میں برکت دے) غرض وہ شاہزادہ ایک ڈونچی لے کے فرات کی طرف چلا۔ کچھ اشقیا سدّ راہ ہوئے۔ تلوار سے سب کو دفع کیا اور وہ ظرفِ آب پانی سے بھر کر خدمت امام میں لائے اور کہا پانی حاضر ہے علی اصغرؑ کو پلائیے اور جو بچ رہے۔ وہ میرے بدن پر چھڑک دیجئے کہ میں بھی پیاس سے نہایت بے چین ہوں۔ حرارتِ آفتاب سے سلاحِ جنگ سب گرم ہو گئے ہیں حضرتؑ یہ سن کر رو دئے۔ پھر شیرخوار کو زانو پہ بٹھا کے چاہا پانی پلائیں۔ ڈونچی قریب منہ کے لے گئے تھے کہ اُس نے پانی کی خنکی پا کے آنکھیں کھول دیں۔ پینے کا ارادہ کیا تھا کہ ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیر زہر آلودہ آ کے لگا کہ حلقِ نازک سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ باپ کی گود میں مرگیا۔ فَبَكَى الْحُسَيْنُ وَرَمَى الرَّكْوَةَ مِنْ يَدِهٖ ہ اب میں صاحبان اولاد سے پوچھتا ہوں کہ جس باپ کی گود میں یہ حادثہ گزرے وہ کیا کرے۔ اُس کا اپنے دل پر قابو کیونکر رہے۔ حضرتؑ نے اُس ظرفِ آب کو خاک پر پھینک دیا اور بے اختیار ڈاڑھیں مار کر رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلَى الْقَوْمِ قَتَلُوْا اَشْبَهَ الْخَلْقِ بِنَبِیِّكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (خداوندا تو دیکھتا ہے کہ اس قوم نے میرے ایسے شش ماہے پیارے بچے کو ہلاک کیا جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا) پھر جناب علی اصغرؑ کا خون لے کے آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ کوئی قطرہ اُس خونِ ناحق کا زمین پر نہ گرا۔ بعد اس کے تلوار کے نیام سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اُس ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا۔

لــه میرے نزدیک یہ روایت غیر مشہور اور غ

لاش علی اصغر کو دفن کر دینے کی وجہیں

مومنین سب کی لاشیں تو حضرتؑ قتل گاہ سے خیمہ میں اٹھا لائے مگر علی اصغر کی لاش خیمہ گاہ کو نہ لائے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جناب امام حسینؑ علیؑ اصغر کو ربابؑ سے یہ فرما کر لائے تھے کہ تمہارے فرزند کو پانی پلا کے لے آتا ہوں۔ اب حضرتؑ کو غیرت معلوم ہوئی کہ ابھی تو پانی پلانے دیا تھا اور ابھی اُس کی لاش لے جا کے اُس کی ماں کو دُوں۔ اب یہ پُوچھئے کہ جناب امام حسینؑ نے کسی اور کی لاش دفن نہ کی سوا علی اصغرؑ کی لاش کیوں دفن کر دی۔ اس کی کئی وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرتؑ کو خیال ہوا کہ اور لوگ جو مارے گئے وہ میدانِ جہاد میں مخالفین سے لڑتے تھے یہ بچہ تو کسی سے لڑنے نہ آیا تھا۔ محض بے قصور ذبح کیا گیا ہے۔ اگر اس کی لاش زمین پر زیرِ آسمان پڑی رہے گی تو عجب نہیں کہ ملائکہ میں اضطراب پیدا ہو اور اُس کی وجہ سے دریائے غضب الٰہی جوش میں آجائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمین کربلا شدت سے گرم ہو رہی تھی۔ حضرتؑ کو گوارا نہ ہوا کہ ننھی سی لاش کو جو مثل پھول کے نازک تھی اُس جلتی زمین پر شدتِ آفتاب میں رکھ دیں۔ تیسرے شاید جناب امام حسینؑ نے خیال کیا ہو کہ جب بعد شہادت ہمارے اہلبیتؑ لٹ کر مقتل میں آگئے تو اس لاش کو دیکھ کر نہایت بیقرار ہوں گے۔ خصوصاً مادرِ علیؑ اصغر اپنے بچہ کی لاش دیکھ کر عجب نہیں سر و سینہ پیٹتے پیٹتے ہلاک ہو جائیں۔ چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اگر حضرت دفن نہ کرتے تو اشقیاء اُس بچے کا بھی سر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھاتے۔ اس خیال سے بھی حضرتؑ نے دفن کر دیا۔ پانچویں وجہ یہ بھی سن لیجئے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ عجب وجہ عرض کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کو تاب نہ رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت کو خوب معلوم تھا کہ بعد شہادت کے ملاعین لاشہائے شہداء پر گھوڑے دوڑائیں گے۔ اگر اس بچہ کی لاش زمین پر پڑی رہی تو یہ کیونکر متحمل ہو سکے گا۔ اس پامالی میں ننھی سی لاش ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ غالباً ان ہی وجوہ سے حضرت نے سپرد خاک فرما دیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

مجلس بست و ششم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ الۡحَمِیۡدُ فِیۡ کِتَابِہِ الۡمَجِیۡدِ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ۝ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے بہ تحقیق کہ خداوند عالم تم لوگوں کو عدل اور احسان کرنے کا اور ذوی القربیٰ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور فحشاء اور منکر اور بغاوت سے منع فرماتا ہے۔ خدا تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو) یہ وہ آیت ہے کہ اس سے بڑھ کے وعظ کے لئے جامع اوامر و نواہی تمام قرآن میں اور کوئی آیت نہیں ہے۔ اس آیت کی چند باتیں قابل بیان ہیں۔ ایک تو تعریف عدل، دوسرے فرق درمیان عدل و احسان اور فحشاء و منکر و بغی کے۔ تیسرے عدل خداوند عالم کا بیان۔ پس جاننا چاہیئے کہ عدل کے معنی وَضۡعُ الشَّیۡءِ فِیۡ مَحَلِّہٖ کے ہیں۔ یعنی ہر چیز بجا ہو کوئی کام بیجا نہ ہو۔ اور فرق درمیان عدل و احسان کے یہ ہے کہ عدل تو انصاف کرنا ہے درمیان خلائق کے جس میں کسی قسم کی کجی اور اختلاف نہ ہو۔ اور احسان کسی کے ساتھ نیکی کرنا ہے بغیر عوض کے۔ خواہ اعضاء سے ہو یا مال سے یا اقوال سے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عدل افعال میں ہوتا ہے اور احسان اقوال میں۔ پس انسان جو کام کرے عدل کے ساتھ اور جوبات کہے حسن و خوبی کے ساتھ اور بعضوں نے کہا ہے کہ عدل یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ انصاف کرے اور اپنے واسطے انصاف کا خواہاں نہ ہو۔ اور فرق درمیان فحشاء اور منکر اور بغی کے یہ ہے کہ فحشاء وہ ہے کہ انسان کوئی برائی لوگوں سے چھپا کر کرے اور منکر وہ ہے کہ لوگوں کے سامنے کرے جسے دیکھ کر لوگ انکار اور نفرت کریں۔ اور بغی وہ ہے جو غیر کے ساتھ دشمنی یا ظلم کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ فحشاء زنا ہے اور منکر وہ ہے جس کا شریعت انکار کرے اور بغی ظلم و آزار ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عدل وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں برابر ہوں اور احسان وہ ہے جس کا باطن ظاہر سے اچھا ہو اور فحشاء و منکر وہ ہے جس کا ظاہر اچھا ہو باطن خراب ہو۔ بہرکیف خداوند عالم عادل ہے۔ اس کا عدل ہمارے اصول ایمان سے ہے۔ جو کام اس کا ہے عین عدل ہے۔ اگرچہ ہماری عقل اس کی خوبی کو نہ پہچان سکے۔ پس کوئی یہ نہیں کہہ

سکتا کہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو عبادت کی تکلیف کیوں دی ہے؟ بہت سے امور کو مثل نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کے واجب کیوں کیا ہے۔ اور بہت سی چیزوں سے مثل زنا و کبر و شرب خمر اور خیانت وغیرہ کے منع کیوں کیا ہے؟ اس لئے کہ تکلیف عباد مستحسن ہے۔

دلائل استحسان تکلیف

اس استحسان تکلیف کی عقلی دلیل کئی طرح سے ہے۔ اوّل یہ ہے کہ اس میں تعریض ثواب ہے اور تحذیر عقاب، اور رضائے ربُّ الارباب اور تہذیب اخلاق و آداب اور یہ تکلیف جو خدا نے اپنے بندوں کو دی ہے۔ اُس کا نفع کچھ خدا کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ وہ غنی بالذّات ہے۔ بلکہ خود بندوں کو نفع پہنچتا ہے۔ جیسا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا کمال تفضل و احسان ہے کہ فرائض کو اپنے بندوں پر واجب کیا۔ کچھ اس غرض سے نہیں کہ حق تعالےٰ اُن کی عبادت کا محتاج تھا۔ بلکہ مصلحت و حکمت اس میں یہ ہے کہ اچھے اور بُرے میں فرق ہو جائے۔ لوگوں کے حالات کی آزمائش ہو اور رحمت پروردگار کے اشتیاق میں ایک دوسرے پر سبقت کریں اور بسبب اس کے اُن کے رُتبے متفاضل ہوں۔ اور اُن کے درجے تقرب میں دوسروں سے بڑھے رہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ الغرض یہ عین حکمت و عدالت ہے کہ جس کا جیسا مرتبہ ہو جیسے کام ہوں ویسا اُس کو عوض ملے اور بغیر اس کے لحاظ کے اچھے اور بُرے سب کو بہشت دے دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کو اور ایک ادنےٰ شخص کو ایک جگہ بٹھا دینا۔ ؎

نکوئی با بداں کردن چناں است　　　　کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

دوسری دلیل استحسان تکلیف کی یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ یعنی معاملات دنیا میں اور زندگی کے بسر کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ پس اگر تکلیف خدا نہ ہوتی تو کوئی شخص کسی بات سے نہ ڈرتا۔ کیونکہ مواخذہ دنیا و آخرت کا خوف تو ہوتا ہی نہیں۔ لامحالہ معاملات دنیا میں ایک دوسرے کو قتل کرتا۔ کسی پر ظلم کرتا۔ کسی کا کوئی مال چھین لیتا۔ کسی کی عورت کے ساتھ کوئی زنا کرتا۔ یہ سب امور باعث فتنہ و فساد ہوتے۔ اور انتظام دُنیا میں خلل پڑ جاتا۔ اسی واسطے خدا نے تکلیف دی اور ڈرایا کہ اگر بُرے کام کرو گے تو تم کو جہنم میں لے جائیں گے۔ اگر اچھے کام کرو گے تو بہشت میں پہنچائیں گے۔ یہی باعث ہے کہ ہر ملّت کے لوگ خدا کا خوف کرتے ہیں

اور اسی سبب سے اکثر لوگ ظلم نہیں کرتے۔ کسی کا مال غضب نہیں کرتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حق تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیوں کیا۔ کس واسطے اُن کو کتم عدم میں نہ رہنے دیا کہ حفظ نظام کے لئے یہ تکلیف ہی نہ ہوتی تو ہم کہیں گے کہ اس میں شک نہیں کہ ایجاد و آفرینش انسان خود انسان پر احسان ہے اور بعد ایجاد کے اعضاء و جوارح و عقل و ادراک عطا کرنا احسان علی الاحسان ہے۔ اور بعد ازاں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دینا یہ احسان علی الاحسان ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایسا جواد وہ جس کی ذات منعم حقیقی و مبداء فیض و قدیم الاحسان ہے بخل کرتا۔ اور جن اشیاء کے پیدا کرنے میں اس قدر مصالح و منافع ہیں۔ اُن کو پیدا نہ کرتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خداوند عالم نے بغیر کسی تکلیف کے اپنے بندوں کو کیوں نہ ثواب عنایت فرمایا تو ہم کہیں گے کہ اگر بغیر تکلیف کے ثواب عطا کرتا تو وہ تبرع و احسان ہوتا اور کسی کے ساتھ بغیر کام کے احسان کرنا اور اُس کے ساتھ سلوک کرنا اس کے لئے ایسا موجب اعزاز نہیں ہے جیسا کہ کچھ کام لے کے اور اُس کو مستحق بنا کے اُس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے۔ پس یہ عین اُس کی عدالت و کریمی ہے کہ ہم کو اس طرح ثواب عطا کیا جو کمال تعظیم پر تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خداوند عالم کے جتنے افعال ہیں وہ سب قرین مصلحت و عین عدالت ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل ان کی مصلحتوں کو فی الفور دریافت نہ کر سکے۔

روایت حسینؓ بن روح

احتجاج اور علل الشرائع میں محمد بن ابراہیم سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حسین بن روح کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے عرض کی مجھے ایک سوال کرنا ہے۔ جناب حسین بن روح نے فرمایا کہ وہ سوال کیا ہے؟ اُس نے کہا یہ بتلایئے کہ حضرت امام حسینؑ ولی خدا تھے یا نہیں؟ فرمایا ہاں تھے۔ اس نے کہا پھر کیا وجہ ہے۔ کہ خدا نے اپنے دشمنوں کو اپنے دوست پر مسلط کر دیا کہ وہ اُن کو بھوکا پیاسا شہید کریں۔ جناب حسین بن روح نے فرمایا کہ مجھ سے اس کا جواب سُن اور سمجھ کہ خداوند عالم کسی سے بلا واسطہ کلام نہیں کرتا بلکہ اُن ہی لوگوں میں سے ایک شخص کو نبی یا رسول بنا دیتا۔ تاکہ اُن کے دل اس کی جانب مائل ہوں۔ جب اُن ہی لوگوں میں سے کوئی نبی اُن کے پاس آیا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم میں اور آپ میں فرق کیا ہے۔ جس طرح ہم کھاتے پیتے ہیں آپ بھی کھاتے پیتے ہیں۔ جس طرح ہم راستہ چلتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی راستہ چلتے ہیں۔ اُس وقت حق تعالیٰ نے ہر نبی کو جداگانہ معجزہ عنایت فرمایا کہ پھر کسی کو جائے کلام نہ رہے۔ کسی کو طوفان کا معجزہ دیا۔ کسی کے واسطے ناقہ معجزہ

ہوا۔ کسی نبی پر آگ سرد ہو گئی۔ کسی کے واسطے دریا شگافتہ ہو گیا۔ کسی کے لئے عصائے خشک کو اژدہا بنا دیا۔ کسی کو یہ معجزہ عطا ہوا کہ وہ کورِ مادرزاد کو اور مبروص و مجذوم کو اچھا کرتے تھے۔ مُردے کو زندہ کرتے اور کسی کو معجزہ شق القمر عطا ہوا۔ بہائم نے سنگریزوں نے اُن سے کلام کیا۔ پس جبکہ انبیاء سے ایسے ایسے معجزات ظاہر ہوئے تو حکمت و مصلحت خدا اس کی مقتضی ہوئی کہ باوصف ان معجزات کے انبیاء کو ایک وقت میں غالب اور دوسرے وقت میں مغلوب، ایک حالت میں قاہر اور دوسری حالت میں مقہور۔ ایک زمانہ میں قوی اور دوسرے زمانہ میں ضعیف و ناچار گردانے۔ اگر ہر حال میں غالب ہی رکھتا اور وہ قتل اور لوگوں کے مُبتلا تے بلا و محن نہ ہوتے تو لوگ خود ان کی پرستش کرنے لگتے اور اُن کی خدائی کے قائل ہو جاتے۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے اُن کی حالت کو قتل اور لوگوں کے قرار دیا تاکہ محنت و بلا میں صبر کریں۔ عافیت و غلبہ میں شکر خدا بجا لائیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ بھی مثل اور بندگانِ خدا کے مخلوقِ خدا ہیں۔ عدالت کے معنی و مطلب کو میں بیان کر چکا۔ اب احسان کو بیان کرتا ہوں ؛

احسان جناب امیر باضعیفہ

احسان کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ بغیر عوض کے نیکی کرنا۔ خواہ اعضاء سے ہو یا مال سے یا اقوال سے۔ اور میں اس وقت فقط دو احسانوں کو بیان کرتا ہوں۔ ایک احسان جناب امیرؑ کا دوسرا جناب امام حسینؑ کا۔ جناب امیرؑ کا احسان تو عام تھا۔ مگر میں اس وقت وہ احسان بیان کرتا ہوں جو اُن حضرتؑ نے ایک ضعیفہ کے ساتھ کیا تھا۔ صاحب بحار الانوار لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن جناب علی مرتضےٰ چلے آ رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک زنِ مومنہ کو دیکھا کہ پانی کی مشک بھرے ہوئے دوش پر رکھے خستہ حال چلی جاتی ہے۔ جناب امیرؑ کو اس پر رحم آیا۔ اور اس کے پاس جا کر فرمایا۔ اے کنیز خدا تو تھک گئی ہے۔ یہ مشک مجھ کو دے دے۔ میں اسے تیرے گھر تک پہنچا دوں۔ وہ مومنہ جناب امیرؑ کا نام تو سنتی تھی۔ مگر صورت نہ پہچانتی تھی۔ اس نے اپنی مشک حضرتؑ کو دے دی اور حضرتؑ اُسے خوشی خوشی دوشِ مبارک پر اٹھا کر لے چلے۔ یہاں تک کہ اُس کے گھر تک پہنچا دی۔ پھر اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور تیری معاش کیونکر گذرتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میرے شوہر کو علی ابن ابی طالب نے جہاد پر بھیجا تھا۔ وہ مارا گیا۔ کئی یتیم ننھے ننھے بچے میرے پاس ہیں۔ محنت و مشقت و آب کشی کرتی ہوں جس قدر میسر آتا ہے اس میں بہزار مشقت و مصیبت اُن کی پرورش کرتی ہوں۔ جناب امیرؑ نے جب یہ حال

سُنا تو بہت افسردہ خاطر ہوئے۔ جب گھر تشریف لائے مارے رنج و اضطراب کے رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح کو اُس کے واسطے اناج اور گوشت چادر میں باندھ کر پشتِ مبارک پر رکھ کر لے چلے راہ میں ایک صاحب اصحاب میں سے ملے اور عرض کرنے لگے یا مولا یہ زنبیل مجھے دیجئے کہ میں اُٹھا کر ہمراہ لے چلوں۔ فرمایا آج دنیا میں تم نے یہ بوجھ بٹا لیا تو کل قیامت کے دن میرا بوجھ کون اُٹھائے گا۔ یہ فرماتے ہوئے مومنہ کے دروازے پر آئے اور آواز دی۔ اُس نے کہا تو کون ہے؟ فرمایا میں وہی بندۂ خدا ہوں جو کل تیری مشک پہنچا گیا تھا۔ وہ بولی خدا تجھ سے راضی ہو اور تجھ پر اپنا کرم و لطف کرے اور میرے اور علی کے درمیان انصاف کرے حضرتؑ یہ سُن کر چپ رہے۔ غرض جب دروازہ کھلا تو حضرتؑ گھر میں گئے اور وہ سامان اُس کے روبرو رکھدیا اور فرمایا میں ایک بندۂ خدا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ کچھ کارِ ثواب کروں یا تو کھانا پکا اور میں بچوں کو بہلاؤں یا تو بچوں کو بہلا اور میں کھانا تیار کروں۔ وہ بولی میں کھانا تیار کرتی ہوں اور تو میرے اطفال کو بہلا۔ یہ کہکر وہ عورت خمیر میں مصروف ہوئی اور آپ نے گوشت چڑھا دیا۔ اور بچوں کو بہلانے لگے اور اُن کے مُنہ میں گوشت و خرما دیتے تھے۔ اور جب کسی کو کچھ دیتے تھے تو فرماتے تھے اے بچے علیؑ کو بخش دے کہ علی نے تیرے حسبِ منشا تیری خبر نہ لی۔ جب وہ عورت خمیر سے فارغ ہوئی پکاری۔ اے بندۂ خدا! جلد تنور روشن کر۔ حضرت فوراً اُٹھے اور تنور میں آگ سُلگا دی۔ جب تنور کا شعلہ بھڑکا اور اُس کی گرمی سے حضرت کو ایذا پہنچی تو فرمانے لگے ذُقْ یَا عَلِیُّ هٰذَا جَزَاءُ مَنْ ضَيَّعَ الْأَرَامِلَ وَالْيَتَامٰى (اے علی اس حرارت آتش کا مزا چکھ کہ اُس شخص کی جو رانڈوں اور یتیموں کی خبر نہ لے اور اُن کو ضائع و برباد کرے یہی جزا ہے) ناگاہ ایک عورت جو حضرتؑ کو پہچانتی تھی گھر میں آئی اور متعجب ہو کر اُس عورت سے کہنے لگی۔ افسوس ہے تجھ پر اے بے ادب یہ تو امیر المومنینؑ ہیں تو ان سے کام لیتی ہے۔ جب اُس عورت نے سُنا کہ یہ جناب امیرؑ ہیں جلد شرما کر عفو تقصیر چاہنے لگی۔ عرض کرتی تھی وَاحَيَائِىْ مِنْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ہائے شرمندہ ہوئی آپ سے اور خجالت کھینچی آپ سے اے امیر المومنینؑ۔ میں نے آپ کی عزت و توقیر کو نہ پہچانا۔ ہائے مجھ سے کیا ترک ادب ہوا کہ میں نے اپنے آقا سے کام لیا۔ منقول ہے کہ اس وقت جناب امیرؑ نے خود حیا سے کرم فرمائی اور ارشاد فرمایا بَلْ أَحْيَائِىْ مِنْكِ يَا أَمَةَ اللّٰهِ فِيْمَا قَصَّرْتُ فِىْ أَمْرِكِ (اے

کنیز خدا تو کیوں شرمندہ ہوتی ہے۔ میں خود تجھ سے شرمندہ ہُوں کہ میں نے تیرے حق میں تقصیر کی اور تیرے یتیموں کی خبر دیر میں لی)۔

احسان جناب امام حسینؑ با اہل کوفہ

اب دوسرا احسان اپنے آقا مظلومِ کربلا کا بھی سُن لیجئے۔ اگرچہ حضرتؑ نے بہت لوگوں کے ساتھ احسان کیا ہے۔ مگر اس وقت خاص اُس احسان کو جو کوفیوں کے ساتھ حضرتؑ نے فرمایا عرض کرتا ہوں۔ لکھا ہے کہ جب حُرؑ نے حضرتؑ کو راہ میں روکا اور مزاحم ہوا وہ وقت دوپہر کا تھا۔ لشکر حُرؑ میں سے کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ سب کے سب پیاس سے بیچین تھے۔ گھوڑے بھی بہ شدت پیاسے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ بے چین ہو گئے۔ اپنے نوجوانوںؑ سے فرمایا انہیں اور ان کے گھوڑوں کو اچھی طرح سیراب کرو۔ یہ سُن کر وہ سب بزرگوار پانی پلانے میں منہمک ہو گئے۔ اور حضرتؑ کا حکم بجالاتے۔ یہاں تک کہ طاس پانی سے بھر کر اہل کوفہ کے گھوڑے کے آگے لے جاتے تھے۔ جب وہ تین یا چار یا پانچ دفعہ پی لیتا تھا تب اُس کے آگے سے دوسرے کے آگے لے جاتے تھے۔

روایت سیرابی علی بن طعّان

علی بن طعّان محاربی کہتا ہے کہ میں بھی لشکر حُرؑ میں تھا۔ مگر پیچھے رہ گیا تھا۔ جب لشکر حُرؑ سیراب ہو چکا میں اُس کے بعد پہنچا۔ جناب امام حسینؑ نے جب میری اور میرے گھوڑے کی پیاس دیکھی تو مجھ سے فرمایا اَنِخِ الرَّاوِیَۃَ یعنی اُس اونٹ کو جس پر پانی کی مشک ہے۔ بٹھالے۔ چونکہ راویہ میری زبان میں مشکِ آب کو کہتے تھے اور حضرتؑ نے زبانِ حجاز میں راویہ چونکہ شترِ آب کش کو فرمایا تھا اس لئے میں نہ سمجھا کہ مُراد حضرتؑ کی کیا ہے۔ اُس وقت آپ نے شفقت سے فرمایا یَابْنَ الْاَخِ اَنِخِ الْجَمَلَ اے پسر برادر اونٹ کو بٹھا لے۔ یہ سُن کر میں نے اونٹ کو بٹھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اس مشک سے پانی پی لے۔ میں نے جو دہانہ مشک کا کھولا تو پانی اُس سے اس طرح گرنے لگا کہ میں اچھی طرح پی نہ سکتا تھا۔ جناب امام حسینؑ نے فرمایا اَخْنِثِ السِّقَآءَ۔ اس مشک کے مُنہ کو پھیر دے میں ایسا پیاس سے بدحواس تھا کہ کچھ نہ سمجھا۔ اُس وقت وہ حضرتؑ خود اُٹھے اور مشک کا دہانہ اپنے دستِ مبارک سے پھیر دیا۔ اور میں پانی پینے لگا۔ یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گیا اور اپنے گھوڑے کو بھی سیراب

ح کتب مقاتل میں ہے کہ پانی پلانے والوں کی قیادت حضرت عباس نے کی (ذکر العباس)

کیا۔ مومنین حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کیا احسان کا عوض سوائے احسان کے کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اس احسان کے عوض اُن کوفیوں نے جناب امام حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے

از آبِ ہم مضائقہ کردند کوفیاں | خوش داشتند حرمتِ مہمان کربلا
بودند دام و دَد ہمہ سیراب دمی مکید | خاتم ز قحطِ آب سلیمان کربلا

مومنین حضرتؑ جو پیاس میں انگوٹھی چوستے تھے۔ اُس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ حضرتؑ کا دل گوارا نہ کرتا تھا کہ اُن لوگوں سے سوال آب کریں۔ اور ایک قطرۂ آب کے بھی احسانمند ہوں۔ اس لئے تدبیر عاقلانہ تسکین کی کرتے تھے۔ کبھی انگوٹھی چوستے تھے کہ چاندی طبعاً مُسکّن عطش ہے۔ کبھی سیب سونگھتے تھے کہ اُس سے بھی پیاس میں تسکین ہوا کرتی ہے۔ مگر مومنین کہیں پوری پوری تسکین اُس پیاس میں بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے سببِ تسکین تو دو ہوں اور اسبابِ زیادتی عطش سینکڑوں ہوں۔ جیسے حرارتِ آفتاب و حرارتِ زمین، سلاح کا گرم ہونا، خیمہ کے گرد آگ کا روشن ہونا، کثرتِ گریہ، کثرتِ تعب و مشقّت ہے

کبھی لاش اٹھائی۔ کبھی رو دیئے | اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے

اس کے علاوہ زخمی ہونا، بدن سے خون کا نکل جانا بھی پیاس کو زیادہ کرتا ہے۔ اور زخمی بھی حضرتؑ جیسا زخمی ہے

روایت است کہ بر پیکرِ شہ ذی جود | ہزار و نہ صد و پنجاہ و یک جراحت بود

زخمی کو پیاس زیادہ ہونے کی وجہ

مومنین زخمی کو پیاس اس وجہ سے زیادہ ہوتی ہے کہ جب خون بکثرت نکل جاتا ہے تو اعضاء اور قویٰ میں ضعف طاری ہوتا ہے خشکی پیدا ہوتی ہے اور نفس کی آمد و شد جس سے قلب کو نفع پہنچتا ہے اُس میں کمی آ جاتی ہے۔ ایک تو قلب کا مزاج خود حار دوسرے ترویح قلب کے کم ہونے سے اور بھی حرارت بڑھتی ہے۔ اور حرارت و یبوست کے دفع کرنے کے لئے طبیعت جو مدبّر بدن ہے بارد و رطب چیز کی تلاش کرتی ہے اور بھی پانی کا مزاج ہے اسی وجہ سے جس قدر یبوست و حرارت بڑھتی جاتی ہے۔ پانی کی خواہش زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی کا نام پیاس ہے۔ مظلوم کربلا سے بڑھ کے کون زیادہ زخمی ہوگا۔ پھر ایسے زخمی کی پیاس کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ پیاس کے صدمے اٹھاتے اٹھاتے

حضرت کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ آخر کہاں تک تحمل کرتے۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب میں زندہ نہ بچوں گا۔ اس وقت آپ نے دشمنوں سے پانی طلب کیا

حضرت کا تین مرتبہ پانی طلب کرنا

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تین مرتبہ اوقات مختلفہ میں حضرتؑ نے اپنے واسطے پانی مانگا ہے ایک تو جب گھوڑے پر سوار مقابلِ اعداء کھڑے تھے اور اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ تو اس وقت اتمام حجت کے لیے ہر شخص کو مخاطب کر کے فرمایا اِسْقُوْنِیْ شَرْبَۃً مِّنَ الْمَاءِ فَقَدْ تَفَتَّتْ کَبِدِیْ مِنَ الظَّمَاءِ (مجھے تھوڑا پانی پلا دو کہ کلیجہ میرا شدت تشنگی سے پاش پاش ہو رہا ہے)

لوگوں کا مریض کو حالتِ احتضار میں پانی پلانا

دوسرے ایسے وقت میں پانی طلب کیا ہے۔ جب حضرتؑ زخموں سے چُور چُور ہو کر گرم ریت پر پڑے ہوئے تھے۔ حالت احتضار کی تھی ایسے وقت میں عام دستور ہے کہ دوست و عزیز و اقارب سب جمع ہو جاتے ہیں۔ اس خیال سے کہ امر نزع بڑا عظیم امر ہے اور کشاکش روح بہت سخت مرحلہ ہے جس سے مریض کو تعب اور حرارت و اضطراب زیادہ ہو جاتا ہے اختلاج قلب بڑھ جاتا ہے۔ پیاس غالب ہو جاتی ہے۔ جب لوگ مریض کی یہ حالت دیکھتے ہیں تو بغیر طلب کے خود سے پانی پلایا کرتے ہیں۔ بلکہ اگر اس میں پانی پینے کی قوت نہیں رہتی تو چمچے یا کپڑا بھگو کے اس کے منہ میں پانی ٹپکایا کرتے ہیں۔ تاکہ شدت نزع سے جو اس کا حلق خشک ہو گیا ہے وہ تر ہو جائے اور گونہ تسکین پائے۔ جناب امام حسینؑ پر یہ سب حالتیں گزر گئیں۔ مگر کسی نے ایک قطرہ پانی کا حلق میں نہ ٹپکایا۔ تیسری دفعہ حضرتؑ نے آخر وقت شمر سے پانی طلب کیا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب شمر سینۂ اقدس پر بہ قصد ذبح سوار ہوا تو آپ نے غش سے آنکھیں کھول دیں۔ اور فرمایا یَاھٰذَا مَنْ اَنْتَ (اے شخص تو کون ہے جو مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا وہ شقی شمر لعین ہے۔ اس وقت فرمایا۔ یا شِمْرُ اِنْ کَانَ لَا بُدَّ لَکَ مِنْ قَتْلِیْ فَاسْقِنِیْ شَرْبَۃً مِّنَ الْمَاءِ (اے شمر تجھے اگر میرا قتل ہی منظور ہے تو مجھے تھوڑا پانی پلا دے کہ میرا حلق مارے پیاس کے خشک ہو رہا ہے۔ شمر نے کہا اے حسینؑ میں تم کو ایک قطرہ پانی کا نہ دوں گا۔ اور پیاسا ہی ذبح کروں گا۔ مومنین جب ان سوالوں میں سے کوئی بھی سوال حضرت کا پورا نہ ہوا اور حضرت

پانی کے ملنے سے مایوس ہوئے تو اس وقت آپ کے آقا نے آپ لوگوں کو یاد کیا ہے: مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِيْ (اے میرے شیعو! تم جب آب سرد وشیریں پیو تو میری پیاس کو بھی یاد کر لینا) کہ مجھے ظالموں نے مرتے دم تک ایک قطرہ پانی کا نہ دیا اور پیاسا ہی ذبح کیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس بست وہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝

مفسرین نے اس آیہ کا سبب نزول یہ لکھا ہے کہ ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی جناب پیغمبر خداؐ کے پاس کہیں سے لے آیا اور ہاتھ پر رکھ کر اس کو مل ڈالا وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر کہنے لگا اے محمدؐ تم کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ قیامت میں اسی کو زندہ کرے گا! حضرتؐ نے فرمایا۔ البتہ خدا تعالیٰ تجھ کو بھی زندہ کرے گا اور جہنم میں ڈال دے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے واسطے وہ شخص ضرب المثل لایا اور اپنی خلقت کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ اس ہڈی کو جو بوسیدہ ہے کون زندہ کر سکتا ہے۔ اے رسول کہہ دو کہ اُسے وہ زندہ کرے گا جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر مخلوق شے کو جانتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ آیت معاد کے بارے میں ہے جس کا اقرار کرنا ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر ہے اسی سبب سے سب اہل اسلام بلکہ کل اہل ملل معاد کے قائل ہیں۔

دلیل معاد

دلیل معاد یہ ہے کہ خداوند حکیم نے اس دنیا کو دار تکلیف ومشقت اور مزرعۂ آخرت بنایا ہے تو مقتضائے عقل یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکلیف دی تو اس کا عوض بھی خدا کو دینا ضرور ہے۔ کیونکہ اگر اس مشقت وتکلیف کا عوض نہ ملے تو اس سے خدا تعالیٰ کا ظلم لازم آتا ہے۔ حالانکہ خدا عادل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس تکلیف کا نفع کچھ خدا کو نہیں پہنچتا

کیونکہ وہ مستغنی ہے بلکہ خود بندوں کو نفع پہنچتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نفع سے نفع دنیا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لذات دنیا جو انواع مصائب و آلام روحانی و جسمانی کے ساتھ مخلوط ہیں، درحقیقت نفع نہیں ہیں۔ قطع نظر اس کے بہت سے کفار دشمن پروردگار ایسے ہیں جو کبھی نیک کام نہیں کرتے باایں ہمہ تمام عمر عیش و عشرت آرام و لذت کے ساتھ بسر کرتے ہیں کبھی اُن کو تکلیف نہیں ہوتی اور بہت سے مومنین مخلصین ایسے ہیں جو کبھی خلاف حکم خدا نہیں کرتے باایں ہمہ تمام عمر رنج و تکلیف میں فقر و فاقہ میں بسر کرتے ہیں۔ کسی قسم کی راحت اُن کو نہیں ملتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دار الجزاء نہیں ہے، دار العمل ہے اور دار الجزاء کوئی دوسرا مکان ہے کہ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کا عوض پا دے اور وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ انسان بعد مرنے کے پھر زندہ ہو اسی کو معاد کہتے ہیں۔

روایت چقماق اور پتھر کی۔

روائح القرآن میں عاصمی کی کتاب زین الفتیٰ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص ایک بوسیدہ کھوپری عثمان کے پاس لے آیا اور کہنے لگا اے خلیفہ یہ کافر کی ہڈی ہے آپ لوگ کہتے ہیں کہ کافر پر ہمیشہ عذاب ہوا کرتا ہے اور آگ میں جلا کرتا ہے۔ یہ ہڈی میرے ہاتھ پر ہے۔ مجھ کو تو کچھ حرارت محسوس نہیں ہوتی۔ عثمان سے کچھ جواب نہ بن سکا۔ جناب امیرؑ کو بلا بھیجا اور سب ماجرا بیان کیا۔ اُسی وقت حضرت نے چقماق اور پتھر طلب کیا اور اس میں سے آگ نکالی۔ پھر وہ چقماق اُس شخص کے ہاتھ میں دی اور کہا دیکھ تو سہی۔ اس میں کچھ گرمی معلوم ہوتی ہے؟ اُس نے کہا نہیں پھر اُس کے ہاتھ میں پتھر دیا اور فرمایا دیکھ تو سہی اس میں کچھ حرارت محسوس ہوتی ہے؟ اُس نے عرض کی نہیں۔ فرمایا پھر اس پتھر میں سے آگ کہاں سے نکلی۔ فرمایا سمجھ لے کہ یہی حال عذاب کفار کا ہے کہ وہ آگ میں جلتے ہیں مگر تم لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا۔

مثال عذاب اموات

دوسری مثال عذاب اموات کی یہ ہے کہ جس طرح کوئی سویا ہو اور کچھ لوگ اُس کے پاس جاگتے ہوئے موجود ہوں اور وہ شخص خواب میں دیکھتا ہو کہ انواع و اقسام کی بلا میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ایک ایسے کنوئیں میں گر پڑا ہے جس میں پانی نہیں ہے مگر حشرات الارض اُس میں بھرے ہوئے ہیں اور گرتے ہی سانپوں نے کاٹنا شروع کیا۔ بچھو ڈنک

مارنے لگے۔ اُس وقت اُس کی روح پر انتہا سے زیادہ صدمہ ہو رہا ہے اور خراب و بے چین ہو رہا ہے۔ مگر جو لوگ اُس کے پاس بیٹھے ہیں وہ کچھ نہیں جانتے کہ اس پر کیا آفت گزر رہی ہے۔

منازل آخرت

الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ یہ دُنیا گزرگاہ ہے۔ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ آخر یہاں سے دوسرے مقام پر جانا ہے جسے دارالجزاء کہتے ہیں۔ یہ سفر ایک دو منزل کا نہیں ہے۔ اس میں بہت سی منزلیں ہیں۔ ایک منزل اس عالم سے قبر تک ہے۔ دوسری منزل قبر سے برزخ تک ہے۔ تیسری منزل برزخ سے محشر تک ہے۔ چوتھی منزل حشر سے نشر تک ہے۔ پانچویں منزل موقف حساب سے میزان تک ہے۔ چھٹی منزل میزان سے پُل صراط تک ہے۔ اس کے بعد پُل صراط سے گزر کر نہ معلوم آخر منزل کہاں ہوگی۔ جہنم میں یا بہشت میں۔ خیال کیجئے اتنا بڑا سفر درپیش ہے اور زادِ راہ کچھ پاس نہیں۔ اسی کو جناب امیرؑ فرماتے ہیں آہ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ وَطُولِ الطَّرِيقِ وَبُعْدِ السَّفَرِ۔ افسوس زادِ راہ کم ہے۔ راستہ بڑا طویل ہے

شہادت اعضاء بروز قیامت

جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ جب اُن کے اعمالِ قبیحہ اُن کو دکھلائے جائیں گے تو وہ اُن سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو ان کاموں سے ایک بھی نہیں کیا ہے۔ پس وہ فرشتے جنہوں نے لکھا ہے گواہی دیں گے تب کہیں گے کہ پروردگارا یہ سب تیرے فرشتے ہیں تیری ہی گواہی دیں گے۔ تیری قسم ہم نے تو ان کاموں کو نہیں کیا۔ اُس وقت اُن کی زبانیں تو بند ہو جائیں گی۔ اور اُن کے اعضاء و جوارح گواہی دیں گے۔ کان جن حرام چیزوں کو سُنا ہے مثل غنا اور غیبت وغیرہ کے اُن کی بابت۔ آنکھیں جن اشیائے حرام کو دیکھا ہے مثل ناچ وغیرہ کے اُن کی بابت۔ ہاتھ جو حرام کام اُن سے کئے گئے ہیں جیسے چوری و قتل نفس وغیرہ اُن کی بابت گواہی دیں گے۔ پاؤں جس حرام کام میں چلے ہیں اُس کی بابت گواہی دیں گے۔ فروج جو فعل حرام اُن سے ہوا ہے۔ جیسے زنا و لواطہ و سحق وغیرہ اُس کی بابت گواہی دیں گے۔ اور یہی معنی ہیں اُس قول خدا کے حَتّٰى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جب وہ جہنم کے پاس جائیں گے تو اُن

کے کان، اُن کی آنکھیں اور اُن کے پوست جو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اُس کی بابت گواہی دیں گے۔ دیکھئے اپنے ہی اعضا اپنے دشمن ہو جائیں گے۔ اُن اعضاء میں سے جو گواہی دیں گے سب سے عمدہ عضو قلب ہے۔ جس کو خدا نے اپنا خزانہ فرمایا ہے۔ اور اُس کو صندوق بدن میں امانت رکھا ہے۔ کہیں پر اس کو عرش سے تعبیر کیا ہے۔ کہیں اُس کو اپنا گھر فرمایا ہے۔ مگر افسوس اس گھر کو بھی ہم لوگوں نے گناہوں کی وجہ سے اندھیرا کر دیا ہے۔ حدیث میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بندۂ مومن کے دل میں نورِ ایمان کا ایک سفید نقطہ ہوتا ہے۔ جب وہ گناہ کرتا ہے تو اُس سفیدی کی جگہ پر سیاہی آتی جاتی ہے۔ اگر توبہ کر لی تو سیاہی جاتی رہتی ہے نہیں تو رفتہ رفتہ وہ سیاہی تمام سفیدی کو گھیر لیتی ہے۔ پھر کوئی نیک کام اُس سے نہیں ہوتا۔ پس ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے قلب کو نورانی رکھے کیونکہ قلب سب اعضاء میں بمنزلہ بادشاہ ہے۔ جب بادشاہ کی حالت درست ہو گی تو سب رعایا کی حالت بھی درست ہو گی۔ جب قلب پاک وصاف رہے گا تو سب اعضاء بھی گناہوں سے بچے رہیں گے۔ اور قیامت کے روز اُن کی گواہی کی نوبت نہ آئے گی۔ قلب مخزنِ علوم و معدنِ فنون مجمع اخلاق حسنہ و منبع صفات فاضلہ ہے۔ کل محاسنِ اخلاق مثل عفت و عصمت و وفا و مروت و امانت و دیانت و حیا و غیرت سب اسی قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر میں ہر ایک کو بہ تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہو جائے گا۔ اس وقت میں فقط غیرت کو بیان کرتا ہوں۔

بیان غیرت واقسام آں

حدیث میں ہے اِذَا لَمْ یَغِرِ الرَّجُلُ فَھُوَ مَنْکُوْسُ الْقَلْبِ (یعنی جس شخص کے دل میں غیرت نہ ہو تو اُس کو سمجھو کہ اُس کا قلب اُلٹا ہوا ہے) اور اس غیرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک غیرت فی الدین۔ دوسری غیرت فی الدنیا۔ غیرت فی الدین یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جہاں تک ہو سکے کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو مقتضائے دینداری یہ ہے کہ اُس کو باز رکھے اور اگر حاکمِ شرع صاحب اختیار و اقتدار ہے تو اس پر حد جاری کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے منع کرے اور وعظ و نصیحت کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اُس کو دل سے دشمن رکھے اور غیرت فی الدنیا تین قسم پر ہے۔ پہلی غیرت اپنے امثال و اقران کی نسبت سے ہوتی ہے کہ انسان جب اپنے امثال کو کسی مرتبۂ عالی پر

دیکھتا ہے تو چاہتا ہے کہ ہم بھی اس سے کسی طرح کم نہ رہیں اور وہ شخص یہ کوشش کرے کہ میں اپنے ہم جلیسوں سے مرتبہ میں قدر میں، علم میں، فضل میں بڑھا رہوں۔ اور بسا اوقات غیرت و حمیت کی وجہ سے وہ شخص اپنی مراد کو پہنچ بھی جاتا ہے۔ اور جو لوگ عالی حوصلہ اور ہمت ہوتے ہیں۔ اُن میں اس قسم کی غیرت زیادہ ہوا کرتی ہے۔ دوسرے غیرت عام خلائق کی نسبت سے ہوتی ہے یعنی کسی کی عورت کی طرف نگاہِ بد سے نہ دیکھے۔ کسی کے عیب کو نہ ڈھونڈے سب کی عورتوں کو مثل اپنی عورتوں کے سمجھے۔ تیسرے غیرت خاص اپنی ذات کی نسبت ہوتی ہے یعنی اپنی عورتوں کی نامحرم کی نگاہ سے حفاظت کرے۔ جہاں تک ہو سکے پردہ عصمت سے باہر ہونا گوارا نہ کرے۔

قصہ حضرت ایوبؑ

چنانچہ حضرت ایوبؑ کی غیرت کو ملاحظہ کیجیے۔ حضرت ایوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں تھے۔ اور ان کی بی بی رحمہ حضرت یوسفؑ کی پوتی تھیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو بہت سی نعمتیں عطا کی تھیں۔ حیات القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت ایوب سے زیادہ کے کوئی صاحب ثروت و دولت نہ تھا۔ تمام سوادِ شام اُن کے تحت و تصرف میں تھا۔ گاؤ و گوسفند و شتر و اسپ باغات و زراعت سب بے انتہا تھے۔ پانسو جوڑیاں بیلوں کی تھیں جن سے زراعت کرتے تھے۔ اور ہر دو بیلوں کے ساتھ ایک غلام معین تھا۔ اور چار سو غلام گوسفند و شتر کے شبان و ساربان تھے۔ اور ہر غلام کے ساتھ ان کے زن و فرزند بھی تھے اور خود حضرتؑ کے سات بیٹیاں اور بارہ بیٹے تھے۔ ان نعمتوں کی وجہ سے ہمیشہ شکر خدا کیا کرتے تھے۔ اور شب و روز عبادتِ خدا میں بسر کرتے تھے۔ شیطان کو جو حسد پیدا ہوا۔ کہنے لگا کہ خداوندا تو نے چونکہ ایوبؑ کو اس قدر نعمتیں عطا کی ہیں۔ اسی سبب سے وہ تیرا شکر کرتے ہیں۔ اگر یہ سب نعمتیں اُن سے لے لی جائیں تو کبھی تیرا شکر نہ کریں گے۔ آواز آئی کہ ہمارا یہ بندہ ایسا نہیں ہے۔ ہر حال میں صابر و شاکر رہے گا۔ میں تجھے امتحان کر کے دکھلائے دیتا ہوں۔ بعد اس کے جبرئیلؑ امین آئے اور کہا اے ایوبؑ حق تعالیٰ کو تمہارا امتحان منظور ہے۔ مستعد بلا رہنا حضرت ایوبؑ ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے کہ غل و شور کی آواز درِ مسجد سے آئی۔ حضرتؑ نے دیکھا کہ گوسفندوں کا چرواہا دوڑا آتا ہے۔ کہنے لگا یا نبی اللہ پہاڑ سے ایک ایسی سیل آئی کہ تمام دنبیوں کو بہا کر دریا میں لے گئی۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک ساربان

آیا اور کہنے لگا یا حضرتؑ ایک ایسی ہوا تے گرم پیدا ہوئی کہ سب کے سب اونٹ ہلاک ہو گئے۔ اتنے میں باغبان روتا ہوا آیا اور کہا اے پیغمبر خدا ایک ایسی بجلی گری کہ تمام زراعت و باغات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ حضرت ایوبؑ نے شکر خدا کیا۔ اتنے میں ایک شخص سر و سینہ پیٹتا خاک اڑاتا پہنچا۔ کہنے لگا یا نبی اللہ آپ کے گیارہ فرزند اپنے بڑے بھائی کے مکان میں بیٹھے دعوت کھا رہے تھے کہ اس گھر کی چھت بیٹھ گئی اور سب لڑکے آپ کے دب کے مر گئے۔ یہ سن کر حضرت ایوبؑ سجدے میں گئے اور شکر خدا بجا لائے۔ شیطان کہنے لگا چونکہ یہ سب بلا و آفات ان کے اپنے جسم پر نہیں پڑی ہیں اس سے تیرا شکر کرتے ہیں مجھے ان کے بدن پر مسلط کر۔ خطاب ہوا کہ ہم نے سوائے قلب و چشم و زبان اور کان کے اور اعضا پر بھی تجھے اختیار دیا۔ یہ سن کر شیطان نے حضرتؑ کی ناک میں پھونکا کہ سر سے پیر تک ایک زخم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ سب نے حضرتؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر ان کی بی بی رحمہ نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ برابر ساتھ ہی ساتھ رہیں اکثر بازار سے طعام بہم پہنچا کر لے آتی تھیں اور حضرتؑ ایوبؑ کو کھلاتی تھیں۔ حضرتؑ ایوبؑ ہر حال میں شکرِ خدا بجا لاتے تھے۔ یہاں تک کہ سات برس اسی حالت میں گزر گئے۔ ایک روز رحمہ فکر طعام کے خیال سے بازار گئیں اور قصاب سے گوشت طلب کیا۔ ان کے گیسو بڑے بڑے اور نہایت خوبصورت تھے۔ قصاب نے کہا کہ اگر اپنے گیسو کاٹ کر مجھے دو تو البتہ گوشت دوں گا۔ انہوں نے گیسو کاٹ کر دے دئیے اور گوشت لے کر جناب ایوب کے پاس آئیں۔ حضرت ایوبؑ نے جو یہ حالت دیکھی کیفیت پوچھی۔ جب رحمہ نے بیان کیا اُس وقت حضرت ایوبؑ کو ایسی غیرت معلوم ہوئی کہ عنانِ صبر ہاتھ سے جاتی رہی۔ کہنے لگے رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (خداوندا! اب میری یہ حالت ہو گئی ہے اب تو مجھ پر رحم کر) یہ معاملہ ناموس کا ہے۔ اب مجھ سے تحمل نہیں ہو سکتا اور رحمہ سے کہا اگر میں اچھا ہوا تو خدا کی قسم اس کے عوض میں تم کو سو کوڑے ماروں گا۔ جب اچھے ہوئے اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ (اے ایوبؑ تم ایک شاخ خرمے کی ایسی لو جس میں سو شاخیں ہوں اور اس سے ایک دفعہ مارو تمہاری قسم راست ہو جائے گی)

غیرت جناب امیرؑ

اب غیرت جناب امیرؑ کو ملاحظہ کیجئے۔ صاحب فوادح حسینیہ لکھتے ہیں کہ جب جناب سیدہ

کا وقت وفات قریب پہنچا۔ تو جناب امیرؑ علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ اے ابوالحسن آپ مجھ کو شب کے وقت دفن کیجئے گا۔ اور جن لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ میرے کفن و دفن میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ نہ مجھ پر نماز پڑھیں۔ جب جناب سیدہؑ نے دن میں وفات پائی تو مدینہ منورہ کے تمام مردوں اور عورتوں میں رونے پیٹنے کی آواز بلند ہوئی۔ شیخ اول و ثانی بھی آئے اور کہنے لگے اے ابوالحسن آپ ہمارے بغیر اس جنازے کی نماز نہ پڑھ لیجئے گا۔ جب رات ہوئی حضرتؑ نے عباسؓ و مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ کو بلا بھیجا اور بعد نماز کے جناب امیرؑ نے راتوں رات دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ دونوں نماز جنازہ کے خیال سے خانۂ جناب فاطمہؑ کی طرف آئے۔ مقدادؓ نے کہا کہ وہ تو رات ہی کو دفن ہو چکیں۔ اُس وقت ثانی نے اول سے کہا کہ ہم نے تم سے کہا نہیں تھا کہ یہ لوگ کبھی ہم لوگوں کو شریک نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عباسؓ نے اُس سے کہا کہ فاطمہؑ نے خود وصیت کی تھی کہ تم دونوں اُن کے جنازہ پر نماز کے واسطے نہ بلائے جاؤ۔ اُس وقت ثانی نے کہا خدا کی قسم ہم جاتے ہیں اور قبر فاطمہؑ کو کھود کر لاشہ نکالتے ہیں۔ اور اُن پر نماز پڑھتے ہیں۔ جناب امیرؑ یہ باتیں سُن رہے تھے۔ باوجودیکہ جناب امیرؑ ایسے صابر تھے کہ کیسے کیسے مظالم میں صبر کیا۔ حق خلافت غصب ہوا۔ گلے میں ریسمان ظلم بندھی۔ صبر کیا۔ گھر جلایا گیا صبر کیا۔ دروازہ گرایا گیا صبر کیا۔ مگر جب اُس نے جناب سیدہؑ کی لاش نکالنے کو کہا۔ اُس وقت حضرتؑ کو مارے غیرت کے جلال آگیا۔ فرمایا اے پسر جلشیہ! اگر تو نے ایسا کیا تو خداوند ذوالجلال کی قسم میں ابھی تلوار کھینچ کر تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ کہ تو پھر یہاں سے اپنی جگہ تک واپس نہ جا سکے گا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت کبھی جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے۔ اس سبب سے اپنے ارادے سے باز رہا۔ اور بھی غیرت جناب امیرؑ سنئے۔ جب حضرتؑ مسجد کوفہ میں انیسویں ماہ رمضان کو ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہوئے تو حسنینؑ حضرتؑ کو ایک کمل میں لٹا کر دولت سرا کی طرف لے چلے۔ سب اصحاب ساتھ تھے۔ جب حرم سرا میں پہنچے تو حضرتؑ نے امام حسنؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے نور چشم ان لوگوں سے جو ساتھ آئے ہیں کہہ دو کہ اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ غالباً مقصود یہ تھا کہ چونکہ میرے غم میں بیٹیاں زہرا کی باحال پریشان رو رہی ہیں تو مجھے گوارا نہیں ہے کہ زینبؑ و اُم کلثومؑ کی آوازیں نامحرم سُنیں۔ کیوں مومنین اُس وقت جناب امیرؑ کہاں تھے۔ جب روز عاشورا بعد شہادت امام حسینؑ ناریوں نے خیموں میں آگ لگا دی ہے تو یہی زینبؑ و اُم کلثومؑ سر برہنہ

ـــــــــــــ

علہ ابیات الامہ ڈپٹی نذیر احمد ۱۲ علہ دلائل الامامۃ ۱۲ اسد طبری للعہ

النجا

بے مقنع و چادر باہر نکل پڑیں۔ اشقیا نے اُنہیں قید کر لیا ہے

شامیاں لستند بازو زینبؑ و کلثومؑ را اے فلک آں ابتلا ایں انتہائے اہلبیتؑ

غیرت جناب امام حسینؑ

اب ذرا ہیں غیر توں کو اپنے آقا مظلوم کربلا کی بھی سُن لیجیے۔ علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ لڑتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے اور گھوڑا فرات میں ڈال دیا اُس وقت آپ نے باگ ڈھیلی کر دی اور فرمایا اَنْتَ عَطْشَانٌ وَ اَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰہِ لَا ذُقْتُ الْمَاءَ حَتّٰی تَشْرَبَ (اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں۔ مگر خدا کی قسم میں ہرگز پانی نہ پیوں گا جب تک تو نہ پی لے گا) فَلَمَّا سَمِعَ الْفَرَسُ کَلَامَ الْحُسَیْنِ شَالَ رَاسَهٗ وَلَمْ یَشْرَبْ (جب گھوڑے نے حضرتؑ کا یہ کلام سُنا سر پانی سے اٹھا لیا اور نہ پیا) مطلب یہ تھا کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آقا تو تین دن کے پیاسے ہوں اور میں اُن سے پہلے پانی پی لوں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا اچھا میں بھی پیتا ہوں تو بھی پی لے۔ یہ فرما کر چلو میں پانی اٹھایا۔ چاہا نوش فرمائیں کہ اتنے میں فوج مخالف سے ایک شخص نے پکار کر کہا اے حسینؑ تم تو یہاں پانی پیتے ہو اور وہاں فوج نے تمہارے اہل حرم کو لوٹ لیا۔ یہ سنتے ہی حضرتؑ کو ایسی غیرت معلوم ہوئی کہ چلو سے پانی پھینک دیا۔ اور دریا سے باہر نکل آئے۔ جب قریب خیمہ آئے تو دیکھا کہ سب خیمے صحیح و سالم ہیں۔ دوسرے جب حضرتؑ جہاد میں مصروف تھے۔ تو کچھ لوگ خیمۂ اہل حرمؑ اور حضرتؑ کے درمیان حائل ہو گئے۔ اُس وقت حضرتؑ نے باواز بلند فرمایا وائے ہو تم پر اے گروہ آل ابو سفیان اگر تم دین نہیں رکھتے اور نہ تم کو خوف معاد ہے تو دنیا میں شرفاء کا طریقہ اختیار کرو اور اپنے عرب ہونے کا خیال کرو۔ شمرؔ نے کہا مَا تَقُوْلُ یَا ابْنَ فَاطِمَۃَ (میں نہیں سمجھا اے فرزند فاطمہؑ کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟) فرمایا میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم سے لڑتا ہوں تم مجھ سے لڑتے ہو۔ عورتیں بے قصور ہیں تم اپنے سرکشوں کو منع کرو۔ کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے اہل حرم سے تعرض نہ کریں۔ شمرؔ نے کہا یہ ارشاد آپ کا ہمیں قبول ہے۔ بعد اُس کے اُس شقی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ حسینؑ کے اہل حرم سے تعرض نہ کرو کہ یہ کفو کریم ہیں۔ مگر خود ان کو قتل کرو۔ تیسری غیرت بھی حضرتؑ کی سُن لیجیے۔ اور اسی پر مجلس ختم ہے کہ جب حضرتؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور شمر لعین سینۂ اقدس پر سوار، خنجر ہاتھ میں لیے آمادۂ ذبح ہوا۔ اُس وقت مخدرات عصمت خیموں سے نکل آئیں اور بے تابانہ قریب شمر کے آ کے بزبان حال اس طرح کہنے لگیں۔ ستم

چہ بے رحمی است اے کافر حذارا | مرنجاں بوسہ گاہ مصطفےٰ را
نمی بینی کہ مولا ناتواں است | تہ خنجر دم نزع رواں است
بقا از بہر او تا ساعتے نیست | دریں حالت بخنجر حاجتے نیست
زصدر و سینۂ آقا فرود آ | فرود آ اے شقی زینجا فرود آ

اُس وقت آپ بسبب غیرت و حمیت خیام اہل حرم کی طرف گوشۂ چشم سے دیکھ رہے تھے۔ جیساکہ جناب صاحب العصر علیہ السلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں تُدِیْرُ طَرْفًا خفیًّا الٰی رَحْلِکَ وَبَیْتِکَ وَقَدْ شُغِلْتَ بِنَفْسِکَ عَنْ وُلْدِکَ وَاَھَالِیْکَ اے مظلوم آپ اس وقت گوشۂ چشم پھرا پھرا کے اپنے خیمے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ کی حالت خود ایسی تھی کہ اپنے اہل و عیال کی طرف توجہ ممکن نہ تھی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس بست و ہشتم ۲۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَالَ اللّٰہُ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ آدم نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے جن کے سبب سے خدا نے اُن کی توبہ قبول کی۔ بہ تحقیق کہ پروردگار عالم بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔)

تفسیر آیۂ کلمات

حضرات وہ کلمات جو حضرت آدم نے سیکھے اور جن کی وجہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی وہ کیا تھے۔ اس میں مفسّرین کے اقوال مختلف ہیں۔ احادیث اہل بیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم پر جب فضلِ خدا ہوا اور اُن کے ترکِ اولیٰ کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے ساق عرش پر اسماء جناب رسالت مآبؐ و ائمہ طاہرینؑ کو لکھا ہوا دیکھا پس جبرئیل امین نے عرض کی اے آدم آپ ان ہی کے وسیلے سے دعا اور توبہ کیجئے اور اس طرح کہیئے :-

يَا حَمِيْدُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّيَا عَالِيُ بِحَقِّ عَلِيٍّ وَّيَا فَاطِرُ بِحَقِّ فَاطِمَةَ وَيَا مُحْسِنُ بِحَقِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَمِنْكَ الْاِحْسَانُ اِلَّا تُبْتَ عَلَيَّ ۔ جب حضرت آدمؑ نے چار نام پہلے والے لئے تو اُن کا دل بشاش ہوا۔ لیکن جب پانچواں نام یعنی جناب امام حسینؑ کا نام لیا تو بے ساختہ اُن کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور دل مغموم ہو گیا۔ کہنے لگے اے جبرئیلؑ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں پانچواں نام لیتا ہوں تو میرا دل شکستہ ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا اے آدمؑ آپ کے اس فرزند پر وہ مصیبتیں پڑیں گی جن کے سامنے دُنیا کی تمام مصیبتیں پست و حقیر ہوں گی۔ آدم نے کہا اے جبرئیلؑ وہ کیا مصیبتیں ہیں؟ قَالَ يُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِيْبًا وَحِيْدًا فَرِيْدًا لَيْسَ لَهٗ نَاصِرٌ وَّلَا مُعِيْنٌ (جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کا فرزند بھوکا پیاسا بیکس و تنہا بے یار و مددگار عالم مسافرت میں قتل کیا جائے گا) اے آدمؑ اگر تم اس مظلوم کو دیکھتے تو یہی دیکھتے کہ فریاد کر رہا ہے۔ وَا عَطْشَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ (یہاں تک کہ پیاس اُس کے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح حائل ہو گئی ہے مگر کوئی اس کا جواب نہیں دیتا۔ بلکہ پانی کے عوض تلواریں مارتے ہیں۔ نیزے لگاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کا وہ فرزند مثل گوسفندِ قربانی ذبح کیا جائے گا۔ اعدا اُس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیں گے اُس کا اور اُس کے عزیز و انصار کا سر بدن سے جدا کر کے اُس کی عورتوں کو اسیر کر کے شہر بشہر اور دریا بدریا پھرائیں گے۔ اے آدمؑ مشیت ایزدی اور علم خداوندی میں اسی طرح گزرا ہے اور ضرور یُوں ہی واقع بھی ہوگا۔ یہ سُن کر آدمؑ بھی بہت روئے اور جبرئیلؑ بھی بہت روئے۔

جناب امام حسینؑ کا چار مرتبہ استغاثہ فرمانا

مومنین جب وہ زمانہ آیا جس کی خبر جبرئیلؑ امین نے حضرت آدمؑ کو دی تھی تو وہ سب امور واقع ہوئے اور روز عاشورا جب سب عزیز و انصار مارے جا چکے اور حضرتؑ بیکس و تنہا رہ گئے تو ایک ایک سے استغاثہ فرماتے تھے مگر اُن بے شمار آدمیوں میں سے جو اسلام کا دعوے کرتے تھے کوئی فریاد کو نہ پہنچتا تھا۔ لکھا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے کئی مرتبہ استغاثہ فرمایا ہے۔

لہ اے صاحبِ حمد واسطہ محمدؐ کا۔ اور اے بلند مرتبہ واسطہ علیؑ کا۔ اور اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے واسطہ فاطمہؑ کا اور اے نیکی کرنیوالے واسطہ حسنینؑ کا اور احسان تیری ہی جانب سے تو میری توبہ قبول فرمائے۔

استغاثہ اوّل

اوّل اُس وقت جب کہ دونوں لشکر باہم مقابل ہوئے اور لڑائی شروع ہوئی تو حق تعالےٰ نے نصر وظفر کو نازل فرمایا یہاں تک کہ جملہ ملائکہ بالائے سرِ حضرتؑ تا آسمان نصرت کے لئے آمادہ تھے۔ اور حق تعالےٰ نے اُن حضرت کو درمیانِ شہادت پانے اور زندہ رہنے کے مخیّر فرمایا تھا۔ مگر حضرتؑ نے ملاقاتِ خدا کو اختیار کیا اور اپنی شہادت گوارا کی۔ اور واسطے اتمام حجت کے استغاثہ فرمایا۔ اُس استغاثہ نے اصحاب کے دلوں میں اثر کیا اگرچہ سب اصحاب جاں نثاری پر کمر باندھ چکے تھے۔ مگر اس استغاثہ نے اُن کے عزم کو دوبالا کر دیا۔ بے اختیار ہو گئے۔ تلواروں کے نیاموں کو توڑ کر خندق میں پھینک دیا۔ اور اپنے آپ کو تلواروں کی باڑھوں پر، نیزوں کی نوکوں پر ڈال دیتے تھے۔ ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا اور یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں اپنے آقا پر اپنی جان نثار کروں۔

استغاثہ دوم

دوسرا استغاثہ اس وقت تھا جبکہ حضرتؑ کے تمام انصار و اصحاب و عزیز و اقربا شہید ہو چکے اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے۔ فَنَظَرَ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَلَمْ یَرَ سِوَی الْاَجْسَادِ الْمُطَهَّرَةِ عَلَی الْاَرْضِ (اس وقت حضرتؑ نے کبھی داہنے اور کبھی بائیں ملاحظہ فرمایا۔ سوائے لاشہائے شہداء کے کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا۔ دیکھا کہ وہ اصحاب جاں نثار جو ہر وقت مثل سایہ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے خاک و خون میں غلطاں زمین گرم کربلا پر اُفتادہ ہیں) وہ عزیزانِ باوفا جو حضرتؑ کے پسینے پر اپنا خون گراتے تھے۔ مثلِ گوسفندِ قربانی ذبح کئے ہوئے جا بجا پڑے ہیں۔

فَنَادٰی بَاکِیًا هَلْ مِنْ مُّجِیْرٍ
وَهَلْ لِیْ مِنْ مُّغِیْثٍ اَوْ نَصِیْرٍ

اُس وقت آپ نے اپنی تنہائی پر گریہ کیا اور فرمایا آیا کوئی ایسا ہے جو ہمیں پناہ دے آیا کوئی ایسا ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے اور ہماری مدد کرے۔ مومنین صاحب اسرار الشہادۃ آقائے دربندی لکھتے ہیں کہ حضرتؑ کے اس استغاثہ نے عجب نہیں کہ تمام شہداء میں اثر کیا ہو اور شہداء کی تمام لاشیں حرکت میں آئی ہوں اور خاک پر اُٹھی ہوں اور گر گر پڑی ہوں اور اُن کے حلق ہائے بریدہ سے آوازیں آئی ہوں کہ لبیک لبیک یا ابنِ رسول اللہ! اگر آپ بندوبست فرما دیں اور آپ اجازت دیں تو ہم لوگ دوبارہ زندہ ہو کر پھر اپنی جانیں آپ پر نثار کریں۔

استغاثہ سوم

تیسرا استغاثہ اُس وقت تھا جب کہ حضرتؑ کو دشمنوں نے گھوڑے سے زمین پر گرا دیا۔ اُس وقت بھی آپ نے فریاد کی۔ اس استغاثہ نے جناب زین العابدینؑ پر جو بیمار تھے اور غش میں پڑے ہوئے تھے اور جہاد بھی حضرتؑ پر سے ساقط تھا۔ اپنا ایسا اثر کیا کہ جب اپنے پدرِ مظلوم کے استغاثہ کی آواز سُنی تو مضطرب ہو گئے۔ باوصف بے طاقتی کے کہ تلوار بھی نہ اُٹھا سکتے تھے باہر نکل پڑے اور جانبِ میدان روانہ ہوئے۔ جناب اُمّ کلثوم پیچھے دوڑیں اور فرماتی جاتی تھیں یا بُنَیَّ ارْجِعْ (اے فرزند پھر چلو) آپ نے فرمایا اے پھوپی جان مجھے نہ روکئے چھوڑ دیجئے تاکہ میں فرزندِ رسولؐ کے سامنے جہاد کر لوں۔ امام حسینؑ نے دُور سے جو یہ کیفیت دیکھی فرمایا اے بہن روک لو ان کو۔ ایسا نہ ہو کہ نسلِ رسولؐ سے دُنیا خالی ہو جائے۔ پھر بنا بروایت اسرار الشہادۃ خود قریب آکر فرمایا اے فرزند! تم علیل ہو تم پہ سے تو جہاد ساقط ہے وَاَنْتَ الَّذِیْ تُخْرِجُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ (اے فرزند! اگر تم شہید ہو گئے تو پھر ان بیبیوں اور یتیموں کی خبر کون لے گا اور ان کو اپنے ساتھ مدینہ میں کون لے جائے گا۔ یہ سُن کر بیمارِ کربلا نے عجب کلمہ عرض کیا یَا اَبَتِ اَتُقْتَلُ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْکَ (اے بابا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آپ کے گلے پہ تو خنجر پھرایا جائے اور میں کھڑا اپنی آنکھوں سے دیکھا کروں)

استغاثہ چہارم

چوتھا استغاثہ اُس وقت تھا جب کہ حضرتؑ زخموں سے چُور چُور خاکِ گرم کربلا پہ اُفتادہ تھے۔ اُس وقت بھی آپ نے استغاثہ فرمایا ہے اور اُس آواز نے اطفالِ حرم میں اثر کیا۔ پس دو بچے خیموں سے نکلے ایک اُن میں سے جناب امام حسینؑ کی اولاد میں سے تھا جس کے دونوں کانوں میں دو گوشوارے لٹکتے تھے دوڑا جاتا تھا اور داہنے بائیں دیکھتا جاتا تھا۔ گویا اپنے باپ کو ڈھونڈتا تھا۔ جب خیامِ مطہر سے تھوڑی دُور گیا۔ ہانی بن ثبیت نے ایک ضربِ تلوار کی ایسی لگائی کہ وہ بچہ گر کے خاک پر تڑپنے لگا۔ دیکھئے مومنین شرع میں تو یہ حکم ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرو مگر ہانی شقی نے اُس کی ماں کے سامنے اس بچہ کو ذبح کر ڈالا۔ غریب ماں دیکھتی رہ گئی۔ مگر کچھ بس نہ چلا۔ کیا کرتیں صبر کر کے رہ گئیں دوسرا صاحبزادہ عبداللہ بن حسنؑ یعنی حضرت قاسمؑ کا چھوٹا بھائی تھا۔ جب اُس یتیم نے اپنے چچا کو اس حال سے دیکھا خیمہ سے نکل پڑا۔ جوں ہی جناب امام حسینؑ کی نظر پڑی آواز دی

سے بھتیجے عبداللہ کو روک لو یہاں نہ آنے دو۔ جناب زینبؑ نے چاہا منع کریں۔ مگر وہ صاحبزادہ ایسا مچلا کہ جناب زینبؑ سے چھوٹ گیا اور قتل گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب حضرتؑ کے قریب آیا بحر بن کعب ملعون کے ہاتھ میں تلوار تھی اُس نے بلند کی اور چاہا کہ جناب امام حسینؑ پر لگائے۔ عبداللہ نے کہا یَا ابْنَ الْخَبِیْثَۃِ اَتَقْتُلُ عَمِّیْ (اے پسر خبیثہ کیا کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا؟) یہ کہکر چاہا کہ وار کو اس ملعون کے روکیں۔ دیکھئے شجاعت اسے کہتے ہیں اس صاحبزادے نے بمقتضائے محبت ہاتھ اپنا امام حسینؑ پر سپر کر لیا تاکہ اپنے چچا کو بچائیں۔ جوں ہی تلوار اُس لعین کی پڑی وہ ہاتھ کٹ کر جھولنے لگا۔ چونکہ بچے مصیبت میں اپنے بزرگوں کو پکارتے ہیں کہنے لگا یَا عَمَّاہُ (اے چچا میری خبر لو۔ کہ ظالموں نے مجھے قتل کیا) حضرتؑ نے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اے فرزند جو مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اُس پر صبر کر۔ اور خدا سے جزا کی اُمید رکھ کہ خدا تجھے تیرے آبائے صالحین سے ملحق کرے گا۔ اتنے میں حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر چلہ کمان میں جوڑ کر ایسا مارا کہ وہ صاحبزادہ تڑپ کر اپنے چچا کی گودی میں راہی جنت ہوا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس بست و نہم ۲۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔

تفسیر آیۂ متشابہات

(خداوند حمید قرآن مجید میں اپنے رسولؐ سے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہارے پاس ایسا قرآن بھیجا کہ اس میں چند آیتیں ایسی ہیں جو محکم ہیں اور وہی آیتیں اصل قرآن ہیں۔ اور کچھ آیتیں ایسی ہیں جو متشابہ ہیں۔ پس جو لوگ ایسے ہیں کہ اُن کے دلوں میں کجی ہے

وہ اُس قرآن سے اُن ہی آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں۔ اور شبہ میں ڈال دیں۔ اور اس لئے کہ اپنے مطلب کے موافق اُس کی تاویل کریں اور اُن آیات متشابہات کی تاویل یعنی اصل معنی و مطلب کو سوائے خدا اور اُن لوگوں کے جو اپنے علم میں ثابت قدم ہیں اور علم اُن کا مضبوط اور یقینی ہے اور کوئی نہیں جان سکتا)

شانِ نزول

اس آیت کی شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ جب جناب رسولِ خدا نے دلائل و براہین سے عدم اُلوہیت جناب عیسٰیؑ کو ثابت کیا اور نصاریٰ قائل ہوئے تو کہنے لگے کہ آپ عیسٰیؑ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ نہیں کہتے؛ فرمایا کیوں نہیں۔ اُن سب نے کہا بس ہمارے واسطے یہی کافی ہے کہ جب وہ خدا کی رُوح ہیں تو وہ خدا بھی ہیں۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور بعض رواتیوں میں یہ ہے کہ کچھ یہودی جناب پیغمبرِ خدا کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا آپ پر الٓمّٓ نازل نہیں ہوا ہے؟ فرمایا نازل ہوا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تو ابجد کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اُمت اور اسلام کی عمر اکہتّر برس کی ہوگی۔ پھر کہنے لگے اس کے سوا اور بھی کچھ آپ پر نازل ہوا ہے۔ فرمایا آلمٓصٓ۔ وہ کہنے لگے اس حساب سے تو زمانہ ایک سو اکسٹھ برس کا ثابت ہوتا ہے۔ خیر اس کے سوا اور بھی کچھ ہے فرمایا الٓرٰ کہنے لگے اس سے تو دو سو اکہتر برس ظاہر ہوتے ہیں۔ اب ہمارے اوپر یہ بات مشتبہ ہوگئی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ قلیل مُراد ہے یا کثیر اب کیونکر ہم ایمان لائیں۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت عام ہے جتنے بے دین اور منافق ہیں یعنی جو جو آیات قرآنی کی تاویل اپنے مطلب کے موافق کرتے ہیں وہ سب اس کے حکم میں داخل ہیں۔ الحاصل اس آیت میں خدا نے خبر دی ہے کہ قرآن میں کچھ آیتیں محکم ہیں اور کچھ متشابہ ہیں۔ پس محکم وہ ہے جس کے معنی واضح اور روشن ہوں جس کے الفاظ اور معانی میں کسی طرح کا احتمال اور اشتباہ نہ ہو۔ اُس کی مثال یہ ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (بے شک اللہ بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے) اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ شَیْئًا (یقیناً اللہ ذرا بھی ظلم نہیں کرتا) اور حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (تم پر مُردار اور خون اور سُور کا گوشت حرام کر دیئے) اور حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَ بَنٰتُکُمْ وَ اَخَوٰتُکُمْ (تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں حرام کر دی گئیں) عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ قرآن میں سب

سے زیادہ محکم آیت یہ ہے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (پس جو ذرہ بھر نیکی کرے گا اُسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا اُسے دیکھ لے گا۔

معنی متشابہ

متشابہ وہ ہے کہ جس کے معنی و مطلب صاف طور سے واضح نہ ہوں۔ جیسے لفظ تو ایک ہی اور معنی اس کے متعدد ہوں اس کی مثال یہ ہے جیسے کہ خدا فرماتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا) اور اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (باوجود علم کے خدا نے اُس سے ہدایت کی توفیق سلب فرما لی) یا جیسے فتنہ کا لفظ ہے جس کے دس معنی ہیں۔ اور وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ کہیں تو عذاب کے معنی ہیں هُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (وہ آگ سے معذب کئے جائیں گے) کہیں کفر کے معنی ہیں اَلْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (کفر قتل سے بڑھ کر ہے)، کہیں محبت کے معنی ہیں۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ (سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری محبوبہ چیزیں ہیں) کہیں امتحان کے معنی ہیں اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (کیا لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کا امتحان نہ لیا جائے گا) غرض اسی طرح بہت سے الفاظ ہیں۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جن کے دل میں کجی ہے۔ وہ اس کے معنی اپنے مطلب کے موافق گھڑ لیتے ہیں۔ اور حالانکہ اس کی تاویل اور اصل معنی اور مطلب کو کوئی اور شخص سوائے خدا اور اُن لوگوں کے جو راسخون فی العلم ہیں نہیں جان سکتا۔

حدیث خاصف النعل

کتب اہل سنت[1] میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو تاویلِ قرآن پر اُسی طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے تنزیلِ قرآن پر جہاد کیا۔ یہ سُن کر ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ آیا وہ شخص میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ عمر نے عرض کی آیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ شخص وہ ہے جو اس وقت میری نعلین درست کر رہا ہے۔ اور اُس وقت جناب امیر المومنین نعلین

---

[1] ارجح المطالب

ب رسولِ خدا کو دُرست کر رہے تھے۔

مراد از راسخون فی العلم

تفسیر عیاشی اہلبیتؑ میں بتصریح وارد ہوا ہے کہ راسخون فی العلم سے مراد جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور باقی ائمہ طاہرین ہیں۔ اس لئے کہ اُن کا علم خود جناب رسولِ خدا کے علم سے ماخوذ ہے۔ اور جناب رسولِ خدا کا علم خداوندِ عالم کی طرف سے ہے۔ اور خدا فرماتا ہے بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (بلکہ قرآن آیات واضحہ ہے اُن کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے) جناب امام محمد باقرؑ و جناب امام جعفر صادقؑ و جناب امام موسیٰؑ کاظم فرماتے ہیں کہ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ہم لوگ ہیں کہ قرآن کے الفاظ و معانی سب ہمارے سینوں میں ہیں۔

جناب امیرؑ کا علم قرآن

کتب اہل سنت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا خدا کی قسم کوئی آیت قرآن میں ایسی نہیں ہے۔ میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی جو کچھ تم کو کتابِ خدا میں سے پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آیت رات کو نازل ہوئی ہے یا دن میں۔ پہاڑ پر یا زمین ہموار پرعہ۔ پھر فرمایا خدا کی قسم اگر میرے واسطے فرش بچھایا جائے اور میں اُس پر بیٹھوں تو اہلِ توریت کے لئے اُن کی توریت سے اور اہلِ زبور کے لئے اُن کی زبور سے۔ اور اہل انجیل کے لئے اُن کی انجیل سے اور اہلِ فرقان کے لئے اُن کے فرقان سے اس طرح حکم کروں کہ ہر کتاب خدا باواز بلند ندا کرے کہے کہ بار الہا بے شک علیؑ نے وہی حکم کیا ہے جو تیرا حکم مجھ میں لکھا ہوا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو فقط سورۂ حمد کو اس قدر بیان کروں کہ اگر لوگ لکھیں تو ستر اُونٹ کا بار تیار ہو

بائے بسم اللہ کی تفسیر

ینابیع المودۃ میں منقول ہے کہ ایک شب جناب امیرؑ نے تمام رات فقط بائے بسم اللہ کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور فرمایا اے ابن عباس اگر رات طولانی ہوتی تو اور بھی بیان کرتا۔ اے ابن عباس جتنے اسرار کتب سماوی میں ہیں وہ سب قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے۔ اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں

عہ تفسیر صافی و ینابیع المودۃ عہ ارجح المطالب ۱۲

ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے وَاَنَا النُّقْطَۃُ تَحْتَ الْبَآءِ اور میں وہ نقطہ ہوں جو بائے بسم اللہ کے نیچے واقع ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یہ ہیں راسخون فی العلم۔ اسی سے جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے) علم حضرتؑ کا ایسا تھا کہ عالم انوار میں جبرئیلؑ کو تعلیم فرمایا۔

جناب امیرؑ کا اُستاد، جبرئیلؑ امین ہونا

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ امین جناب پیغمبرِ خدا کے پاس بیٹھے تھے کہ امامِ دین و دنیا جناب امیرالمومنین تشریف لائے۔ جبرئیلؑ دیکھ کر تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا اے جبرئیلؑ اَتَقُوْمُ لِھٰذَا الْفَتٰی (تم اس نوجوان کی تعظیم دیتے ہو) جبرئیلؑ امین نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ پر ان کا حقِ تعلیم ہے۔ فرمایا یہ کیونکر؟ عرض کی جس وقت خدا نے مجھے پیدا کیا تو مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے؟ اور تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ میں اس کے جواب میں متحیر ہوا اور ساکت رہ گیا۔ اُس وقت میں نے اسی جوان کو عالمِ انوار میں دیکھا کہ تشریف لائے اور مجھے جواب تعلیم فرمایا اور ارشاد کیا کہ کہو اَنْتَ الرَّبُّ الْجَلِیْلُ وَ اِسْمُکَ الْجَلِیْلُ وَ اَنَا الْعَبْدُ الذَّلِیْلُ وَ اِسْمِیْ جِبْرَئِیْلُ (تو پروردگار بزرگ ہے اور تیرا نام جلیل ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور میرا نام جبرئیلؑ ہے) اس لئے میں ان کی تعظیم کو اُٹھا۔ جناب رسولِ خدا نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ تمہاری عمر کیا ہوگی؟ کہا ایک ستارہ جانب عرش ہے جو تیس ہزار برس کے بعد ایک مرتبہ طلوع کرتا ہے اور میں نے اُس کو تیس ہزار مرتبہ طلوع کرتے دیکھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

قماطوں کا پھاڑ ڈالنا

غرض انسان کی مجال نہیں کہ حضرت امیرؑ کے فضائل بیان کر سکے۔ علم کو بیان کرے۔ عبادت کو بیان کرے۔ شجاعت کو بیان کرے۔ کس کس کو آدمی بیان کرے۔ لڑکپن ہی میں وہ حضرتؑ ایسے شجاع تھے کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب علیؑ پیدا ہوئے تو میں نے اُن کو ایک قماط

علہ صواعق محرقہ ۱۲ علہ بحارالانوار۔ علہ اسے فارسی میں قنداقہ کہتے ہیں۔ اور پشاوری زبان میں لگوٹی بولتے ہیں؛ قدیم الایام سے چلا آتا ہے کہ ولادت کے بعد سے بچوں کو کپڑے میں اس طرح لپیٹ دیتے ہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے ہیں ۱۲

. اُسے انہوں نے قطع کر ڈالا۔ پھر دو میں لپیٹا اُنہیں بھی قطع کر ڈالا۔ پھر تین میں لپیٹا انہیں بھی قطع کر دیا
ین نے چار قماطوں میں جو رق مصر سے تھے لپیٹا اور خوب باندھ دیا۔ انہیں بھی قطع کر ڈالا تب
قماطوں میں دیباج کے بوجہ صلابت لپیٹا انہیں بھی قطع کر دیا۔ تب تو میں نے چھ قماطوں میں
کے اور ایک سے چمڑے کے لپیٹا۔ اُس وقت علیؑ نے ایک انگڑائی لی اور ایسا زور کیا کہ وہ
قماط ٹوٹ گئے اور بہ قدرت خدا گویا ہوئے اور فرمانے لگے اے اماں آپ میرے ہاتھ نہ
ھئے۔ بلکہ کھلے رہنے دیجئے تاکہ میں اپنی انگشت کو آسمان کی طرف اٹھاؤں اور خدا کی درگاہ میں
ی کروں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

پ کو گہوارہ میں ہلاک کرنا۔

مناقب ابن شہر آشوب میں منقول ہے کہ جب وہ حضرت بچے تھے اور گہوارہ میں لیٹے
ے تھے تو دیکھا کہ ایک سانپ چلا آرہا ہے اور کاٹنے کا قصد کرتا ہے اتنے میں آپ نے
ب بدلی اور داہنا ہاتھ بڑھا کے اُس کی گردن تھام لی اور اس زور سے دبایا کہ انگلیاں اُس
دن میں پیوست ہوگئیں اور اسی طرح پکڑے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سانپ تڑپ کر مر گیا
کی والدہ نے جو یہ کیفیت دیکھی چلائیں۔ لوگ جمع ہوگئے اور سب نے تعجب کیا۔

حلق میمون کو کنوئیں میں گرنے سے بچانا

اُسی کتاب میں ہے کہ اُن حضرتؑ کی ایک دائی بنی ہلال میں سے تھی جس نے اُن
حضرتؑ کو دودھ پلایا تھا۔ اور اُس کا لڑکا حضرتؑ سے ایک سال سن میں بڑا تھا۔ ایک مرتبہ وہ
ورت ایام رضاعت میں اُن حضرتؑ کو مع اپنے فرزند کے اپنے مکان میں چھوڑ کر کہیں
گئی اور اس جگہ ایک کنواں تھا۔ اُس کا لڑکا بقتضائے طفولیت لب چاہ تک آگیا۔ کنوئیں میں
جھکا دیا۔ حضرتؑ نے جو یہ دیکھا باعجاز قریب آگئے اور ایک ہاتھ اُس کا جو اُوپر تھا مُنہ سے
تھام لیا اور پاؤں ... ہاتھوں سے مضبوط پکڑے رہے۔ اتنے میں اُس کی ماں آگئی اور
دیکھ کر چلانے لگیں۔ اُس کے قبیلے کے لوگ دوڑے آئے اور کنارہ چاہ سے اُس لڑکے
باہر لائے۔ اور حضرتؑ کی قوت اور سمجھ سے تعجب کرنے لگے۔ وہ عورت بولی کہ یہ لڑکا مُبارک
ہے۔ مُراد یہ تھی کہ اس کی برکت سے میرا لڑکا ہلاک ہونے سے بچ گیا۔ اسی سبب سے قبیلہ
ہلال کے لوگ اُس لڑکے کو حلق میمون کہا کرتے تھے۔ اور آج تک لوگ اُس کی اولاد میں

---

۱ رق بفتح پوست آہو ۱۲ منتخب

موجود ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کیفیت لشکر جناب امیرؑ در جنگ بصرہ

حضرتؑ کی شجاعت ایسی تھی کہ اُن ہی کی تلوار سے دین نبی کو فروغ ہوا۔ اسلام نے روز احد میں لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار کی آواز آئی۔ جنگ خندق میں جب عمرو بن عبدِ ود کو مارا ہے تو پیغمبر خدا نے فرمایا ضَرْبَةُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ ؎ (علی مرتضیٰ کی خندق کے دن والی ایک ضرب تمام آدمیوں اور جنوں کی عبادت سے افضل ہے)۔ بعد پیغمبر خدا کے جو جہاد اُن حضرتؑ نے فرمائے ہیں۔ اور جو شجاعت دکھائی ہے اُس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جنگِ جمل کے موقع پر جب حضرتؑ بصرہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں، اُس وقت کی شان ملاحظہ کیجئے۔ مُنذر بن جارود راوی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ قریب میدانِ جنگ پہنچے ہیں تو میں بھی نکل کر گیا کہ آپ کے لشکر کی شان و شوکت و دبدبہ و جلالت دیکھوں۔ دیکھا کیا ہوں کہ ہزار سواروں کا ایک رسالہ آیا جس کے آگے ایک شخص سُرخ گھوڑے پر سوار سفید کپڑے پہنے تلوار لٹکائے اپنی فوج کا علم لئے چلا آتا ہے۔ اس رسالہ کے سواروں میں سے کسی کے سر پر سفید عمامہ تھا کسی کے سر پر زرد اور سب کے سب سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے اور ہتھیاروں سے اونچے بنے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابو ایوب انصاری ہیں اور یہ سوار سب انصار سے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور سوار زرد عمامہ باندھے سفید لباس پہنے، تلوار لگائے کمان شانے پر رکھے، ہاتھ میں نشان لئے سُرخ رنگ گھوڑے پر سوار برآمد ہوا۔ اس کے پیچھے بھی ایک ہزار سوار تھے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ہیں۔ اس کے بعد ایک سوار ہاتھ میں نشان لئے زرد عمامہ باندھے سفید قبا پہنے تلوار لٹکائے کاندھے پر کمان رکھے کمیت گھوڑے پر سوار ایک ہزار سواروں کے ساتھ برآمد ہوا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ ابو قتادہ ہیں۔ اس کے بعد ایک سوار سیاہ عمامہ باندھے جن کے دونوں گوشے آگے پیچھے چھوٹے ہوئے تھے۔ سفید گھوڑے پر بیٹھا نہایت سکون و وقار کے ساتھ سفید نشان ہاتھ میں لئے با آوازِ بلند قرآن پڑھتا ہوا تلوار لٹکائے کمان دوش پر رکھے نکلا۔ اُس کی فوج کے لوگ کچھ جوان تھے اور کچھ ادھیڑ جن کی پیشانیوں پر سجدے کے نشان تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ عمارؓ بن یاسر ہیں۔ اور ان کے گرد سب مہاجر و انصار ہیں۔ اس کے بعد پھر ایک سوار سفید کپڑے پہنے سفید ٹوپی اور زرد عمامہ

؎ ایک روایت میں ہے کہ ثقلین سے زمین اور آسمان اور ان کے ساکن مراد ہیں۔

سر پہ رکھے تلوار لٹکائے سرخ رنگ گھوڑے پر سوار برآمد ہوا۔ جس کے دونوں پاؤں زمین تک پہنچے تھے۔ اور اس کے ساتھ بھی ہزار سوار تھے۔ جن کا نشان زرد تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ قیس بن سعد ہیں۔ اور یہ لوگ ان کے ساتھ انصار اور بنی قحطان سے ہیں۔ پھر ایک سوار نہایت حسین سرخ رنگ گھوڑے پر سوار سفید لباس پہنے سیاہ عمامہ باندھے اُس کے گوشوں کو آگے پیچھے چھوڑے برآمد ہوا۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن عباس ہیں اور ان کے ساتھ جناب رسولِ خدا کے بعض اصحاب بھی ہیں۔ پھر ایک سوار اور نکلا جو اُن سے مشابہ تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قثم بن عباس ہیں۔ بعد اس کے بہت سے نشان ایک کے پیچھے ایک نکلتے چلے آتے تھے۔ اور نیزے اس قدر تھے کہ معلوم ہوتا تھا لکڑیوں کا جنگل ہے۔ بعد اس کے ایک بڑا بھاری لشکر نکلا جو لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ مختلف قسم کے نشان تھے۔ سب کے آگے ایک بہت بڑا نشان تھا اور ایک سوار نہایت قوی بازو جس کی نظر بہ نسبت اوپر کے زمین کی طرف زیادہ تھی اُس فوج کا سردار تھا۔ اُس کے داہنی جانب ایک جوان نہایت حسین اور بائیں جانب بھی ایک جوان حسین اور سامنے ایک جوان مثل اُن دونوں کے تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ علیؑ بن ابی طالب ہیں اور داہنی جانب حسنؑ اور بائیں جانب حسینؑ اور سامنے محمدؒ بن حنفیہ ہیں۔ وہی نشانِ فوج لئے ہیں اور اُن کے پیچھے عبداللہ بن جعفرؓ اور اولادِ عقیل اور جوانانِ بنی ہاشم ہیں اور یہ لوگ کبیر السن مہاجرین و انصار اہلِ بدر سے ہیں۔

جناب امام حسینؑ کا لشکر قلیل

مومنین اس وقت ایک اور لشکر بھی مجھے یاد آگیا۔ جس میں کل بتیس ۳۲ سوار اور چالیس ۴۰ پیادے ہیں اور یہ سب کے سب جوان نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ بڈھے ہیں کچھ بچے۔ اور اُس پر یہ آفت کہ سب کے سب تین دن سے مع اپنے سردار کے بھوکے پیاسے ہیں۔ آپ تو سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ وہ سردار کون سا ہے اور یہ لشکر قلیل کون سا ہے

پروردۂ کنارِ رسولِ خدا حسینؑ
خورشیدِ آسمان و زمین نورِ مشرقین

جناب امام حسینؑ کا رخصتِ آخری کیلئے آنا

مومنین روزِ عاشورا یہ لشکر قلیل دوپہر میں صاف ہوگیا تھا۔ اور جناب امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے تھے۔ ہاں مصیبت و آلام کے لشکر اور بھوک اور پیاس اور دھوپ کی فوج کی فوج ساتھ تھی۔ تا آنکہ جب حضرتؑ کو یقین ہوا کہ اب میرا وقت شہادت قریب ہے

تو اہلِ بیت سے رخصتِ آخری کی غرض سے خیام کی طرف تشریف لائے۔ انصار کے خیموں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ سب خالی پڑے ہیں۔ بنی ہاشم کے خیموں کو ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ وہ بھی سب خالی پڑے ہیں۔ اپنے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور آواز دی یَا سَکِیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا اُمَّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ حضرتؑ نے لفظ علی کو سلام پر مقدم کیا یعنی یوں نہ فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُنَّ الخ۔ یہ یعنی کہ جب وداعی سلام کرنا مقصود ہوتا ہے تو علی کو مقدم کیا کرتے ہیں۔

الحاصل بنا بر روایت دمعۂ ساکبہ اس کے بعد وہاں تشریف لائے۔ جہاں جناب امام زین العابدین علیہ السلام بستر بیماری پر پڑے ہوئے تھے۔ اُن حضرتؑ نے چاہا کہ تعظیم کے لئے اُٹھیں مگر بیماری کی وجہ سے نہ اُٹھ سکے۔ جناب زینبؑ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں آپ تکیہ دے کر مجھے اُٹھائیے جب اُٹھایا تو جناب امام حسینؑ سے پوچھا کہ بابا آپ سے اور منافقوں سے کیا طے پایا؟ فرمایا بیٹا اُمیدِ صلح منقطع ہو گئی سب کے سب ہمارے قتل پر آمادہ ہیں۔ عرض کی حبیبؓ بن مظاہر کہاں ہیں؟ فرمایا قُتِلَ وہ قتل کئے گئے۔ کہا مسلمؓ بن عوسجہ کہاں ہیں؟ فرمایا قُتِلَ وہ بھی قتل کئے گئے۔ عرض کی یَا اَبَتِ اَیْنَ عَمِّیْ اَبُو الْفَضْلِ الْعَبَّاسُ (بابا میرے چچا عباس کہاں ہیں؟) فرمایا وہ بھی شانے کٹائے شہید ہو گئے۔

مکالمۂ جناب زین العابدینؑ با جناب امام حسینؑ

عرض کی بابا یہ تو بتایئے کہ میرے بھائی علی اکبر کہاں ہیں؟ اُس وقت حضرتؑ نے یہ نہ فرمایا قُتِلَ بلکہ یہ فرمایا بُنَیَّ مَا بَقِیَ اَحَدٌ اِلَّا اَنَا وَاَنْتَ (اے بیٹا یہ سمجھ لو کہ سوائے ہمارے اور تمہارے اب کوئی باقی نہیں رہا) سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب ہم بھی تم سے رخصت ہوتے ہیں لو خدا حافظ و ناصر تم کو خدا کے سپرد کیا۔ یہ فرما کر خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت حضرتؑ خیمہ سے نکلے ہیں اہلِ بیتؑ میں شورِ گریہ بلند ہوا۔ حضرتؑ نے سب کو تسکین دی اور امر بہ صبر فرمایا اور اسپ مرتجز پہ سوار ہو کے میدانِ قتال میں تشریف لائے اور نیزے پہ تکیہ کرکے کھڑے ہوئے فَنَظَرَ یَمِیْنًا (داہنی جانب نظر کی) کسی کو نہ دیکھا جو یار و مددگار ہو۔ فَنَظَرَ شِمَالًا (بائیں جانب دیکھا) سوائے لاشہائے شہداء کے کوئی جاں نثار نظر نہ آیا۔ دیکھا کہ بیٹے بھتیجے بھانجے سب جا بجا مقتول پڑے ہوئے ہیں۔ کبھی عورتوں کی بے بسی اور بے وارثی کا خیال فرماتے تھے کہ ہمارے بعد ان کا کیا حال ہو گا۔ کبھی اعداء کو دیکھتے تھے کہ سب کے سب خون کے پیاسے اور قتل پہ تُلے ہوئے ہیں۔ اُس وقت آپ نے گریہ فرمایا اور

بہ آواز بلند اس طرح استغاثہ کیا۔

استغاثہ امام علیہ السلام

اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا اَمَا مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا اَمَا مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللّٰهَ فِيْنَا (آیا کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے؟ آیا کوئی نصرت کرنے والا ہے جو ہماری نصرت کرے؟ آیا کوئی خدا کا ماننے والا ہے جو ہم اہلبیت کے بارے میں خدا سے ڈرے؟)

صاحب اسرار الشہادہ لکھتے ہیں کہ جس وقت آپ نے یہ استغاثہ فرمایا ہے تو زمین کو لرزہ ہوا عرش خدا کا ہلنے لگا۔ ملائکہ میں اضطراب پیدا ہوا۔ عرض کرنے لگے بارالہا روئے زمین پر تیرا بندۂ مقبول فریاد کر رہا ہے اور کوئی اُس کی نصرت نہیں کرتا تو ہمیں اجازت دے دے کہ ہم سب اُس کی نصرت کو جائیں۔ جب اجازت ملی تو وہ فرشتے کربلا میں آئے مگر مومنین افسوس ہے کہ وہ فرشتے اُس وقت کربلا میں پہنچے۔ جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ الغرض ناسخ التواریخ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرتؑ آمادۂ جہاد ہوئے اُس وقت آپ کے حواس جمع تھے رنگ چہرہ کا جو زرد ہو چکا تھا وہ پھر سرخ ہو گیا تھا چونکہ احکام خدا بجالانے کا وقت آگیا تھا۔

جنگِ امام حسینؑ

حضرتؑ نے لوگوں کو جنگ کے واسطے آواز دی۔ اُن سب نے چاروں طرف سے ہجوم کیا۔ آپ مثل کوہ استوار جمے رہے۔ پھر اُن پر حملہ حیدریہ و صولت اسدیہ کی شان سے حملہ فرمایا۔ میمنہ لشکر پر حملہ کیا تو سارا لشکر مثل ابر کے پھٹ گیا۔ میسرہ پر حملہ کیا تو ساری فوج مثل ٹڈی دل کے پراگندہ ہو گئی۔ قلب لشکر پر اس طرح حملہ کیا جس طرح شیر بکریوں کے گلے میں در آتا ہے اتنا قتل کیا اتنا قتل کیا کہ باوجود بڑی تعداد کے اُن اشقیاء میں حَتّٰى بَانَ مِنْهُمُ النُّقْصَانُ کمی محسوس ہونے لگی۔ پھر اپنی جگہ پلٹ کر آئے اور فرمانے لگے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ باایں ہمہ حضرتؑ کو کوئی ہراس نہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ باوجود اس بات کے کہ اُس کے عزیز و انصار اولاد سب قتل کر دیے گئے ہوں، اور پھر وہ ایسا ثابت قدم اور باحواس رہے جیسے کہ جناب امام حسین علیہ السلام آخر وقت تک رہے۔ اسی سے شجاعت حسینیہ مشہور ہو گئی ہے۔ جو بات اُن حضرتؑ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کے واسطے حاصل نہیں ہوئی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جناب امیرؑ شجاعت میں اُن سے کم تھے۔ ایسا کہنا خلاف ادب ہے۔ بلکہ حضرت امیر کو ایسی شجاعت دکھانے کا ہرگز ہرگز

مرتفع نہ ملا۔ جناب امیر جب لڑے ہیں سیر و سیراب تھے۔ عزیز و انصار ساتھ تھے۔ جناب امام حسین کی طرح تین دن کے بھوکے پیاسے نہ تھے۔ بدن پر زخم بہت کاری نہیں لگے تھے۔ کوئی بھائی کوئی جوان فرزند کوئی ننھا سا بچہ آنکھوں کے سامنے شہید نہیں ہوا تھا۔

تاراجیٔ اہلِ بیت

بہرکیف فتوقف لیستریح (حضرتؑ ذرا سی دیر دم لینے ٹھہر گئے) اتنے میں ایک بار دفعۃً سارے لشکر نے حضرتؑ کو آگھیرا اور چار ہزار تیراندازوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ کوئی تلوار مارتا تھا کوئی نیزہ لگاتا تھا اور اسی پر اکتفا نہ تھی بلکہ جو پیدل تھے اور ان کے پاس اور کوئی حربہ نہ تھا وہ پتھر ہی پھینکتے تھے اور کچھ اشقیاء نے خیامِ عصمت کو لوٹنے کا قصد کیا تھا۔ حضرتؑ نے آواز دی کہ اے اشقیاء اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور خوفِ معاد بھی نہیں رکھتے ہو تو کو آزاد لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ میں تم سے لڑتا ہوں اور تم مجھ سے لڑتے ہو۔ ان عورتوں نے اور بچوں نے کیا قصور کیا ہے جو ان کو لوٹنے جاتے ہو۔ میرے جیتے جی تو میرے اہل بیتؑ سے تعرض نہ کرو۔ مومنین حضرتؑ نے اپنی زندگی کی اسی واسطے قید لگائی تھی کہ خوب جانتے تھے کہ جب ہماری زندگی میں یہ حال ہے تو بعد ہمارے یہ اشقیاء کب باز آئیں گے چنانچہ ایسا ہوا کہ بعد حضرتؑ کی شہادت کے اشقیاء نے خیمہ گاہ میں ہجوم کیا اور آگ لگا دی۔ اہل بیتؑ گھبرا کے باہر نکل پڑے۔ کسی شقی نے جنابِ زینبؑ کے سر سے چادر چھین لی۔ کسی نے امّ کلثوم کے کانوں سے گوشوارے چھین لئے۔ کسی نے فاطمہؑ بنت حسین کے پاؤں سے خلخال اُتار لی ہے

غرض بیانِ غم اہل بیت آساں نیست
حکایتیست کہ آنرا شرح پایاں نیست

مجلس سی ام (۳۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (ترجمہ اس آیت اس آیت کا یہ ہے (اور ضرور بالضرور ہم تم لوگوں کو کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور

جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے)

تفسیر آیۂ ابتلاء

اور ماحصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہارا امتحان کر کے دیکھیں گے کہ کون کون بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والا ہے اور کون کون بے صبری اور شکایت کرنے والا ہے۔ اور راضی بہ قضا نہ ہونے والا ہے اور یہ آزمائش کئی طرح سے ہوگی۔ ایک خوف سے خواہ خوف خدا ہو یا خوف دشمن جو جہاد میں ہوا کرتا ہے۔ دوسرے بھوک سے یعنی قحط سے یا روزہ رکھنے سے۔ تیسرے نقصانِ مال سے جو بسبب حوادثِ زمانہ ہو یا صدقہ دینے سے ہو اور نقصان نفوس سے کہ وہ بیماری و ضعف بھی ہے اور جہاد میں مارا جانا بھی اور نقصان میوہ جات سے یعنی میوہ ہائے باغ جو بسبب آفاتِ ارضی و سماوی کے ضائع ہوا کرتے ہیں۔ یا نقصانِ ثمرات سے مراد موتِ اولاد لیں جو میوۂ دل ہیں۔ چنانچہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جب کسی مومن کا فرزند مرتا ہے تو خداوندِ عالم اس مومن کے مرتبہ کے ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں سے کہتا ہے۔ اَقَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ (کیا تم نے میرے بندے کے فرزند کی روح قبض کی ہے؟) فرشتے کہتے ہیں کہ ہاں اے مالک ہمارے۔ پھر خدا فرماتا ہے اَقَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ قَلْبِہٖ (تم نے اس کے میوۂ دل کی روح قبض کی ہے) وہ کہتے ہیں کہ ہاں اے خالق ہمارے بےشک ہم نے اس کی روح قبض کی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ (میرے بندے نے اس وقت کیا کہا؟) فرشتے کہتے ہیں۔ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ (تیری حمد کرتا تھا اور کلمۂ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتا تھا) اس وقت خداوندِ عالم فرماتا ہے اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ (اس میرے بندے کے واسطے بہشت میں ایک گھر تیار کرو۔ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو)

امتحان انبیاء و اوصیاء

واضح ہو کہ ان امتحانات میں سب سے زیادہ انبیاء و اوصیاء مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسولِ خدا سے کسی نے پوچھا اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ (زیادہ بلا میں کون مبتلا ہوتے ہیں؟ فرمایا انبیاء پھر اولیاء یعنی اوصیاء انبیاء، انبیاء اُس کے بعد جو مرتبہ میں اُن سے کم ہیں۔ اُن کے بعد جو اُن سے کم ہیں)، الحاصل ـــ

ہر کہ در ایں بزم مقرب تر است   جام بلا بیشترش می دہند

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔ جتنے انبیاء و اوصیا و امام گزرے ہیں وہ انواع مصائب و آلام میں مبتلا ہوتے رہے ہیں۔ اور در حقیقت یہ امتحان اُن لوگوں کا تھا کہ بسبب اس امتحان کے مدارجِ عالیہ و مراتبِ رفیعہ حاصل کریں ورنہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خداوندِ عادل اپنے بندگانِ خاص کو بانواعِ مصائب و آلام مبتلا کرے۔ کیونکہ انبیاء ائمہ تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں مگر جو اُن سے ترک اولیٰ ہوتا تھا اُسی کو وہ عظیم سمجھتے تھے۔

گریۂ آدمؑ

چونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیک لوگوں کی نیکیاں اور مقرب بندوں کی بدیاں برابر ہوتی ہیں) اُس پر اُن کا عمل تھا۔ اس لئے وہ اس ادنیٰ لغزش کو گناہ سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ اور ذرا ذراسی بات کے لئے سالہا سال رویا کرتے تھے۔ حضرت آدمؑ تین سو برس پیہم رویا کئے۔ یہاں تک کہ حضرتؑ کے آنسوؤں سے نہریں جاری ہوگئیں۔ جانورانِ صحرا اُسے چشمۂ آب سمجھ کر پیتے تھے اور کہتے تھے یہ کیا شیریں اور خوشگوار پانی ہے ہم نے تو ایسا خوش ذائقہ پانی کبھی نہیں پیا۔ حضرت آدمؑ جانوروں کی زبان سمجھتے تھے۔ درگاہِ خدا میں عرض کی بارالٰہا اب تو جانور بھی مجھے سرزنش اور طعن کرتے ہیں خطاب ہوا اے آدمؑ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میرے نزدیک کوئی پانی توبہ کرنے والے کے آنسوؤں سے زیادہ لذیذ نہیں ہے۔ اس پر بھی تین سو برس تک بسبب شرم کے کہ آپ سے ترک اولیٰ ہوگیا تھا گردن نہیں اٹھائی اور حضرت نوح علیہ السلام ڈھائی ہزار برس تک زندہ رہے مگر اپنی قوم کے ہاتھ سے ہمیشہ ظلم و اذیت اٹھاتے رہے۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تین قرن حضرت نے دعوت کی ہر قرن کے لوگ تین سو برس تک زندہ رہتے تھے۔ جب حضرتؑ اُن کو نصیحت کرتے تھے تو وہ لوگ آپ پر اتنے پتھر برساتے تھے کہ کانوں سے خون جاری ہو جاتا تھا۔ پہلو کی ہڈیاں شکستہ ہو جاتی تھیں۔ اور کبھی کفار اس قدر سنگ باراں کرتے تھے کہ حضرتؑ اُس میں پوشیدہ ہو جاتے تھے۔ جب ان لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب ہلاک ہو گئے ہوں گے تو اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ شب کو جبرئیلؑ پتھروں کو ہٹا کر نکالتے تھے اور جسم مبارک کے زخموں پر اپنے پروں کو ملتے تھے۔ سب زخم اچھے ہو جاتے تھے۔ اور پھر اسی طرح حضرت نوحؑ ہدایت امت میں مشغول ہوتے تھے۔

رسیدن کشتی نوحؑ کربلا

یہاں تک کہ کشتی بنانے کے لئے حکم خدا آیا۔ حضرتؑ نے کشتی بنائی۔ طوفان آب آیا۔ چھ مہینے تک کشتی پانی پر زمین کا طواف کرتی رہی۔ یہاں تک کہ پھرتی پھراتی جب زمین کربلا پر پہنچی کشتی کو حرکت ہوئی اور ٹھہر گئی۔ آگے نہ بڑھی۔ حضرت نوحؑ نے مناجات کی بارالہا میں نے تمام دنیا میں گردش کی۔ مگر ایسا خوف معلوم نہیں ہوا جیسا کہ اس زمین میں پہنچا ہے۔ ارشاد ہوا اے نوحؑ یہ وہ زمین ہے جہاں خاتم الانبیاء کا نواسا سید الاوصیاء کا فرزند حسینؑ مظلوم شہید کیا جائے گا۔ گویا مقصود یہ تھا کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ہمارے پیغمبر آخر الزماں کے اہل بیت کی کشتی تباہ ہوگی۔ حضرات اسی سبب سے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى (میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی مثال ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ دریائے ضلالت میں غرق ہوا اور جہنم کی تہ میں بیٹھ گیا) پس جس طرح حضرت نوحؑ نے اپنی امت کو کشتی میں بٹھا کر ان کی جان بچائی تھی۔ اسی طرح جناب امام حسینؑ نے بھی اس امت کی کشتی تباہ ہونے سے بچا لی۔ مگر سفینہ ناخدا جب بچاتا ہے تو خود بھی بچ جاتا ہے۔ چنانچہ وہاں حضرت نوحؑ بچ گئے تھے۔ مگر یہاں کا ناخدا سب کو تو بچا گیا الّا خود مع عزیز و انصار طوفان بلا میں مبتلا ہو کر دریائے خون میں غرق ہو گیا۔

ابتلائے ابراہیمؑ

الحاصل منجملہ ان انبیاءؑ کے جو بلاؤں میں مبتلا ہوتے حضرت ابراہیمؑ بھی ہیں۔ لکھا ہے کہ جب نمرود نے چاہا کہ حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینکے۔ تمام ملائکہ آسمان و زمین و ہوا وغیرہ میں تہلکہ پڑ گیا رو رو کر درگاہ خدا میں عرض کرنے لگے بارالہا! تمام روئے زمین پر تیرا یہ خاص بندہ ہے۔ اس کو بھی ظالم ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اجازت دے کہ ہم سب جا کر اس کی مدد کریں۔ حکم ہوا جاؤ اگر وہ تمہاری مدد قبول کرے تو ہمیں کوئی تامل نہیں ہے۔ پہلے فرشتگان ہوا آئے اور سلام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب سلام دے کر سوال فرمایا تم کون ہو کہ مجھے کس پر سلام کرتے ہو! انہوں نے کہا ہم فرشتگان ہوا ہیں۔ آپ کی مدد کو آتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ہوا کو حکم دے دیں کہ کل آگ کو اڑا کر نمرود اور اس کی قوم کے گھروں پر ڈال دے کہ

ـــه غالباً کشتی نوحؑ ۲۸ رجب کو روانہ ہو کر ۱۰ محرم کو کوہ جودی پر ٹھہری تھی ۱۲

وہ سب جل جائیں۔ فرمایا میں سوائے خدا کے اور کسی سے مدد نہیں چاہتا۔ اس کے بعد فرشتگان ابر آئے اور انھوں نے عرض کی اگر آپ حکم دیں تو ہم اس قدر مینھ برسائیں کہ ساری آگ بجھ جائے۔ فرمایا میں نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے جو اس کی مرضی ہو وہی میرے حق میں بہتر ہے۔ اس کے بعد فرشتگان جبال آئے اور عرض کی کہ اگر آپ حکم دیں تو بابل کے سب پہاڑ اکھاڑ کر نمرودیوں کے سر پر گرا دیں کہ سب کے سب دب کر مرجائیں۔ جناب نے جو کچھ فرمایا اُس کا ماحصل اس شعر میں خوب ادا ہوا ہے ؎

ما کارِ خویش را بخداوند کارساز بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند

اس کے بعد فرشتگانِ زمین آئے اور عرض کی اے خلیل اللہ کل طبقاتِ زمین ہمارے تابع ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم زمینِ بابل کو حکم دے دیں کہ وہ سب نمرودیوں کو نگل جائے۔ فرمایا خَلُّوا بَیْنِیْ وَبَیْنَ حَبِیْبِیْ مجھے تم لوگوں کی مدد کی کوئی حاجت نہیں۔ میں جانوں اور میرا حبیب جانے۔ میرے حق میں جو مصلحت وہ سمجھے گا کرے گا۔ اب حضرت ابراہیمؑ منجنیق سے جدا ہو کر ما بین ہوا چلے جارہے تھے کہ جبرئیلؑ امین پہنچے اور کہا یا اِبْرٰهِیْمُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ آپ کو کوئی حاجت ہے؟ فرمایا اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا (رہے تم تو تم سے کوئی حاجت نہیں) جبرئیلؑ امین نے عرض کی پھر جس سے ہے اُسی سے کہئے فرمایا عِلْمُهٗ بِحَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ (وہ میرے حال کو ایسا جانتا ہے کہ اُس سے کہنے سننے کی کوئی حاجت نہیں) دیکھئے توکل کے معنی یہ ہیں جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا پر توکل کیا تو حق تعالیٰ نے بھی اُس آگ کو تختہ گلزار بنا دیا اور خاصانِ خدا کی مصیبتوں کو بھی سنئے۔ حضرت ایوبؑ کیسی بلا و مصیبت میں مبتلا ہوئے کہ اُن کی ساری دنبیاں ہلاک ہوگئیں۔ بارہ بیٹے چھت کے نیچے دب کر مرگئے۔ خود اُن کو لوگوں نے گھر سے باہر نکال دیا۔ حضرت زکریاؑ کو ظالموں نے آرہ سے دو نیم کر دیا۔ حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹ کر زنِ زانیہ کے واسطے تحفہ لے گئے یہاں تک کہ جناب خاتم الانبیاء پیغمبر خداؐ پر بھی ایسی ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ کسی اور نبی پر نہیں پڑیں خود فرماتے تھے مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوْذِیْتُ (جیسی اذیت میں نے اٹھائی کسی اور نبی نے نہیں اٹھائی) جناب امیر علیہ السلام بعد سب مصیبتوں کے آخر ابن ملجم کی تیغ سے قتل کئے گئے۔ بعد اُن کے جناب امام حسنؑ زہر دغا سے شہید کئے گئے۔ اور بالآخر تو سب مصیبتوں کا خاتمہ مظلوم کربلا غریب نینوا سید الشہداء جناب امام حسینؑ پر ہوگیا۔ ؎

اشعار مرثیہ امامؑ

فِدَاکَ دُوْحِیْ یَا حُسَیْنُ وَعِتْرَتِیْ — وَاَنْتَ عَفِیْرٌ فِی التُّرَابِ جَدِیْلٌ
وَجِسْمُکَ عُرْیَانٌ طَرِیْحٌ عَلَی الثَّرٰی — عَلَیْکَ خُیُوْلُ الظَّالِمِیْنَ تَجُوْلُ

یا حسینؑ ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے ماں باپ سب آپ پر فدا ہو جائیں۔ آپ ایسے بے کس و مظلوم ہیں کہ دنیا سے اس طرح سدھارے کہ کوئی لاش کا اٹھانے والا بھی نہ رہا۔ آپ کا جسد بے سر کئی دن کربلا کی خاک میں آلودہ زمین پڑا رہا۔ اس پر یہ قیامت ہوئی کہ اعداء نے آپ کے جسم نازنین کو جو جناب فاطمہؑ کی گود میں جناب رسولِ خدا کی آغوش میں پلا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دیا۔ ؎

بَنَاتُکَ تُسْبٰی کَالْاِمَاءِ حَوَاسِرًا — وَاِبْنُکَ مَا بَیْنَ الْعِدَاۃِ عَلِیْلٌ

ان ظلموں پر بھی ظالموں نے اکتفا نہ کی۔ آپ کی عترت کو اسیر کر کے ترک و روم کی لونڈیوں کی طرح در بدر پھرایا اور آپ کا فرزندِ علیل بیماری کی شدت میں طوق و زنجیر میں گرفتار کربلا سے شام تک مقید گیا۔

جناب امام حسینؑ کا فدائے اُمّت ہونا

مومنین یہ مصیبتیں جو آپ کے آقا نے اُٹھائیں محض ہم ہی لوگوں کی نجات کے واسطے اُٹھائیں چنانچہ بحار الانوار میں منقول ہے کہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز جناب رسولِ خدا میرے گھر میں تشریف لائے اُن کے بعد حسنؑ و حسینؑ بھی آئے اور رسولِ خدا کے پہلوؤں میں بیٹھ گئے۔ حضرتؐ نے امام حسنؑ کو داہنے زانو پر اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھا لیا، کبھی امام حسنؑ کے بوسے لیتے تھے اور کبھی امام حسینؑ کے بوسے لیتے تھے اور پیار کرتے تھے کہ اتنے میں جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ حسنؑ و حسینؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ فرمایا کیوں کر نہ دوست رکھوں حالانکہ یہ دونوں میرے لئے دو پھول ہیں باغِ دنیا سے اور یہ دونوں میرے خنکی چشم ہیں۔ اُس وقت جبرئیلؑ نے کہا کہ خداوند عالم نے مقدر فرمایا ہے کہ یہ فرزند آپ کے امام حسنؑ تو زہرِ دغا سے شہید کئے جائیں گے اور یہ دوسرے فرزند آپ کے امام حسینؑ تیغ جفا سے ذبح کئے جائیں گے۔ یا رسول اللہ حق تعالیٰ ہر نبی کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو حسنؑ و حسینؑ کے واسطے دعا کریں کہ خداوند عالم ان دونوں کو ان بلاؤں سے نجات دے۔ اور یہ دونوں زہر سے اور قتل سے بچ جائیں اور اگر آپ گوارا فرمائیں تو یہ دونوں شہید ہوں۔ اور ان کی شہادت آپ کی اُمّت گنہگار

کے لئے قیامت کے روز سببِ نجات اور ذخیرۂ شفاعت ہو۔ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ حکمِ خداوندِ عالم پر میں راضی ہوں جو اُس کو منظور ہو وہی مجھے بھی منظور ہے۔ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میری اُمتِ گناہگار کے لئے میری دعا ذخیرۂ شفاعت ہو۔ اور میرے فرزندوں کے بارے میں جو اُس کی مشیت ہو وہ جاری ہو جائے۔ مومنین جب وہ زمانہ آیا کہ آپ کے آقا امام حسینؑ نجاتِ اُمت کے واسطے شہید کئے جائیں۔ وہ دسویں محرم جمعہ کا دن عصر کا وقت تھا کہ وہ جناب اُمتِ گناہگار کی نجات کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مومنین اگر اشقیا فقط آپ کو شہید کرتے اور علاوہ اس کے اور کسی قسم کی اذیت نہ پہنچاتے تو بھی ہم لوگوں کے مدت العمر رونے کے واسطے کیا کم تھا۔ کہ ایسا امام ابنِ امام نواسۂ رسولؐ جگر بندِ علی و بتولؑ ہم لوگوں کی نجات کے واسطے شہید کیا گیا۔ نہیں ظالموں نے حضرتؑ ہی کی شہادت پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ آپ کے انصار کو، آپ کے عزیزوں کو، آپ کے بچوں کو بھی شہید کیا۔ خود حضرتؑ کے جسمِ مبارک پہ تلواریں لگائیں۔ نیزے لگائے، تیر برسائے کہ سارا جسم مبارک زخموں سے فگار ہو گیا۔ ہر زخم بدن سے خون جاری ہوا۔ جب حضرتؑ کو یقین ہوا کہ اب ظالم مجھے ضرور شہید کریں گے تو رخصتِ آخری کے لئے خیمۂ عصمت میں آئے۔ ہر ایک کو رخصت کر کے اور بصبر فرما کے میدانِ قتال میں تشریف لائے۔ داہنے اور بائیں نظر فرمائی کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا۔ دیکھا سب اصحابِ جاں نثار و عزیزانِ باوقار بھائی، بھتیجے، بیٹے، بھانجے قتل کئے ہوئے خاک پر جا بجا پڑے ہیں۔ اُس وقت آپ نے اُن لوگوں کو یاد کیا اور اس طرح پکارا یَا حَبِیْبَ ابْنَ مُظَاهِرٍ یَا مُسْلِمَ بْنَ عَوْسَجَةَ یَا زُهَيْرَ بْنَ قَيْنٍ یَا حُرَّ بْنَ يَزِيْدَ الرِّيَاحِي اسی طرح ایک ایک عزیز و انصار کا نام لے لے کے حضرتؑ نے پکارا۔ جب کچھ جواب نہ پایا۔ تو فرمایا یَا أَبْطَالَ الصَّفَا وَيَا فُرْسَانَ الْهَيْجَاءِ مَا لِيْ أُنَادِيْكُمْ فَلَا تُجِيْبُوْنِيْ وَأَدْعُوْكُمْ فَلَا تَسْمَعُوْنِيْ أَنْتُمْ نِيَامٌ أَرْجُوْكُمْ تَنْتَبِهُوْنَ أَمْ حَالَتْ مَوَدَّتُكُمْ عَنْ إِمَامِكُمْ فَلَا تَنْصُرُوْنَهُ (اے شجاعانِ جنگ و پیکار اے شہسوارانِ میدانِ کارزار تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں پکار رہا ہوں۔ اور تم نہیں سنتے۔ کیا تم لوگ سو رہے ہو کہ میں تم سے اُمید رکھوں کہ بیدار ہو جاؤ گے۔ کیا وہ محبت تمہاری جو اپنے امام سے تھی جاتی رہی کہ اپنے امام کی مدد کو نہیں آتے) فَهٰذِهِ نِسَاءُ الرَّسُوْلِ لِفَقْدِكُمْ عَلَاهُنَّ النُّحُوْلُ فَقُوْمُوْا عَنْ نَوْمَتِكُمْ أَيُّهَا الْكِرَامُ وَادْفَعُوْا عَنْ حَرَمِ الرَّسُوْلِ الطُّغَاةَ اللِّئَامَ (اے جاں نثارو! دیکھو! یہ سب عورتیں ذریتِ رسولؐ کی تمہارے غم میں لاغر ہو گئی ہیں۔ جناب

سے اٹھو اور حرم رسول کی مدد کرو۔ دشمنوں کو ان کے دفع کرو) اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں
وَلٰكِنْ صَحَّ عِنْدَكُمْ وَاللّٰهِ رَيْبُ الْمَنُوْنِ وَغَدَرَ بِكُمُ الدَّهْرُ الْخَئُوْنُ وَاِلَّا لَمَا كُنْتُمْ
عَنْ دَعْوَتِيْ تَقْصُرُوْنَ وَلَا عَنْ نُصْرَتِيْ تَحْتَجِبُوْنَ فَهَا نَحْنُ عَلَيْكُمْ مُفْجَعُوْنَ وَبِكُمْ
لَاحِقُوْنَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ یعنی میں سمجھا کہ کیوں نہیں جواب دیتے۔ موت
نے تم لوگوں کو گرا دیا ہے۔ اور زمانہ نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ نہیں تو ایسا نہ تھا کہ
میں مدد کے واسطے بلاتا اور تم لوگ نہ آتے اور میری نصرت سے علیحدگی کرتے۔ اب ہم
تمہاری مفارقت پر روتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں تم سے ملتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

مجلس سی ویکم ۳۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ

(حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو یہ وصیت کی کہ اپنے ماں باپ
کے ساتھ احسان و نیکی کیا کرے کیونکہ اس کی ماں کراہت کے ساتھ اس کی حاملہ رہی اور کراہت
کے ساتھ اسے جنا اور اس کے حمل کا زمانہ اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے تھا)

ولادت جناب امام حسینؑ سے جناب فاطمہ زہرا کو رنج ہوا۔

بحار الانوار وغیرہ میں منقول ہے کہ یہ آیت جناب امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے
کہ جب جناب فاطمہؑ بحمل امام حسینؑ حاملہ ہوئیں تو جبرئیل امین جناب پیغمبر خدا کے پاس
آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! پروردگار عالم نے بعد تحفہ درود و سلام کے آپ کو بشارت
دی ہے کہ آپ کی دختر نیک اختر کے یہاں ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اور بعد بشارت کے
یہ بھی فرمایا کہ اس فرزند کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کرے گی۔ حضرتؐ نے فرمایا
اے جبرئیلؑ خداوند عالم سے عرض کرو کہ مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں ہے کہ

فاطمہؑ کے یہاں پیدا ہو اور اُسے میری اُمت قتل کرے۔ جبرئیلؑ یہ سُن کر آسمان پر گئے اور پھر یہی پیام لائے۔ پھر حضرتؐ نے وہی کلمہ ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! میرے یہاں ایسا فرزند نہ ہو تو بہتر ہوگا۔ یہ سُن کر جبرئیلؑ امین پھر گئے اور سہ بارہ یہ پیغام لائے کہ یا رسول اللہ! پروردگارِ عالم بعد سلام کے یہ بشارت دیتا ہے کہ حق تعالیٰ اُس فرزند کی ذریت میں امامت و وصایت قرار دے گا۔ یعنی نو امام آپ کے اوصیاء اُس فرزند کی نسل سے ہوں گے یہ سُن کر حضرتؐ نے فرمایا قَدْ رَضِیْتُ (اب میں راضی ہوا) پھر جناب سیدہؑ کے یہاں کہلا بھیجا کہ اے فاطمہؑ! جبرئیلؑ امین خبر لائے ہیں کہ تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور اُسے میری اُمت قتل کرے گی۔ جناب سیدہؑ نے یہ سُن کے کہلا بھیجا کہ اے پدرِ بزرگوار لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْ مَوْلُوْدٍ تَلِدُہٗ وَ تَقْتُلُہٗ اُمَّتُکَ مِنْ بَعْدِکَ (مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں ہے کہ میرے یہاں پیدا ہو اور آپ کی اُمت بعد آپ کے اُسے قتل کرے) جناب رسولِ خدا نے کہلا بھیجا کہ اے فاطمہؑ خداوندِ عالم اُس فرزند کی اولاد میں امامت قرار دے گا۔ جب جناب سیدہؑ نے یہ سُنا تو فرمایا کہ میں راضی ہوں حَمَلَتْهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ یعنی حاملہ ہوئیں جناب فاطمہؑ بکراہت اور جنا بکراہت۔ کیونکہ جناب فاطمہ زہرا جانتی تھیں میرا یہ فرزند زمینِ کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ اس لئے جناب سیدہ ولادتِ امام حسینؑ سے مغموم ہوئیں۔

ابتداء و انتہائے جناب امام حسینؑ

مومنین خیال کیجئے کہ جناب امام حسینؑ کی حالت بھی عجیب حالت ہے۔ اس لئے کہ جو چیزیں باعثِ خوشی ہوتی ہیں۔ وہ سب امام حسینؑ کے حق میں باعثِ غم ہوئیں۔ لڑکا پیدا ہونے سے ماں کو کیسی خوشی ہوتی ہے۔ مگر جناب سیدہؑ کو عین وقتِ خوشی میں غم ہوا۔ عید کے روز جو خداوندِ عالم نے بہشتی لباس بھیجا تھا۔ اُس کے پہننے سے شاہزادوں کو کیسی خوشی ہوئی۔ مگر جناب رسالت مآبؐ کو رنج و غم ہوا۔ اُن حضرت کا پہلے پہل جنگِ صفین میں فتحیاب ہونا کیسی خوشی کا مقام تھا۔ کہ سب اصحاب خوش ہوئے مگر جناب امیرؑ کچھ یاد کر کے بہت روئے۔ ابتداء جناب امام حسینؑ کی یاد کیجئے کیسی خوشی میں بسر ہوئی۔ مگر انتہا کیسے رنج میں گزری۔ ابتدائے عمر میں ماں موجود تھیں۔ کیسی ماں جو

ستیدۂ زنانِ عالم شفیعۂ روزِ جزا تھیں ۔ جن کی تعظیم کو خود جنابِ رسولِ خدا اُٹھ کھڑے ہُوا کرتے تھے ۔ باپ کا سایہ سر پر تھا ۔ کیسے باپ جو غالبِ کُلّ غالب وصیِّ رسول و محبّتِ خدا تھے ۔ نانا حضرتؑ کے جناب رسولِ خدا موجود تھے ۔ کیسے نانا جنہوں نے اپنے اکلوتے فرزند ابراہیمؑ کو جنابِ امام حسینؑ پر سے تصدق کر دیا۔

ابراہیم کو جناب امام حسینؑ پر فدا کرنا

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک روز میں خدمتِ رسولِ خدا میں حاضر تھا دیکھا کہ بائیں زانو پر آنحضرتؐ کے فرزند ابراہیمؑ اور داہنی زانو پر حسینؑ بن علیؑ بیٹھے ہیں۔ اور وہ جناب خوش ہو ہو کے کبھی حسینؑ کے بوسے لیتے ہیں کبھی ابراہیمؑ کے ۔ ناگاہ جبرئیلِ امین نازل ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ پروردگار عالم نے بعد تحفۂ درود و سلام کے فرمایا ہے کہ اے ہمارے حبیب! ہم مصلحت و مناسب نہیں جانتے کہ یہ دونوں تمہارے پاس رہیں یا حسینؑ کو ابراہیمؑ پر فدا کر دیں یا ابراہیم کو حسینؑ پر ۔ اُس وقت حضرتؐ نے ابراہیمؑ کو دیکھا اور روئے ۔ پھر حسینؑ کو دیکھا اور روئے ۔ پھر فرمایا مادرِ ابراہیمؑ تو ماریۂ قبطیہ ہے ۔ اگر اس کی رُوح قبض ہو گی تو میں محزون[1] ہوں گا اور حسینؑ کی ماں فاطمۂ زہرا میری پارۂ جگر ہے ۔ اور حسینؑ کا باپ علیؑ بن ابی طالب میرا بھائی ہے ۔ اگر حسینؑ کو موت آئی تو یہ صدمہ مجھے بھی ہو گا اور میرے بھائی علیؑ کو بھی ہو گا۔ اور میری بیٹی فاطمہؑ کو بھی ہو گا۔ اے جبرئیلؑ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر دو کہ میں نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اپنے نواسے حسینؑ پر فدا کیا۔

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ تیسرے روز حضرت ابراہیمؑ نے انتقال کیا ۔ اسی سبب سے جب کبھی جنابِ رسولِ خدا جنابِ امام حسینؑ کو آتے دیکھتے تو سینہ سے لگا کے یہ فرماتے ۔ فَدَيْتُ مَنْ فَدَيْتُهُ بِابْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ (قربان ہوں میں اُس حسینؑ پر جس پر سے میں نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو فدا کر دیا) آنحضرت

---

[1] مراد یہ ہے کہ صورتِ اولیٰ میں صرف مجھے اصالتًہ حزن ہو گا اور علیؑ و فاطمہؑ تبعًا اور صورتِ ثانیہ میں ہر شخص کو اصالتًہ حزن ہو گا۔ ۱۲

[2] شواہد النبوت صلا. جامی ۱۲-

کی شفقت کا جناب امام حسینؑ کے ساتھ یہ حال تھا کہ کبھی اُونٹ بنتے تھے۔ کبھی سجدہ میں جناب امام حسینؑ پشتِ رسولؐ پر سوار ہو جاتے تو حضرت سجدہ کو طول دیا کرتے تھے۔ جب تک کہ امام حسینؑ خود نہ اُترتے برابر ہو کر سجود کیے جاتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرتؐ خطبہ پڑھتے ہوتے اور جنابِ امام حسینؑ کھیلتے ہوئے مسجد میں آجاتے تو حضرتؐ خطبہ کو چھوڑ دیتے تھے اور منبر سے اُتر کے اپنے فرزند کو گود میں اُٹھا لیتے تھے۔ ؎

یُفَرِّحُ خَاطِرِیْ بَدْرُ الْحُسَیْنِ ۔۔۔ وَ اٰخِرُ اَمْرِہٖ مُبْلِکُ لِعَیْنِیْ

ابتداء

یعنی جناب امام حسینؑ کی ابتداء کا خیال کرتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ مگر جب اُن حضرتؑ کے انجام کو سوچتے ہیں تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

مومنین آنسو کیوں کر نہ جاری ہوں۔ حالانکہ جب خیال کرتے ہیں تو از ابتدائے آدمؑ تا ایں دم کوئی ایسی مظلومی اور غربت سے شہید نہیں ہوا۔ جیسے کہ جناب امام حسینؑ شہید ہوئے کیونکہ جو اہلِ بیتؑ سے شہید ہوا۔ وہ گھر میں اپنے شہر میں یا مسجد میں۔ سوائے جناب امام حسینؑ کے کہ وہ حضرتؑ پردیس میں صحرائے بے آب و گیاہ میں گرم خاک پر شہید کیے گئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

تمام عالم کا مصیبتِ جناب امام حسینؑ میں رونا

مومنین! مصیبتِ جناب امام حسینؑ وہ مصیبت ہے۔ جس میں تمام عالم رویا ہے۔ آسمان و زمین و عرش و کرسی۔ حور و غلمان، حیوانات و نباتات، اشجار و انہار سب ماتمِ امام علیہ السّلام میں روئے ہیں۔ جن کے آنکھیں تھیں وہ تو آنسوؤں سے روئے اور جن کے آنکھیں نہ تھیں اُن کا حال دگرگوں ہو گیا تھا۔ کیفیت بدل گئی تھی۔ ہواؤں میں تموّج پیدا ہو گیا تھا۔ آفتاب میں گہن لگ گیا تھا۔ ملائکہ نے تسبیح و تہلیل چھوڑ دی اور مصروفِ گریہ و بکا ہوئے۔ درختوں سے زمین سے خون جاری ہوا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان تاریکی چھا گئی تھی۔ زمین کو زلزلہ ہوا تھا۔ پہاڑ مضطرب اور شق ہو گئے تھے۔ دریا تلاطم میں آگئے تھے۔ حضرات یہ تلاطم اُس وقت تھا جب کہ حضرتؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر آئے

علیہ مستدرک امام حاکم ۱۲

تھے اور شمر نے سرِ اقدس کو بدنِ مبارک سے جدا کیا تھا۔

صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں کہ ظالموں نے تین مرتبہ حضرتؑ پر تلواریں لگائی تھیں ایک تو اس وقت جب کہ حضرتؑ گھوڑے پر سوار تھے۔ دوسرے جب حضرتؑ گھوڑے سے گرے اور خاک پر بیٹھے تھے تو اشقیاء نے چند ضربیں حضرتؑ پر لگائی تھیں۔ تیسرے جب حضرتؑ خاک پر افتادہ تھے تو چند ضربیں حضرتؑ کے گلوئے مبارک پر لگائی تھیں۔ اور سر کے جدا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس حالت میں تمام عالم میں عجب انقلاب واقع ہوا تھا۔

شمر لعین سے حضرتؑ کا پانی طلب کرنا

جب جناب امام حسینؑ نے غش سے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا کہ شمر خنجر بکف سینہ پر سوار آمادۂ ذبح ہے۔ بس بروایتِ ابو مخنف آپ نے اتنا فرمایا کہ یَا شِمْرُ اِنْ کَانَ لَا بُدَّ لَکَ مِنْ قَتْلِیْ فَاسْقِنِیْ شَرْبَةً مِّنَ الْمَآءِ (اے شمر اگر تجھے میرا قتل ہی منظور ہے تو پہلے تھوڑا سا پانی پلا دے)

مومنین! یہ جو حضرتؑ نے فرمایا فَاسْقِنِیْ شَرْبَةً مِّنَ الْمَآءِ (تو مجھے پانی پلا دے) یہ نہیں کہا کہ پانی لا دے کہ میں پانی پی لوں۔ اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ تھوڑا سا پانی کوئی چیز نہیں ہے کہ میں پی کر طاقت ور ہو جاؤں گا۔ اور تم سے جنگ کروں گا۔ اگر تجھے یہی گمان ہو کہ میں زیادہ پی لوں گا تو خود اپنے ہاتھ سے مجھے تھوڑا سا پلا دے۔

دوسری وجہ ظاہراً یہ ہوگی۔ کہ حضرتؑ ضعیف و ناتواں تھے۔ اتنی طاقت نہ تھی کہ کوزۂ آب ہاتھ میں لے کر پیتے۔ اسی سبب سے فرمایا تو خود مجھے پانی پلا دے۔ مگر شمر کیا شقی القلب تھا جواب میں کہنے لگا هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لَا تَذُوْقُ الْمَآءَ اَوْ تَذُوْقَ الْمَوْتَ غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَّجُرْعَةً بَعْدَ جُرْعَةٍ (اب تم کو پانی نہیں ملے گا۔ اب تم آبِ مرگ سے سیراب ہونا)

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس سی و دوم ۳۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ الۡحَمِیۡدُ فِیۡ قُرۡاٰنِہِ الۡمَجِیۡدِ وَیَوۡمَ یُحۡشَرُ اَعۡدَآءُ اللّٰہِ اِلَی النَّارِ فَہُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ۝ حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡہَا شَہِدَ عَلَیۡہِمۡ سَمۡعُہُمۡ وَ اَبۡصَارُہُمۡ وَ جُلُوۡدُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ رحق سبحانہ وتعالےٰ قرآن مجید میں اپنے حبیب سے ارشاد فرماتا ہے۔ یاد کرو اے محمدؐ اس روز کو جس روز دشمنانِ خدا جہنم کی طرف روانہ کئے جائیں گے۔ پس وہ لوگ ٹھہرائے جائیں گے یہاں تک کہ کل اہلِ جہنم جمع ہو جائیں۔ جس وقت سب مل کر دوزخ کے نزدیک پہنچیں گے اُس وقت اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کے بدن کے پوست اُن اعمالِ قبیحہ کی گواہی دیں گے جو انہوں نے دارِ دنیا میں کئے تھے۔

شہادت اعضاء بروز قیامت

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جب اُن کے اعمالِ قبیحہ اُن کو دکھلائے جائیں گے تو وہ اُن سے انکار کر دیں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم نے تو ان کاموں میں سے ایک بھی نہیں کیا ہے۔ پس وہ فرشتے جنہوں نے لکھا تھا گواہی دیں گے۔ تب وہ کہیں گے کہ پروردگارا یہ تو سب تیرے ہی فرشتے ہیں۔ یہ تو تیری ہی سی گواہی دیں گے۔ تیری قسم ہم نے تو ان کاموں کو نہیں کیا۔ اُس وقت اُن کی زبانیں بند کر دی جائیں گی اور اُن کے اعضاء و جوارح گواہی دیں گے۔ کان جن جن حرام چیزوں کو سُنا ہے مثل غناء و غیبت وغیرہ کے اُن کی بابت گواہی دیں گے۔ آنکھیں جن جن حرام اشیاء کو دیکھا ہے مثل نامحرم وغیرہ کے اُن کی بابت گواہی دیں گی۔ ہاتھ جو جو حرام کام اُن سے ہوئے ہیں جیسے چوری قتلِ نفس وغیرہ اُن کی بابت گواہی دیں گے۔ پاؤں جس جس حرام کام میں چلے ہوں گے اُس کی بابت گواہی دیں گے۔ فرج جو جو حرام کام اُن سے ہوا ہے اُن کی بابت گواہی دیں گے۔ جیسے زنا و لواطہ و سحق وغیرہ اور اس قولِ خدا کے حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوۡہَا شَہِدَ عَلَیۡہِمۡ

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ یہی معنی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ انسان نے جو گناہ کئے ہیں قیامت کے روز اُن سے انکار کرکے بچ نہ سکے گا۔ پس انسان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے کارِ خیر کرلے۔ اور اُس کے فضل و کرم کا اُمیدوار رہے اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (تم خدا کی رحمت سے نااُمید مت ہو) وہ ایسا ارحم الراحمین ہے کہ ذراسی بات میں سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

بہ بہانہ نمی بخشد، بہ بہانہ می بخشد

ایک پلک کی شہادت

زائد المشاہد و نتائج المقاصد میں جناب شیخ جعفر شوستری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے افعالِ قبیحہ پر آنکھ، کان، ہاتھ سارے اعضاء گواہی دیں گے کہ ہم نے گناہ کئے ہیں يُؤْمَرُ بِهٖ اِلَى النَّارِ (پس خدا کا حکم ہوگا کہ اس کو لے جاکے جہنم میں ڈال دو) فرشتے اُس کو کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے چلیں گے فَتُنَادِيْ شَعْرَةٌ مِّنْ اَشْفَارِ عَيْنَيْهِ پس اُس عالمِ اضطراب میں اُس کی آنکھوں کی ایک پلک کہے گی) بارِ الہا میں شہادت دیتی ہوں کہ ایک روز اس شخص کے سامنے تیرا ذکر ہوا تھا تو یہ تیرے خوف سے چشم پُرآب ہو گیا تھا اور میں اس کے اشک سے تر ہو گئی تھی۔ اُس وقت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا لے ملائکہ یہ پلک سچ کہتی ہے۔ اب اس بندے کو بہشت میں لے جاؤ۔ اہلِ محشر جب اُسے دیکھیں گے کہیں گے هٰذَا عَتِيْقُ اللّٰهِ بِشَعْرَةٍ (یہ وُہ ہے جسے خدائے تعالیٰ نے اسی کی ایک پلک کے سبب سے بخش دیا ہے) سبحان اللہ خوفِ خدا سے رونے کا کیا مرتبہ ہے۔ جب ہی تو انبیاء و اوصیاء باوجودیکہ معصوم تھے مگر برابر عظمت و جلال و جبروتِ خداوندِ متعال یاد کرکے رویا کرتے تھے۔

ذکر حضرت شعیبؑ

چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت شعیبؑ نبی جناب باری کے شوقِ ملاقات میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کی بصارت زائل ہو گئی۔ جناب روح الامین کو حکم ہوا کہ اے جبرئیل بصارتِ شعیب جو جاتی رہی ہے اُس کا اعادہ کردو۔ جبرئیلؑ نے آکے حدقۂ چشم میں پھونکا فوراً آنکھیں بینا ہو گئیں۔ پھر حضرت شعیبؑ اس قدر روئے اس قدر روئے کہ پھر بصارت جاتی رہی اور پھر جبرئیلؑ نے اعادہ کردیا۔ اسی طرح تین مرتبہ اتفاق ہوا۔ اُس وقت خطاب ربّ الارباب ہوا کہ اے شعیبؑ کیا باعث ہے جو تم اتنا رویا کرتے ہو۔ اگر خوفِ جہنم سے ہے تو تمہیں اُس سے امان دی؟

اور اگر شوقِ بہشت سے روتے ہو۔ تو وہ تمہارے لئے مُباح ہے۔ عرض کی بارالہا! نہ از خوفِ جہنم سے روتا ہوں اور نہ اشتیاقِ بہشت میں گریہ کرتا ہوں۔ بلکہ تیری محبت میرے دل میں مستقر ہو گئی ہے۔ اس لئے شوقِ لقا میں تیرے رویا کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا اے شعیبؑ اس کے عوض میں ہم نے تمہاری خدمت گزاری کے لئے اپنے کلیم مُوسیٰ نبی کو مقرر کیا۔

نیک کاموں کے متعلق اعضاء کی گواہی

الحاصل آپ نے سُنا کہ قیامت کے دن انسان کا ہر عضو گواہی دے گا۔ خیال کیجئے اپنے ہی اعضاء و جوارح اپنے دشمن ہو جائیں گے۔ ہر ہر شخص کی مخالفت میں گواہی دیں گے۔ اس کا انکار کرنا کوئی کام نہ آئے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح اُس کے اعضاء گناہوں کی گواہی دیں گے تو کیا عجب ہے کہ اُس کی نیکیوں کو بھی بیان کریں۔ آپ جو اس وقت اس مجلس میں آئے ہیں تو آپ کے پاؤں گواہی دیں گے کہ خداوندا ہم فلاں مجلس میں جہاں ذکرِ جناب امام حسینؑ ہوتا تھا گئے تھے۔ ہاتھ گواہی دیں گے کہ اے پروردگار ہم نے مجلسِ امامؑ میں ماتم کیا تھا۔ کان گواہی دیں گے کہ بارالہا ہم نے اُن مصائب کو جو ذاکر پڑھتا تھا سُنا تھا۔ آنکھیں گواہی دیں گی کہ اے سمیع و بصیر جب تیرے حبیب کے نواسے مظلومِ کربلا کا ذکر ہوتا تھا تو ہم سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ رُخسارے گواہی دیں گے کہ ہم تر ہو گئے تھے۔ اور زبان گواہی دے گی کہ اے ربِّ جلیل جب یہ بندہ پانی پیتا تھا تو تیرے حُسینؑ پہ درود سلام بھیجتا تھا اور اُن کے دشمنوں پر لعنت کرتا تھا۔

کتابِ امالی میں داؤدِ رقی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرتؑ نے پانی طلب کیا جب نوش فرمایا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا اے داؤد! خدا لعنت کرے قاتلِ حسینؑ پر کہ ذکرِ حسینؑ نے کس قدر میرے عیش کو منغص کر دیا ہے۔ جب میں آبِ سرد پیتا ہوں تو امام حسینؑ کی پیاس کو یاد کر لیتا ہوں۔ اے داؤد! جو بندۂ مومن پانی پیئے اور امام حسینؑ کی پیاس کو یاد کرے اور اُن کے قاتل پر لعنت کرے تو خداوندِ عالم ایک لاکھ نیکیاں اُس کے واسطے لکھتا ہے اور ایک لاکھ گناہ اُس کے نامۂ اعمال سے محو کرتا ہے اور ایک لاکھ درجے اُس کے لئے بلند کرتا ہے۔ اور ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کے ثواب کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ اور خداوندِ عالم اُس کو بروزِ قیامت باچہرۂ نورانی محشور کرے گا۔ پس مومنین اپنے آقا مظلومِ کربلا پر رویئے کہ یہی رونا قیامت میں آپ کے کام آئے گا۔

تمہید مصائب

بحارالانوار میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے بروایت جناب رسول خدا فرمایا:۔
كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ عَلَى الْحُسَيْنِ فَاِنَّهَا ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيْمِ الْجَنَّةِ (قیامت کے روز تمام آنکھیں ہولِ قیامت سے روتی ہوں گی سوائے اس آنکھ کے جو مصیبتِ امام حسینؑ پر روئی ہوگی کہ اس کا مالک با دیدۂ خنداں داخلِ جنت ہوگا۔ اور اس کو جنت کی نعمتوں کی بشارت دی جائے گی) سبحان اللہ مصیبتِ جناب امام حسینؑ میں رونے کا ثواب کس قدر ہے۔

محرق القلوب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے روز فرشتہائے عذاب ایک شخص کو کہ اس سے کوئی بھی نیک عمل نہ ہوا ہوگا پکڑ کے دوزخ کی طرف لے چلیں گے فَيُنَادِيْ مُنَادٍ قِفُوْا يَا مَلٰئِكَتِيْ فَاِنَّ لَهٗ اَمَانَةً عِنْدِيْ فَيُعْطِيْ لَهٗ دُرَّةً بَيْضَاءَ يُضِيْءُ مِنْ نُوْرِهَا الْمَحْشَرُ (اس اثناء میں جناب پروردگارِ عالم سے ایک منادی ندا کرے گا اے ملائکہ ٹھہر جاؤ۔ اس مردِ گناہگار کی ایک امانت ہمارے پاس ہے ملائکہ ٹھہر جائیں گے۔ پس اس شخص کو ایک ایسا موتی تابندہ و درخشاں عنایت ہوگا جس کے نور سے تمام عرصۂ محشر روشن ہو جائے گا) وہ اس موتی کو دیکھ کر کمال تعجب سے جنابِ احدیت میں عرض کرے گا۔ خداوندا مجھے تو اس امانت کا کوئی علم نہیں۔

گوہر اشک کی قیمت

ارشاد ہوگا اے شخص یہ دُرِ بے بہا حقیقت میں ایک قطرۂ اشک ہے جو ایک مرتبہ مصیبتِ حسینؑ میں تیری آنکھ سے نکل کر تیرے رُخسارے پر جاری ہوا تھا۔ اب تو اس موتی کو سب انبیاء و اوصیاء کے پاس لے جا اور ہر ایک سے اس کی قیمت دریافت کر لیں وہ شخص تمام انبیاء و اوصیاء حتیٰ کہ جناب خاتم النبیینؐ و جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اور اس کی قیمت دریافت کرے گا۔ کوئی اس کی قیمت نہ بتا سکے گا۔ یہاں تک کہ وہ مردِ مومن خدمت باسعادتِ جناب امام حسینؑ وہ موتی لئے ہوئے حاضر ہوگا۔ جناب سید الشہداءؑ اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں گے۔ اور اس شخص کو گلے سے لگا لیں گے اور قائمہ عرشِ الٰہی تھام کر جناب باری میں عرض کریں گے۔ بارالٰہا! یہ موتی ایک دانۂ اشک ہے جو اس مومن کی آنکھ سے محمدؐ مظلوم کی مصیبت میں جاری ہوا تھا۔ اس کی یہ قیمت ہے کہ اس شخص کو آتشِ جہنم سے نجات عطا کر۔ اور اپنے فضل و کرم سے اسے میرے ساتھ بہشت میں

پہنچادے۔ ارشاد ہوگا اے حسینؑ ہم نے اس کے تمام گناہ معاف کئے۔ بلکہ اس کے ماں باپ کو بھی بخش دیا۔ اور تمہارے ساتھ تمہارے ہی درجے میں اسے جگہ دی۔ سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے ان آنسوؤں کا جو آپ حضرات اس وقت مصیبت جناب سید الشہداء میں اپنی آنکھوں سے بہارہے ہیں۔ پس رولو ایسے مظلوم پر جس کی مصیبتوں کو یاد کرکے کل انبیاء و اوصیاء روتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت میں آپ کو جناب امیرؑ کا مصیبت جناب امام حسینؑ یاد کرکے رونا عرض کرتا ہوں۔

معرکہ صفین میں جناب امام حسینؑ کا جہاد

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں عبداللہ بن قیس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اُن مجاہدوں کے ساتھ جو ہمراہ رکاب جناب امیرؑ جنگ صفین میں جہاد کر رہے تھے۔ موجود تھا۔ ایک مرتبہ ابوایوب اعور سلمی نے پانی کا گھاٹ روک لیا اور ایسا بندوبست کیا کہ جو لوگ حضرتؑ کے ساتھ تھے اُن کو کسی طرح پانی دستیاب نہ ہوا۔ سب کے سب بیتاب ہوکر خدمت جناب امیرؑ میں حاضر ہوئے اور پیاس کی شکایت کی۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ نے کچھ سواروں کو حکم دیا کہ تم جاکر ابوایوب کی فوج کو ہٹادو اور گھاٹ کی راہ صاف کردو۔ بموجب حکم حیدر کرار وہ سوار گئے۔ بڑی لڑائی ہوئی مگر گھاٹ ہاتھ نہ آیا۔ مایوس ہوکے پھر آئے اس وقت جناب امیرؑ نہایت تنگ دل ہوئے اور فکر فرما رہے تھے کہ اب کیا تدبیر کروں کس کو بھیجوں۔ فَقَالَ وَلَدُہُ الْحُسَیْنُ اَمْضِیْ اِلَیْہِ یَا اَبَتَاہُ۔ یکایک جناب سید الشہداءؑ مظلوم کربلا کو جوش شجاعت آگیا۔ عرض کرنے لگے اے پدر بزرگوار! اگر مجھے اجازت ہو تو میں جاکر ان مسلمانوں کے واسطے پانی کی سبیل کروں اور ابوایوب کو گھاٹ سے ہٹادوں۔ جناب حیدر کرار نے جب اپنے فرزند کو اس طرح آمادہ جدال دیکھا تو پیاسے مسلمانوں کی خاطر سے نہ روکا اور فرمایا اِمْضِ یَا وَلَدِیْ (اچھا جاؤ) مومنین کیا عجب ہے کہ اس اجازت سے مطلب حضرتؑ کا کچھ اور بھی ہو یعنی نام خدا اب تو نوجوان ہیں۔ لڑ بھڑ لیں۔ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ بڑی لڑائی کا سامنا ہوگا۔ تین روز کی بھوک پیاس میں لڑنا ہوگا۔ ہر چہار طرف سے دشمن گھیر لیں گے۔ کوئی تلوار لگائے گا۔ کوئی نیزہ مارے گا۔ کوئی پتھر برسائے گا۔ الحاصل جناب امام حسینؑ اجازت پاکر کچھ سوار ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ پہلے پہل کی لڑائی۔ دل میں اُمنگ، سینہ میں جوش جنگ، خوب لڑے۔ ابوایوب کیا مقابلہ کرسکتا۔ یہ شیر خدا کے فرزند تھے۔ ان سے سامنا کرنا سہل و آسان نہ تھا۔ پہلے تو ابوایوب کچھ الجھا آخر مع اپنی فوج کے گھاٹ چھوڑ کے بھاگ گیا۔ جب گھاٹ صاف ہوگیا۔ جناب امام حسینؑ نے سواروں سے فرمایا کہ اب خیمے میں

نصب کر لو۔ اور باطمینانِ تمام آرام کرو۔

الغرض جب جناب امام حسینؑ مظفر و منصور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سب لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ مگر جناب امیر علیہ السلام کچھ یاد کرکے بے ساختہ رونے لگے۔ اصحاب نے عرض کی یا مولا آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ لوگوں نے پیاس کی تکلیف سے راحت پائی۔ پہلے پہل خداوندِ عالم نے آپ کے فرزند حسینؑ کو فتح دی ہے۔ فَقَالَ اِنِّیْ ذَکَرْتُ اَنَّہٗ سَیُقْتَلُ فِیْ طَفِّ کَرْبَلَاءِ عَطْشَانًا آپ نے فرمایا مجھے اسوقت معرکہ کربلا یاد آگیا کہ ایک روز یہی میرا فرزند کربلا میں تین دن کا پیاسا قتل کیا جائے گا۔ حضرات جنگِ صفین میں تو جناب امام حسینؑ نے چند سواروں کے ساتھ اعور سلمی پر حملہ کرکے بھگا دیا اور دریا پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب وہ وقت آیا جس کی جناب امیرالمومنینؑ نے خبر دی تھی اُس وقت بھی کوئی اعور سلمی تھا جو گھاٹ روکے ہوئے تھا۔ آپ نے اُس پر بھی حملہ کرکے گھاٹ کو لے لیا تھا۔ مگر فرق یہ تھا کہ صفین میں جوانی کا سن تھا اور جنگ کا ولولہ تھا۔ فاقوں کا صدمہ پیاس کی شدت نہ تھی۔ کسی عزیز قریب کے داغ نہ اٹھائے تھے اور سوار بھی مدد کے واسطے ساتھ تھے۔ اور واقعہ کربلا میں آخر عمر تھی۔ لڑائی کا حوصلہ باقی نہ تھا۔ عزیز و انصار سامنے شہید ہو چکے تھے۔ داغ پر داغ اُٹھا چکے تھے۔ زخم پر زخم کھا چکے تھے۔ تین دن کا فاقہ تشنگی کا غلبہ تھا۔ اس حالت میں بھی تن تنہا دریا کے نگہبانوں پر حملہ آور ہوئے تھے

فرات سے امام حسینؑ کا پیاسا نکل آنا

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابو مخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جناب امام حسینؑ نے اعور سلمی اور عمرو بن حجاج زبیدی پر جو چار ہزار سوار کے ساتھ دریا کی محافظت کر رہے تھے حملہ کیا۔ اُن سب کو مار کر ہٹایا۔ اور اپنا گھوڑا فرات میں ڈال دیا۔ جب گھوڑے کو خنکی معلوم ہوئی بے اختیار منہ پانی سے ملا دیا۔ فَقَالَ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَاَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰہِ لَا ذُقْتُ الْمَاءِ حَتّٰی تَشْرَبَ آپ نے فرمایا اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں مگر واللہ پانی نہ پیوں گا جب تک کہ تو نہ پی لے۔ جب گھوڑے نے حضرتؑ کا یہ کلام سُنا تو سر پانی سے اُٹھا لیا۔ گویا مطلب یہ تھا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ تو پیاسے ہوں اور میں اُن سے پہلے پانی پی لوں اُس وقت حضرتؑ نے فرمایا۔ اچھا لے تو پانی پی لے میں بھی پیتا ہوں۔ یہ فرما کے پانی چلو میں

چاہتے تھے کہ نوش فرمائیں کہ فوجِ مخالف میں سے کسی نے دیکھا اور کہا کہ اگر امام حسینؑ پانی پی لیں گے تو پھر کسی کو آپ سے لڑنے کی قدرت نہ رہے گی۔ بنی ہوئی لڑائی بگڑ جائے گی۔ ایک سوار نے پکار کر کہا اے حسینؑ آپ تو پانی پیتے ہیں۔ وہاں فوج نے اہلِ حرم کو لوٹ لیا۔ تَنْفَقِضُ الْمَاءُ مِنْ يَدِهٖ (اب پانی کیا پیا جاتا۔ سنتے ہی چلو سے پھینک دیا)۔ خود بھی گھوڑا بھی دونوں پیاسے باہر نکل آئے۔ پھر فوج پر حملہ آور ہوئے۔ سامنے سے سب کو ہٹا دیا۔ دیکھا کہ خیمہ سلامت اپنی حالت پر ہے۔ جب اشقیاء نے پھر جناب امام حسینؑ کو تنہا پایا تو ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑے۔ کوئی تلوار لگاتا تھا کوئی نیزہ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرتؑ اتنے زخمی ہو گئے کہ گھوڑے پر سنبھلا نہ گیا۔ ڈگمگا کے زین سے زمین پر تشریف لائے اور اُدھر سے عمر بن سعدِ لعین بارادۂ قتل مع اشقیاء کے قریب حضرتؑ کے آیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جناب زینبؑ اسی حال میں سراسیمہ و بدحواس خیمہ سے باہر نکل آئیں کس طرح کہ گوشۂ چادر رُخِ مبارک سے ہٹ گیا تھا۔ بندے کانوں کے ہلتے جاتے تھے۔ اور فرماتی تھیں لَيْتَ السَّمَاءُ انْطَبَقَتْ عَلَى الْاَرْضِ (کاش یہ آسمان زمین پر گر پڑتا، اور قیامت آجاتی) کبھی عمر سعد سے کہتی تھیں يَا ابْنَ سَعْدٍ اَيُقْتَلُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ (اے عمر سعد کیا غضب ہے فرزند رسولؐ قتل ہوتا ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ افسوس ہے کہ اُس ظالم نے اس فریاد پر بھی کچھ اعتنا نہ کی بلکہ مُنہ پھیر کے رونے لگا اور شمر نے ندا کی۔ وائے ہو تم پر کیا انتظار کرتے ہو جلد ان کو قتل کرو۔ اس وقت ظالموں نے یکے بعد دیگرے شمشیر و نیزہ سے بے ادبی کی۔ آخر خود شمر لعین نے اس جناب کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اُس وقت منادی نے ندا دی۔

اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ ؕ

مجلس سی و سوم ۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ

مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۔

بیانِ خلقتِ انسان

(خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ بالتحقیق ہم نے انسان کو خلاصہ وصاف شدہ گل سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ کر کے ایک جگہ متمکن و جاگزین کر دیا۔ پھر اُس نطفہ کو خون بستہ بنا دیا۔ پھر اُس خون بستہ کو لوتھڑا کر دیا۔ پھر اس لوتھڑے سے ہم نے ہڈیاں بنا دیں اور اُن ہڈیوں پر ہم نے گوشت چڑھایا۔ اس کے بعد ہم نے اور ہی چیز کر دیا۔ (یعنی اس میں رُوح داخل کی کہ وہ زندہ ہو گیا۔ اور صورت انسان بن گیا) پس بڑا صاحب برکت ہے۔ وہ خدا جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے) واضح ہو کہ خلقتِ انسان میں عجیب قدرت کاملہ وصنعت شاملہ پائی جاتی ہے جس سے بڑے بڑے عقلاء اور حکماء کی عقل چکر میں ہے۔ اگر انسان اپنی ذات میں فکر کرے تو اسی سے خدا کو پہچان سکتا ہے۔ جیسا کہ جناب امیرؑ نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اُس نے خدا کو بھی پہچان لیا) دیکھئے انسان کی ابتدا ایک قطرۂ نجس سے ہوئی جو کثیف اور گندی چیز ہے۔ جب وہ رحم میں قرار پایا تو ایک حال پر نہ رہا بلکہ اس کی ایک کیفیت سے دوسری کیفیت بدلتی رہی۔ پہلے خون ہوا پھر گوشت بنا۔ بعد اُس کے پورا جسم گوشت و پوست و استخواں و رباطات و عضلات و عروق وغیرہ سے بحکمتِ کاملہ مکمل و درست ہو گیا۔ پھر درست ہونے کے بعد اُس میں رُوح آئی۔ جب اس جنین کی خلقت پوری ہو گئی اور اُس کے بدن میں اتنی توانائی آگئی کہ ہوا کی برداشت کر سکے سردی اور گرمی کو سہ سکے۔ اُس کی آنکھ دنیا کی روشنی دیکھ سکے۔ اُس وقت بہ قوتِ تمام ماں کے پیٹ سے باہر نکلا۔ اور خدا نے اس کی غذا کے واسطے اُس کی ماں کے سینہ سے دو نہریں دودھ کی جاری کیں۔ جن سے بھوک اور پیاس سے آسودگی حاصل ہوا کی۔ جب اتنی قوت بہم پہنچی کہ غذائے سخت کو ہضم کر سکے۔ اُس وقت خدا تعالےٰ

عـــہ علی مرتضیٰؑ ۱۲

نے دانت پیدا کر دئے جن سے کہ سخت سخت غذاؤں کو چبائے اور بہ آسانی نگل جائے۔ اور جلد جلد ہضم کرے۔ پھر اس ہضم غذا کے واسطے چار قوتیں پیدا کیں۔ جاذبہ۔ ماسکہ۔ ہاضمہ۔ دافعہ۔ جب انسان غذا کو چبا کر نگلنا چاہتا ہے تو اُسے قوتِ جاذبہ معدہ کی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اگر یہ قوت نہ ہوتی تو غذا حلق ہی میں پھنس کے رہ جاتی پھر قوتِ ماسکہ اُس غذا کو معدہ میں روکے رہتی ہے، نہیں تو فضلات کی طرح باہر نکل جاتی۔ پھر قوتِ ہاضمہ اُس کو ہضم کرتی ہے۔ پھر جو کثیف رہ جاتا ہے۔ اُس کو قوتِ دافعہ دفع کر دیتی ہے۔ اگر فضلاتِ کثیف خارج نہ ہوتے تو انسان کا پیٹ پھول جاتا اور وہ مر جاتا۔ اور ہضم کے بعد جو لطیف اور عمدہ حصہ رہا وہ ماساریقا کی راہ سے جگر میں چلا جاتا ہے۔ اسی انتظام کی طرف جناب امیرؑ اشارہ فرماتے ہیں ؎

وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ
وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

انتظامِ عالمِ اکبر در عالمِ اصغر

(اے شخص تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تجھ میں ایک بڑا عالم سمایا ہوا ہے)

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ اس انتظامِ عالم اکبر یعنی آسمان و زمین کو عالمِ اصغر میں جو جسم انسان ہے اس طرح دکھلاتے ہیں کہ انسان کا سر مثل قبۂ فلک ہے۔ اور سر پر جو بال اُگے ہوئے ہیں وہ بمنزلہ ستاروں کے ہیں۔ جو آسمان میں جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور دونوں آنکھیں جو نورانی ہیں مانند آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اور دونوں کان مثل شمال و جنوب ہیں۔ اور پیشانی اور پشتِ سر مانندِ مشرق و مغرب ہیں۔ آوازِ انسان بمنزلۂ رعد ہے۔ اور اُس کی رفتار مانندِ سیرِ کواکب ہے۔ اُس کا قیام بمنزلۂ شرف ہے۔ اُس کا خواب مانندِ ہبوط ہے۔ اُس کی موت مانند احتراق ہے۔ یعنی جس طرح گہن لگنے سے آفتاب یا ماہتاب چھپ جاتا ہے اُسی طرح انسان بعد موت نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ پشتِ انسان میں ہڈیاں چوبیس ۲۴ ہیں۔ جس طرح شب و روز کی گھڑیاں چوبیس ۲۴ ہیں۔ اور شکمِ انسان میں امعاء تیس ۳۰ ہیں جس طرح مہینہ کے دن اکثر تیس ۳۰ ہوا کرتے ہیں اور وہ آنت جس کو حکماء اثنا عشریہ کہتے ہیں۔ وہ بقدر بارہ انگل کے

لیے اسی آنت والے کے ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح سال کے مہینے بارہ ہوا کرتے ہیں۔ اور بدن انسان
کی کل رگیں مطابق ایام سال تین سو ساٹھ ہیں۔ یہ عالم علوی کا انتظام جسم انسان میں ہے
اب عالم سفلی کا انتظام سنئے۔ ہڈیاں بدن انسان میں اسی طرح قائم ہیں۔ جس طرح زمین
میں پہاڑ ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا الْجِبَالَ اَوْتَادًا (ہم نے پہاڑوں کو زمین
کے لیے بمنزلہ میخ قرار دیا ہے) پس جس طرح زمین پہاڑوں کی وجہ سے قائم ہے۔ اسی
طرح جسم انسان ہڈیوں کی وجہ سے قائم ہے اور گوشت جو جسم انسان میں ہے وہ بمنزلہ مٹی
کے ہے جو زمین میں ہے اور چھوٹی اور بڑی رگیں بمنزلہ دریاؤں اور نہروں کے ہیں جس
طرح پانی روئے زمین پر دریاؤں اور نہروں سے جاری رہتا ہے۔ اسی طرح خون جسم انسان
میں رگوں سے جاری رہتا ہے۔ اور جو بخارات معدہ سے صعود کرکے دماغ تک پہنچتے
ہیں۔ اور سرد ہو کر آنکھ اور ناک کے راستے سے قطرہ قطرہ ہو کر گرتے ہیں وہ بمنزلہ ان ابخرات
کے ہیں جو زمین سے صعود کرکے کرۂ زمہریر تک پہنچتے۔ اور وہاں سے سردی پاکر برسنے لگتے
ہیں۔ اور جس طرح روئے زمین پر وزراء، وسلاطین و حکام وارکین ہیں۔ اسی طرح بدن انسان
میں بھی قوتیں ہیں جو مدبر و کارکن و خدام بدن ہیں۔ اور بادشاہ ان سب کا نفس ناطقہ یعنی
قلب ہے اور جس طرح دنیا کی آبادی کا زیادہ حصہ خط استوا سے جانب شمال ہے۔ اسی
طرح دل جس سے ملک بدن کی آبادی ہے بائیں جانب ہے۔ عالم اکبر کا انتظام کرنے والا
خداوند عالم ہے۔ عالم اصغر میں مدبر بدن روح ہے۔ عالم اکبر میں نیک و بد۔ اشرار و اخیار سب
طرح کے ہیں۔ اسی طرح قلب انسان میں بھی نیکی و بدی۔ خیر و شر سب کچھ ہی ہے۔ جس طرح عالم
اکبر میں راہ راست بتلانے والے اور ہدایت کرنے والے پیغمبر و اوصیاء پیغمبر ہیں۔ اسی
طرح عالم اصغر میں حجت باطنی عقل موجود ہے۔ جیسا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
نے ہشام سے فرمایا۔

بیان معرفت خدا

اے ہشام! خدا تعالیٰ کی دو حجتیں ہیں۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔ حجت ظاہری رسول و انبیاء
و ائمہ ہیں اور حجت باطنی عقل ہے۔ پس اسی عقل سے خدا کو پہچاننا چاہیئے۔ کیونکہ سب چیزوں سے
مقدم خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ جناب امیر فرماتے ہیں اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہٗ (دین کی پہلی سیڑھی
خدا کا پہچاننا ہے) یہاں معرفت سے مراد کنہ و حقیقت ذات کا پہچاننا نہیں ہے۔ اس لیے

بلکہ انسان کی عقل اس کے ادراک سے عاجز اور اس کے وہم و گمان و خیال و قیاس اس کے سمجھے سے قاصر ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

پس لامحالہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ اس کے صفات سے اس کے آثار سے۔ اس کی مخلوقات سے اس کو پہچانے فَاِنَّ الْاٰثَارَ تَدُلُّ عَلَی الْمُؤَثِّرِ وَ الْمَخْلُوْقَاتُ عَلَی الْخَالِقِ الْمُدَبِّرِ کیونکہ آثار مؤثر اور مخلوقات خالق مدبر پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ جو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کَمَالُ الْمَعْرِفَۃِ التَّصْدِیْقُ بِہٖ وَ کَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِہٖ تَوْحِیْدُہٗ وَ کَمَالُ تَوْحِیْدِہٖ الْاِخْلَاصُ لَہٗ وَ کَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَہٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْہُ (کمال معرفت خدا کی تصدیق ہے اور کمال تصدیق یہ ہے کہ اس کو یکتا جانے اور کمال یکتا جاننے کا یہ ہے کہ تمام اعمال کو خالص اسی کے واسطے کرے اور کمال اخلاص یہ ہے کہ کسی صفت سے اس کو متصف نہ کرے) تو یہ کلام حضرت کا خدا کو صفات کے ذریعہ سے پہچاننے کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت کی مراد نفی صفات سے ان صفات کی نفی ہے جو زائد ہیں۔ نہ ان صفات کی جو عین ذات ہیں۔

فرق درمیان ذات و صفات

فرق درمیان ذات و صفات میں یہ ہے کہ جو چیز اپنی ہستی کے لئے دوسرے کی محتاج نہیں ہے اس کو ذات اور موصوف کہتے ہیں اور جو چیز اپنی ہستی کے لئے دوسرے کی محتاج ہے اس کو صفت کہتے ہیں۔ مثلاً رنگ ایک صفت ہے۔ جب تک کوئی چیز نہ پائی جائے جس پر رنگ کو قرار ہو رنگ کی ہستی کہاں؟ اسی طرح بو کی حالت ہے خواہ وہ خوشبو ہو یا بدبو۔ جب کہ کوئی چیز نہ ہوگی۔ بو خود بخود نہیں پائی جا سکتی پس رنگ اور بو یہ دونوں صفتیں ہیں اور صفت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو ذات کے علاوہ خارج میں خود بھی موجود ہو جیسے سیاہی و سفیدی۔ ایسی صفتوں کو صفات انضمامیہ یا صفات زائدہ کہا کرتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ فقط ذات موجود ہو اور عقل خود بخود تجویز کرے۔ کہ اس ذات میں ایک وصف پایا جاتا ہے مثلاً آسمان کے لئے بلندی کہ آسمان ایک موجود شئے ہے اور اس میں بلندی مثل رنگ یا بو کے معلوم نہیں ہوتی۔ الّا ذہن آسمان کو دیکھ کے یہ خود بخود تجویز کرتا ہے کہ آسمان ہمارے سروں پر ہے۔ اور صفت بلندی اس میں پائی جاتی ہے اس قسم کی صفتوں کو صفت

انتزاعیہ یا صفت غیر حقیقیہ کہتے ہیں۔ پس حضرت کی مراد نفی صفات سے اسی طرح کی صفتوں کی نفی ذہن یا خیال سے ان کا دور کر دینا ہے اور اس کا اعتقاد لازم ہے کہ اس کی صفات عین ذات ہیں۔ اور اس کی ذات واحد ایسی ہے کہ اسی سے مختلف افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً زید کے پاس ایک کپڑا ہے کہ کبھی وہ اس کو اوڑھ لیتا ہے تو اسے چادر کہتے ہیں۔ کبھی سر پر باندھ لیتا ہے۔ تو اس کو عمامہ کہتے ہیں۔ کبھی کمر میں لپیٹ لیتا ہے تو اس کو شال کمر یا پٹکہ کہتے ہیں۔ حالانکہ ذات اس کپڑے کی ایک ہی ہے۔ مگر جب متعدد کاموں میں کام آیا تو اس کے نام اور اوصاف متعدد ہو گئے۔ یہی حال بلاتشبیہ صفات خدا کا ہے۔ پس ان ہی صفات سے خدا کو پہچاننا چاہیے۔

دلیل عقلی بر وجودِ خدا

بحار الانوار میں ہشام بن الحکم سے منقول ہے کہ ابو شاکر دیصانی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ خدا کے موجود ہونے کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ حال سے خالی نہیں۔ یا میں نے خود اپنے کو پیدا کیا ہے یا کسی دوسرے نے۔ اگر میں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کیا ہے تو بھی دو صورت سے خالی نہیں۔ یا تو میں پہلے سے موجود تھا یا معدوم تھا۔ اگر پہلے سے موجود تھا تو اپنے کو پیدا کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر معدوم تھا تو معدوم چیز معدوم کو کیونکر پیدا کر سکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ہمارا پیدا کرنے والا کوئی دوسرا ہے اور وہ خدا ہے۔ الحاصل خداوند عالم نے بھی انہی صفات سے اور مصنوعات و مخلوقات سے اپنی ذات پر استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ اس کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ خلقت آسمان و زمین میں بھی خدا کے پہچاننے کی علامت ہے کہ آسمان ہمارے واسطے بمنزلہ شامیانہ کے کس حکمت سے نصب کیا ہے کہ اس میں نہ ستون ہیں نہ کسی اور چیز سے علاقہ ہے۔ جس میں آسمانوں کو آویزاں کیا ہوتا کہ گرنے سے محفوظ رہے۔ مگر اس قادر مطلق نے محض اپنی قدرت کاملہ اور عنایت شاملہ سے اس بے چوب آسمان کو نصب کیا اور اس سائبان بے ستون و بے طناب کو ہمارے سروں پر کھینچ

استدلال بر وجود خدا از مصنوعاتِ عالم

اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اس میں رہنے کی جگہ دی۔ زمین ہمارے پاؤں کے نیچے مثل فرش بچھی ہوئی ہے۔ آسمان ہمارے سر پر مثل خیمہ استادہ ہے۔ ہم لوگ اس کی عملداری سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ اگر وہ ہماری ہلاکت چاہے تو آسمان کو گرا کر بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ اور زمین کو شگافتہ کر کے بھی فنا کر سکتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے آفتاب درخشاں کو پیدا کیا کہ اس کی روشنی تمام ستاروں کی روشنی پر غالب ہوئی تاکہ ہم کو اس کی روشنی میں راہ چلنا آسان ہو۔ دین و دنیا کے کاموں میں سہولت ہو۔ ہر قسم کے میوے اور غلے پختہ ہو جائیں اور ماہتاب کو مثلِ قندیل قرار دیا کہ اندھیری راتوں میں اس کی روشنی سے نفع اٹھائیں۔ اشجار و نباتات میں نمو ہو۔ دن کو جو فکر معاش وغیرہ سے تکان ہوتی ہے رات کو آرام کریں اور اس اختلاف شب و روز میں عجیب قدرت و صنعت الٰہی نمایاں ہے۔ جس سے جاڑا۔ گرمی۔ ربیع۔ خریف ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان فصلوں میں انواع و اقسام کے غلے اور میوے اور درخت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ جن سے انسان اور حیوان کی زندگی ہے اور منجملہ قدرت خدا کے جو خدا کے موجود کی دلیل ہو سکتی ہے۔ کشتیاں ہیں جو مثل پہاڑوں کے دریا پر رواں ہیں۔ جن پر اموال تجارت اور اسباب منافع لے کر شب و روز منزلیں طے کرتے ہیں اور باوصف اس کے وہ کسی وقت آب و دانہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔ تجربہ و حکمت سے ثابت ہے کہ عالم میں چار چیزیں عناصر کی قسم سے ہیں۔ ایک مٹی دوسرے پانی۔ تیسرے ہوا۔ چوتھے آگ۔ مٹی ثقیل مطلق ہے۔ اسی وجہ سے قریب بمرکز عالم مخلوق ہوئی ہے۔ پانی بہ نسبت زمین کے خفیف و سبک اور بہ نسبت ہوا کے گراں ہے۔ اسی سبب سے اس کا مقام زیر ہوا و بالائے زمین ہوا اور ہوا بہ نسبت آگ کے ثقیل ہے۔ اسی سبب سے زیر آتش و فوق آب ہے۔ اور آگ سب سے خفیف ہے۔ اسی سبب سے کرۂ نار اور سب کروں کے اوپر ہوا اور جو اشیا ان عناصر اربعہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان سب کا یہ قاعدہ ہے کہ جس میں اجزائے زمین غالب ہیں۔ وہ اس کو زمین کی طرف کھینچتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ پانی بوجھل چیز کو روک نہیں سکتا۔ حتیٰ کہ اگر ایک کنکری بھی پانی میں ڈالی جائے۔ تو جب تک تہ نشین نہ ہو جائے قرار نہ لے گی۔ مگر کشتی باوجود اجزائے ارضیہ اس میں غالب ہونے کے اگر لاکھوں من اسباب بھی اس پر لاد دیا جائے تو بھی بحکم خدا پانی اسے اٹھائے رہتا ہے جس طرح کشتی نوحؑ کہ کس طرح بار اٹھائے تھی جس کا وزن خدا ہی کو معلوم ہے

قصہ حضرت نوحؑ

لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ نے قریباً ایک ہزار برس دعوت خلق کی۔ مگر وہ لوگ راہ پر نہ آئے بلکہ اس نصیحت کے عوض ان حضرتؑ پر پتھر برساتے تھے کہ تمام بدن مبارک زخمی ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات اس قدر پتھر مارتے تھے کہ حضرتؑ اس میں چھپ جاتے تھے۔ شب کو جبرئیل آتے تھے اور پتھروں کو ہٹا کر اپنے پروں سے ان کے بدن کو مس کرتے تھے کہ تمام زخم اچھے ہو جاتے تھے۔ پھر صبح کو حضرت وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتے تھے۔ وہ لوگ اپنے لڑکوں کو لے جا لے جا کر دکھلاتے تھے کہ یہ شخص مجنوں ہے۔ تو سب ہمارے بعد اس کے کہنے کو ہرگز نہ ماننا۔ ایک مرتبہ ایک شخص اپنے لڑکے کو کاندھے پر چڑھا کر حضرت نوحؑ کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو ہمارے بعد اس شخص کے کہنے کو نہ ماننا اور اس کے آزار و ایذا رسانی سے غافل نہ رہنا۔ لڑکے نے کہا۔ شاید اس وقت تک ہم سے یہ وصیت ادا نہ ہو سکے۔ مجھے اسی وقت ایک پتھر اٹھا دو کہ میں اسے ماروں۔ جب اس نے پتھر اٹھا دیا۔ اس شقی نے حضرت نوحؑ کی طرف پھینکا۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ اور رخساروں پر خون جاری ہوا اس وقت حضرت نوحؑ نے بد دعا کی۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (خداوندا! روئے زمین پر ایک کافر کو بھی نہ چھوڑ کہ وہ گھر میں رہیں اگر وہ رہیں گے تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بھی سب کی سب بدکار اور کافر ہی ہو گی۔) حضرت جبرئیل آئے اور عرض کی کہ خداوند عالم نے آپ کی دعا قبول کی۔ آپ اپنے شیعوں سے کہہ دیجئے کہ خرموں کی گٹھلیاں بو دیں جب ان کے درخت ہو جائیں گے اور پھل نکلیں گے۔ تو خدا ان پر عذاب نازل کرے گا۔ جب ان لوگوں نے گٹھلیاں بوئیں اور درخت پیدا ہوئے اور پھل لگے۔ تو حضرت نوحؑ نے نزول عذاب کے لئے دعا کی۔ مگر رحمت جناب باری تاخیر عذاب کے مقتضی ہوئی۔ پھر حکم ہوا کہ دوبارہ گٹھلیاں بوؤ اسی طرح نو مرتبہ گٹھلیاں بوئی گئیں اور درخت پیدا ہوئے اور بار ور ہوئے۔ جب اتنی مہلت پر بھی وہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو دسویں مرتبہ حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اب ان کو ہم دریائے غضب میں غرق کریں گے۔ تم ایک کشتی بناؤ۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے ایک درخت ساکھو کا بویا جب وہ تیار ہوا۔ تو بمشورہ و تعلیم حضرت جبرئیلؑ اس درخت کو کاٹا اور تختے تیار کئے اور بروایتے علوم جبرئیل نے ان کو ہیئت سفینہ دکھائی اور وہ ایک صندوق کیلوں سے

بھرا جس میں ایک لاکھ انتیس ہزار کیلیں تھیں لائے اور حضرت نوحؑ نے ان تمام کیلوں کو نصب کیا۔ جب پانچ کیلیں رہ گئیں۔ تو ان میں سے ایک اٹھائی۔ دیکھا کہ وہ روشن اور نورانی ہے اور مثل ستارہ کے چمک رہی ہے۔ حضرت نوحؑ متحیر ہوئے۔ اس کیل سے آواز آئی میں خیر الانبیاء محمدؐ بن عبداللہؑ کے نام سے ہوں۔ جبرئیل نے بھی تصدیق کی کہ یہ پیغمبر آخر الزمان محمدؐ مصطفےٰ کے نام کی ہے۔ پھر نوحؑ نے دوسری کیل اٹھائی۔ وہ بھی نورانی نظر آئی۔ جب پوچھا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ان کے بھائی علیؑ بن ابی طالب کے نام کی ہے۔ پھر تیسری کیل اٹھائی۔ وہ بھی روشن تھی۔ جب دریافت فرمایا۔ تو جبرئیل نے فرمایا کہ یہ فاطمہؑ دختر پیغمبر آخر الزمان کے نام کی ہے۔ جب چوتھی کیل اٹھائی۔ تو وہ بھی روشن تھی۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ کیل امام حسن نواسۂ رسول کے نام کی ہے۔ جب پانچویں کیل اٹھائی تو وہ بھی نورانی تھی مگر اس سے رطوبت ظاہر ہوئی۔ جبرئیل نے کہا یہ کیل حسینؑ نواسۂ رسول کے نام کی ہے۔ نوحؑ نے پوچھا یہ رطوبت کیسی ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ رطوبت انہیں حسینؑ کا خون ہے اور تمام قصہ شہادت امام حسینؑ کا بیان کیا۔ الحاصل جب وہ کشتی تیار ہوئی اور پانی پر جاری ہوئی۔ تو پھرتی ہوئی زمین مکہ پر پہنچی اور خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ گردش کی پھر مابین صفا و مروہ روانہ ہوئی بعد اس کے جب کربلا میں پہنچی۔ تو سخت تلاطم ہوا۔ اور کشتی رک گئی۔ نوحؑ کو غرق ہو جانے کا خوف ہوا خدا سے دعا کی۔ جبرئیلؑ نے آ کر زمین کربلا اور شہادت امام حسینؑ کا حال بیان کیا۔ اس کے بعد وہ کشتی روانہ ہوئی اور کوہ جودیؑ کی طرف چلی بڑے بڑے پہاڑوں نے سر بلند کئے۔ تاکہ یہ کشتی ہمارے اوپر قرار پکڑے۔ کوہ جودی جو سب پہاڑوں سے چھوٹا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ جب ایسے ایسے پہاڑ گردنیں بلند کئے ہوئے ہیں تو مجھ کو یہ بزرگی کہاں حاصل ہو سکتی ہے کہ کشتی نوح مجھ پر قرار پکڑے۔ اس کا یہ انکسار خدا تعالیٰ کو پسند آیا۔ حکم ہوا کہ کشتی نوح کوہ جودی پر قرار لے۔ پس کشتی کا سینہ اس کر لگا۔ اس صدمہ سے اہل کشتی میں تلاطم عظیم ہوا۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے دریچۂ کشتی سے سر نکالا اور انوار مقدسہ جناب رسالت مآبؐ و حضرت امیرؑ و جناب سیدہؑ و حسنینؑ سے توسل کیا۔ اور دعا مانگی۔ خداوندا بواسطہ ان اسمائے مقدسہ کے اس طوفان نجات دے۔ فوراً کشتی ٹھہر گئی اور سب نے نجات پائی۔ مومنین اس روایت سے ثابت ہوا

ع کوہ جودی موصل میں ہے۔ ۱۲۔ از حیات القلوب

کہ اسمائے اہل بیتؑ عصمت لنگر کشتی نوحؑ اور سبب نجات نوحؑ وامت نوحؑ ہوئے۔ اسی سبب سے جناب رسول خدا نے فرمایا ہے مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى (میرے اہل بیت کی مثل کشتی نوحؑ کی مثل ہے کہ جو اس پر سوار ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا وہ دریائے ضلالت میں غرق ہوگا اور تہ میں بیٹھ جائے گا۔) یوں تو سب ائمہ اہل بیتؑ سفینۂ نجات ہیں۔ مگر جناب امام حسینؑ کے واسطے ایک خصوصیت خاصہ ہے کہ خود پروردگار عالم نے ان کی مدح میں عرش اعظم کی داہنی جانب لکھا ہے۔ اَلْحُسَيْنُ مِصْبَاحُ الْهُدٰى وَسَفِيْنَةُ النَّجَاةِ (حسینؑ چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہیں) مومنین جب کشتی غرق سے نجات پاتی ہے تو لوگ ہلاکت سے بچ جاتے ہیں۔ ناخدا بھی بچ جاتا ہے۔ مگر کربلا میں کشتی اہل بیتؑ ایسی تباہ ہوئی کہ اس کا ایک تختہ بھی صحیح وسالم نہ رہا۔

تمہید مصائب

جناب امام حسینؑ جو اس کشتی کے ناخدا تھے وہ بھی دریائے خون میں ایسے غرق ہوئے کہ ان کے بعض اعضا کا تفصیلی حال نہ معلوم ہوا کہ ان پر کیا گزری۔ سرِ مبارک کا پتہ نہیں معلوم کہ وہ کیونکر اور کہاں دفن ہوا۔ کمربند کے سبب سے جو دست مبارک قطع ہو گئے تھے نہیں معلوم وہ کس طرح دفن ہوئے۔ انگوٹھی کے واسطے جو انگشت مبارک کاٹی گئی تھی نہیں معلوم کہ جسم کے ساتھ دفن ہوئی یا نہیں۔ اللہ اکبر مومنین جس بے کسی اور مظلومی سے جناب امام حسینؑ شہید کئے گئے۔ ابتدائے آدم سے آج تک کوئی اس طرح شہید نہیں کیا گیا۔ عالم میں سے جو شخص دنیا سے جاتا اور مرتا ہے تو کوئی حالت احتضار میں مرتا ہے کوئی مرگ مفاجات میں مرتا ہے کوئی رنج وصدمات کی وجہ سے مرتا ہے کوئی مقتول ہو کر مرتا ہے کوئی مذبوح ہو کر مرتا ہے کوئی نحر کر دیا جاتا ہے۔ قربان ہوں جاؤں میں ہم لوگوں کی ایسے مظلوم پر جو مقتول بھی تھا مکروب بھی تھا مذبوح بھی تھا۔ منحور بھی تھا۔ یہ سب باتیں تن تنہا جناب امام حسینؑ میں جمع ہو گئی تھیں۔ ایسی مصیبت سوائے جناب امام حسینؑ کے کسی نبی یا امام پر نہیں پڑی۔ جناب امیرؑ مسجد کوفہ میں شہید کئے گئے۔ جناب امام حسنؑ نے اپنے گھر میں شہادت پائی۔ جناب امام موسیٰ کاظمؑ شہر بغداد میں غریب الغربا جناب امام رضاؑ شہر طوس میں شہید کئے گئے۔ سوائے مظلوم کربلا غریب نینوا جناب امام حسینؑ کے کہ وہ حضرت صحرائے بے آب و

؂ تحقیق یہ ہے کہ آپ کا سر اقدس شام سے لا کر کربلا میں دفن کیا گیا۔ ۱۲

گیا وہ میں زمین کربلا پر شہید کیے گئے اور کوئی نبیؑ یا امام پیاسا شہید نہیں ہوا۔ سوائے جناب امام حسینؑ کے کہ وہ حضرت تین دن کے بھوکے پیاسے تھے کسی نبیؑ یا امامؑ کی لاش سے گھوڑوں کے ذریعہ سے بے ادبی نہیں کی گئی۔ سوائے لاش جناب امام حسینؑ کے۔ کسی نبی یا امام کو سنا ہے کہ ایک تن تنہا پر ہزاروں کا نرغہ ہوا ہو۔ سوائے مظلوم کربلا جناب امام حسینؑ کے کہ وہ حضرت میدان قتال میں یکہ و تنہا کھڑے تھے۔ اور ہر چہار طرف سے ہزارہا اشقیاء کا ہجوم تھا۔ کوئی تلوار مارتا تھا کوئی نیزہ لگاتا تھا کوئی تیر برساتا تھا

تین تیروں کا نکال کے پھینکنا

لکھا ہے کہ اس طرح تیر حضرت کے جسم مبارک پر لگے تھے جس طرح ساہی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں اور ان تیروں کے نکالنے کی حضرت کو مہلت نہ ملتی تھی۔ کہاں تک نکالتے بے شمار تیر جسم مبارک میں پیوست ہو گئے تھے۔ مگر شیخ جعفر شوستریؒ اپنے مواعظ میں لکھتے ہیں کہ تین تیر حضرت نے اپنے جسم مبارک سے نکال کر پھینکے۔ ایک تو بنی دارم میں سے ایک شخص نے تیر لگایا تھا کہ وہ حضرت کے دہن اقدس میں آ کر لگا اور تالو میں گڑ گیا تھا حضرت نے اس تیر کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ مَا یُفْعَلُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِیِّکَ (خداوندا میں شکایت کرتا ہوں اس کی جو یہ لوگ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں) دوسرا تیر ابوالحتوق لعین نے حضرتؑ کی پیشانی مبارک پر مارا۔ اسے بھی حضرتؑ نے نکال کے پھینک دیا اس کی وجہ سے اس قدر خون جاری ہوا کہ روئے مبارک اور ریش اقدس تر ہو گئی۔ فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَا اَنَا فِیْهِ مِنْ عِبَادِکَ هٰؤُلَاءِ الْعُصَاةِ (بارالٰہا تیرے ان گنہگار بندوں کے ظلم سے جس حال میں میں ہوں تو خوب دیکھ رہا ہے) تیسرا تیر جو سب سے زیادہ جانکاہ تھا۔ وہ خولی کا تھا کہ اس شقی نے تین بھال کا تیر ایسا تاک کر سینۂ اقدس پر مارا تھا کہ نوک اس تیر کی قلب مبارک کو توڑ کر باہر نکل گئی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقْتُلُوْنَ رَجُلًا لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ ابْنُ نَبِیٍّ غَیْرُهٗ (یعنی اللہ کے نام سے اور اللہ پر بھروسہ کر کے اور جناب رسول خدا کی ملت پر میرا خاتمہ ہوتا ہے۔ خداوندا تو جانتا ہے کہ لوگ ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جو روئے زمین پر سوائے اس کے کوئی دوسرا فرزند رسولؐ نہیں ہے) چونکہ وہ تیر تین بھال کا تھا۔ آگے کی جانب سے نہ نکل سکا۔ حضرت نے اسے پشت کی جانب سے کھینچ کر پھینک دیا فَانْبَعَثَ الدَّمُ کَالْمِیْزَابِ (اس تیر کے نکلتے ہی خون

مثل پرنالہ کے جاری ہو گیا۔ آپ نے چلو قلب کے پاس رکھا۔ جب خون سے بھر گیا۔ اسے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ فَمَا رَجَعَ مِنْ ذٰلِکَ الدَّمِ قَطْرَۃٌ (کوئی قطرہ اس خون کا زمین پر نہ گرا) دیکھیے حضرت کا یہ ہدیہ کیسا قبول ہوا جس کی علامت آج تک باقی ہے وہ کیا؟ سرخی شفق کی جو آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ صاحب بحار الانوار لکھتے ہیں کہ مَا عُرِفَتِ الْحُمْرَۃُ فِی السَّمَاءِ حَتّٰی رَمٰی الْحُسَیْنُ بِدَمِہٖ اِلَی السَّمَاءِ (پہلے اتنی سرخی آسمان پر نہ تھی۔ جب سے جناب امام حسینؑ نے اپنا خون آسمان کی طرف پھینکا ہے اسی وقت سے یہ سرخی زیادہ ہو گئی ہے) بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ تیر جو قلب اقدس پر لگا اور خون مثل پرنالہ کے جاری ہوا بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قلب ایک چھوٹا سا عضو ہے اس میں اس قدر خون کہاں سے آیا کہ مثل پرنالے کے جاری ہو سکے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرتؑ نے اس قدر رنج اور صدمے اٹھائے تھے کہ ان کے سبب سے حضرت کا تمام دل خون ہی خون ہو گیا تھا۔

بسم اللہ کہنے کی وجہ

اس تیر کے لگنے کے وقت جو آپ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ تو اس بسم اللہ کے کہنے کی وجہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس تیر نے حضرت کا کام تمام کر دیا تھا۔ حضرتؑ کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کے بعد اب میں زندہ نہ رہوں گا۔ اس واسطے کہ بالاتفاق اطباء نے لکھا ہے اَلْقَلْبُ لَا یَتَحَمَّلُ الْجِرَاحَۃَ فَاِنْ وَقَعَ یَسْتَصْحِبُہُ الْمَوْتُ (دل زخم کا متحمل نہیں ہوتا اگر کسی قسم کا زخم اسے لگے تو فوراً آدمی مر جاتا ہے) اس سبب سے کیا عجب ہے کہ حضرت نے خیال کیا ہو کہ ہر ذبیحہ میں شرط قبول یہ ہے۔ کہ بسم اللہ کہہ کے ذبح کریں۔ میں جو خدا کی راہ میں ذبح ہوتا ہوں۔ تو ان بے دینوں نے بسم اللہ کہاں کہی ہو گی۔ تو لاؤ میں ہی بسم اللہ کہہ دوں۔ تاکہ میری قربانی خدا کی درگاہ میں اعلیٰ درجہ پر قبول ہو۔ اور اس کے عوض میرے نانا کی امت بخش دی جائے۔ مومنین اگرچہ اس تیر نے حضرتؑ کا کام تمام کر دیا تھا۔ اور کوئی حاجت نیزہ و شمشیر و تبر و تیر کی نہ تھی مگر ظالموں سے صبر نہ ہو سکا۔ زرعہ بن شریک نے شانہ پر تلوار لگائی۔ صالح بن وہب نے پہلوئے اقدس پر نیزہ مارا۔ جس کے صدمے سے حضرت سنبھل نہ سکے۔ داہنے رخسارے کے بل زمین پر گر پڑے۔ مگر جوش شجاعت میں سنبھل بیٹھے اور کھڑے ہو گئے۔ پھر ضعف سے گر پڑے۔ اسی طرح حضرت کبھی گر پڑتے تھے کبھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ صاحب خصائص حسینیہ

حضرت کا کھڑا ہونا اور گر گر پڑنا

صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت کا یہ کھڑا ہو جانا تو اختیاری تھا کہ جوشِ شجاعت و غیرت شماتت سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر گر پڑنا بے اختیاری تھا کہ جب ضعف غالب آتا تھا۔ گر پڑتے تھے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ جس طرح حضرت کا گر پڑنا اختیاری نہ تھا کیا عجب ہے کہ اسی طرح حضرت کا کھڑے ہو جانا بھی بے اختیاری سے ہو اس واسطے کہ جب حضرتؑ ضعف سے تیورا کے منہ کے بل زمین پر گر پڑتے تھے تو جو تیر کہ گلے سے ناف تک لگے تھے وہ گرنے میں اس طرح چبھتے تھے کہ حضرتؑ بے تاب ہو کے کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر ضعف سے گر پڑتے تھے۔ مومنین پھر حضرت کی شہادت کیونکر ہوئی۔ سر کیونکر جدا ہوا کیونکر حضرتؑ زمین پر لیٹے۔ کس نے لٹایا۔ اگرچہ جناب زینبؑ کی اس وقت اس جگہ موجودگی کسی کسی روایت سے پائی جاتی ہے۔ مگر یہ تو کسی نے بھی نہیں لکھا۔ کہ بہن نے بھائی کو آرام سے لٹایا ہو۔ جیسا کہ دستور ہے کہ بیمار و ناتواں کو آہستہ سے فرش پر لٹا دیا کرتے ہیں۔ پھر حضرتؑ کیونکر لیٹے۔ حدیث میں تو اس قدر وارد ہے فَطَعَنَہٗ سِنَانٌ فِیْ تِلْکَ الْحَالَۃِ فَصَرَعَہٗ وَ قَالَ لِخَوْلِیْ اِحْتَزَّ رَاْسَہٗ (یعنی حضرتؑ اسی حال میں تھے کہ سنان ملعون نے بڑھ کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ حضرت زمین پر گر پڑے اور اس نے خولی سے کہا کہ سر کاٹ لے) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرتؑ کو پھر اٹھنے کی مہلت نہیں دی گئی۔ ورنہ مقتضائے جرات و حمیت یہی تھا۔ کہ جوشِ شجاعت سے پھر اٹھ بیٹھتے۔ الغرض جب سنان نے خولی سے کہا کہ اب دیر کیا ہے جلد سر کاٹ لے تو وہ ملعون آمادۂ ذبح ہوا۔ مگر ہاتھ میں اس کے تھرتھری پڑ گئی اور آپ کو شہید نہ کر سکا آخر شمر قریب آ گیا اور اس نے نہایت ظلم و جفا سے ارکان ہدایت کو منہدم کر دیا اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۝

مجلس سی و چہارم ۳۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰۤاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ

فِی عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (خدا فرماتا ہے لے نفس مطمئنہ تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے - پس تو میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں چلا آ) اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت شان میں جناب امام حسینؑ کی نازل ہوئی ہے کہ وہ جناب صاحب نفس مطمئنہ تھے - اور خداوند عالم ان حضرتؑ سے خطاب فرماتا ہے کہ اسے حسینؑ! اے صاحب نفس مطمئنہ ہمارے پاس آؤ ہم تم سے راضی ہیں - تم بھی ہماری عطیات سے راضی ہو جاؤ اور ہمارے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ اور وہ باغ جو خاص ہمارا ہے اس میں چلے آؤ - یعنی باغ جناں کی سیر کرو -

اقسام نفس

جاننا چاہیے کہ نفس کی تین قسمیں ہیں - پہلے نفس امارہ ہے - جسے نفس بہیمیہ بھی کہتے ہیں - وہ افعال قبیحہ و نافرمانی خدا کا حکم کرنے والا ہے - جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے - اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یقیناً نفس بدی کا حکم دینے والا ہے - سوائے ان کے جن پر میرے پروردگار نے رحمت فرمائی ہو -) دوسرے نفس لوامہ ہے جسے نفس سبعی بھی کہتے ہیں - جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے - اور پھر متنبہ ہوتا ہے - تو یہی نفس اس کو ملامت کیا کرتا ہے - کہ کیوں تو نے یہ گناہ کیا اور کیوں تو نے اس عبادت اور طاعت خدا کو ترک کیا اسی کی بابت خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ (قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی) تیسرے نفس مطمئنہ ہے - یعنی نفس ناطقہ جسے نفس ملکی بھی کہتے ہیں - وہ متصف بر صفات کمال ہوتا ہے - اور بہ سبب پیروی عقل و طاعت خدا و رضائے الٰہی اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے - اور افعال قبیحہ کے ترک کرنے سے مطمئن رہتا ہے - جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (لے اطمینان دلانے والے نفس تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر اس حال میں کہ تو اس سے خوش بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی - پس یہی نفس مطمئنہ راضیہ مرضیہ جناب امام حسینؑ کا تھا - جس کے سبب سے کس اطمینان سے حضرتؑ نے کربلا میں جہاد کیا اور جو کچھ مصیبتیں ان حضرتؑ پر گزریں - ان سب میں راضی برضا ہے اس لئے کہ جس کو خدا کی معرفت ہو گی - اور جو اس کی عظمت و شان کو پہچان لے گا - ضرور اس کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے گی - اور جب خدا کی محبت ہو گی تو اس کے کل احکام

کو بخوشی و رضا بجا لائے گا۔ اور جتنی سختیاں اس پر واقع ہوں گی ان پر راضی و شاکر رہے گا اور جس قدر مصیبتیں اس پر پڑیں گی۔ ان سب کو باطمینان تمام برداشت کرے گا۔ یہ سب باتیں بوجہ احسن جناب امام حسینؑ میں پائی گئیں۔ اسی سے وہ حضرتؑ صاحب نفس مطمئنہ و راضیہ و مرضیہ ہوئے۔

اطمینان حضرت

مومنین غور فرمائیں کہ حضرتؑ نے عاشورے کی شب اور عاشورے کا دن کس اطمینان سے عبادت خدا میں بسر فرمایا۔ حضرتؑ کو ایسا اطمینان کلّی حاصل تھا۔ کہ دشمن تک اس کے معترف ہوئے ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ (اور بزرگی وہی تو ہے جس کی بابت دشمن بھی گواہی دیں) چنانچہ ایک راوی کہتا ہے وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ مَكْثُوْرًا قَطُّ قَدْ قُتِلَ وُلْدُهٗ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ وَاَصْحَابُهٗ اَرْبَطَ جَاشًا مِنَ الْحُسَيْنِ (خدا کی قسم میں نے کسی کو حسینؑ سے بڑھ کے ثابت قدم اور با اطمینان نہیں دیکھا۔ باوجودیکہ سب اولاد و اقربا و اصحاب حضرتؑ کے شہید ہو چکے تھے۔ مگر ان کو کچھ ہراس نہ تھا) بلکہ بعض روایتوں میں تو یہ ہے کہ جس قدر حضرتؑ پر امر سخت ہوتا جاتا تھا۔ اتنا ہی آپ کا اطمینان زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ رنگ چہرۂ انور کا بشاشت سے چمکتا جاتا تھا۔ اسی سے تو حق تعالیٰ نے اس نفس پاکیزہ کی مدح میں فرمایا ہے يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً (اے اطمینان والے نفس تو اپنے پروردگار کی طرف اس حال میں رجوع کر کہ تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ کو پسند کر چکا ہے) مومنین خیال کیجیے کہ باوجود انتہائی مصیبت اٹھانے کے حضرتؑ نے عاشورے کے دن نمازیں کس اطمینان سے ادا فرمائی ہیں۔

نماز با جماعت روز عاشورا

پہلی نماز جو حضرتؑ نے عین معرکہ جہاد میں تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ میں با جماعت نماز پڑھی۔ وہ نماز ظہر تھی جو بطریق نماز خوف قصر تھی۔ مگر بعض اصحاب کو تو پوری قصر بھی ممکن نہیں ہوئی بلکہ قصر نماز میں بھی قصر ہوا یعنی اثنائے نماز میں تیر ستم کھا کھا کے خاک پر گر پڑے اور شہید ہو گئے جب ہی تو حق تعالیٰ ان کی شان میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (اور یقیناً کامیاب ہو جانے والے مومن وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے رہتے ہیں) جیسا کہ صاحب تفسیر مجمع البیان نے جناب امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ اصحاب جناب امام حسینؑ کی شان میں

نازل ہوئی ہے۔ فی الواقع مومنین کیا اصحاب تھے حضرت کے کہ ایسے وقت نازک میں کہ تلواریں چل رہی تھیں تیر برس رہے تھے وہ لوگ نماز کو نہ بھولے اور اس کی محافظت کی بلکہ خود اس کی محافظت کی جو ہمہ تن نماز تھا اور جس پر صلوات و سلام بھیجے بغیر نماز ہی درست نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ روز عاشورا وقت زوال ابو ثمامہ صیداوی نے عرض کی اے مولا میری جان آپ پر فدا ہو یہ ظالمین بہت قریب آ گئے ہیں وَ اُحِبُّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَ قَدْ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ (اور میں مشتاق ہوں کہ یہ نماز آپ کے ساتھ بجماعت پڑھ کے خدا تعالیٰ کی حضوری حاصل کروں) حضرت نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا ذَكَرْتَ الصَّلٰوةَ جَعَلَكَ اللّٰهُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (اے ابو ثمامہ اس وقت جو تم نے نماز یاد کی۔ خدا تمہیں نماز گزاروں میں محسوب کرے) ہاں یہ اول وقت ظہر ہے ان منافقوں سے کہو کہ اتنی مہلت ہمیں دیدو کہ نماز ظہر ادا کر لیں۔ بموجب ارشاد حضرت ان ظالموں سے کہا گیا کہ فرزند رسول خاتم ہے نماز پڑھنے کی مہلت مانگتا ہے حصین بن نمیر لعین نے جو جواب دیا اسے تو میں عرض نہ کروں گا کہ خلاف ادب ہے۔ مگر حبیب بن مظاہر نے جو جواب اس کو دیا ہے اسی سے آپ سمجھ جائیں گے حبیب نے فرمایا اے لعین غدار تعجب ہے کہ فرزند رسولِ خدا کی نماز تو قبول نہ ہو اور تجھ ایسے فاسق و فاجر کی نماز قبول ہو جب حضرت نے دیکھا کہ یہ ملاعنہ مہلت نہیں دیتے تو آپ نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ سے فرمایا کہ تم میرے آگے کھڑے ہو جاؤ کہ میں نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ وہ دونوں بزرگ سامنے کھڑے ہو گئے۔ لکھا ہے کہ جب لشکر مخالف سے کوئی تیر آتا تھا تو یہ بزرگوار داہنے اور بائیں جھک جھک کر اپنے سینہ پر لے لیتے تھے تاکہ آقا پر کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہاں تک کہ سعید با سعادت زخموں کی کثرت سے زمین پر گر پڑے اور بولے خداوندا! اس قوم پر مثل عاد و ثمود کے لعنت کر۔ خداوندا میری طرف سے اپنے نبی کو سلام پہنچا اور مجھ پر زخموں سے جو صدمے گزر گئے ہیں۔ ان کی آنحضرت کو خبر فرما دے۔ یہ کہہ کر انتقال کیا۔

نماز دوم امام

لکھا ہے کہ سوائے زخمہائے نیزہ و شمشیر کے تیرہ تیر ان کے جسم مبارک میں پیوست ہو گئے تھے۔ مومنین دوسری نماز جو روز عاشورا حضرت نے ادا فرمائی۔ وہ نماز عصر تھی یہ ایسی نماز تھی کہ ابتدائے عالم سے آج تک نہ کسی نے پڑھی ہے اور نہ آئندہ کوئی پڑھ سکے گا۔ اس نماز کو حضرت نے عجیب ہیئت سے ادا کیا۔ طرز قیام و قعود بھی اس کا جداگانہ تھا۔ انداز رکوع

نماز دوم امامؑ

و سجود بھی علیحدہ - اذکار و قنوت بھی - بنمط جدید تشہد و سلام بھی بنحو خاص تھا - پس یہ نماز اگرچہ ظاہرا بصورت نماز تھی مگر باطناً جوہر نماز اور روح نماز تھی اور بادی النظر میں اگرچہ بہیئت نماز تھی - مگر حقیقت میں نفس نماز - دل نماز اور جان نماز تھی - ابتدا اس نماز کی اس وقت سے ہوئی تھی - جبکہ حضرتؑ زخموں سے چور ہو کے زمین کی طرف جھکے تو اس وقت دعائے توجہ اس نماز کی شروع فرمائی - اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اللہ کے نام سے اور اللہ کے سہارے سے اور جناب رسول خدا کی ملت پر) اور جب داہنے رخسارے کے بل زمین پر تشریف لائے تو اس وقت بھی خدا ہی پر نظر تھی - اسی سے لو لگی ہوئی تھی - بار بار فرماتے تھے - صَبْرًا عَلٰى قَضَائِكَ لَا اِلٰهَ سِوَاكَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ (اے تمام فریاد کرنے والوں کے فریاد رس تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیرے فیصلے کو برداشت کرنے پر آمادہ ہوں) قیام اس نماز کا اس وقت ہوا جبکہ حضرتؑ گر کے سیدھے ہو بیٹھے - اور رکوع اس کا یہ تھا کہ حضرتؑ ایک ظالم کے نیزے سے جھک گئے اور قعود اس کا یہ تھا کہ وہ حضرتؑ کھڑے ہونے کے بعد ضعف سے گر پڑتے تھے - قنوت اس نماز کا یہ دعا تھی جو حضرتؑ اس تشدد کے وقت میں پڑھتے تھے - اَللّٰهُمَّ مُتَعَالِيَ الْمَكَانِ عَظِيْمَ الْجَبَرُوْتِ شَدِيْدَ الْمِحَالِ غَنِيًّا عَنِ الْخَلَائِقِ اُحْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ فَاِنَّهُمْ خَدَعُوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَغَدَرُوْا بِنَا وَقَتَلُوْنَا وَنَحْنُ عِتْرَةُ نَبِيِّكَ وَوَلَدُ حَبِيْبِكَ (اے بلند مرتبہ! اے بڑی عظمت والے! اے تمام خلائق سے بے نیاز! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف فرما کہ ان لوگوں نے ہمیں مکر و دغا سے بلایا اور جب ہم آئے تو ہمارا ساتھ چھوڑ دیا عہد بے وفائی کی اور ہم کو قتل کیا - حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ ہم تیرے نبی کی عترت اور تیرے حبیب کے فرزند ہیں) اور سجدہ اس نماز کا یہ تھا کہ حضرتؑ نے ضعف کی شدت سے پیشانی مبارک خاک گرم کربلا پہ رکھ دی -

حضرتؑ کا نماز عصر ادا فرمانا

مومنین یہ سجدہ حضرتؑ کا ایسا تھا کہ جس سے پھر سر مبارک باختیار خود نہ اٹھا - ہاں سر اٹھا تو مگر کیونکر؟ شمر کے خنجر سے جدا ہو کر نوک نیزہ پر نصب ہو گیا - اور تشہد اس نماز کا غالباً وہ ہوگا کہ جس طرح انسان وقت آخر شہادتین اپنی زبان پہ جاری کیا کرتا ہے -

اسی طرح حضرت نے بھی کلمۂ شہادتین پڑھا ہوگا۔ اور چونکہ ہر شخص کے مرنے کے وقت جناب رسولِ خدا اور جناب امیرؑ تشریف لاتے ہیں۔ تو کربلا میں بھی ضرور یہ حضرات اپنے فرزند جناب امام حسینؑ کے ذبح کے وقت آئے ہوں گے۔ اور جناب مظلوم کربلا نے ان حضرات پر سلام کیا ہوگا۔ پس یہی سلام گویا اس نماز کا سلام تھا۔ مومنین کیا جناب امام حسین نے اپنے جد نامدار سے اور اپنے پدر بزرگوار سے ظلم اشقیا کی شکایت بھی کی ہوگی۔ شکایت کی کیا ضرورت تھی۔ یہ حضرات تو وقت ذبح خود ہی موجود ہوں گے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ شمر ان کے فرزند کو جانب قفا سے ذبح کر رہا ہے۔ ہاں مومنین ہر نماز کے بعد کچھ وظیفہ بھی پڑھا جایا کرتا ہے تو وظیفہ اس نماز کا وہ سورہ اور وہ آیتیں ہوں گی جنہیں سر مبارک نوک نیزہ پر تلاوت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ کا کوفہ میں پہنچا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس سر کو نوک نیزہ پر رکھ کے کوفہ کے تمام بازاروں میں پھرائیں۔ مومنین یہ پہلا سر تھا۔ جو نیزہ پر رکھ کے تمام کوفہ میں پھرایا گیا تھا۔ اسلام میں اس وقت تک کوئی سر نوک نیزہ پر رکھ کے پھرایا نہیں گیا تھا۔ اس وقت وہ سر مبارک کبھی سورہ کہف پڑھتا تھا۔ کبھی اور آیتوں کی تلاوت کرتا تھا۔ گویا حضرتؑ نے حکم رسول خدا کو جو ثقلین کے بارے میں فرمایا تھا۔ یاد دلایا اور لَنْ یَّفْتَرِقَا کے معنی ظاہر کر دیئے کہ دیکھو ہم اہل بیتؑ رسول ہیں۔ قرآن ہم سے اور ہم قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ابن جوزی نے مراۃ الزمان میں سلمہ بن کہیل سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سر مبارک امام حسینؑ کا نیزے پر اس آیت کی تلاوت کرتا تھا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قریب ہے کہ خداوند عالم ان لوگوں سے تیرا عوض لے گا۔ اور وہ سب باتوں کا سننے والا اور سب امور کا جاننے والا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سر مبارک کو اشقیا نے بازاروں میں پھرانے کے بعد ایک درخت میں لٹکا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ لبہائے مبارک کو جنبش ہے۔ جس طرح کوئی کچھ پڑھتا ہو۔ جب میں نے کان لگا کے سنا۔ تو وہ حضرت یہ آیت تلاوت فرماتے تھے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ ظالموں کے افعال سے خدا

؎ تفسیر صافی

کو غافل نہ سمجھو اور قریب ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں وہ جان لیں گے کہ آخرت میں وہ کس کس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں ایک مکان میں کوٹھے کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دیکھا کہ سر مبارک امام حسینؑ کا نیزہ پر نصب چلا آرہا ہے۔ اور وہ سر سورہ کہف کی تلاوت کرتا ہے اور یہ آیہ پڑھتا ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں بہت عجیب تھے) زید کہتے ہیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ آپ کے سر مبارک کا واقعہ تو اصحاب کہف و رقیم کے قصہ سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اور علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں۔ کہ جب اشقیا نے سر مقدس کو ایک کوچہ میں کوفہ کے لٹکا دیا تو حضرت نے پہلے تنحنح کیا۔ بعد اس کے سورہ کہف کی تلاوت فرمائی۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًی۔ مومنین نہیں معلوم کہ اس سر مبارک کے تنحنح کی کیا وجہ تھی۔ غالباً یہ امر اس وجہ سے تھا کہ لوگ متوجہ ہو کے کلام خدا کو سنیں اور عبرت پکڑیں۔ مگر افسوس کہ ان ظالموں کو کچھ عبرت نہ ہوئی اور اس سر مبارک کو شہر بشہر نیزے پر رکھ کے پھرایا۔ تا اینکہ داخل دربار یزید کیا اور اس شقی نے جو ظلم اس سر مبارک پر کیا کیونکر عرض کیا جائے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ٥

مجلس ۳۵ سی و پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا (خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ مال اور اولاد یہ سب محض زندگانی دنیا کی زینت و آرائش ہیں۔ اور وہ نیک کام جن کا ثمرہ ابدالآباد تک باقی رہنے والا ہے۔ وہ خدا کے نزدیک ثواب کی راہ سے بہت ...

بہتر ہیں اور ان کی آرزو بھی بہتر ہے) اب یہ جاننا چاہیے کہ باقیات الصالحات جس کو حق تعالیٰ نے از روئے ثواب بہترین اعمال فرمایا ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ بعضوں نے اس سے نماز پنجگانہ اور بعضوں نے نماز شب مراد لی ہے اور بعضوں نے تسبیحات اربعہ کہا ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک حدیث میں جناب امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا یا حُصَیْنُ لَا تَسْتَصْغِرْ مَوَدَّتَنَا فَاِنَّھَا مِنَ الْبَاقِیَاتِ الصَّالِحَاتِ (اے حصین ہم اہل بیتؑ کی مودت کو حقیر نہ سمجھنا۔ کیونکہ وہ باقیات صالحات سے ہے) پروردگار عالم کل مومنین کے دلوں کو محبت دنیا سے محفوظ رکھ کے اس کی جگہ پر محبت اہل بیت کو مستقر و متمکن کرے۔ دنیا میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو مال کے جمع کرنے کی رغبت نہیں رکھتے اور نہ اس کے جمع کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ بقدر سد رمق حاصل کرتے ہیں جس سے اس قدر باقی رہے کہ عبادت خدا میں زندگی بسر کر سکیں۔ ان ہی کی مدح میں حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں نہ آئندہ کا خوف ہے نہ گذشتہ کا غم ہے۔ یعنی نہ ان سے حساب ہے نہ مواخذہ۔

حکایت فقیر و امیر در موقف حساب

حدیث میں ہے کہ جب روز قیامت ہوگا۔ تو دو بندۂ مومن ایک امیر اور ایک فقیر حساب کے لئے ٹھہرائے جائیں گے۔ فقیر عرض کرے گا۔ پروردگارا! مجھ کو کس لئے روک رکھا ہے۔ تو خوب جانتا ہے کہ تو نے مجھ کو کوئی حکومت اور ریاست نہیں دی تھی جس کے سبب سے میں کسی پر ظلم کرتا اور نہ تو نے بہت سا زر و مال مجھ کو دیا تھا کہ میں نے زکوٰۃ نہ دی ہو۔ یا تیری راہ میں خرچ نہ کیا ہو۔ یا بیجا صرف کر ڈالا ہو۔ تو نے مجھ کو اس قدر دیا تھا جس سے میں اپنی زندگی بسر کرتا رہا۔ اس وقت خداوند جلیل فرمائے گا کہ بے شک یہ میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ اسے چھوڑ دو کہ بہشت میں چلا جائے۔ اور وہ مالدار برابر حساب کے لئے کھڑا رہے گا۔ اور اس قدر پسینہ اس کے بدن سے جاری ہوگا۔ کہ اگر چالیس اونٹ پئیں تو ان کے واسطے بھی کافی ہو۔ بعد اس تعب کے بہشت میں جائے گا۔ وہ فقیر اس سے پوچھے گا کہ تمہیں اتنی دیر کیوں ہوئی۔ وہ جواب

دے گا کہ حساب دیتے دیتے مجھے نہایت تعب ہوا۔ برابر ایک قصور کے بعد دوسرا قصور ظاہر کیا جاتا تھا۔ آخر خدا نے اپنی رحمت سے بخش دیا۔ پھر وہ امیر اس سے دریافت کرے گا کہ تم کون ہو وہ کہے گا کہ میں وہی فقیر ہوں جو آپ کے ساتھ عرصۂ محشر میں کھڑا کیا گیا تھا۔ وہ مردِ غنی کہے گا کہ نعماتِ جنت نے تیری صورت ہی بدل دی۔ الحاصل دوسرے وہ لوگ ہیں جو مال دنیا کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ بوجہِ حلال حاصل کرتے ہیں اور کارِ نیک میں صرف کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے ان کے مال کا حساب لیا جائے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اس کے بعد خدا کو اختیار ہے چاہے عتاب کرے چاہے معاف کر دے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو ہر طرح کے مال دنیا کو حرام ہو یا حلال دوست رکھتے ہیں جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ کبھی محتاجوں اور غریبوں کو نہیں دیتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل سیاہ ہو گئے ہیں۔ دنیا نے ان کے دلوں کو مسخر کر لیا ہے ایسے لوگ بالکل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا (لوگ خوابِ غفلت میں پڑے سو رہے ہیں جب موت آ جائے گی اس وقت بیدار ہوں گے) افسوس جب تک موت نہیں پہنچتی کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔ شب و روز مال کے جمع کرنے میں۔ دنیا کے بکھیڑوں میں مشغول رہتے ہیں۔ ابنائے زمانہ سے خود بھی اذیتیں اٹھاتے ہیں اور ان کو بھی اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ مگر کچھ پروا نہیں کرتے۔

تمثیل

چنانچہ دنیا و اہل دنیا کی تشبیہ میں لکھا ہے کہ مثال اس کی ایسی ہے۔ جیسے کسی شخص کے پیچھے ایک فیلِ مست دوڑا اور یہ بھاگا۔ جب وہ ہاتھی قریب پہنچا۔ مضطر ہو کے ایک کوئیں میں کود پڑا۔ اس کی دیوار میں کسی چیز کا درخت تھا۔ اسے اس نے پکڑ لیا اور لٹک گیا۔ پھر جو خیال کیا تو دیکھا کہ دو چوہے سیاہ اور سفید ہیں۔ جو اس درخت کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ اور جب قعرِ چاہ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ایک اژدہا منہ کھولے بیٹھا ہے۔ پھر ان شاخوں کو جو غور کیا تو دیکھا کہ اس میں تھوڑا سا شہد مکھیوں نے لگا دیا ہے۔ پس وہ شخص شہد کو چاٹنے میں مصروف ہو گیا اور مکھیاں ہیں کہ اسے کاٹ رہی ہیں۔ برابر ڈنک پر ڈنک مار رہی ہیں۔ مگر وہ کچھ خیال نہیں کرتا۔ اب دیکھئے کہ وہ چاہ جس میں اس نے قرار پکڑا ہے یہی دنیا ہے اور درخت جس کے زور پر لٹکا ہوا ہے

اس کی عمر ہے اور وہ دونوں سیاہ و سفید چوہے شب و روز ہیں جو طناب عمر کو برابر قطع کر رہے ہیں - اور وہ اژدہا جو منہ کھولے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اس کی موت ہے کہ ادھر رشتۂ عمر قطع ہوا اور ادھر دہان اجل میں پہنچا - اور وہ شہد جسے یہ چاٹ رہا ہے لذات دنیا ہے، اور مکھیاں جو اسے کاٹ رہی ہیں اور اذیت پہنچا رہی ہیں، وہ برے اہل دنیا ہیں جو اسے اطمینان سے کھانے نہیں دیتے۔ فی الواقع دنیا کیا بری چیز ہے کہ جس کے بارے میں جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ یوں فرماتے ہیں ؎

در صحبت یاراں

إنما الدنيا متاع للغرور — إنما الدنيا بقاع للمرور

إن دنياكم لدار فانية — بل حميمٌ ذات عين آنية

تو پے دنیائے دوں سرگشتہ — وز طریق آخرت برگشتہ

در غم زر می خروشی اے عجب — دیں بدنیا می فروشی اے عجب

خواہش دنیائے فانی تا بکے — کاروبار زندگانی تا بکے

عمر را کن صرف کار آخرت — چیست دنیا کشت زار آخرت

بگزر از عالم تامل خوب نیست — خواب راحت بر سر پل خوب نیست

داعی حق چوں رسد بودن کجا — مہلت کنہا ہم سودن کجا

تفسیر منہج الصادقین میں لکھا ہے کہ ایک شخص صالح و دیندار بیان کرتا ہے کہ جن ایام میں میں کوفہ میں تھا خورنق اور سدیر پر میرا گزر ہوا یہ عمارات کسی زمانہ میں نہایت بلند و عالیشان تھیں اور نعمان بن منذر نے انہیں بنوایا تھا اور ان کے معمار کا نام سنمار تھا، دیکھا کہ سب منہدم اور ویران پڑا ہے کوئی چیز اس عمارت کی باقی نہیں ہے گھڑی بھر تک کھڑا کھڑا عبرت کی نظر سے دیکھتا رہا - پھر اس خرابے سے مخاطب ہو کر میں نے یہ کہا أين مكانك و أين جيرانك أين أهلك و أين خدمك و لے عمارت بلند کہاں ہیں تیرے رہنے والے اور کہاں ہیں تیرے بنانے والے اور کہاں ہیں تیرے مالک کے حشم و خدم، ہاتف نے آواز دی - زمانے نے ان سب کو فنا کر دیا اور حوادث روزگار نے ان کے نام و نشان تک کو مٹا دیا۔

دار الامارۃ کوفہ میں چار سروں کا روبروئے حاکم وقت رکھا جانا۔

ینابیع المودۃ میں لکھا ہے کہ عبد الملک بن عمیر کہتا ہے کہ میں نے سر مبارک

جناب امام حسینؑ کا کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے روبرو دار الامارۃ میں طشت میں رکھا ہوا دیکھا اور عبید اللہ بن زیاد کا سر اسی مقام پر مختار کے آگے رکھا ہوا دیکھا - اور مختار کا سر اسی طرح مصعب بن زبیر کے آگے رکھا ہوا دیکھا - اور مصعب کا سر اسی دار الامارۃ میں اسی طرح طشت میں عبد الملک بن مروان کے سامنے رکھا ہوا دیکھا - بارہ برس کے عرصہ میں میں نے یہ سب ماجرا دیکھا -

اک افسانۂ بے کسی رہ گیا نہ قاتل رہا اور نہ سرور رہے

مومنین سر جناب امام حسینؑ میں اور ان لوگوں کے سر میں بڑا فرق ہے - جناب امام حسینؑ نواسۂ رسول برگزیدۂ خدا تھے - جناب امام حسینؑ کا سر وہ ہے جو کبھی جناب رسول خدا کی آغوش مبارک میں رہتا تھا - تو کبھی جناب فاطمہ زہرا کی گود میں - جب ہی تو یہ ہوا کہ جب حضرت گھوڑے سے زخمی ہو کے زمین پہ گرے تو کسی کو سر جدا کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی

سر جناب امام حسینؑ جدا کرنے کے لئے اشقیا کا جانا اور واپس آنا

مقتل ابی مخنف میں لکھا ہے کہ جب حضرت گھوڑے سے زمین پر گرے تو منہ کے بل گرے - اور فرمایا صَبْرًا عَلٰی قَضَائِكَ یَارَبِّ لَا اِلٰہَ سِوَاكَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ (اے میرے پروردگار! تیرا فیصلہ قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں - اور اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے) اس وقت فوج کے چالیس آدمی سر مبارک جدا کرنے کے قصد سے آگے بڑھے اور عمر سعد کہتا تھا وَیْلَکُمْ عَجِّلُوْا عَلَیْہِ (وائے ہو تم پر کیوں دیر کر رہے ہو جلدی سے حسینؑ کا سر جدا کر لو) یہ سن کر سب سے پہلے شیث بن ربعی ملعون ہاتھ میں تلوار لئے قریب گیا - حضرت نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف دیکھا - یہ دیکھتے ہی وہ تلوار پھینک کر بھاگا اور ابن سعد سے کہنے لگا تو چاہتا ہے کہ تو تو قتل حسینؑ سے بری ہو جائے اور میں خون حسینؑ میں قیامت کے روز پکڑا جاؤں - سنان بن انس کہنے لگا اے شیث تو کیوں قتل حسینؑ سے بھاگ آیا - اس نے کہا جب حسینؑ نے دونوں آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا - تو مجھے گردش چشمان رسول خدا یاد آ گئی - مجھے ایسا معلوم ہوتی کہ میں شبیہ جناب رسول خدا کو قتل کروں - سنان نے کہا اچھا یہ تلوار مجھے دے میں جا کر حسینؑ کا سر کاٹ لاتا ہوں - جب تلوار لے کر پاس آیا اس کی طرف بھی حضرت نے دیکھا - سنان خوف سے کانپنے لگا - تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی - کہنے لگا معاذ اللہ اے حسینؑ کہ میں خدا سے ملاقات کروں - جس حال میں کہ آپ کے خون میں گرفتار ہوں - اس وقت

شمر نے سنان سے کہا کہ مجھے تلوار دے۔ سوائے میرے کوئی حسینؑ کو قتل نہ کرے گا۔ میں ضرور ان کو قتل کروں گا۔ خواہ وہ رسولؐ خدا سے مشابہ ہوں یا علیؑ مرتضےٰ سے۔ غرض آپ سے تلوار لے کر شمر قریب جناب امام حسینؑ کے آیا اور سینۂ اقدس پر سوار ہو گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ مگر اس نے کچھ خوف نہ کیا۔ کہنے لگا کہ میں اور لوگوں جیسا نہیں ہوں اے حسینؑ میں ضرور تم کو قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے شخص تو کون ہے۔ بہت بڑی چیز پر سوار ہو گیا ہے۔ یہ سینہ وہ سینہ ہے جسے رسولؐ خدا بوسے دیا کرتے تھے۔ اس نے کہا وہ شقی شمر ہے۔ فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ اس نے کہا خوب جانتا ہوں۔ آپ حسینؑ ابن علیؑ ہیں۔ اور آپ کی والدہ فاطمہؑ زہرا اور آپ کے نانا محمد مصطفےٰؐ اور آپ کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ فرمایا پھر تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے۔ کہنے لگا اس لئے کہ یزید سے انعام ملے۔ فرمایا سچ بتا میرے نانا کی شفاعت بہتر ہے یا یزید کا جائزہ۔ اس نے کہا کہ عطیۂ یزید کی ایک ایک کوڑی میرے نزدیک تم سے اور تمہارے جد و پدر کی شفاعت سے بہتر ہے۔ یہ شفاعت کا جواب جب سن لیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ خیر اگر تو مجھے قتل ہی کرتا ہے تو تھوڑا سا پانی تو پلا دے۔ شمر ملعون نے جواب دیا کہ واللہ ایک قطرہ پانی تم کو نہ ملے گا۔ البتہ آب موت سے سیراب ہو گے۔ پھر کہنے لگا اے حسینؑ تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہارے باپ ساقیؑ کوثر ہیں اپنے دوستوں کو پانی پلاتے ہیں۔ تم بھی تھوڑا صبر کرو۔ وہ تمہیں پانی پلا دیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو اپنے منہ سے کپڑے تو ہٹا دے۔ جب اس نے دہان بند کو کھولا تو آپ نے دیکھا۔ کہ مبروص ہے اور اس کی صورت کتے کی سی ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا صَدَقَ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ (میرے جد امجد جناب رسولؐ خدا نے سچ فرمایا تھا) شمر نے پوچھا کہ آپ کے نانا نے کیا کہا تھا؟ فرمایا کہ ایک روز میرے والد ماجد سے فرماتے تھے اے علیؑ تمہارے اس فرزند کو ایک ایسا شخص قتل کرے گا جو مبروص ہوگا اور جس کی صورت کتے کی سی ہوگی۔ یہ سن کر شمر غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا۔ کہ جب تمہارے نانا نے مجھے کتے سے تشبیہ دی ہے تو اس کے عوض میں بھی تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا کہ تکلیف شدید ہو۔ یہ کہہ کر اس شقی نے حضرتؑ کو منہ کے بل الٹا دیا اور بارہ ضرب میں سر مبارک کو جانب قفا سے جدا کیا[۱]۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

---

۱ روضۃ الشہدا میں ہے کہ آپ نے نماز عصر سجدہ میں ادا کی اور اسی حالت میں آپ کا سر مبارک پس گردن سے کاٹا گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

مجلس سی و ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے یہ قرآن ان پرہیزگاروں کے لئے باعث ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز کو باقاعدہ ادا کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو عطا کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں)

بیان حروف مقطعات

جاننا چاہیئے کہ حروف مقطعات جو سورتوں کے اول میں ہیں۔ ان کے معنی میں بہت کچھ اختلاف ہے اور درحقیقت حق تعالیٰ نے ہر ہر حرف میں ایک ایک راز پوشیدہ رکھا ہے کہ ان اسرار سے سوائے پیغمبر اور اہل بیت اطہار کے کوئی دوسرا واقف نہیں ہو سکتا۔ البتہ مفسرین و علماء نے اپنی اپنی فہم و طاقت کے بموجب تلاش و تجسس کر کے ان حروف کے معنی بتلائے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ حروف قرآن کے نام ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ حروف ان سورتوں کے نام ہیں جن کے شروع میں آئے ہیں اور بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ جب جناب پیغمبر خدا قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو مشرکین جمع ہو کر اشعار پڑھتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے کہ لوگ کلام خدا کو نہ سنیں اور دین اسلام کی طرف راغب نہ ہوں۔ پس حق تعالیٰ نے ان حروف عجیبہ کو بھیجا۔ کہ وہ لوگ ان حروف کو سن کر چپ ہو جاتے اور تعجب کرتے۔ اور اس طرح قرآن کو سن لیتے۔ اس خیال سے کہ پھر اس کا کوئی حرف سننے میں آئے گا۔ پس وہ لوگ قرآن کے معنی سمجھتے تھے۔ اور پیغمبر خدا ان پر حجت خدا تمام کرتے تھے۔ مومنین ان حروف مقطعات میں ایک عجیب امر یہ ہے کہ حروف مکررہ گرا دینے کے بعد بعدد

چاردہ معصومین علیہم السلام جو حامل اسرار خدا ہیں۔ صرف چودہ ہی حرف رہ جاتے ہیں اور ان حروف سے یہ عبارت پیدا ہوتی ہے صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمْسِکُہٗ (علی کا راستہ برحق ہے جس پر ہم چل رہے ہیں)۔ الحاصل حق تعالیٰ فرماتا ہے الٓمّٓ الف سے مراد الوہیت ہے۔ اور لام سے لطف اور میم سے ملک یا الف سے مراد اللہ اور لام سے جبرئیل اور میم سے محمدؐ۔ یعنی اللہ نے بواسطہ جبرئیل محمدؐ کو وحی کی اور قرآن بھیجا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ الف اشارہ ہے انا کا اور لام اشارہ ہے اللہ کا اور میم اشارہ ہے اعلم کا۔ یعنی پروردگار اعلم فرماتا ہے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ ہوں اور سب سے زیادہ جاننے والا ہوں) الٓمّٓصٓ یعنی الف سے مراد اللہ ہے۔ اور لام سے لطف اور میم سے ملک اور ص سے صبور ہے یا اکرام و لطف و مجد و صدق مراد ہے یا اَنَا اللّٰہُ الْمَجِیْدُ الصَّادِقُ (میں بزرگی والا سچا خدا ہوں) مراد ہے الٓمّٓرٰ کے نزدیک اس کے معنی ہیں اَنَا اللّٰہُ اَرٰی (میں وہ خدا ہوں کہ جو بندوں کی اطاعت و معصیت کو دیکھتا ہوں) کٓھٰیٰعٓصٓ یہ حروف وہ غیب کی خبروں سے ہوئے ہیں۔ جن کی حق تعالیٰ نے پہلے سے حضرت زکریاؑ کو خبر دی تھی۔ اور بعد اس کے اپنے حبیب جناب رسول خدا سے بیان فرمائیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت زکریاؑ نے دعا کی تھی کہ بار الٰہا مجھ کو وہ کلمات تعلیم کر جن کے سبب سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ تو حق تعالیٰ نے اسمائے پنجتن یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ان کو تعلیم فرمائے۔ پس حضرت زکریاؑ جب پہلے کے چار نام وہ پڑھ رہے تھے۔ تو خوش حال و بشاش ہو جاتے تھے۔ مگر جب پانچواں یعنی جناب امام حسینؑ کا نام لیتے تو نہایت رنجیدہ خاطر اور غمگین ہو جاتے اور ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک دن درگاہ خدا میں عرض کی بار الٰہا اس کا کیا باعث ہے کہ میں جب چار نام لیتا ہوں۔ تو میرے دل کو تسلی اور تسکین ہوتی ہے اور جب یہ پانچواں نام لیتا ہوں۔ تو میرا دل بھر آتا ہے۔ آنکھوں سے خود بخود آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جناب علام الغیوب سے بطور رمز کے ارشاد ہوا کٓھٰیٰعٓصٓ کاف سے مراد کربلا ہے اور ہا سے ہلاکت عترت طاہرہ کی مراد ہے اور یا سے یزید مراد ہے جو قاتل امام ہے۔ اور عین سے عطش حضرتؑ کی مراد ہے اور صاد سے صبر مراد ہے جو

جناب امام حسینؑ ان ظلموں پر صبر کریں گے۔ جب زکریاؑ نے یہ قصہ سنا تین دن تک مسجد سے باہر نہ نکلے۔ اور برابر تین دن جناب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و اطفال کی مصیبت پر روتے رہے اور یہ دعا کی کہ خداوندا مجھے بھی ایک فرزند عطا کر جو میرے لئے سبب خنکی چشم ہو اور اس کی محبت سے مجھے مفتون کر اور پھر اس کی مصیبت سے مجھے دردناک کر۔ تاکہ میرا دل بھی اس طرح رنجیدہ ہو۔ جس طرح تیرے حبیبؐ کا دل ان کے فرزند حسینؑ کی مصیبت کے سبب رنجیدہ ہوگا۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حضرت یحییٰ عطا کئے گئے۔ اور حضرت زکریاؑ ان کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور حمل حضرت یحییٰ [1] چھ مہینے کا تھا اور حمل امام حسینؑ بھی چھ مہینے کا تھا۔ حضرت یحییٰؑ کا سر ایک زن زانیہ کی خوشی کے واسطے ہدیہ لے جایا گیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں لَمْ تَبْكِ السَّمَاءُ إِلَّا عَلَى الْحُسَيْنِ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا۔ جب سے آسمان خلق ہوا کبھی کسی پر نہیں رویا مگر یحییٰ ابن زکریاؑ اور حسینؑ بن علیؑ پر۔ مومنین حضرت زکریا قبل از وقوع واقعہ جناب امام حسینؑ سن کر اس قدر روئے کہ تین روز تک مسجد سے باہر نہ نکلے۔ برابر رویا کئے اور آپ لوگ تو دعویٰ محبت اور غلامی کا کرتے ہیں۔ پس بعد اس مصیبت عظمیٰ کے واقع ہونے اور ان کا حال سننے کے آپ کیونکر نہ روئیں گے۔ مومنین ابتدائے آدم سے آج تک کسی پر ایسی مصیبتیں نہیں پڑیں اور نہ پڑیں گی۔ جیسی جناب امام حسینؑ پر کربلا میں گزر گئیں

رخصت امامؑ اہل بیتؑ سے

منقول ہے کہ بروز عاشورا بعد زوال جب امامؑ غریب یکہ و تنہا رہ گئے اور کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا تو خود اپنی موت پر کمر باندھی اور رخصت آخری کے لئے خیمہ عصمت و طہارت میں تشریف لائے۔ اور اہل حرم کو اس طرح رخصت کرنے لگے جیسے مرنے والا بوقتِ موت اپنے عیال کو رخصت کرتا ہے اور پھر اس کے ملنے کی امید نہیں ہوتی۔ چنانچہ باآواز بلند فرمایا یَا سُکَیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا زَیْنَبُ یَا اُمِّ

[1] اگرچہ کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے کہ حضرت یحییٰؑ بعد حضرت زکریاؑ کے شہید ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ انبیاء و ائمہ ہر حال میں زندہ ہیں اس لئے حضرت زکریاؑ کو قتل یحییٰ سے اسی طرح صدمہ پہنچا۔ جس طرح جناب رسولؐ خدا کو بعد وفات خود شہادت جناب امام حسینؑ کے رنج و صدمہ پہنچا ۱۲

كُلْثُوْمُ عَلَيْكُنَّ مِنِّي السَّلَامُ (اے سکینہؑ و زینبؑ و امّ کلثومؑ! تم سب پر میرا سلام آخری ہو) راوی کہتا ہے کہ اس وقت بیبیوں میں شور گریہ بلند ہوا۔ آخر سب کو سمجھاتے اور امر بہ صبر فرماتے قدم آگے بڑھایا ؎

شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے جس طرح نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

جب میدان جنگ میں تشریف لائے داہنے اور بائیں نظر فرمائی تَكُفُّ يَاْخُذَا بِسِوَى الْاَجْسَادِ الْمُطَهَّرِ وَمُحْتَرِ عَلَى الْاَرْضِ (آپ کو بجز لاشہ ہائے شہدا کے کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا) دیکھا کہ وہ شیر نیستان شجاعت مثل گوسفندان قربانی زمین کربلا پر جابجا ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اس وقت حضرت نے ان عزیزوں کو اور انصار کو جو آنکھوں کے سامنے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے زمین پر پڑے تھے آواز دی اور بزبان حال ارشاد فرمایا۔

استغاثہ جناب امام حسینؑ

کجا رفتند آں زیبا جواناں کجا رفتند آں پاکیزہ جاناں

جوان نو دلم اکبر کجا رفت سرور سینہ ام اصغر کجا رفت

اللہ اکبر! مومنین کیا انقلاب زمانہ تھا کہ امام وقت تو اس طرح فریاد کریں اور فوج اشقیا سے جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے کوئی جواب نہ دے۔ کتاب اکثر العبادات وغیرہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جنگ صفین میں جناب امیرؑ نے باآواز بلند اپنے اصحاب اور انصار کو آواز دی تھی کہ هَلْ مِنْ مُعِيْنٍ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ (کوئی ایسا ہے کہ اس وقت ہماری مدد کرے کوئی ایسا ہے کہ ہماری نصرت میں اپنی جان دے دے) لکھا ہے کہ بارہ ہزار آدمیوں نے جواب دیا تھا۔ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ نَمُوْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ یا مولا ہم سب آپ کے قدم پر نثار ہونے کو موجود ہیں۔ آپ کچھ تردد نہ فرمائیں۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے تلواروں کے نیاموں کو توڑ کر پھینک دیا تھا اور جیسا چاہیے ویسا جہاد کیا تھا اور اپنے امام کی مدد کی تھی مگر مومنین کربلا میں جب جناب امام حسینؑ نے استغاثہ کیا تو کسی نے جواب تک نہ دیا۔ حضرت استغاثہ و فریاد کرتے تھے۔ مگر فوج اشقیا سے کوئی شقی رحم نہ کرتا تھا۔ رحم کرنا تو کیسا بلکہ ملاعنہ ہر طرف سے تلواروں پر تلواریں اور نیزوں پر نیزے لگاتے تھے۔ تیروں پہ تیر برساتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کا تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اور ہر زخم سے خون جاری تھا جو گھوڑے پر سنبھلا نہ گیا پشت زین سے زمین پر تشریف لائے۔ اور شمر بے حیا خنجر لیے

حضرت کے قریب آگیا اور آمادۂ ذبح ہو گیا۔ صاحب تہذیب المذہب وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب شمر نے حلق مبارک امام حسینؑ پر خنجر پھرایا تو کچھ اثر نہ ہوا۔ اس وقت جناب امام حسینؑ نے فرمایا یَا وَیْلَکَ اُنْظُرْ اَنْ تَقْطَعَ سَیْفُکَ مَوْضِعًا طَالَ مَا قَبَّلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ (اے شمر یہ وہ جگہ ہے جہاں کے جناب رسول اللہ اکثر بوسے لیا کرتے تھے کیا تو سمجھتا ہے کہ تیری تلوار اس جگہ کو کاٹ دے گی) یہ سن کر اس ملعون نے جسد اطہر کو نہایت بے رحمی سے منہ کے بل الٹ دیا اور جانب قفا سے بارہ ضربوں میں سر مقدس کو جدا کیا۔ ع

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ
وز نالہائے و مبدم و زاری حسینؑ

مجلس ۳۷ سی و ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِهِ الْمَجِیْدِ مُخَاطِبًا لِرَسُوْلِهِ الْمُصْطَفٰى طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰى (خداوند عالم قرآن مجید میں اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے۔ اے رسول اے طاہر و مطہر ہم نے تم پر یہ قرآن اس واسطے نازل نہیں کیا ہے کہ تم اپنے تئیں مشقت و تعب میں ڈالو۔ بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ جو لوگ خدا کا خوف رکھتے ہیں ان کو نصیحت اور ہدایت کرو)

تفسیر حروف مقطعات

واضح ہو کہ طٰہٰ جناب پیغمبر خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے گویا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یَا طَالِبَ الْحَقِّ یَا هَادِیَ اِلَی الْحَقِّ (اے حق کے طلبگار اے حق کی راہ بتانے والے) یا طا سے مراد طاہر اور ہا سے ہادی ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ (ط) کے عدد نو ہیں اور ہ کے پانچ یہ سب چودہ ہوتے اس میں اشارہ ہے چہاردہ معصومین کی طرف یعنی ان میں کسی طرح سے جدائی نہیں ہے یہ سب ایک نور سے ہیں۔ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا

جب رات کے وقت نماز تہجد کے واسطے کھڑے ہوتے تو تعب و ریاضت کی غرض
سے پنجوں کے بل نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قدم ہائے مبارک پر ورم آگیا۔ تو
خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی تسلی کے لئے آیت مذکورہ بھیجی طٰسٓمٓ بعض کے
نزدیک یہ بھی قرآن مجید کا نام ہے۔ اور بعض کے نزدیک خدا کا نام ہے۔ اور بعض
کہتے ہیں کہ اس کے ہر حرف سے خدا کا نام مراد ہے۔ یعنی طاہر و ساتر و مجید۔ اور جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ اشارہ ہے طوبیٰ اور سدرہ اور محمدؐ کی طرف
اور محمدؒ بن حنفیہ نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ طا سے
مراد طور سینا ہے اور سین سے مراد اسکندریہ اور میم سے مکہ مراد ہے۔ طٰسٓ۔ اس میں بھی
اسی طرح اختلاف ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اور بعضوں کے نزدیک طا سے طہارت
و قدس الٰہی اور سین سے سنا و عزت نامتناہی مراد ہے۔ یا طا سے لطیف اور سین سے
سمیع مراد ہے۔ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ یاسین حضرت رسول خدا کے ناموں میں
سے ایک نام ہے۔ اسی سبب سے اہل بیتؑ رسول کو آل یاسین کہتے ہیں۔ اور بعض
سے مراد سید ہے۔ یعنی سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اگلوں اور پچھلوں کے سردار
جیسا کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں)
صٓ بھی خدا کا ایک نام ہے کہ خدا اس کی قسم کھاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے
کہ صاد سے مراد کل وہ نام ہیں۔ جن کے پہلے حرف صاد ہو۔ جیسے صانع۔ صمد۔ صادق
وغیرہ حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ حٰمٓ کتاب کا نازل کرنا حضرت عبداللہ ابن عباس سے
منقول ہے کہ حٰمٓ خدا کے اسمائے عظام میں سے ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس
سے خدا کے وہ نام مراد ہیں جن میں حا یا میم ہو جیسے حلیم حمید یا حکیم۔ حی۔ حفیظ۔ حافظ۔ حنان
ملک۔ ملیک۔ مالک۔ مجید۔ ماجد۔ مبدیٔ۔ معید۔ معلی۔ مہیمن اور بعضوں نے کہا ہے کہ حا اور
میم یہ دونوں حرف رحمٰن اور محمدؐ کے حرف ہیں۔ درمیان میں واقع ہیں۔ اس سے معلوم
ہوا کہ خدا اور اس کے حبیب کے درمیان کچھ راز و نیاز ہے جس کو کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔
حٰمٓ عٓسٓقٓ قتادہ سے منقول ہے کہ حٰمٓ عٓسٓقٓ خدا کا نام ہے۔ اسی وجہ سے کل حوامیم
کے بعد لفظ کتاب ہے۔ مگر یہاں وہی عٓسٓقٓ ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے حا سے مراد
رحمٰن ہے اور میم سے مجید اور عین سے عالم اور سین سے قدوس اور قاف سے قاہر

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ یہ خدا کا نام ہے اور بعض کے نزدیک ہر وہ نام مراد ہے جس کے ابتدا میں حرف قاف ہو جیسے قادر۔ قدیر۔ قہار۔ قوی۔ قدوس۔ قیوم وغیرہ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض کے نزدیک کوہ قاف مراد ہے جو محیط کرہ ارض ہے۔ حق تعالیٰ اسی کی قسم کھاتا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ یہ حرف اشارہ ہے۔ نور یا ناصر کی طرف یا اس سے کلمہ کن مراد ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ نونٓ سے مراد دوات ہے۔ یعنی حق تعالیٰ قسم کھاتا ہے اس دوات و قلم کی جس سے لوح محفوظ لکھی گئی۔ صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب خداوند عالم نے قلم کو حکم دیا ہے کہ لوح پر شہادت جناب امام حسینؑ ثبت کرے تو اس وقت لوح و قلم حضرت کے مصائب دیکھ کے بہت روئے۔ مومنین مصیبت جناب امام حسینؑ وہ مصیبت عظمیٰ ہے کہ اس غم میں آسمان و زمین۔ عرش و کرسی۔ لوح و قلم سب ہی تو روئے ہیں۔ آپ لوگ تو ان حضرت کی غلامی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ آپ اپنے آقا کی مصیبت سن کر کیونکر نہ روئیں گے۔

گریہ جناب امام زین العابدینؑ

جناب امام حسینؑ کی مصیبت وہ مصیبت ہے جس کے سبب سے پینتیس برس تک جناب امام زین العابدینؑ اپنے والد ماجد کو رویا کئے۔ جب کوئی کہتا تھا۔ کہ یا مولا آپ کہاں تک روئیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ روتے روتے آپ ہلاک ہو جائیں۔ تو فرماتے تھے۔ اے شخص حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ان کا ایک فرزند گم ہو گیا تھا۔ اس کی مفارقت میں اس قدر روئے تھے۔ کہ بصارت چشم زائل ہو گئی تھی حالانکہ وہ جانتے تھے۔ کہ یوسفؑ زندہ ہیں کیونکہ حضرت یعقوبؑ ملک الموت سے دریافت کر چکے تھے۔ کہ اے ملک الموت تم نے ہمارے یوسفؑ کی روح قبض کی ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا۔ کہ میں نے آپ کے یوسفؑ کی روح قبض نہیں کی ہے اور اے شخص میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سترہ جوانان عقیل و ہاشمی جن کا پردہ دنیا میں کوئی نظیر نہ تھا مثل گوسفند قربانی ذبح کئے گئے۔ اللہ اکبر مومنین کس بیرحمی سے ان ظالمین نے امام حسینؑ کو ذبح کیا تھا۔ کہ امام رضاؑ نے فرمایا ہے اِنَّہٗ ذُبِحَ کَمَا یُذْبَحُ الْکَبْشُ حضرت کو اسی طرح ذبح کیا گیا تھا کہ جس طرح گوسفند کو

؎ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس مقام پر قلم و دوات سے وہ قلم دوات مراد ہے۔ جو پیغمبر اسلام نے دم واپسیں طلب فرمایا جس کے جواب میں کہہ دیا گیا تھا کہ یہ ہذیان بکتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

ذبح کیا جاتا ہے۔ مومنین معصوم نے ذبح امام حسینؑ کو گوسفند سے تشبیہ دی ہے اور علم معانی وبیان سے ثابت ہے کہ تشبیہ کے تین رکن ہوتے ہیں۔ ایک مشبہ دوسرے مشبہ بہ تیسرے وجہ شبہ۔ یہاں پر مشبہ اور مشبہ بہ تو ظاہر ہیں باقی رہی وجہ شبہ۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ جو شرائط ذبح گوسفند میں معتبر ہیں وہ ذبح امام حسینؑ میں بھی پائے گئے تو ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان اشقیا نے امام حسینؑ کے بارے میں ان شرائط کا بھی کچھ خیال نہ کیا اس لیئے کہ ذبح حیوانات میں چند آداب و شرائط ہیں۔

آداب و شرائط ذبیحہ

اول یہ کہ جس حیوان کو ذبح کرنا منظور ہو چاہیئے کہ پہلے اس کو آب و دانہ سے سیر و سیراب کر لیں۔ مگر جناب امام حسینؑ قبل از شہادت تین دن سے بھوکے پیاسے تھے مرتے مرتے حضرت العطش العطش پکارتے رہے مگر ظالموں نے پانی کا ایک قطرہ تک نہیں دیا اور پیاسا ہی ذبح کر ڈالا۔ دوسرے ذبیحہ کو ذبح سے پہلے چھری نہ دکھانی چاہیئے۔ لیکن مظلوم کربلا کو چھری دکھانی تو کیسی جسم اقدس پر کہیں نیزے لگاتے تھے۔ کہیں تلواریں مارتے تھے۔ اور تیروں کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا۔ تیسرے حیوان کو حیوان کے سامنے ذبح نہ کرنا چاہیئے اور یہاں جناب امام حسینؑ کو شمر ملعون نے اہل حرم کے سامنے ذبح کیا۔ ایک روایت کے بموجب زینبؑ جو سامنے دیکھ رہی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں مگر بھائی کا سر بہن کے سامنے جدا کر دیا گیا۔ چوتھے اگر حیوان کو ذبح کرتے ہیں تو حلق پر چھری پھیرتے ہیں۔ پس گردن سے ذبح کرنا جائز نہیں۔ شاید اس کا منشا یہ ہو کہ قفا کی جانب استخوان ہوتے ہیں۔ اس کو قطع کرنے میں دیر اور ایذا زیادہ ہوگی اس لیئے آگے کی طرف سے جہاں رگیں قریب ہیں ذبح کرتے ہیں کہ حیوان کو زیادہ اذیت نہ ہو۔ مگر قربان ہو جائیں شیعوں کی مظلوم کربلا پر کہ شمر بے حیا نے پس گردن سے سر اقدس کو جدا کیا چنانچہ صاحب الامر زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَذْبُوحِ مِنَ الْقَفَا (میرا سلام اس ذبیح راہ خدا پر جو پشت گردن کی طرف سے ذبح کیا گیا تھا۔) پانچویں بعض حیوانات کے متعلق فقط ذبح کا حکم ہے جیسے گوسفند اور بعض کے متعلق نحر کا حکم ہے۔ جیسے شتر اور بعض حیوانات سے ذبح اور نحر دونوں ساقط ہیں جیسے مچھلی اور ٹڈی۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ذبیح کربلا تیروں سے بھی نحر ہوئے اور خنجر سے بھی ذبح ہوئے چنانچہ منقول ہے کہ جب جناب امام حسینؑ زخموں سے چور چور ہو رہے تھے اس وقت ابو ایوب

غنوی لعین کا ایک تیر ایسا آکر گلوئے مبارک پر لگا جس سے خون جاری ہوا۔ جیسا کہ حضرت صاحب الامرؑ اسی زیارت میں فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَنْحُوْرِ فِی الْوَرٰی یعنی سلام اس بے کس پر ہو۔ جس کے سوا تمام عالم میں بنی آدم میں سے کوئی نحر نہیں کیا گیا، چھٹے ذبیحہ کا سر بدن سے جدا نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ فقط حلقوم کی رگیں کاٹ دینی چاہئیں۔ یہاں حضرت کا نہ فقط سر اقدس جدا کر لیا گیا بلکہ نوک نیزہ پر بھی چڑھایا گیا۔ ساتویں۔ ذابح کو اپنا بوجھ ذبیحہ پر نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ بسبب روح کے گھٹنے کے اس کو زیادہ تکلیف ہوگی۔ اب اس کے مقابلہ میں شمر نے جو بے ادبی کی اس کو کیونکر عرض کروں۔ اتنا ہی خیال فرمالیجئے کہ سینہ کے وجے سے ان حضرت کو کیسی تکلیف ہوئی۔ نفس تنگی کرنے لگا اور دم گھٹا جاتا تھا۔

وجہ تشبیہ

الغرض جب مراعات آداب و شرائط بھی وجہ تشبیہ نہ ہوئے تو بظاہر وجہ شبہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح گوسفند کو مجمع عام میں بیباکانہ ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔ تو شمر بے حیا بیباکانہ ذبح امام کے قصد سے خنجر ہاتھ میں لئے بے خوف و بے ہراس مجمع عام میں حضرتؑ کے قریب چلا گیا تھا اور ذبح کے لئے مستعد ہو گیا۔ اور اس مجمع کثیر میں سے جہاں ہزاروں آدمیوں کا ہجوم تھا اور سب کے سب دعویٰ بھی اسلام کا کرتے تھے۔ ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس ملعون کو ذبح کرنے سے منع کرتا۔ ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جو اتنا کہتا کہ اے شمر یہ کیا کرتا ہے اپنا ہاتھ روک لے کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ انہیں ذبح کیوں کیا جاتا ہے۔ اس بزرگوار کی کیا خطا ہے۔ بلکہ جس طرح قربانی کو خوش ہو ہو کے ذبح کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح جناب امام حسینؑ کو نہایت بے پروائی سے بلکہ خوش ہو ہو کے ذبح کیا۔ آہ مومنین اس وقت آفتاب کو گہن لگ گیا۔ آندھی سیاہ چلنے لگی۔ منادی نے ندا دی اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ

مجلس ۲۸ سی و ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ الْحَمِیْدُ فِیْ کِتَابِهِ الْمَجِیْدِ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے آیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے آسمان سے پانی برسایا اور اس سے جو زمین میں چشمے جاری کئے۔ پھر اس پانی سے رنگ برنگ کی زراعت اور درخت پیدا کئے (یعنی کوئی سبز کوئی سیاہ۔ کوئی زرد۔ کوئی سرخ یا مختلف قسم کے غلے پیدا کئے۔ جیسے گیہوں جو۔ چاول۔ چنے وغیرہ) پھر وہ زراعت خشک ہو جاتی ہے۔ بعد سبز ہونے کے زرد دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد شکستہ اور مثل بھوسے کے ہو جاتی ہے۔ ان سب باتوں میں صاحبان عقل کے واسطے وعظ و نصیحت ہے کہ خالق عالم کو پہچانیں اور پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا (ہم نے آسمان سے طاہر و مطہر پانی اتارا کہ اس سے ہم اس زمین کو جو افتادہ ہے اور مردہ ہو گئی ہے زندہ کر دیں۔ اور اس میں سے نباتات و اشجار کو پیدا کریں۔ اور اس پانی سے اپنی مخلوقات کو یعنی حیوانات کو اور انسانوں کو سیر و سیراب کریں)

پانی کی حقیقت

واضح ہو کہ تمام عالم میں پانی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ کیونکہ اسی پانی پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ انسان ہی پر کیا موقوف ہے۔ حیوانات ہوں یا نباتات سب کی زندگی اسی پانی سے ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا اور زندہ رکھا ہے) کسی شخص نے جناب امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا تھا کہ یا حضرت پانی کا مزہ کیسا ہے آپ نے فرمایا کہ پانی کا مزہ زندگانی کا مزہ ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (ہم نے ہر جاندار شے کو پانی سے پیدا کیا ہے) سبحان اللہ پانی بھی کیا چیز ہے۔ جس کی حقیقت میں حکماء کو اختلاف ہے متقدمین قائل تھے کہ پانی ایک عنصر بسیط ہے۔ اور حکمائے حال کا مذہب یہ ہے کہ پانی دو عنصر سے مرکب ہے۔ چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ میں آیا ہے۔ کہ ان دونوں چیزوں کو ایک اور

آٹھ کی نسبت سے ملانے سے پانی بن جاتا ہے اور کیمیاوی ترکیب سے جب پانی کو تحلیل کرتے ہیں تو وہی دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہیں اس پانی میں عجب صفات متضادہ جمع ہیں پانی سے آگ بجھ جاتی ہے۔ اور پھر آگ سے پانی جم کر برف بھی بن جاتا ہے۔ پانی کمزور ایسا ہے کہ تنکے سے جدھر کوئی چاہے پھیر دے اور زور آور ایسا ہے کہ پہاڑوں کو بہا دیتا ہے۔ بلکہ بعض پہاڑوں کو میدانوں کے ساتھ ہموار کر کے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ پانی میں قوت انفعال بھی ہے اور قوت فعل بھی۔ انفعال کی مثال تو یہ ہے۔ کہ ہزاروں جمادات مثل نمک و شکر وغیرہ کو گلا اور گھلا کر اپنی صورت بنا لیتا ہے۔ جب آفتاب کی گرمی پڑتی ہے تو پانی ہی بخار بن کر اڑتا ہے۔ اور بادل ہو کر مینہ برستا ہے۔ آفتاب کی گرمی برف وغیرہ کو پگھلا کر دریاؤں کو چڑھا دیتی ہے۔ اگر درخت رطوبات سے خالی ہوں سوکھ جائیں۔ انسان کے بدن سے اگر رطوبت جاتی رہے مردہ ہو جائے۔ انسان میں تین ربع پانی اور ایک ربع اور خشک چیزیں ہیں۔ بعد پیدائش جب بچہ ماں کا دودھ پینا شروع کر دیتا ہے تو اس دودھ کے پانچ حصوں میں سے چار حصے پانی ہوتا ہے اور ایک حصہ اور چیزیں۔ انسان کے جسم میں ہضم غذا اور دوران خون کا باعث یہی پانی ہے۔ انسان بغیر غذا کے جتنی دیر جی سکتا ہے۔ اتنی دیر بغیر پانی کے نہیں جی سکتا جب ہی تو ہر شریعت میں پانی پلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

پانی پلانے کا ثواب

بلکہ صاحب خصائص حسینیہ تو یہ لکھتے ہیں۔ کہ اور تمام عبادتوں سے اس کا اجر بڑھا ہوا ہے۔ خصوصاً اگر امام تشنہ کام کے نام پر پانی پلایا جائے۔ تو اس کا ثواب اور بھی المضاعف[عـہ] ہو جائے گا۔ یہی تو وجہ ہے کہ عشرہ محرم میں جگہ جگہ پانی کی سبیل اس مظلوم کے نام پر رکھی جاتی ہے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا اَوَّلُ مَا یُبْدَءُ بِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ صَدَقَۃُ الْمَاءِ یَعْنِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ (جب روز قیامت اعمال خیر کا ثواب ہر نیکوکار کو عطا ہوگا۔ تو ابتدا اس کی ان لوگوں سے کی جائے گی۔ جنہوں نے دار دنیا میں کسی پیاسے کو پانی سے سیراب کیا ہوگا) پھر اسی کتاب میں مصادف سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ ہمراہ رکاب سعادت انتساب جناب امام جعفر صادقؑ تھا اور وہ حضرت

عـہ دوگنا ۱۲

درمیان مکہ و مدینہ کے سفر میں تھے۔ اثنائے راہ میں دیکھا کہ ایک شخص درخت کے نیچے پڑا ہے۔ اور اس کا حال ایسا متغیر ہو گیا ہے جیسا کسی کا نزع کے وقت ہو جاتا ہے فَقَالَ لِیَ الصَّادِقُ یَا مُصَادِفُ مِلْ بِنَا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ اَصَابَہُ الْعَطَشُ (حضرت نے مجھ سے فرمایا اے مصادف میرے ساتھ چل دیکھیں یہ کس حالت میں مبتلا ہے۔ اور اس قدر حال اس کا کیوں متغیر ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ پیاس کی شدت سے اس قدر بے چین ہے) مصادف کہتے ہیں کہ میں حضرتؑ کے ساتھ ساتھ اس کے قریب گیا۔ اور امامؑ نے دریافت فرمایا کہ آیا تو پیاسا ہے۔ عرض کی ہاں۔ یہ سنتے ہی اس جناب کو رحم آ گیا۔ فرمایا اے مصادف جلد اسے سیراب کرو۔ میں نے فوراً گھوڑے سے اتر کر اسے پانی پلایا۔ اور پھر سوار ہو کے حضرت کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں میں نے عرض کی کہ یا مولا یہ شخص تو نصرانی معلوم ہوتا ہے۔ کیا کافروں کو بھی پانی پلانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ البتہ ایسی حالت میں جائز ہے۔ اب میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ جب بغیر پانی کے انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو اگر کسی پر تین دن تک پانی بند رہا ہو گا تو اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔ افسوس جو پانی کافر تک کو پلانا جائز ہے۔ وہ فرزندِ رسول امام کو زمین پر بند کیا جائے۔

حضرت کے لئے سب گھاٹوں پر پانی بند ہونا

لکھا ہے کہ ابن سعد ملعون نے ابتدا ہی سے امام حسینؑ پر پانی بند کر دیا تھا۔ لیکن جب امام حسینؑ نے کنوئیں کھدوائے۔ اور بعض وقتوں میں اپنے اصحاب کو پانی پلایا۔ اور یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی۔ تو اس ملعون نے ابن سعد کو ممانعت آب کی سخت تاکید لکھی اور لکھا کہ حُلْ بَیْنَ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ وَبَیْنَ الْمَاءِ وَلَا یَذُوْقُوْا مِنْہُ قَطْرَةً (اے عمر سعد تو حائل ہو جانا درمیان آب فرات اور حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے تاکہ وہ لوگ ایک قطرہ بھی اس پانی سے پینے نہ پائیں۔ یہ خط پڑھ کے اسی وقت عمر سعد نے عمر بن حجاج زبیدی کو مع پانچسو سواروں کے فرات کے کنارے بھیج دیا۔ وہ لوگ وہاں اترے اور پانی روک دیا اور مانع ہوئے کہ امام حسینؑ یا ان کے اصحاب ایک قطرہ بھی پانی کا نہ پی سکیں۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ اس شدت سے حضرت پر کب سے پانی بند ہوا۔ ساتویں تاریخ سے حضرت پر پانی بند ہوا۔ دسویں کو تو مارے پیاس کے حضرت کا یہ حال تھا۔ کہ آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ جیسا کہ جبرئیل نے حضرت آدم سے بیان کیا تھا یَا اٰدَمُ لَوْ تَرَاہُ وَهُوَ یَقُوْلُ وَاعَطْشَاہُ وَیَحُوْلُ الْعَطَشُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ

اَلسَّمَآءُ کَالدُّخَانِ دلائے آدمؑ کاش تم دیکھتے کہ حسینؑ کس طرح مظلوم مارے پیاس کے فریاد کرتے ہیں اور بسبب شدت تشنگی کے ان کی آنکھوں میں زمین سے آسمان تک مثل دھوئیں کے معلوم ہوتا ہے انحضرات یہ جو جبرئیلؑ امین نے کہا تھا۔ کہ حضرت کی پیاس مثل دھوئیں کے حائل ہو جائے گی۔ اس تشبیہ میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ جس طرح آسمان و زمین میں دھواں بھر جاتا ہے۔ اور آدمی کو زمین و آسمان کچھ نہیں بجھائی دیتا۔ اسی طرح اس جناب پر وہ پیاس کی حرارت ہوگی۔ کہ قلب سے بخارات اٹھ کر آنکھوں میں پہنچ جائیں گے۔ جس سے آنکھوں کے نیچے اندھیرا ہو جائے گا۔ دنیا تیرہ و تار معلوم ہوگی دوسرے یہ کہ جس طرح دھواں زیادہ ہونے سے آدمی کا دم گھٹنے لگتا ہے اور قریب ہلاکت پہنچ جاتا ہے اسی طرح غلبۂ عطش سے آپ کی یہ نوبت ہوگی کہ دم گھٹنے لگے گا۔ اور قریب ہوگا کہ روح مبارک جسم اطہر سے نکل جائے گی۔ صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں کہ اس پیاس نے امامؑ کے چار اعضاء پر اثر کیا تھا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چار اعضاء کے سوا اور کسی اعضا پر پیاس کا اثر نہ تھا۔ کیونکہ پیاس ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان کی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ تمام اعضا ضعف سے بیکار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان چار اعضاء پر پیاس کا اثر زیادہ ہوا جس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ پیاس سے حضرت کی یہ حالت ہے۔ بہرکیف وہ چار اعضا یہ ہیں۔ ایک تو جگر حضرت کا پانی کے نہ ملنے سے سوکھ کر پارہ پارہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ وقت استغاثہ خود اشقیا سے اس طرح فرماتے تھے اِسْقُوْنِیْ شَرْبَۃً مِّنَ الْمَآءِ فَاِنَّ کَبِدِیْ تَفَتَّتَتْ مِنْ شِدَّۃِ الظَّمَآءِ (اے لوگو تھوڑا پانی مجھے پلا دو کہ مارے پیاس کے جگر میرا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے، دوسرے لب ہائے مبارک ہیں جو مارے پیاس کے سوکھ گئے تھے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

یَنْعَنِیْ شِفَاهًا ذَابِلَاتٍ مِّنَ الظَّمَآءِ

وَلَمْ تَحْظَ مِنْ مَّآءِ الْفُرَاتِ بِقَطْرَۃٍ

فدا ہو جان میری ان لب ہائے نازک پر جو پیاس کی شدت سے مثل برگ گل خشک و پژمردہ ہو گئے تھے۔ اور جن لبوں تک مرتے دم تک ایک قطرہ پانی کا نہ پہنچا۔ تیسرا عضو آنکھیں آپ کی ہیں۔ جن میں پیاس سے حلقے پڑ گئے تھے اور کاسہ سر میں دھا گئی تھیں۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

بِنَفْسِيْ عُيُوْنًا غَائِرَاتٍ سَمَوْا بِهَا — اِلَى الْمَاءِ مِنْهَا نَظْرَةٌ بَعْدَ نَظْرَةٍ

فدا ہو جان میری ان آنکھوں پر جن میں بہ سبب نایابی آب کے حلقے پڑ گئے تھے اور جو حسرت سے بار بار فرات کی طرف دیکھا کیں۔ اور مرتے دم تک پانی میسر نہ ہوا۔ چوتھا عضو حضرتؑ کا جس پر پیاس نے اثر کیا وہ کون سا تھا۔ اسے بھی سن لیجئے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ وہ زبان حضرتؑ کی تھی کہ مارے پیاس کے سوکھ گئی تھی اور اس میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ غلبۂ تشنگی میں سوکھی زبان کو رہ رہ کے چباتے تھے اور بار بار کے چبانے سے وہ خشک زبان مجروح ہو گئی تھی۔ اللہ اکبر! مومنین کیا پیاس تھی جناب امام حسینؑ کی کہ مرتے دم تک آپ نے شمر سے پانی طلب کیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ تو بروایت ابو مخنف تین ساعت تک زمین پر غش میں پڑے رہے اور شمر بے حیا خنجر ہاتھ میں لئے قریب آیا اور کس زبان سے عرض کروں کہ موذی سینے کہاں بیٹھا۔ حضرتؑ کو جب تکلیف ہوئی غش سے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ قاتل سینہ پر سوار آمادہ ذبح ہے۔ آواز نحیف سے فرمایا۔ يَا هٰذَا مَنْ اَنْتَ لَقَدِ ارْتَقَيْتَ مُرْتَقًا عَظِيْمًا (اے شخص تو کون ہے تو بہت بلند مقام پر چڑھ گیا ہے) اس بے حیا نے کہا وہ شقی شمر ہے آپ نے فرمایا يَا شِمْرُ اِنْ كَانَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ قَتْلِيْ فَاسْقِنِيْ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ (اے شمر اگر تجھے میرا قتل ہی منظور ہے تو پہلے تھوڑا سا پانی پلا دے) افسوس مومنین! شمر نے کچھ بھی خیال نہ کیا اور پیاسا ہی حضرت کو شہید کیا ہے

محروم رفت از تو لب تشنہ حسینؑ — اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس سی و نہم ۳۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّ

تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ وَمَثَلُ کَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ کَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ

تفسیر کلمہ طیبہ و کلمہ خبیثہ

خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے کیونکر ضرب المثل لایا۔ خداوند عالم کلمہ طیبہ کی کہ وہ کلمہ پاکیزہ مثل اس درخت پاکیزہ و طیب کے ہے جس کی جڑ ثابت و مضبوط ہو اور جس کی شاخ (نہایت بلندی سے) آسمان کی جانب پہنچی ہو وہ درخت ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے میوہ دیتا ہے۔ اور خدا لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ لوگ نصیحت قبول کریں اور مثال کلمہ خبیثہ کی مثل اس درخت خبیثہ کے ہے جو زمین کے اوپر سے اکھڑا ہوا ہو۔ جس کو ثبات و قرار نہ ہو۔ واضح ہو کہ مثال خدائے تعالیٰ نے اس لئے فرمائی ہے کہ مثال میں معانی و مطلب کا سمجھانا بہت اثر رکھتا ہے۔ اور معقولات و محسوسات میں سمجھانے سے انسانی طبیعت جلد اس بات کو قبول کر لیتی ہے۔

مراد از کلمہ طیبہ

اور کلمہ طیبہ سے بعض مفسرین نے کلمہ توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد لیا ہے۔ اور بعض نے دعوت اسلام یا ہر کلام نیک اور اعتقاد حق مراد لیا ہے۔ بہرکیف اس کلمہ طیبہ کی مثل شجرہ طیبہ کی مثال ہے۔ اور شجرہ طیبہ سے بھی بعضوں نے عام درخت مراد لیا ہے جس کی جڑ زمین میں نہایت مستحکم ہو اور شاخیں گویا آسمان تک پہنچی ہوں۔

مراد از شجرہ طیبہ، مشابہت درخت خرما با انسان

اور بعضوں نے کہا ہے کہ درخت خرما مراد ہے۔ اس لئے کہ درخت خرما بہ نسبت اور درختوں کے آدمی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ جس طرح آدمی مستقیم القامت ہوتا ہے۔ اسی طرح خرما کا درخت بھی سیدھا ہوتا ہے۔ اور جس طرح انسان میں بغیر ازدواج مرد و عورت اولاد نہیں ہوتی۔ اسی طرح خرما کے درختوں میں بھی جب تک نر کا پھول مادہ کی شاخوں میں نہ رکھا جائے پھل نہیں دیتا۔ اسی کو عرب میں تابیر کہتے ہیں۔ اور جس طرح آدمی کا سر کاٹ دینے سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درخت خرما کا

سر کاٹ دینے سے درخت سوکھ جاتا ہے۔ اور سوائے خرما کے اور کسی درخت کے سر کو قطع کر دیں تو وہ نہیں سوکھتا۔ بلکہ دوسری شاخیں نکل آتی ہیں۔ اسی طرح درخت خبیث میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ درخت حنظل ہے۔ اور بعضوں نے بھی کانٹوں کے درخت مراد لئے ہیں اور بعضوں نے عام کہا ہے۔ یعنی جو درخت کہ بدبو اور بدصورت اور بے ثبات ہو کہ ذری سی ہوا میں زمین سے اکھڑ جائے وہ مراد ہے۔

بیان ہر دو تشبیہ

الحاصل دونو تشبیہیں نہایت صاف اور واضح ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح کوئی درخت زمین میں مستحکم اور مضبوط ہو جو کسی طرح کی ہوا کے جھکڑ سے اکھڑ نہیں سکتا۔ اس کی جڑوں میں زمین سے پانی پہنچتا ہو۔ اس کی شاخیں رفعت و بلندی سے آسمان تک پہنچی ہوں۔ اس کے پھل نہایت عمدہ و پاکیزہ ہوں۔ اسی طرح کلمۂ طیبہ اور عقائد حقہ مومن کے دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کو تصدیق بالجنان کے چشمہ سے پانی پہنچتا رہتا ہے جو کسی طرح کے شکوک و شبہات کی ہوا سے اکھڑ نہیں سکتا۔ اور اعمال صالحہ کی شاخیں اعلیٰ علیین کی طرف بدوں حجاب و مانع کے مرتفع ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (پاکیزہ باتیں اسی کی طرف صعود کرتی ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے) اور دنیا میں اخلاق حسنہ کا پھل دیتا ہے۔ اور آخرت میں نعمات ابدیہ اور لذات غیر متناہیہ کا مثمر ہوتا ہے

تشبیہ اسلام بادرخت

جس طرح کوئی درخت ناہموار مثل حنظل کے تلخ و ناگوار ہو اسی طرح کلمۂ کفر و ناپاک اور عقائد باطلہ ہیں۔ کہ کفار و منافقین چاہتے ہیں کہ ان کو ثابت و برقرار رکھیں مگر ان کو کسی طرح قرار و ثبات نہیں ہوتا اور دلائل حقہ کی ہوا میں اڑ جاتے ہیں اور آخرت میں ان کا پھل سوائے زقوم و ضریع و غسلین کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اسلام و ایمان کی تشبیہ درخت سے اس لئے دی ہے کہ درخت کی تکمیل تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک تو جڑ جو زمین میں ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے اس کا تنہ جو اوپر قائم ہوتا ہے۔ تیسرے اس کی شاخ جو چاروں طرف پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام و ایمان

بھی تین ہی چیزوں سے کامل ہوتا ہے۔ دل کی تصدیق سے۔ زبان کے اقرار سے اور اصول واحکام اصول پہ عمل کرنے سے۔ اور یہ تعریف ایمان کی جناب امام رضاؑ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ جنہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے۔ کہ جب جناب امیرؑ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی تعریف پوچھی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا

تشبیہ دیگر

اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَۃٌ بِالْقَلْبِ وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا مَثَلُ ھٰذَا الدِّیْنِ کَمَثَلِ شَجَرَۃٍ ثَابِتَۃٍ اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ اَصْلُھَا وَ الصَّلٰوۃُ اَلْخَمْسُ جِذْعُھَا وَ الزَّکٰوۃُ فَرْعُھَا وَ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ لِحَاؤُھَا وَ حُسْنُ الْخُلْقِ وَرَقُھَا وَ الْکَفُّ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ ثَمَرُھَا فَکَمَا لَا یَکْمُلُ الشَّجَرَۃُ اِلَّا بِثَمَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ لَا یَکْمُلُ الْاِیْمَانُ اِلَّا بِالْکَفِّ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ تَعَالٰی (مثال اس دین اسلام کی مثل اس درخت کے ہے۔ جو ثابت و برقرار ہو پس خدا پہ ایمان لانا اسلام کی جڑ ہے۔ اور نماز پنجگانہ بجالانا اس کا تنہ ہے۔ اور زکوٰۃ دینا اس کی شاخ ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا اس کا پوست ہے۔ اور حسن خلق سے متصف ہونا اس کے پتے ہیں۔ اور خدا کے گناہوں سے بچنا اور اس کے منہیات سے پرہیز کرنا اس کا پھل ہے۔ پس جس طرح درخت بغیر عمدہ پھل کے ناتمام اور بیکار ہے۔ اسی طرح ایمان بغیر ترک گناہ کے بیکار اور عبث ہے

مراد از شجرہ طیبہ موافق تفسیر اہل بیت

اور تفسیر اہل بیت میں ہے کہ شجرہ طیبہ سے مراد جناب رسول خدا ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ شجرہ طیبہ میں ہوں۔ اور علی اس کے تنہ ہیں۔ فاطمہؑ اس کا شگوفہ ہے۔ حسنؑ و حسینؑ اس کے میوے ہیں۔ اور دوستان و شیعان علیؑ اس کے پتے ہیں کیا درخت بغیر ان چیزوں کے ہو سکتا ہے۔ راوی نے کہا کلا و اللہ فرمایا کہ وہ درخت مع اپنے اجزا کے بہشت میں ہوگا خدا کی قسم جب کوئی مومن مرتا ہے۔ تو اس درخت کا ایک پتہ گر جاتا ہے۔ اور جب کسی مومن کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو ایک تازہ پتہ اس درخت سے نکل آتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ الحاصل جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں اس درخت کی جڑ ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ وہ حضرتؐ

"ایمان اسے کہتے ہیں کہ دل سے پہچانے۔ زبان سے اقرار کرے اور اصول و احکام اصولی پہ عمل کرے"

منبع کمالات تھے۔ اور جس طرح کسی درخت کی غذا اور پرورش اس کی جڑ سے ہوتی ہے اسی طرح ائمہ اور ان کے شیعہ جس کو جتنا تقرب آنحضرت سے ہو اتنا ہی فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور تنہ اس درخت کا حضرت امیرالمومنینؑ ہیں۔ کہ اس درخت کی جڑ کے بعد ہی سے اسی کی نمائش اور اس کا نمو ہے۔ کل شاخیں اسی کی وجہ سے بہرہ مند ہوتی ہیں اور جناب فاطمہؑ بمنزلہ شگوفہ کے ہیں جو باعث ثمر ہوتا ہے۔ اور حسنؑ و حسینؑ و دیگر ائمہ جو علیؑ و فاطمہؑ سے پیدا ہوئے ہیں وہ میوہ ہیں۔ اس لئے کہ ان اماموں کے ذریعہ سے علوم رسالت کے پھل خلائق تک پہنچتے رہتے ہیں۔ اور شیعوں کے قلوب ان علوم سے تروتازہ ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کھول ان میوہ ہائے علوم سے ذائقہ و لذت پاتے رہتے ہیں۔

وجہ تشبیہ رسول خدا از شجرہ طیبہ

بنا بر بعض حدیث کے تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا یعنی وہ درخت ہر زمانہ میں اپنے پروردگار کے حکم سے اپنا پھل دیتا رہتا ہے) یہی مراد ہے۔ اور جس طرح درخت میں میوے پتوں سے چھپے رہتے ہیں اور پتے ہوا و گرد و غبار سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور چھپائے رہتے ہیں۔ اسی طرح ان حضرات کے شیعہ بمنزلہ پتوں کے ہیں۔ جو ثمرات علوم کے حامی اور حافظ رہتے ہیں۔ اور ان کو نااہلوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔

شجرہ خبیثہ

اسی طرح شجرۂ خبیثہ اور شجرۂ ملعونہ جو اہل بیت کے دشمن ہیں وہ بمنزلہ درخت ناپائدار کے ہے جس کی جڑ اول و ثانی ہیں اور شاخیں بنی اُمیہ و بنی عباس ہیں اور ان کے پیرو مثل اسی درخت کے پتوں کے ہیں۔ اور اس درخت کے پھل ان لوگوں کے شبہات واہیہ اور عقاید باطلہ ہیں جو مثل حنظل کے ہیں۔ جو ظاہر میں تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اس کے زہر بھرا ہوا ہے۔ بہرکیف پہلے درخت کی مثال درخت طوبیٰ کی سی جو بہشت عدن میں ہے۔ اور اس کی جڑ خانۂ جناب امیرؑ میں ہے اور اس کی شاخیں شیعان علیؑ بن ابی طالب کے ہر گھر میں پہنچی ہیں۔ جس طرح آفتاب ایک جگہ ہے۔ اور اس کا نور تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور دوسرے درخت کی مثال درخت زقوم کی سی ہے جو جہنم میں ہوگا۔ اس کا پھل دشمنان اہل کی غذا ہوگی۔ جس کی نسبت خدائی تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ

كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (بے شک تھوہر کا درخت طعام گنہگاروں کا ہے۔ وہ پگھلے ہوئے تانبے کے مانند پیٹوں میں ایسا ہی کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے) الحاصل وہ شجرہ خبیثہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں بھی خدائے تعالیٰ نے بنی امیہ کو ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ (اے رسولؐ جو خواب ہم نے تم کو دکھلایا ہے۔ وہ لوگوں کے واسطے امتحان ہے۔ اور اسی طرح شجرہ ملعونہ کو قرآن میں ہم نے لوگوں کے واسطے محل امتحان قرار دیا ہے) اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے خواب میں دیکھا تھا کہ کچھ لوگ مثل بندر کے آنحضرتؐ کے منبر پر چڑھتے ہیں اور اترتے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت بہت غمگین ہوئے۔ تو اس وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ شجرہ ملعونہ ہیں۔ جو آپ کے منبر پر جائیں گے اور لوگوں کو دین حق سے پھرائیں گے۔

تمہید مصائب

فی الواقع مومنین بعد وفات جناب رسولؐ خدا دین نبی میں کیسا رخنہ پڑ گیا۔ اور ظلمۂ امت کے ہاتھوں کیا کیا ظلم اہل بیتؑ رسولؐ خدا پر ہو گئے۔ خلافت کو غصب کیا۔ باغ فدک کو چھینا۔ جناب سیدہ صلوات اللہ و سلام علیہا پر دروازہ گرایا۔ گھر جلایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے گلے میں رسی ڈالی۔ ان حضرتؑ کو خانۂ خدا میں شہید کیا۔ جناب امام حسنؑ علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کیا۔ پھر ان کے جنازہ پر تیر لگائے۔ روضۂ جناب رسولؐ خدا میں دفن نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ پنج تن پاک کی نشانی ایک جناب امام حسینؑ علیہ السلام باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھی ان ہی بنی امیہ کے ہاتھوں سے کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے روضۂ جناب رسولؐ خدا سے علیحدہ کئے گئے۔ خدا کے گھر میں پناہ لی۔ وہاں بھی نہ رہنے پائے۔ کربلا کے جنگل میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کیے گئے۔ ظالموں نے اس پر بھی اکتفا نہ کی۔ لاش اقدس پر گھوڑے دوڑائے۔ سر کو جدا کر کے نیزہ پر چڑھا دیا۔ شہر بہ شہر دیار بہ دیار پھرایا۔ یہ سب اثر اسی غصب خلافت کا تھا۔ فی الحقیقت جناب امام حسین علیہ السلام اسی دن شہید ہو گئے تھے۔ جس دن سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماعی شوری ہوا تھا

؎ سقیفہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں عرب مشورہ ہائے باطل کے لئے جمع ہوا کرتے تھے (غیاث اللغات)

بدگردن شمر ہم زبد گردن اوست خونِ شہدا تمام بہ گردنِ اوست

یہ مصائب باعثِ توہین نہ تھے

اگر وہاں خانہ جناب سیدہؑ میں آگ لگائی گئی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ یہاں کربلا میں خیام اہل بیت جلائے گئے۔ وہاں جناب امیرؑ کے گلے میں رسی ڈالی گئی تو یہاں جناب امام زین العابدینؑ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر پہنائی گئی۔ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ کے شانوں میں رسیاں باندھی گئیں۔ وہاں جناب سیدہؑ کے بازو پر درہ لگایا گیا تو یہاں جناب امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ کو تازیانہ سے اذیت دی گئی۔ وہاں جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازے پر تیر لگائے گئے۔ تو یہاں خود جناب امام حسینؑ کے جسم اقدس پر اشقیا نے اس قدر تیر لگائے۔ کہ سارا بدن حضرتؑ کا مثل ساہی کے بدن کے ہو گیا تھا۔ یہاں اکثر لوگوں کو اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ مصائب جو حضرتؑ پر پڑے ان سے حضرتؑ کی توہین و تذلیل ہوئی تو ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ توہین جب ہوتی جب خدا کی جانب سے تذلیل و تعذیب مقصود ہوتی۔ اور یہ تو ابتلاء و امتحان ہے۔ اور ان دونوں میں فرق ہے۔

دفع شبہ

دیکھئے جناب رسولِ خداؐ نے امت کے ہاتھ سے کیسی کیسی اذیتیں اٹھائیں۔ کہیں لوگ آنحضرتؐ پر کوڑا پھینکتے تھے۔ کہیں اونٹ کی آلائش شکم حضرتؐ پر ڈال دیتے تھے یہاں تک کہ وہ حضرتؐ شعب ابی طالب میں رہے۔ غار میں چھپے۔ دندان مبارک شہید ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوْذِیْتُ (جیسی اذیت میں نے اٹھائی۔ کسی نبی نے نہیں اٹھائی) جناب ابراہیمؑ کو دیکھئے کہ مخفی تولد ہوئے آگ میں ڈالے گئے جناب یوسفؑ برہنہ کیے گئے۔ طمانچے کھائے۔ کوئیں میں ڈالے گئے۔ فروخت کئے گئے۔ جناب عیسٰیؑ کو یہودیوں نے کیسے کیسے کلمات کہے۔ ان کے قتل پر آمادہ ہوئے۔

بیانِ نظامِ ظاہری و باطنی

ان کے لئے صلیب نصب کی گئی۔ یہ امور ان کی توہین کے باعث نہیں تھے بلکہ یہ ابتلاء و امتحان تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے مراتب زیادہ ہوئے۔ دیکھئے جناب پیغمبر خداؐ کو کیا مرتبہ ملا کہ شرق سے غرب تک۔ شمال سے جنوب تک۔ آنحضرتؐ کا دین پھیلا ہوا ہے۔ خدا کے نام

کے ساتھ ساتھ آنحضرت کا نام بھی اذان میں پکارا جاتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ جناب ابراہیم آگ میں ڈالے گئے آگ گلزار ہو گئی جناب یوسف فروخت کیے گئے مگر پھر وہیں کے بادشاہ ہوئے اور سارا ملک مصر ان کا مطیع ہو گیا۔ جناب عیسیٰ کے لئے اگر صلیب نصب کی گئی تو یہ ان کی معراج کا باعث ہوا چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ یہی حال شہادت جناب امام حسین کا ہے۔ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بڑی توہین ہوئی۔ مگر در حقیقت باعث اعزاز ہوا کہ ہر شخص کی زبان پر یاحسین یاحسین روحی لک الفدا یاحسین ہے گو لشکر یزید نے اپنی دانست میں توہین کی مگر ان کا ہر ظلم حضرت کی مزید عزت کا باعث ہوا۔ اگر اشقیا نے لاش کو دفن نہ کیا تو آج تک لوگ تعزیے بناتے ہیں اگر اہل بیت کو رونے نہ دیا تو آج تک آپ لوگ یاد کرکے روتے ہیں۔ اگر یہ چاہا کہ نام و نشان مٹ جائے۔ کوئی باقی نہ رہے۔ تو خدا نے جناب امام حسین کی نسل سے کس قدر سادات پیدا کیے۔ اور بنی امیہ کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اگر زمین کربلا پر جناب امام حسین شہید کیے گئے۔ خون اہل بیت گرایا گیا۔ تو اس کے عوض میں خدا نے اسے خاک شفا بنا دیا۔ جسے قبر میں ساتھ رکھنے سے عذاب قبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

روایت خاک شفا

کہ ایک زن فاسقہ مدینہ منورہ میں رہتی تھی جب وہ مر گئی تو لوگوں نے اسے دفن کیا زمین نے قبول نہ کیا باہر پھینک دیا۔ آخر لوگوں نے آکر جناب امام جعفر صادق سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی خاک شفا اس کے ساتھ رکھ دو۔ جب خاک شفا رکھی گئی تو اس وقت زمین نے اس کی لاش کو قبول کیا۔ اگرچہ ملاعین نے چاہا کہ قبر کا نشان تک مٹ جائے ہل چلایا مگر بیلوں نے قدم نہ بڑھایا۔ چاہا کہ پانی میں قبر کو غرق کر دیں۔ پانی گرد قبر حیران کھڑا رہ گیا۔ گویا اس کو شرم معلوم ہوئی۔ کہ اسی پانی کو ترس ترس کر آقا پیاسے شہید ہو گئے۔ اب کیونکر منہ دکھاؤں۔ کس طرح حضرت کے قریب جاؤں۔ فی الواقع مومنین جناب امام حسین کی پیاس ایسی تھی جس کی نظیر تمام عالم میں نہیں مل سکتی۔ حالانکہ پانی وہ چیز ہے کہ جس سے ہر شے کی زندگی ہے۔ کیا انسان کیا حیوان کیا اشجار کیا نباتات جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (ہم نے کل زندہ چیزوں کو پانی سے پیدا کیا ہے) اسی سبب سے خداوند عالم نے پانی کو ہر جگہ باافراط پیدا کیا ہے۔ دیکھئے انتظام پروردگار عالم میں غور کیجئے کہ جس چیز کی مخلوقات کو

جتنی حاجت ہے اسی قدر وہ چیز پیدا کی ہے۔ جواہرات کی حاجت کم ہے۔ اسی سے وہ کم پیدا کئے گئے ہیں۔ غلہ کی حاجت زیادہ ہے اس سے وہ زیادہ پیدا کیا گیا ہے کہ سب کو بآسانی مل سکے۔ ہوا کی حاجت سب سے زیادہ ہے۔ کہ ہر وقت انسان و حیوان تنفس کے ذریعہ سے ہوا کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ نباتات و اشجار کے لئے بھی ہوا کا ہونا ضروری ہے۔ آگ بھی بغیر ہوا کے روشن نہیں رہ سکتی۔ اسی لئے خلاق عالم نے ہوا سب سے زیادہ پیدا کی ہے۔ زمین سے آسمان تک ہوا بھری ہے۔ ہوا کے بعد پانی کی حاجت زیادہ ہے۔ جس سے انسان و حیوان اشجار و نباتات سب کی زندگی ہے اسی لئے خدائے تعالیٰ نے پانی ہر جگہ بافراط پیدا کیا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ امیروں کو تو پانی بآسانی ملے اور غریبوں کے لئے دقت ہو۔ بلکہ سب کے لئے پانی کا ملنا آسان ہے بلکہ زمین کے علاوہ آسمان سے بھی خدائے تعالیٰ پانی برساتا رہتا ہے۔ کہ کسی کو پانی کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

پہلے خدا نے پانی کو پیدا کیا

بعض احادیث سے پایا جاتا ہے کہ پہلے جس چیز کو خدا نے پیدا کیا وہ پانی تھا۔ اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔ جو فضا خدا نے پیدا کی تھی۔ اس میں سوائے پانی کے کچھ نہ تھا وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (عرش خدا اس پانی پر تھا) اسی پانی سے آسمان زمین کی خلقت ہوئی۔ اور کل زمین و آسمان بطفیل ذات بابرکات جناب رسالت مآبؐ پیدا ہوئے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (اے نور رسول اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو یعنی عالم کو پیدا ہی نہیں کرتا) اور آنحضرتؐ نے جناب امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا ہے حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں) تو اس سے ثابت ہوا کہ کل چیزوں کی خلقت بسبب جناب امام حسینؑ کے ہوئی تو پانی کی بھی خلقت جناب حسینؑ کی وجہ سے ہوئی۔

پانی پلانے کا ثواب

حدیث میں ہے اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اِبْرَادُ كَبِدٍ حَرّٰى (سب سے بڑا صدقہ جگر تشنہ کا پانی پلا کر ٹھنڈا کرنا ہے) جناب امام جعفر صادقؑ نے راہ مکہ میں ایک نصرانی کو جو پیاس سے تڑپ رہا تھا پانی پلوایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو بھی پانی پلانے میں ثواب ہے۔ اگر مسلمان مسلمان کو پانی پلائے ثواب ہے۔ مسلمان کافر کو پانی پلائے ثواب ہے۔ کافر مسلمان کو پانی پلائے اس کے لئے بھی موجب تخفیف عذاب ہے۔ بلکہ حیوانات کو بھی پانی پلانا ثواب ہے۔

روایت گربۂ تشنہ

ایک مرتبہ جناب رسول خدا وضو میں مشغول تھے کہ ایک بلی ادھر سے گزری اور پانی کی طرف دیکھنے لگی۔ حضرت نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیاسی ہے وضو چھوڑ دیا اور پانی اس کے سامنے رکھ دیا جب اس نے خوب سیر ہو کر پی لیا۔ تب اسی پانی سے حضرت نے وضو کو تمام کیا۔ حضرات آپ نے سنا کہ کافر کو بھی پانی پلانا ثواب ہے۔ بلکہ حیوانات کو بھی پانی پلانا ثواب ہے مگر مومنین وہ لوگ کیسے شقی القلب تھے۔ جنہوں نے کربلا میں جناب امام حسینؑ پر پانی بند کیا تھا ؎

پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا
پر ابن فاطمہؑ کے لئے قحط آب تھا

تشنگان کربلا

تصور فرمایئے کہ کربلا کے جنگل میں صحرائے بے آب و گیاہ میں چند خیمے نصب ہیں۔ جن پر دھوپ کی گرمی پڑ رہی ہے۔ ان کے گرد آگ روشن ہے۔ ان خیموں میں کچھ پیاسے جمع ہیں جو اَلْمَاءُ اَلْمَاءُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ کی فریاد کر رہے ہیں۔ وہ پیاسے کیسے کیسے ہیں؟ ایسے ایسے کہ ان میں تین تو امام ہیں۔ ایک امام حسینؑ۔ دوسرے امام زین العابدینؑ تیسرے امام محمد باقرؑ۔ اور باقی سب امام زادے ہیں۔ اور اصحاب بھی پیاسے ہیں۔ کیسے کیسے اصحاب جو علما ہیں۔ فضلا ہیں زہاد ہیں۔ عباد ہیں۔ ان کے علاوہ عورتیں بھی پیاسی ہیں۔ بچے بھی پیاسے ہیں۔ جن کی فریاد آسمان تک پہنچ رہی ہے۔ جیسا کہ محتشم نے کہا ہے ؎

زاں تشنگاں ہنوز بعیوق می رسد
فریاد العطش ز بیابان کربلا

چار سقے خدا نے مقرر فرمائے

اس وقت خداوند عالم نے ان پیاسوں کے واسطے چار سقے مقرر فرمائے تھے۔ اول خاتم الانبیا جناب رسول خدا کہ ان جناب نے حضرت علی اکبرؑ کو حالت زندگی میں پانی پلایا جب وہ مظلوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور روح گلے تک پہنچی تو امام حسینؑ کو آواز دی یَا اَبَتَاهُ هٰذَا جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ سَقَانِیْ بِکَاسِهِ الْاَوْفٰی شَرْبَةً لَا اَظْمَاُ بَعْدَهَا اَبَدًا (اے بابا یہ میرے جد بزرگوار رسول خدا موجود ہیں۔ جنہوں نے مجھے خوب سیر ہو کے پانی پلا دیا ہے۔ جس کے بعد میں پھر کبھی پیاسا نہ ہوں گا۔) جناب امام حسینؑ نے نعرہ مارا اور فرمایا قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ یَا بُنَیَّ مَا اَجْرَاَهُمْ عَلَی الرَّحْمٰنِ وَعَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی انْتِهَاکِ حُرْمَةِ الرَّسُوْلِ۔ (اے بیٹا! خدا قتل کرے اس قوم کو جس نے

؎ ملاحظہ ہو کتاب بحر تارے ۱۲

تجھے قتل کیا۔ انہیں خدا و رسول پر اور ہتک حرمت رسول پر کیسی جرأت ہو گئی ہے؟ یَا بُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا بیٹا تمہارے بعد اس دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ چونکہ جناب علی اکبرؑ نے جناب امام حسینؑ سے پانی طلب کیا تھا اور نہ ہو سکا۔ اس لئے عرض کی۔ اے بابا! آپ غم نہ کھائیں۔ یہ ہمارے جد امجد جناب رسول خدا موجود ہیں۔ انہوں نے پانی پلا دیا اور سیراب کر دیا ہے۔ دوسرے حضرت عباسؑ ہیں۔ جن کا لقب سقائے اہل بیت ہے۔ وہ حضرتؑ پانی لانے فرات پر گئے اور مشک تک بھر لی۔ مگر اشقیا نے خیمہ تک آنے نہ دیا۔ مشک کو تیروں سے چھید کے سارا پانی بہا دیا۔ اور سقائے اہل بیتؑ کو دریا کے کنارے شہید کر دیا۔ تیسرے خود جناب امام حسینؑ ہیں۔ جب خیام اہل بیتؑ میں پیاس کی شدت ہوئی۔ تو حضرتؑ نے پہلے بُریرؑ کو بھیجا۔ انہوں نے اشقیا سے بہت کچھ کہا اور پانی طلب کیا۔ کسی نے قبول نہ کیا۔ حرؑ گئے۔ انہوں نے بھی سمجھایا اور پانی طلب کیا۔ کسی نے نہ دیا۔ آخر میں خود حضرتؑ آئے مگر کیونکر؟ طفل شیر خوار کو ہاتھوں پہ لئے میدان قتال میں آئے اور سب کو دکھا کر فرمایا کہ دیکھو یہ بچہ پیاس سے جلا جاتا ہے۔ اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بے زبان پر تو رحم کرو۔ اور پانی پلا دو۔ اس کے جواب میں حرملہ شقی نے ایسا تیر مارا۔ کہ وہ بچہ حضرتؑ کی گود میں شہید ہو گیا۔ چوتھا مقام جو خداوند عالم نے جناب امام حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار کے واسطے مقرر کیا ہے۔ وہ آپ لوگ ہیں کہ آپ لوگوں کے آنسوؤں سے ان پیاسوں کی پیاس بجھتی ہے اور جناب امام حسینؑ نے بھی آپ لوگوں سے اسی کی وصیت کی ہے ؎

شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ
اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَہِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ

اے میرے شیعو! جب تم آب سرد و شیریں پینا تو مجھے اور میری پیاس کو یاد کر لینا۔ اور جب کسی مسافر یا شہید کا حال سننا تو میری مصیبت پر بھی رو لینا۔ کہ مجھے ظالموں نے حالت غربت میں بھوکا پیاسا ذبح کیا اور مرتے دم تک ایک قطرہ تک پانی کا نہ دیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس نمبر چہلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی فِیۡ کِتَابِہِ الۡمَجِیۡدِ وَخِطَابِہِ الرَّشِیۡدِ قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی وَ مَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡ لَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے (اے رسول اپنی امت سے کہدو) کہ میں تم لوگوں سے بعوض تبلیغ رسالت کوئی اجر نہیں چاہتا بجز اس کے کہ میرے اہل بیت سے مودت و محبت کرو۔ اور جو شخص نیکی بجالائے گا ہم اس نیکی کو بہت زیادہ کریں گے۔ تحقیق کہ خداوند عالم بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے)

تفسیر آیۂ مودت

صاحب بحار الانوار اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ آیۂ وافی ہدایہ نازل ہوئی۔ تو جناب رسالت مآبؐ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ایہا الناس! حق تعالیٰ نے ایک فریضہ تم پر واجب کیا ہے اگر قبول کرو تو میں تم سے بیان کروں۔ فَلَمۡ یُجِبۡہُ اَحَدٌ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر دوسرے روز حضرتؐ نے اسی قول کا اعادہ کیا۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسرے روز بھی حضرتؐ نے یہی سوال کیا۔ پھر کسی نے کچھ جواب نہ دیا اس وقت حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ وَّلَا مَطۡعَمٍ وَّلَا مَشۡرَبٍ (ایہا الناس تم اتنا کیوں خائف ہوئے وہ فریضہ چاندی اور سونے کی قسم سے نہیں ہے اور نہ کھانے پینے کی چیزوں سے ہے) اس وقت ان لوگوں نے کہا اگر ایسا ہے تو بسم اللہ ارشاد فرمائیے بے شک ہم قبول کریں گے۔ پس حضرت نے آیۂ مذکورہ بالا تلاوت فرمائی۔ اور سب نے مودت اہل بیتؑ کا اقرار کیا۔ مگر امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں فَوَ اللّٰہِ مَا وَفٰی بِہَاۤ اِلَّا سَبۡعَۃُ نَفَرٍ (قسم خدا کی اقرار تو سب نے کیا مگر بجز سات آدمیوں کے کسی نے اس عہد و قرار پر وفا نہ کی) حالانکہ بنا بر بعض روایتوں کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے خود آنحضرتؐ سے خواہش کی تھی کہ یا رسول اللہ ہم چاہتے ہیں کہ بعوض تبلیغ رسالت آپؐ کے ساتھ کچھ سلوک کریں تاکہ جو محنتیں اور مشقتیں آپؐ نے ہماری ہدایت میں گوارا فرمائی ہیں۔ کچھ تو

اس کا عوض ہو جائے۔ اور کچھ تو ہماری خجالت کم ہو۔ پس اس وقت جناب اقدس الٰہی نے وحی کی اپنے حبیب پر قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (اے پیغمبرؐ ہمارے ان لوگوں سے کہدو کہ ہم بعوض تبلیغ رسالت تم سے کسی اجر کے خواہش مند نہیں ہیں۔ مگر اپنے اہل بیت کی محبت و مودت کے۔ بہرکیف اگر بنظر غور و تامل دیکھا جائے تو علاوہ اس آیۂ کریمہ کے اکثر آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت و مودت اہل بیت اور تمسک بدامن اہل بیت مثل تمسک بالقرآن کے لازم و واجب ہے۔ بلکہ حدیث ثقلین سے تو صاف صاف ثابت ہے کہ قرآن و اہل بیت باہم ایسے متحد قرار دئے گئے ہیں کہ کبھی آپس سے جدا نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جناب سرور کائنات نے ارشاد فرمایا۔ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّىٰ يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (میں تم لوگوں میں دو چیزیں بہت عظیم و گراں قدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک تو کتاب خدا اور دوسرے میرے اہل بیتؑ۔ اگر تم ان دونوں سے متمسک رہوگے۔ تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہ وارد ہوں) پس ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جناب رسالتمآبؐ نے قرآن اور اہل بیتؑ کو ایسا متحد ارشاد کیا ہے کہ کبھی آپس سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور ان دونوں کے ساتھ متمسک رہنا واجب و لازم ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ قرآن کو تو لے لیں اور اہل بیتؑ کو چھوڑ دیں۔ اس لئے کہ قرآن میں ناسخات و منسوخات۔ محکمات و متشابہات۔ منصوصات و ماولات سب ہی کچھ ہیں۔ پس اگر اہل بیتؑ کو جو مفسرین قرآن ہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو پھر اس کی تفسیر کس سے معلوم ہو سکتی ہے اس لئے کہ أَهْلُ الْبَيْتِ أَبْصَرُ بِمَا فِي الْبَيْتِ (جن کے گھر میں کلام اللہ نازل ہوا ان سے بہتر کون اس کا مبصر اور مفسر ہو سکتا ہے) اسی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن و اہل بیت کا ساتھ ساتھ ذکر کیا اور دونوں کو متحد و مساوی ارشاد فرمایا۔ اور کوئی فرق قرآن و اہل بیت کے مابین بیان نہیں فرمایا مگر ہاں بعض روایات میں فقرہ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ بھی وارد ہے۔ یعنی ان دونوں ثقلین میں ایک کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے دوسرے سے۔ ہمارے

علمائے کرام رضوان اللہ علیہم نے احد ہمارے اہل بیتؑ مراد لیا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ فقرہ اس حدیث میں تسلیم نہ کیا جائے۔ اور قرآن و اہل بیتؑ کو مساوی درجہ پر مانا جائے۔ تو بھی عقلاً جو فرق کہ ناطق و صامت میں ثابت ہے۔ وہ فرق تو ضرور قرآن و اہل بیتؑ میں ثابت ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ناطق صامت و ساکت سے بہتر ہے۔ پس ضرور ہوا کہ

مساوات اہل بیتؑ با قرآن مجید

مرتبہ اہل بیت کا قرآن سے ارفع و اعلیٰ ہو۔ اور بالفرض ارفع نہ سہی۔ اگر دونوں کے مرتبہ میں مساوات ہی تسلیم کی جائے تو جو احترام و آداب شریعت نبویؐ میں کتاب اللہ کے لئے وارد ہوئے ہیں وہی احترام و آداب اہل بیت کے لئے بھی ثابت ہوں گے یعنی جس طرح کہ اہانت و استخفاف کتاب اللہ موجب کفر و ارتداد ہے۔ اسی طرح اہانت و استخفاف اہل بیتؑ بھی موجب کفر و ارتداد ہے اور جس طرح کہ کتاب اللہ کے متروک و مہجور کرنے کی ممانعت اور اس کے ساتھ متمسک رہنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اہل بیتؑ کے ساتھ بھی تمسک واجب اور ان کے متروک و مہجور کرنے کی ممانعت ہے۔ مگر مومنین خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے اہل بیتؑ کو ایسا متروک و مہجور کیا تھا اور اس قدر ان کی اہانت و استخفاف پر کمر باندھی تھی کہ جس سے زمانہ تہ و بالا ہوگیا اور آسمان کو خون کے آنسوؤں سے رونا پڑا۔ کیوں حضرات اب اس سے زیادہ اور کیا استخفاف ہوگا۔ کہ یزید سا فاسق و فاجر امام وقت مانا جائے اور جناب سید الشہدا سے اس لعین کی بیعت طلب کی جائے اور جب روز عاشورا حضرت پانی کا سوال کریں تو یہ جواب ملے کہ اے حسینؑ اگر تمام دنیا پانی پانی ہو جائے۔ تو بھی تم کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے گا۔ کبھی وہ بے دین کہتے تھے یَا حُسَیْنُ اَمَا تَرَی اِلَی الْفُرَاتِ کَاَنَّہٗ بُطُوْنُ الْحَیَّاتِ (اے حسینؑ آیا تم دریائے فرات کی طرف نہیں دیکھتے کہ مثل شکم مار کے لہریں مار رہا ہے) مومنین اس وقت امام کے قلب اقدس پر کیا کیفیت گزرتی ہوگی۔ ادھر تو چھوٹے چھوٹے بچے حضرت کے خیمے میں شور العطش العطش بلند کر رہے ہیں اور ادھر شدت تشنگی سے خود ان جناب کی وہ حالت پہنچی ہے کہ جگر حضرتؑ کا بریاں ہوا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے فرماتے تھے یَا قَوْمِ اسْقُوْنِیْ شَرْبَۃً مِّنَ الْمَآءِ فَقَدْ نَشَفَتْ کَبِدِیْ مِنْ شِدَّۃِ الظَّمَآءِ (اے قوم مجھے ایک جرعہ پانی کا پلا دو۔ کہ میرا جگر شدت تشنگی سے خشک ہوگیا ہے) اور وہ اعدائے دین یہ جواب دے رہے ہیں کہ ہم کو ابن زیاد کا حکم

کافر تلک نہیں تو نہ تم منع کیجیو ۔ پر فاطمہؑ کے لال کو پانی نہ دیجیو

دیکھئے مومنین احترامات کلام اللہ سے یہ امر ہے کہ اس کو مقام بلند سے نہ گراؤ ۔ مگر یہاں برعکس اس کے قرآن ناطق اور قرآن صامت دونوں کا ظالموں نے کیا خوب ادب کیا تیز المذاب میں لکھا ہے ۔ کہ جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے اتمام حجت ایک مقام بلند پر جا کر کلام اللہ کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور ارشاد فرمایا اَیُّهَا النَّاسُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ کِتَابُ اللّٰهِ (اے قوم ہمارے اور تمہارے درمیان میں یہی کلام خدا حکم ہے) گویا حضرت نے قرآن و اہل بیتؑ کو ایک جگہ جمع کر کے دکھلا دیا ۔ اور شاید مطلب حضرتؑ کا یہ تھا کہ دیکھو یہ کتاب خدا ۔ اس میں میری خونریزی کہاں لکھی ہے ۔ مومنین بعض احترامات کلام اللہ سے یہ امر بھی ہے ۔ کہ اس کے اجزا کو پارہ پارہ نہ کرو ۔ اور جناب امام حسینؑ کے جسم شریف پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو زخموں سے پارہ پارہ نہ ہو گئی ہو ؎

روایت است کہ بر جسم آں شہ ذی جود ۔ ہزار و نہصد و پنجاہ و یک جراحت بود

علی المخصوص تیر تو حضرتؑ کے جسم پر اس قدر لگے تھے کہ صَارَ جِلْدُهٗ كَجِلْدِ الْقُنْفُذِ (تیروں کی کثرت سے جلد حضرتؑ کی مثل ساہی کے ہو گئی تھی) جب ہی تو جناب امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں ۔ کہ جب میرے بابا رخصت آخری کے لئے تشریف لائے ہیں ۔ تو اس قدر چھوٹے اور بڑے تیر حضرتؑ کے لگے ہوئے تھے کہ میں نے حضرت کو نہ پہچانا ۔ بلکہ میں یہ سمجھا کہ شاید کوئی طائر سفید میرے سرہانے کھڑا ہے اور زیادہ تر امر عظیم یہ ہے کہ یہ سب زخم سامنے کی جانب تھے ۔ کوئی زخم پشت کی جانب نہ تھا اس لئے کہ کبھی آپ نے اعدا سے منہ نہیں موڑا ۔

تقابل قرآن مجید با اہل بیتؑ

مومنین مقام تاسف یہ ہے کہ اعدا نے ان ہی زخم ہائے نیزہ و شمشیر و تبر و تیر پہ اکتفا نہ کی ۔ بلکہ حضرت سے ایسا زمانہ پھر گیا تھا کہ کچھ لوگ فوج اعدا میں ایسے بھی تھے ۔ جو جھولیوں میں پتھر لئے ہوئے تھے ۔

بس مومنین اب میں دو امر اور عرض کروں گا ۔ اور ان ہی پہ مجلس ختم ہے ۔

اول حکم شارع یہ ہے ۔ کہ اگر کلام اللہ مقام بلند پہ رکھا ہوا ہو ۔ تو اس

کو نہایت آہستگی اور احتیاط و احترام سے اتارو نہ کہ العیاذ باللہ کسی عصا وغیرہ سے حرکت دے کر گرانا۔ اور یہاں کلام اللہ ناطق کا یہ ادب کیا گیا۔ کہ جناب امام حسینؑ زخموں سے چور چور پشت ذوالجناح پر بجوم رہے تھے۔ اور اس حالت میں ایک شخص نے قریب آ کر ایک نیزہ اس زور سے سینۂ اقدس پر مارا۔ کہ حضرت پشتِ ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے۔

قرآن رحل زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

بَقِیَ الْحُسَیْنُ ثَلٰثَ سَاعَاتٍ مَکْبُوْبًا عَلَی الْاَرْضِ۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ تین ساعت تک حضرت منہ کے بل زمین پر بے ہوش پڑے رہے، حالت احتضار شروع ہو گئی تھی۔ اور موت کا پسینہ پیشانی پر آ گیا تھا۔ کبھی آپ ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے تھے۔ اور کبھی سمیٹ لیتے تھے۔ کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹ لیتے تھے۔ اور گوشۂ چشم پھرا کر بنگاہِ حسرت اپنے اہل حرم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اب دوسرا امر بھی سن لیجئے۔ وہ یہ کہ احکام محتضر اور آداب کلام اللہ سے یہ امر بھی ہے کہ لوہا اس پر نہ رکھا جائے۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ شمر ملعون خنجر ہاتھ میں لے کر قریب حضرت کے آ گیا ہے۔ اور جو بے ادبی کیا چاہتا ہے۔ اس کو میں کس زبان سے عرض کروں۔ اتنا اشارہ کافی ہے۔ کہ اس شقی نے وہ ظلم کیا۔ جس سے آفتاب کو گہن لگ گیا۔ زمین کربلا کو زلزلہ ہوا۔ فرات کا پانی نیزوں اچھلنے لگا۔ درمیان آسمان و زمین کے منادی نے ندا دی۔ اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۝

مجلس ۴۱ چہل و یکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ۝ (خداوند مجید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کون شخص ایسا ہے جو قرض دے خدا کو قرضہ حسنہ تاکہ خدا اس

کے لئے اس کے اجر کو دو چند کر دے۔ اور اس کے واسطے اچھا اجر ہے۔ بظاہر مقصود خداوند عالم یہ ہے۔ کہ جو شخص بہ امید ثواب اپنے مال کو ہماری راہ میں خرچ کرے گا گویا اس نے ہمیں قرض دیا۔ تو ضرور ہے کہ بعوض اس کے ہم آخرت میں اس کا اجر عطا کریں۔ بلکہ ایک ایک کے عوض میں دس دس یا سات سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا کریں گے۔

تفسیر آیۂ قرضِ حسنہ

منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو ایک نیکی کرے اس کے واسطے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں) تو جناب رسولِ خدا نے درگاہ خدا میں عرض کی یَا رَبِّ زِدْ لِاُمَّتِیْ (پروردگارا میری امت کے لئے اور بھی ثواب زیادہ کر) اس وقت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً (کون شخص ہے جو قرض دے خدا کو قرضِ حسنہ کہ خدا تعالیٰ اس کے اجر کو بہت بڑھائے پھر آپ نے عرض کی خدایا اور بھی زیادہ ثواب فرما۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (مثال ان لوگوں کی جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ مثل اس دانہ کے ہے جو بویا گیا ہو۔ اور اس کے درخت میں سات بالیں پیدا ہوئی ہوں۔ اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور خدا زیادہ کرتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ اور اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے) اس کے بعد حضرت نے عرض کی بار الٰہا اس سے بھی زیادہ کر تب خدا تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (صابروں کو اجر و ثواب بے حد و بے حساب دیا جائے گا) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بہرکیف خدائے تعالیٰ نے جو فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (کون ہے جو خدا تعالیٰ کو قرض دے قرضِ حسنہ) تو قرضِ حسنہ کے معنی سمجھنے چاہئیں۔ اکثر علماء نے لکھا ہے۔ کہ قرضِ حسنہ وہ ہے جس میں دس باتیں پائی جائیں۔

مراد از قرضِ حسنہ

پہلے یہ کہ مال حلال سے ہو۔ اس واسطے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا الطَّیِّبَ (خدا طیب و پاکیزہ ہے۔ پاکیزہ چیزوں کو قبول فرماتا ہے)
دوسرے یہ کہ اموال نفیسہ سے ہو (یعنی کہ خراب مال خدا کی راہ میں صدقہ دے)
تیسرے یہ کہ اس مال سے اپنی ہی زندگی میں راہ خدا میں دے۔ جیسا کہ جناب رسولؐ خدا سے کسی نے افضل صدقہ کو پوچھا فرمایا اَنْ تُعْطِیَہٗ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَاْمَلُ الْعَیْشَ وَتَخْشَی الْفَقْرَ وَلَا تُمْہِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ النَّفْسُ التَّرَاقِیَ قُلْتَ لِفُلَانٍ کَذَا وَ لِفُلَانٍ کَذَا (افضل صدقہ وہ ہے کہ تو صحیح و تندرست ہو اور تیرا نفس اس مال کے دینے میں خست بھی کرتا ہو اور تو یہ بھی سمجھتا ہو کہ ابھی زندہ رہوں گا۔ اور دے دینے سے محتاجی ہوگی۔ بااین ہمہ تو دے دے تو وہ افضل صدقہ ہے۔ نہ یہ کہ جب مرنے کا وقت آیا اور روح گلے تک پہنچی۔ تو کہنے لگا کہ اتنا مال فلاں شخص کو دے دینا اور اتنا مال فلاں کو دینا) چوتھے یہ کہ چھپا کر دے
پانچویں اس شخص کو دے جو سب سے زیادہ محتاج ہو۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ (اگر تم چھپا کر دو اور محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے واسطے سب سے بہتر ہے) چھٹے یہ کہ دینے کے بعد احسان نہ رکھے اور اس کو اذیت نہ پہنچائے (جیسا کہ خدا فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (باطل نہ کرو اپنے صدقات کو احسان رکھ کر اور اذیت پہنچا کر)
ساتویں یہ کہ بہ قصد قربت دے۔ ریا وغیرہ نہ ہو۔ آٹھویں یہ کہ جو چیز صدقہ دی ہے اس کو حقیر اور ذلیل اور کم سمجھے اِنَّمَا مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ (سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ دنیا کی پونجی بہت ہی کم ہے) نویں یہ کہ اس چیز سے صدقہ دے جس کی خود بھی حاجت رکھتا ہو۔ دسویں یہ کہ اس مال سے دے۔ جس کو خود بھی دوست رکھتا ہو۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ (ہرگز نہ پہنچو گے انتہائے نیکی کو جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء سے کچھ خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو۔ خدا اسے خوب جانتا ہے) کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔

سخاوت جناب امیرؑ

جناب امیرؑ نے ایک شخص کے پاس پانچ وسق خرمہ نخلستان بقیع کا جو مدینہ میں ہے بھیجا اور وہ شخص نادار حضرت کے دوستوں میں تھا۔ مگر ایسا قانع تھا کہ باوجود احتیاج کے نہ کبھی حضرت سے سوال کرتا تھا۔ نہ کسی دوسرے سے

باکمال احتیاج از خلق استغنا خوش است — باد ہان تشنہ مردن برلب دریا خوش است

اس وقت ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ آپ نے اس قدر خرمے اسے دیئے۔ حالانکہ اس نے آپ سے سوال بھی نہ کیا تھا۔ اگر دیا تھا تو ایک وسق کافی تھا۔ پانچ وسق کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا سبحان اللہ خدا تمہارے ایسے لوگوں کو زیادہ نہ کرے۔ دیتا تو میں ہوں اور بخل تم کرتے ہو۔ آگاہ ہو کہ اگر میں بعد سوال کے دیا کروں۔ تو میں نے اس کو گویا اس چیز کی قیمت دی۔ جو اس سے میں نے لی۔ اس لئے کہ جب میں سوال کا منتظر رہا۔ تو اس امر کی خواہش کی کہ وہ اپنی اس صورت کو جو خدا کی عبادت میں سجدہ میں خاک پر رکھتا ہے۔ میری طرف متوجہ کرے تو جو شخص اپنے برادر مسلم سے باوجودیکہ جانتا ہے کہ وہ قابل رحم واحسان ہے ایسا سلوک کرے تو گویا اس نے خدائے تعالیٰ کی تصدیق نہ کی۔ کیونکہ وہ شخص تو اس کے لئے ہمیشہ طالب مغفرت اور جنت کی دعا کرتا ہے۔ اور یہ شخص اس کے لئے مال دنیا تک سے بخل کرتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ یہ دعا کرتا ہے۔) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (یا اللہ تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔) تو جب مغفرت کی دعا کی۔ تو جنت کی بھی دعا کی۔ تو کیا یہی انصاف ہے۔ کہ وہ جب سوال کرے اور اس کی آبروریزی ہولے تب اس کو دیا جائے۔

دست طلب کہ پیش کسے کردہ دراز — پل بستہ کہ بگذری ز آبروی خویش

ایک مرتبہ ایک شخص جناب امام رضاؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا السلام علیک یابن رسول اللہ! میں آپ کے اور آپ کے آبائے طاہرینؑ کے دوستوں میں سے ہوں۔ حج کو چلا تھا۔ زاد راہ ختم ہو گیا۔ اب اتنا بھی نہیں ہے کہ ایک منزل جا سکوں۔ اگر آپ کچھ سلوک کریں تو میں گھر پہنچ جاؤں۔ وہاں خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے۔ وہ

ایک وسق ۴۸ من پختہ بحساب انگریزی کا ۱۲

روپے جو آپ دیں گے۔ آپ کی طرف سے غربا کو صدقہ دے دوں گا۔ یہ سن کر حضرتؑ کھڑے ہو گئے۔ حجرے میں گئے تھوڑی دیر کے بعد دروازہ بند کر لیا۔ اور ہاتھ نکال کر سو اشرفی دے کر فرمایا لے اسے اپنے کاموں میں خرچ کر۔ اور میری طرف سے صدقہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جلد جا کہ نہ میں تجھے دیکھوں نہ تو مجھے دیکھے۔ جب وہ گیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا اس لئے کہ میں سوال کرنے کی ذلت اس کے چہرہ نہ دیکھوں۔ کیا تم نے جناب رسول خدا کی یہ حدیث نہیں سنی ہے۔ کہ چھپا کے نیکی کرنا ستر حج کے برابر ہے۔

سخاوت جناب امام حسینؑ

حدیث میں ہے کہ ایک سائل خدمت جناب امام حسینؑ میں آیا۔ اور کچھ سوال کیا حضرتؑ نے اپنے خزینہ دار سے فرمایا ایک ہزار اشرفی اسے دیدو۔ جب وہ اشرفیاں اسے ملیں۔ تو وہ سائل کھوٹا کھرا پرکھنے لگا۔ خزینہ دار نے کہا کیا تو نے کوئی چیز بیچی ہے جو اس طرح سے پرکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں میں نے اپنی آبرو بیچی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سچ کہتا ہے۔ ایک ہزار اشرفی اسے اور دو۔ جب دو ہزار اشرفی اسے اور مل تو بعد اس کے حضرتؑ نے اپنی جانماز کے نیچے سے ایک ہزار اشرفی اور اسے دی۔ اور فرمایا پہلا ایک ہزار تو تیرے سوال کا عوض ہے۔ اور دوسرا ہزار تیری آبرو کا عوض ہے۔ اور یہ ایک ہزار اس لئے ہے۔ کہ تو میرے پاس آیا۔ کسی دوسرے سے سوال نہ کیا۔ منقول ہے کہ ایک مرد اعرابی مدینے میں آیا اور پوچھا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ سخی اور کریم کون شخص ہے۔ لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو بتایا۔ وہ اعرابی مسجد رسول میں پہنچا۔ دیکھا کہ جناب امام حسینؑ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرتؑ کے پاس بیٹھ گیا اور اسی وقت یہ تین شعر نظم کئے اور پڑھنے لگا ؎

لَمْ يَخِبِ الْآنَ مَنْ رَجَاكَ وَمَنْ ... حَرَّكَ مِنْ دُوْنِ بَابِكَ الْحَلْقَةْ
أَنْتَ جَوَادٌ وَأَنْتَ مُعْتَمَدٌ ... أَبُوْكَ قَدْ كَانَ قَاتِلَ الْفَسَقَةْ
لَوْلَا الَّذِيْ كَانَ مِنْ أَوَائِلِكُمْ ... كَانَتْ عَلَيْنَا الْجَحِيْمُ مُنْطَبِقَةْ

(جس شخص نے آپ سے امید رکھی وہ کبھی مایوس نہ ہوا اور جس نے آپ کے دروازے کی زنجیر ہلائی وہ کبھی ناامید نہ پھرا آپ ہی تو سخی ہیں اور آپ ہی پر سب کا اعتماد ور

ب کا بھروسہ ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار وہ تھے جنہوں نے بڑے بڑے فساق اور فجار کو جہاد میں قتل کیا۔ اگر آپ کے آباء و اجداد کی ہدایت ہم لوگوں کی لئے نہ ہوتی۔ تو پھر سوائے جہنم کے کہیں ہم سب کا ٹھکانہ نہ تھا۔ جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ دولت سرا میں تشریف لائے اور قنبرؓ سے فرمایا۔ اے قنبرؓ حجاز کے مال سے کچھ باقی ہے؟ عرض کی چار ہزار اشرفی موجود ہے۔ فرمایا لے آؤ۔ یہ شخص ہم سے زیادہ مستحق ہے۔ قنبر لے آئے۔ حضرتؑ نے ان اشرفیوں کو ایک چادر میں لپیٹ کے دروازے سے ہاتھ بڑھا کر اس اعرابی کو دیا۔ اور شرم سے روئے مبارک چھپا کر حضرتؑ نے بھی اشعار ہی میں اس اعرابی سے فرمایا ؎

خُذْهَا وَ اِنِّیْ اِلَیْکَ مُعْتَذِرٌ — وَاَعْلَمُ بِاَنِّیْ عَلَیْکَ ذُوْ شَفَقَۃٍ
لَوْ کَانَ فِیْ سَیْرِنَا الْغَدَاۃُ عَصًا — اَمْسَتْ سَمَانَا عَلَیْکَ مُنْدَفِقَۃً
لٰکِنَّ رَیْبَ الزَّمَانِ ذُوْ غِیَرٍ — وَالْکَفُّ مِنِّیْ قَلِیْلَۃُ النَّفَقَۃِ

(اے شخص اس بات کو جان لے کہ میں تجھ پر نہایت شفیق و مہربان ہوں اور میں تجھ سے عذر کرتا ہوں کہ میرا عطیہ تیرے موافق مجھ سے نہ ہو سکا۔ یہ مقدار قلیل موجود ہے اسے قبول کر۔ اگر ہمارے ہاتھ میں عصائے خلافت ہوتا۔ تو دیکھتا کہ کیونکر آسمان سخاوت ہمارا تجھ پر برس رہا ہے۔ لیکن حوادث زمانہ کا عجب انقلاب ہے اور اس کے عجب تغیرات ہیں۔ اس وقت میرا ہاتھ بہت کوتاہ ہو رہا ہے) اعرابی نے وہ اشرفیاں لے لیں اور رونے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ شاید تو اس کو تھوڑا سمجھا ہے اس نے عرض کی۔ یا مولا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں روتا ہوں کہ ایسا شخص دنیا سے کیونکر اٹھ جائے گا۔ ۱؎ اس کے دست سخا کو کیونکر مٹی کیا جائے گی۔

سخاوت جناب امام حسینؑ بروز عاشورا

مومنین یہ سخاوت تھی جناب امام حسین علیہ السلام کی اور روز عاشورا تو حضرتؑ نے ایسی سخاوت کی جس کی نظیر عالم میں ہرگز نہیں مل سکتی کہ حضرتؑ نے اپنے بھائی بھتیجے بیٹے بھانجے سب راہ خدا میں تصدق کر دئے۔ اور چونکہ چھ مہینے کا گوسفند قربانی میں دے سکتے ہیں اسی سبب سے حضرتؑ نے اپنے ششماہہ فرزند کو بھی راہ خدا میں دے دیا۔ بلکہ حضرتؑ نے سفر عاشورہ

۱؎ اس کی ایک خاص توجیہ ذکر العباس میں ملاحظہ کی جائے ۱۲

دونوں قسم کی زکوٰۃ دی ہے۔ زکوٰۃ مال بھی اور زکوٰۃ بدن بھی۔ جیسا کہ آپ لوگ زیارت میں پڑھتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتَ الزَّكٰوةَ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے یقیناً نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا فرمائی) زکوٰۃ مال تو اس طرح دی کہ حضرت جب ہزاروں زخم کھائے خون میں نہائے خاک پر بیٹھے تھے تو جو عمامہ سر پر تھا وہ بھی دے دیا۔ ٹوپی بھی دے دی۔ پیراہن چاک چاک جو بدن میں تھا۔ وہ بھی دے دیا۔ خال نہیں بلکہ اس کے ساتھ اپنے جسم اطہر کا خون بھی دے دیا۔ اور زکوٰۃ بدن اس طرح دی۔ کہ تمام جسم اقدس راہ خدا میں رکھ کے آپ بے خبر ہو گئے۔ اب میں پوچھتا ہوں جس شے کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ اس کی تقسیم کیونکر ہو گی۔ جو جس کا جی چاہا لے گیا۔ کوئی سر بدن اطہر سے لے گیا۔ کوئی انگلی کف دست سے جدا کر کے لے گیا۔ کوئی ہاتھ بند و بست سے کاٹ کر لے گیا۔ اللہ اکبر! یہ زکوٰۃ حضرت نے ایسی دی ہے۔ کہ جانور تک اس سے محروم نہ رہے۔ خدا پے کرے لشکر عمر سعد کے گھوڑوں کو کہ وہ بھی جسم اقدس کا کچھ حصہ اپنے سموں میں لئے چلے گئے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؕ

مجلس چہل و دوم ۴۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَنَّانُ فِيْ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (حق سبحانہ و تعالیٰ سورہ رحمٰن میں ارشاد فرماتا ہے جتنی چیزیں روئے زمین پر ہیں۔ سب معدوم و فنا ہو جائیں گی۔ فقط ذات پروردگار عالم جو صاحب عظمت و جلالت ہے باقی رہ جائے گی) مومنین اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا چند روزہ و بے بقا ہے اور ہر چیز کا انجام کار فنا ہے۔ کوئی دنیا میں ہمیشہ رہنے کے واسطے نہیں آیا ہے۔ یہ دنیا مثل سرا کے ہے کہ مسافر اس میں شب کو آکر رہا۔ اور صبح کو وہاں سے کوچ کر دیا۔ یا دنیا مثل ایک سایہ دا

درخت کے ہے کہ مسافر نے اس کے سایہ میں تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر روانہ ہو گیا
اس مقام پر ایک تضمین ملاحظہ ہو۔ مولانا سید نجم الحسن کراروی فرماتے ہیں۔

گلشنِ دنیا پر کیوں نازاں ہے تو اے بے خبر — یہ مسافر کی سرا ہے راہرو کی رہگذر
اس کے باشندوں کو لازم ہے فنا المختصر — یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

پس انسان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی زندگی میں کار خیر کرلے۔ زادِ راہ بہم پہنچالے کیونکہ جب آثار موت دیکھ لیتا ہے۔ تو پھر اس وقت کا نہ کوئی عمل خیر قبول ہے۔ نہ توبہ قبول ہے۔ نہ عزیز و اقارب کام آئیں گے۔ نہ ان کا جزع و فزع رونا چلانا کام آئے گا بلکہ جس وقت اہل و عیال عزیز و اقارب روتے ہیں۔ تو ملک الموت، ان کے گریہ وزاری و نالہ و بے قراری کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ تم لوگ کیوں روتے ہو۔ میں نے کچھ ظلم نہیں کیا ہے۔ جو میرا شکوہ کرتے ہو۔ میں نے زیادتی نہیں کی ہے۔ جو نالہ و فریاد کرتے ہو۔ جب اس کی حیات کے دن پورے ہو چکے۔ مجھے حکم خدا ہوا۔ میں نے اس کی روح قبض کی۔ ابھی تو کئی مرتبہ تمہارے پاس آؤں گا۔ تم کو اور تمہارے بچوں کو تمہارے عزیز و اقارب کو سب ہی کو تو لے جاؤں گا۔ پھر گویا موت کہتی ہے کہ تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ کہ میں کون ہوں۔

اشعار فارسی

اے بسا جانہا کہ فانی کردہ ام — برگ گلہا را خزانی کردہ ام
نوجواناں را ببر کردہ کفن — خاک کردم آرزو ہائے کہن
نو عروساں را زپا انگندہ ام — تن جدا زیور جدا انگندہ ام
حجلۂ داماد شاں گور شد — شور ماتم در مقام شور شد
اِنَّ کُلِّیۡنِیۡ مَا بِہٖ مِنۡ ذِکۡتِمۃ — اِنَّ بَطۡنِیۡ ھَادِمُ اللَّذَّتِ
از پدر کردم جدا فرزند را — بیوہ کردم نوعروسے چند را
در دلم رحمے ندارد آہ کس — نشنوم فریاد و واویلاہ کس
شاہ را از تخت شاہی می کشم — در لحد خواہی نخواہی می کشم
نے ز تیغم غم نہ از تدبیر بیم — نے زحاکم ترسم و نے از حکیم

کو ارسطالیس و افلاطوں کجاست — قیصر و فغفور و افریدوں کجاست
جم کجا دارا کجا شداد کو — قوم تبع کو ثمود و عاد کو
رستم و رو ئین تن و بیژن کجا — زال کو ساساں کجا بہمن کجا
از قبور نشاں نشانے چند ماند — وز بدن ہا استخوانے چند ماند

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

بِالْمَوْتِ فِیْنَا سِہَامٌ غَیْرُ خَاطِئَۃٍ — مَنْ فَاتَہُ الْیَوْمَ سَہْمٌ لَمْ یَفُتْہُ غَدًا

(یعنی ہمارے لئے موت کے تیر کبھی خطا نہیں کرتے۔ جو شخص موت کے تیر سے آج بچ گیا کل نہ بچے گا) پھر فرماتے ہیں اَیُّھَا الْغَافِلُ السَّکْرَانُ اَمَا تَتَّعِظُ بِمَوْتِ الْاَحِبَّۃِ وَالْاَقْرَانِ اَیْنَ الْاٰبَاءُ الْاَکَابِرُ وَ اَیْنَ الْاَبْنَاءُ الْاَصَاغِرُ وَ اَیْنَ الْخَلِیْطُ الْمُعَاشِرُ اَبْتَلَعَتْھُمْ وَاللّٰہِ الْحُفَرُ وَ الْمَقَابِرُ (اے بے خبر برابر دوستوں اور عزیزوں کا مرنا دیکھتا ہے) اور پھر نصیحت نہیں قبول کرتا۔ اور عبرت نہیں پکڑتا۔ دیکھ تو وہ تیرے بزرگ باپ دادا کیا ہوئے۔ اور وہ تیرے فرزند و عزیز جو تجھ سے چھوٹے تھے کہاں گئے۔ اور وہ تیرے دوست جو راتدن تیری صحبت میں رہا کرتے تھے کہاں چلے گئے۔ واللہ ان لوگوں کو زمین کھا گئی اب گڑھوں میں اور قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، پھر حضور فرماتے ہیں کَمْ مِنْ غَافِلٍ یَنْسِجُ ثَوْبًا لِیَلْبَسَہٗ وَاِنَّمَا ھُوَ کَفَنُہٗ وَکَمْ غَافِلٍ یَبْنِیْ بَیْتًا لِیَسْکُنَہٗ وَاِنَّمَا ھُوَ مَوْضِعُ قَبْرِہٖ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی بَطْنِھَا (دنیا میں بہت سے غافل ایسے ہیں جو کپڑے بنواتے ہیں کہ ان کو پہنیں گے اور وہ ان کا کفن ہو جاتے ہیں اور بہت سے غافل ایسے ہیں کہ گھر بنواتے ہیں۔ کہ اس میں رہیں گے اور وہی گھر ان کی قبر کی جگہ ہو جاتی ہے۔ ایہا الناس جو شخص زمین کے اوپر چلتا ہے ایک دن اس کے اندر ہو جائے گا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

عقدۂ دندانہا چوں شد از سلکِ دہانہا جدا — گشت معلومم کہ از یاراں جدا باید شدن
چشم و گوش و عقل و ہوش و ذوق و دست و پا — پیش رفتند و مرا نیز از قفا باید شدن
گندہ و مردار و کرم افتادہ و خاکِ سیاہ — دانی اے نازک بدن آخر چہا باید شدن

حکایت عابد بصرہ

کتاب اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک شخص بڑا عابد و دیندار بصرہ میں رہا کرتا تھا اور ہمیشہ خوف خدا سے رویا کرتا تھا جب اس کے مرنے کا زمانہ قریب آیا اور حالت احتضار شروع ہوئی۔ تو سب اہل و عیال اور ماں باپ اس کے گرد بیٹھ کر رونے لگے اس نے جب یہ کیفیت دیکھی۔ تو ان لوگوں سے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو جب ان لوگوں نے بٹھایا اس وقت متوجہ ہوا اپنے باپ کی طرف اور کہنے لگا اے پدر بزرگوار آپ کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا اے فرزند! اس وقت مجھے یہ خیال ہے کہ تم مجھے چھوڑے چلے جاتے ہو۔ تمہارے بعد میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ پھر اپنی ماں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے اماں جان آپ کیوں روتی ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ بیٹا میں اس لئے روتی ہوں کہ تمہارے بعد میری زندگی تلخ ہو جائے گی۔ میری اس ضعیفی میں کون خبر لے گا۔ پھر اس نے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ صاحب تم کیوں روتی ہو؟ اس نے کہا میں کیونکر نہ روؤں کہ تم جیسا شوہر دنیا سے جاتا ہے۔ جو ہر طرح میری خبر گیری کرتا تھا۔ اب میں دوسرے کی محتاج اور دست نگر ہو جاؤں گی پھر اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگا۔ تم سب کس لئے روتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ کیونکر نہ روئیں۔ حالانکہ ہم ہی تو بعد آپ کے یتیم رہ جائیں گے۔ نہایت ذلت و خواری سے زندگی بسر ہو گی۔ کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہوگا۔ یہ سن کر اس عابد نے ایک حسرت کی نظر سے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور ایک چیخ مار کر رونے لگا ان سب نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ عابد نے کہا۔ میں اس لئے روتا ہوں۔ کہ تم لوگوں میں سے جس کو دیکھتا ہوں۔ سب اپنے اپنے لئے روتے ہیں۔ سب کو اپنے ہی اپنے نفع کا خیال ہے۔ ہائے افسوس۔ میرا کسی کو بھی خیال نہیں۔ تم میں سے کوئی بھی میرے لئے نہیں روتا کہ مجھے یہ سفر دور دراز در پیش ہے۔ اور زاد راہ بہت قلیل ہے۔ کوئی اس لئے نہ رویا۔ کہ اب یہ تاریکی قبر میں کیونکر پڑا رہے گا۔ کوئی اس بات پر نہ رویا کہ اب اس کو خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا۔ اور ایک ایک ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ عابد منہ کے بل گر پڑا۔ جب لوگوں نے اس کو اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ مر چکا ہے۔ فی الواقع مومنین جب انسان دنیا سے جاتا ہے تو کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔ سب کو اپنی اپنی فکر پڑ جاتی ہے۔ پھر بھی

اگر امید ہے۔ تو اسی پروردگار کی رحمت سے ہے۔

بیان رحمتِ خدا در قبر مومن

مجالس المتقین میں لکھا ہے کہ جب مومن انتقال کرتا ہے۔ اور اس کا ضعیف و نحیف بدن جو موت کی صعوبتیں اور صدمے اٹھانے کے بعد تنگ لحد اور تاریک قبر میں رکھا جاتا ہے۔ خاک سے چھپا دیا جاتا ہے۔ اور وہ بندہ زیر خاک تنہا و بے کس رہ جاتا ہے۔ اس وقت رب العزت کے حکم سے وہ قبر اس طرح ہو جاتی ہے۔ کہ وہ مومن ان لوگوں کو دیکھتا ہے۔ جو جنازے کی مشایعت کے لئے آئے تھے اور اس کو تنہا چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ پس اس عالم بے کسی میں مایوس ہو کے خاک پر سر رکھ دیتا ہے اور سب اہل و عیال و اقارب و احباب کی طرف سے دل افسردہ پژمردہ ہو جاتا ہے۔ اس عالم غربت و بے کسی میں جناب اقدس الٰہی اس بندہ کی جانب نظر رحمت فرما کر ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے۔ دیکھو میرے بندہ کو کہ سب عزیز و اقارب سے قطع امید کر کے کس طرح خاک لحد میں تنہا پڑا ہے۔ اے ملائکہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں اس کے حال پر اس کے ماں باپ سے زیادہ مہربانی کروں گا۔ یہ عنایت باری دیکھ کے جبرئیل امین عرض کرتے ہیں کہ بار الٰہا! اگر حکم ہو تو میں اپنی عبادت گاہ کو چھوڑ کر اس کی خدمت گزاری کے لئے جاؤں۔ حکم ہوتا ہے اے جبرئیلؑ! مجھے تمہاری احتیاج نہیں ہے۔ تم اپنی جگہ پر ہماری عبادت میں مصروف رہو کہ اس وقت اس بندہ کا سوائے ہمارے اور کوئی رفیق و شفیق نہیں ہے۔ بعد اس کے میکائیل بتضرع استدعا کرتے ہیں کہ خداوندا! اگر مجھے اجازت ہو۔ تو میں اس غریب کا مونس بنوں۔ ان کو بھی وہی جواب ملتا ہے۔ پھر اسرافیل مستدعی ہوتے ہیں۔ اور وہی جواب پاتے ہیں۔ آخر میں رضوان خازن بہشت عرض کرتا ہے کہ بار خدایا! اگر اذن ہو تو میں ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھول دوں۔ اور ریاحین جنت اور عطریات بہشت اس کی لحد میں چھڑک دوں۔ ارشاد ہوتا ہے اے ملائکہ! یہ بندہ جب تک زندہ رہا اس کو سوائے ہمارے اور کسی سے انس نہ تھا۔ تم سب اپنے اپنے مقام پر رہو ہم تا قیام قیامت خود اس کے مونس رہیں گے اسی کی طرف صحیفہ سجادیہ میں اشارہ ہے۔ یا انیس کل مستوحش وحیدا۔ اے ہر اس شخص کے

مونس جو تنہائی سے گھبراتا ہوگا۔ فی الواقع مومنین اگر رحمت خدا اور شفاعت ائمہ ہدیٰ نہ ہوتی تو پھر کیس کا ٹھکانا نہ تھا۔

پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ کا وقت احتضار تشریف فرما ہونا

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مومن کے مرنے کا وقت قریب ہوتا ہے تو بوقت احتضار و شدائد جاں کندنی جناب رسول خدا اور حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے ہیں۔ اور جناب پیغمبر خدا اس شخص سے کہتے ہیں کہ جس کا تو امیدوار تھا وہ تیرے سامنے ہے اور جس سے تو خائف تھا اس سے تو بے خوف ہوگیا۔ اور بہشت کے دروازے کھلوا دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں دیکھ وہ تیری جگہ ہے۔ اگر تو چاہے تو پھر دنیا میں تجھ کو واپس کر دیں۔ وہ کہتا ہے۔ اب مجھ کو دنیا سے کچھ کام نہیں ہے۔ بعد اس کے اس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ اس کی پیشانی پر موت کا پسینہ آنے لگتا ہے۔ اس کے لب کھنچ جاتے ہیں۔ اس کی ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جب اس کے بدن سے جان نکل جاتی ہے۔ تو پھر اس سے دنیا میں جانے کو دریافت کیا جاتا ہے مگر وہ قبول نہیں کرتا۔ اور اس کی روح جس حال میں کہ اسے غسل دیتے ہیں۔ کفن دیتے ہیں اور تابوت میں رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ جب اس کو لے چلتے ہیں۔ تو روح آگے آگے چلتی ہے۔ اور جو مومنین انتقال کر چکے ہیں۔ ان کی روحیں اس کے استقبال کے واسطے آتی ہیں اور اس پر سلام کرتی ہیں اور اسے بہشت کی بشارت دیتی ہیں۔ سبحان اللہ مومن کا کیا مرتبہ ہے جب ہی تو کتب فقہ میں آداب و احترام میت کے بارے میں تاکید شدید کی گئی ہے حکم ہے۔ کہ کوئی مومن جب مرے تو ہر طرح سے اس کی عزت و حرمت کا خیال رکھیں۔ مگر مومنین کوئی غریب مسافر ایسا بھی گزرا ہے۔ جس کے مرتے وقت نہ کوئی عیادت کو گیا نہ کسی نے حال پوچھا۔ نہ قبلہ رو کیا۔ نہ اس کی میت کا کسی نے احترام کیا۔ وہ کون بے کس و غریب ہے آپ تو اشارہ کرتے ہی سمجھ گئے۔ ہاں ہاں جسے آپ سمجھے۔ واللہ وہی غریب وہی مظلوم وہی آپ کے آپ کے آقا مظلوم کربلا۔ غریب نینوا جناب امام حسینؑ ہیں۔ جن کا سر کٹنے کے بعد کسی نے کچھ احترام نہ کیا۔

بیان آداب و احترام میت

احترام میت میں لکھا ہے کہ جب کسی مومن کی روح اس کے جسم سے مفارقت کر جائے تو اس

ـــہ تفسیر صافی ۱۲ - ـــہ حق الیقین ۱۲

کے پاس تلاوت قرآن شروع کردیں۔ یہاں اشقیا، تلاوت قرآن کے عوض شہادِ مظلوم کربلا کے بعد تکبیریں کہتے تھے۔ اور خوشیاں کرتے تھے۔ دوسرے میت سے یہ ہے کہ اگر شب کے وقت انتقال کرے۔ تو اس کے پاس صبح تک چراغ جلائیں۔ یہاں بعد شہادت جناب امام حسینؑ ناریوں نے خیموں میں آگ اسباب لوٹنا شروع کیا۔ وہ وقت اہل بیتؑ رسولؐ پر عجب بلا و مصیبت کا وقت کہ جب ایک خیمہ میں آگ مشتعل ہوتی تھی۔ تو وہاں سے بیبیاں نکل نکل کر دوسرے میں جا چھپتی تھیں۔ جب اس میں بھی آگ لگائی جاتی تھی۔ تو تیسرے خیمہ میں جا چھپتی۔ جب وہاں بھی پناہ نہ ملتی تھی۔ مجبور باہر نکل پڑتی تھیں۔ اور ایک بی بی دوسری کی پناہ پکڑتی تھی۔ تیسرے احترام و عزت میت سے یہ ہے کہ اگر انتقال کے آنکھیں کھلی رہ گئی ہوں۔ تو ان کو پانی لگا کر بند کردیں۔ اور اگر میت کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب رہ گئے ہوں تو ان کو بھی درست کردیں۔ یہاں آنکھیں بند کرنا کجا حضرت کے چشم ہائے مبارک خون سے بھری ہوئی تھیں۔ اعضا کو درست کرنا کیسا کسی نے انگوٹھی کے لئے انگلی کاٹ دی تھی۔ کسی نے کمربند کے لئے دست مبارک قطع کر دئے تھے۔ چوتھے احترام میت سے یہ ہے کہ اگر اس میت پر کوئی نوحہ و زاری کرے تو اسے منع نہ کریں۔ جیساکہ صاحب محرق القلوب وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا جنگ احد سے مدینہ کی طرف پھرے تو انصار میں سے ایک شخص کے مکان کی طرف سے گزرے۔ آپ نے سنا کہ عورتیں اپنے اپنے مقتولوں کے لئے رو رہی ہیں۔ اس وقت آنکھوں میں حضرتؐ آنسو بھر لائے اور رو کر فرمایا۔ افسوس میرے چچا حمزہ ایسے بے کس شہید ہوئے کہ ان کا کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ اس وقت سعد بن معاذ اور دیگر انصار نے اپنی اپنی عورتوں سے کہا اور بھیج دیا۔ وہ سب حضرت حمزہؓ کے گھر آئیں اور ان کے لئے روئیں۔ اور نوحہ و ماتم برپا کیا۔ جناب رسولِ خدا نے ان کو روتے سنا۔ تو ان کے پاس آئے۔ اور فرمایا۔ اب تم سب اپنے اپنے گھر جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے اور تم سے اور تمہاری اولاد سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے راضی ہو۔ مگر مومنین جناب امام حسینؑ ایسے غریب و بے کس شہید ہوئے تھے۔ کہ ان کی لاش پر کوئی رونے والا نہ تھا۔ اور روتا کون؟ اہل بیت رسولؐ تو مقید ہو کر کوفہ کو روانہ کر

رہ گئے تھے۔ جناب امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں۔ اِنْ دَمَعَتْ مِنَّا عَيْنٌ قُرِعَ رَأْسُہٗ بِالرُّمْحِ (اگر راستے میں ہم لوگوں میں سے کوئی روتا تو وہ ظالمین نیزے لگا لگا کے اسے اذیت دیتے تھے) پانچویں میت کو غسل دینے کا حکم ہے۔ کس چیز سے؟ آب سدر سے۔ آب کافور سے۔ آب خالص سے۔ اور میت کو حنوط کرنا چاہیے۔ کس چیز سے کافور سے۔ افسوس صد افسوس۔ ہمارے آقا کو غسل تو خون کا نصیب ہوا۔ اور حنوط خاک کربلا سے ہوا۔ جیسا کہ زیارت مقصودہ میں ہے اَلسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ دَمُہٗ غُسْلُہٗ وَالتُّرَابُ كَافُوْرُہٗ (سلام خدا اس پر ہو جس کا غسل خون سے ہوا اور حنوط مٹی سے)

چھٹے حکم ہے کہ میت پر نماز پڑھیں۔

مومنین عرب میں دستور ہے کہ جب کوئی غریب و مسافر مرجاتا ہے۔ تو اس کی لاش کو ایک مقام پر رکھ دیتے ہیں۔ اور ایک شخص باآواز بلند پکارتا ہے۔ مَاتَ الْغَرِيْبُ اَلصَّلٰوۃُ (پردیسی مرگیا ہے اس کی نماز کو آؤ) مگر کربلا میں کون تھا جو جناب امام حسینؑ کے واسطے شیعوں کو پکارتا مَاتَ الْغَرِيْبُ اَلصَّلٰوۃُ (البتہ آسمان کی جانب سے ایک آواز آئی تھی۔ اَلَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَاءَ ۔۔ ساتویں احترام میت سے یہ بھی ہے۔ کہ اس کے جسم پر لوہے کی قسم سے کوئی چیز نہ رکھیں۔ اس کے مقابلہ میں جو سلوک اشقیا نے حضرت کے ساتھ کیا۔ اسے کیونکر عرض کروں۔ آیا آپ سن سکیں گے۔ آہ جب شمر نے حضرتؑ کا سر بدن مبارک سے جدا کیا ہے۔ اس وقت عمر سعد کہنے لگا۔ تم میں سے ایسا بہادر کون ہے۔ جو لاش حسینؑ پر گھوڑے دوڑا دے۔ یہ سن کر دس لعین اولاد زنا گھوڑوں پر سوار پرے سے باہر نکل آئے۔ ان میں سے کچھ ادھر ہوئے اور کچھ ادھر۔ اور بیچ میں امام حسینؑ کی لاش اطہر تھی۔ ادھر کے سوار ادھر جاتے تھے اور ادھر کے ادھر آتے تھے۔ ہائے افسوس کہ لاش فرزند رسول کا اس وقت کوئی بچانے والا نہ تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل وسوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (پروردگار عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ کسی سے جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔ بدلہ لینا چاہو تو اسی قدر بدلہ لو جتنی اس نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اور اگر صبر کرو اور عوض نہ لو تو یہ صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے) یہ آیت جنگ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس میں جناب امیر حمزہؑ بن عبدالمطلب جناب رسولِ خداؐ کے چچا شہید ہو گئے تھے۔ اور ان کا قاتل وحشی تھا۔ اس واقعہ کا یہ خلاصہ ہے۔

قصہ جنگ احد

جنگ احد میں جبیر بن مطعم نے جو اشراف عرب اور رؤسائے مکہ سے تھا۔ اپنے غلام کو جس کا نام وحشی تھا طلب کیا۔ اور کہا تجھے خوب معلوم ہے کہ مسلمانوں نے جنگ بدر میں میرے چچا طعمہ بن عدی کو کس ذلت و خواری سے قتل کیا ہے۔ محمدؐ کے بھی دو چچا ہیں۔ ایک عباسؓ جو مکہ میں ہیں۔ دوسرے حمزہؓ جو یہاں لڑائی میں ساتھ آئے ہیں اگر اس لڑائی میں تو حمزہ کو قتل کر دے۔ تو میں تجھے اسی وقت آزاد کر دوں گا۔ وہ بے حیا خبر آزادی سن کر خوش ہوا اور وعدہ کیا کہ ضرور قتل کر دوں گا۔ ہندہ زوجۂ ابوسفیان مادر معاویہ نے بھی اسی وحشی کو بلایا اور کہا تو جانتا ہے کہ اس کے باپ عتبہ کو مسلمانوں نے جنگ بدر میں قتل کیا ہے۔ اگر تو اس جنگ میں محمدؐ کو قتل کرے تو جتنا مال و اسباب میرے پاس ہے۔ کل تجھے دے دوں گی۔ حارث بھی کفار قریش میں بڑا نامور شخص تھا۔ اس کی بیٹی نے بھی اسی وحشی کو بلوا کر کہا۔ کہ تجھے معلوم ہے کہ میرے باپ کو مسلمانوں نے جنگ بدر میں قتل کیا ہے۔ اس کا مثل و نظیر اس وقت لشکر اسلام میں سرداران قریش میں سے سوائے تین شخصوں کے چوتھا نہیں ہے۔ محمدؐ اور علیؑ اور حمزہؓ اگر تو ان میں سے ایک کو بھی قتل کرے۔ تو اس قدر مال و زر

تجھے دوں گی کہ تمام عمر کے لیئے تو غنی ہو جائے گا۔ الحال جب جنگ شروع ہوئی۔ تو وحشی اس فکر میں ہوا کہ دیکھوں جناب رسولِ خدا اس وقت کس حال میں ہیں دیکھا کہ اس جناب کے گرداگرد سرداران لشکر اس طرح حاضر ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے ہوا کرتے ہیں۔ وہاں سے مایوس ہو کر جناب امیر علیہ السلام کی تلاش میں چلا تو دیکھا کہ وہ کرار غیر فرار ہاتھ میں تلوار لیئے مانند شیر خونخوار فوج کفار پر حملہ کر رہا ہے ؎

چو شمشیر او پشت گردوں گسست — بخوں آسماں تا بزانو نشست

چو تیغ دودم از کفش گشت راست — ز نہ پردۂ چرخ آواز خواست

کہنے لگا کہ یہ تو سب سے زیادہ جری معلوم ہوتے ہیں۔ اس شیر کو ٹوکنا اپنی جان کھونا ہے۔ یہ سوچ کر وہاں سے امیر حمزہ کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ وہ بھی مثل شیر غضب ناک لشکر سفاک پر حملہ کر رہے ہیں۔ بلکہ دونوں ہاتھوں میں تلوار لیئے ہوئے ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے لڑ رہے ہیں۔ میدان جنگ میں خون کا دریا بہا ہوا ہے۔ وحشی یہ کیفیت دیکھ کر متحیر تھا کہ اب کیا کروں؟ کیونکر اپنا مطلب پورا کروں؟ ناگاہ پاؤں حضرت امیر حمزہؓ کے گھوڑے کا ایک سوراخ میں جا رہا۔ گھوڑے نے سکندری کھائی۔ حضرت امیر حمزہؓ زمین پر آ رہے۔ وحشی نے موقع پاکر ایک نیزہ ایسا مارا۔ کہ پشت کی جانب نکل گیا۔ اور پیٹ چاک کر کے جگر حضرت کا نکال لیا اور ہندہ کو لے جا کر بطور تحفہ دیا۔ اس ملعونہ نے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اور چبانے لگی۔ مگر بحکم خدا وہ جگر اس ملعونہ کے منہ میں مثل پتھر کے ہو گیا۔ دیکھیے خدا نے نہ چاہا کہ کوئی جزو حضرت امیر حمزہؓ کا جہنم میں جائے۔ کیونکہ ہندہ اہل جہنم سے تھی۔ حضرت کا جگر اس کا جزو بدن ہوتا تو کیونکر ہوتا۔ الحاصل اس کے بعد وہ ملعونہ حضرت کی لاش پر آئی اور چھری نکال کر بعض اعضا مثل کان ناک وغیرہ کاٹ لیئے۔ اور اس کا ہار بنا کے اپنے گلے میں پہن لیا۔ بہر کیف جب لڑائی فتح ہوئی۔ تو جناب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میرے چچا حمزہؓ نظر نہیں آتے۔ نہیں معلوم ان کے ساتھ قریش نے کیا سلوک کیا۔ حارث بن صمہ نے جو آنحضرتؐ کو بہت مضطر پایا تلاش میں نکلے۔ ایک مقام پر دیکھا کہ وہ جناب عجب طرح سے قتل کیے ہوئے پڑے ہوئے ہیں۔ متحیر ہوئے کہ کیونکر پیغمبر خدا کو اس واقعہ ہوش ربا کی خبر دوں۔ جب دیر ہوئی۔ جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرؑ کو بھیجا کہ تم جا کر میرے

چچا کی خبر لاؤ۔ جناب امیرؑ لاش حمزہؓ پر پہنچے۔ اس حال سے دیکھ کر تاب ضبط باقی رہی اسی جگہ بیٹھ کر رونے لگے۔ اور کہتے تھے اے چچا! میں کس منہ سے آپ کے مرنے کی خبر پیغمبرِ خدا کو سناؤں۔ جب ان کو بھی دیر ہوئی تو جناب رسولِ خدا گھبرا کر خود تلاش میں نکلے۔ جب اپنے چچا کی لاش کے قریب پہنچے دیکھتے ہی بے ساختہ اپنے تئیں لاش پر گرا دیا اور فرمایا کہ ایسا صدمہ مجھے کسی جگہ نہیں ہوا۔ جیسا اس جگہ ہوا ہے۔ جب اپنے چچا کی لاش کو مثلہ کیا ہوا پایا۔ تحمل جاتا رہا۔ غیظ آ گیا۔ فرمایا۔ خدائے عز و جل کی قسم ہے۔ اگر خداوند عالم مجھے قدرت دے گا۔ تو اس ایک لاش کے عوض میں جس کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے۔ میں بھی ستر بزرگان قریش کو مثلہ کروں گا۔ اسی وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ (اے رسول! اگر تم عوض لینا چاہتے ہو تو اسی قدر عوض لو۔ جتنی برائی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہو گا۔

خالد کا ستر قریش کو مکہ میں قتل کرنا

صاحب معارج النبوۃ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ فتح مکہ میں جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی کہ خالد بن ولید اہل مکہ کو قتل کر رہا ہے۔ تو حضرتؐ نے کسی کو بھیجا کہ اس سے کہو کہ اِرْفَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ (ان لوگوں کے قتل سے تلوار روک لے) جب وہ پہنچا تو اس نے کہا کہ ضَعْ عَلَيْهِمُ السَّيْفَ (ان لوگوں پر تلوار کھینچ) الغرض خالدؓ نے اس روز ستر قریش کو قتل کیا۔ جب آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ میں نے تو منع کرا بھیجا تھا تو نے قتل کیوں کیا؟ تو اس نے عرض کی کہ مجھے تو پیام ایسا ہی پہنچا۔ آنحضرتؐ نے اس پیغام لے جانے والے کو بلایا اور اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا یا حضرت! جب میں چلا تو راہ میں ایک شخص ملا۔ جس کا سر آسمان پر تھا اور پاؤں زمین پر تھے اور نیزہ اس کے ہاتھ میں۔ اس نے میرے سینے کے پاس نیزہ لا کے کہا کہ اگر تو یہ نہ کہے گا کہ ضَعْ عَلَيْهِمُ السَّيْفَ (ان لوگوں پر تلوار کھینچ) تو میں تجھے ہلاک کر ڈالوں گا۔ اس سے میں نے یوں ہی کہا۔ اس وقت حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ اکبر میرے چچا حمزہؓ

جس روز شہید ہوئے تھے۔ تو میں نے کہا تھا۔ کہ میں بھی اس کے عوض ستر بزرگان قریش کو قتل کروں گا۔ تو اس دن تو خداوند عالم نے منع فرمایا۔ مگر آج میرے اس قول کو پورا فرما دیا اور یہ نہ چاہا کہ میرا پیغمبر جھوٹا ہو۔ ینابیع المودۃ میں ہے کہ جب وحشی قاتل حمزہؓ اسلام لایا۔ تو جناب پیغمبر خدا نے اس سے فرمایا۔ غَیِّبْ وَجْھَکَ عَنِّیْ (مطلب یہ تھا کہ چونکہ تو نے میرے چچا کو قتل کیا ہے تو میرے سامنے نہ آیا کر) فی الواقع مومنین اپنے عزیز کے قتل ہونے کا صدمہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے بھی تحمل نہ ہو سکا۔ مگر کیا صبر فرمایا ہے مظلوم کربلا جناب امام حسینؑ نے کہ عباس سا بھائی۔ علی اکبر سا فرزند آنکھوں کے سامنے زخمی ہو گیا۔ کسی کے شانے کاٹے گئے کسی کے سینے پر برچھی لگی۔ مگر ہر حال میں صبر ہی فرمایا۔ الحاصل صاحب محرق القلوب لکھتے ہیں۔ کہ جنگ احد میں کفار سے چار شخصوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا تھا۔ کہ جناب پیغمبر خدا کو ضرور قتل کرنا چاہیئے۔ جب لشکر اسلام نے شکست کھائی۔ اور سب لوگ بھاگ گئے۔ اور حضرت پیغمبر خدا چند اصحاب کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ کہ ان کافروں نے ایک مرتبہ ہی آنحضرتؐ پر حملہ کیا۔ اور پتھر برسانے لگے۔ بہر حال ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا۔ پیشانی زخمی ہوئی۔ خون جاری ہوا۔ سب چہرہ اور محاسن شریف خون سے بھر گئی۔ آنحضرتؐ اس خون کو چادر سے پونچھتے جاتے تھے۔ تاکہ زمین پر نہ گرے۔ اور یہ فرماتے جاتے تھے۔ کہ اگر ایک قطرہ بھی اس کا زمین پر گرا۔ تو کل اہل زمین پر عذاب نازل ہوگا۔ نیز فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (خداوندا میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔) اور جو کچھ کرتے ہیں از راہ جہالت کرتے ہیں۔

تین محاسن کا خون سے خضاب ہونا

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تین محاسن کو دشمنان دین نے مخضب بخون کیا ہے۔ ایک تو ابھی آپ نے سنا۔ کہ پیشانی نورانی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ کی جنگ احد میں مجروح ہوئی۔ اور ریش مطہر خون سے آلودہ ہو گئی۔ جب یہ حال پر ملال اپنے والد ماجد کا صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ سلام علیہا نے دیکھا رونے لگیں۔ اور پانی لے آئیں۔ اور محاسن مبارک سے خون

کو دھو کے پاک و صاف کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جناب امیرؑ ڈھال سے پانی ڈالتے جاتے تھے۔ اور جناب سیدہ دھوتی جاتی تھیں۔ دوسری محاسن شریف جناب امیرالمومنین کی انیسویں ماہ رمضان کو صبح کے وقت ابن ملجم ملعون کی شمشیر زہر دار سے مسجد کوفہ میں خون آلودہ ہوئی۔ لکھا ہے۔ کہ وہ تلوار اسی مقام پر پڑی۔ جہاں عمرو بن عبدود کی ضرب لگ چکی تھی۔ اس خون کو چہرۂ مبارک سے حسنین علیہما السلام نے دھویا۔ اور پاک و صاف کیا ہوگا۔ مگر تیسری محاسن جو خون سے خضاب ہوئی۔ وہ کس کی ریش مقدس تھی۔ آپ سمجھ تو گئے ہوں گے وہ جناب مظلوم کربلا غریب نینوا ؎

در یگانہ دریائے مجمع البحرین   بہ خوں طپیدۂ کرب و بلا امام حسینؑ

ہیں۔ جن کی ریش مقدس کے بارے میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

کَاَنِّیْ بِنَفْسِیْ وَ اَعْقَابِہَا   وَ بِالْکَرْبَلاءِ وَ مِحْرَابِہَا
تُخَضَّبُ مِنَّا اللِّحٰی بِالدِّمَاءِ   خِضَابَ الْعَرُوْسِ بِاَثْوَابِہَا

(گویا کہ میں بذات خود مع اپنی اولاد کے زمین کربلا میں موجود ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ ہماری داڑھیاں خون سے اس طرح خضاب کی گئی ہیں۔ جس طرح عروس کا جسم اس کے لباس سرخ میں رنگین نظر آتا ہے) آہ مومنین! جناب امیرؑ کی ریش مقدس تو ایک ہی مرتبہ اپنے خون سے خضاب ہوئی۔ مگر امام حسینؑ علیہ السلام کی ریش مقدس چند بار خون سے خضاب ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ابوالحتوق جعفی کے تیر سے کہ جب اس شقی نے کمین گاہ سے تیر پھینکا۔ تو وہ تیر حضرت کی پیشانی پر آ کر لگا حضرت نے کھینچ کر پھینک دیا۔ تیر کے نکلتے ہی اس قدر خون جاری ہوا۔ کہ ساری ریش مقدس تر ہو گئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَا اَنَا فِیْہِ مِنْ عِبَادِکَ ھٰؤُلَاءِ الْعُصَاۃِ (خداوندا تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں) دوسرے وہ تیر تھا۔ جو تین بھال کا تھا۔ جب حضرتؑ کے قلب اقدس پر لگا تو آپ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ وہ تیر ایسا کاری لگا تھا کہ سامنے سے حضرتؑ

کھینچ نہ سکے بلکہ پشت کی جانب سے نکال کر پھینک دیا۔ اس تیر کے نکلتے ہی خون مثل پرنالہ کے جاری ہوا۔ آپ نے دست مبارک اس زخم کے نیچے رکھا۔ جب چلو خون سے بھر گیا تو اس کو اپنے چہرۂ اقدس اور ریش مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا هٰكَذَا أَكُونُ حَتّٰى أَلْقٰى جَدِّي رَسُولَ اللّٰهِ (میں اسی حالت سے اپنے نانا رسول خدا سے ملاقات کروں گا) تیسرے جب حضرت گھوڑے سے گر کے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت سنان بن انس نخعی نے ایک تیر ایسا مارا کہ حضرتؑ زمین پر گر پڑے۔ اور درست ہو کر بیٹھ گئے۔ اور تیر گلوئے مبارک سے کھینچ لیا۔ اور دونوں ہاتھ ملا دیئے۔ جب وہ دونوں ہاتھ خون سے بھر جاتے تھے۔ تو آپ ان ہاتھوں سے سر و ریش مبارک کو مخضب فرماتے تھے اور کہتے تھے هٰكَذَا أَكُونُ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ مُخَضَّبًا بِدَمِي (میں اسی حالت سے رہوں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں) چوتھے کس خون سے حضرت کی داڑھی بھر گئی۔ اسے بھی عرض کروں۔ آیا آپ سن سکیں گے؟ آہ وہ حضرتؑ کے گلے کا خون تھا۔ جو شمر لعین کے خنجر سے بارہ ضربوں میں کاٹا گیا۔ اور اس سے خون اس طرح جاری ہوا کہ تمام ریش مقدس خون سے بھر گئی۔ بلکہ اس ریش مقدس سے قطرے خون کے ٹپکتے تھے جیسا کہ جناب زینب فرماتی تھیں۔ بِأَبِي مَنْ شَيْبَتُهُ تَقْطُرُ بِالدِّمَاءِ (فدا ہوں میں اس شخص پر جس کی ریش مقدس سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں)۔ آہ مومنین! اس خون کا دھونا اہل بیت کو نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس سر کو اشقیا اپنی حراست میں رکھے ہوئے تھے۔ ہائے کون دھوتا۔ اہل بیت رسول تو مقید رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر چلے جاتے تھے۔ کس چیز سے دھوتے۔ پانی کہاں میسر تھا۔ جو مظلوم کربلا کے سر اقدس اور ریش مبارک کو خاک و خون سے پاک و صاف کیا جاتا۔ اسی امر کی طرف حضرت صاحب الامرؑ اشارہ فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضِيبِ اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيبِ (سلام خدا ہو اس ریش مبارک پر جو خون سے خضاب ہو گئی تھی و سلام خدا ہو اس رخسارہ مقدس پر جو خاک میں بھر گیا تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل و چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ بہ تحقیق کہ پہلا گھر جو کہ لوگوں کے نفع کے واسطے روئے زمین پر بنایا گیا۔ وہ گھر مکہ میں خانۂ کعبہ ہے۔ وہ گھر خلائق کے واسطے باعث برکت و ہدایت ہے۔ اس گھر میں بہت سی آیات و علامات روشن ہیں۔ ازانجملہ مقام ابراہیم بھی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ جو اس گھر میں داخل ہو وہ پناہ خدا میں ہوگا۔ اور لوگوں پر لازم و واجب ہے۔ کہ رضائے خدا کے واسطے حج کریں۔ اور حج ان لوگوں پر واجب ہے جو زاد وراہ اور راحلہ وغیرہ کی قدرت رکھتے ہوں۔ اور جس شخص نے حج واجب کو ترک کیا۔ پس خدا کا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تمام خلائق سے بے نیاز اور غنی ہے۔ واضح ہو کہ اس آیت میں چند باتیں تفسیر طلب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ خانۂ کعبہ پہلا مکان ہے جسے حق تعالیٰ نے بنایا اور اسے لوگوں کے واسطے زیارت گاہ بنایا اور محل عبادت قرار دیا۔ جناب رسولِ خدا سے کسی نے پوچھا۔ یا حضرت سب سے پہلا مقام لوگوں کی عبادت کے واسطے کون سا بنایا گیا تھا۔ فرمایا مسجد الحرام۔ اس کے بعد بیت المقدس۔ اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا عرصہ گزرا تھا۔ اور بعض مورخین نے لکھا ہے۔ کہ پہلے خانۂ خدا کو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ اس کے بعد وہ منہدم ہو گیا تھا۔ تو پھر قوم جرہم کے کچھ لوگوں نے تعمیر کیا۔ اس کے بعد عمالقہ نے۔ اس کے بعد قریش نے بنایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے حضرت آدم نے بنایا تھا۔ اس کے بعد جب طوفان نوحؑ آیا تو خراب ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم نے بنایا۔ اور جناب امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ عرش کے

نیچے ایک مکان ہے جسے بیت المعمور کہتے ہیں۔ اور ملائکۂ آسمان اس کا طواف کیا کرتے ہیں بعد اس کے ملائکۂ زمین نے بھی اسی شکل و ہیئت کا اسی کے مقابل میں زمین پر ایک گھر بنایا اور اس کا نام ضراح رکھا۔ اور وہ فرشتے بھی مثل اہلِ آسمان کے اس خانۂ خدا کا طواف کیا کرتے ہیں۔

فضائلِ خانۂ کعبہ

اور ایک روایت میں ہے کہ اول بقعۂ زمین جو پانی پر قرار پایا کعبہ تھا۔ کہ پہلے وہ کفِ سفید تھا۔ بعد اس کے منجمد و سخت ہو گیا۔ اور اسی جگہ سے تمام عالم میں زمین پھیلی گئی۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اس مقام کو خداوند عالم نے صاحبِ برکت اور صاحبِ آیاتِ بینات قرار دیا۔ صاحبِ برکت اس راہ سے کہ روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں ایک نیکی کے عوض ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہوں۔ مکہ معظمہ کہ وہاں کی ایک نماز لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور وہاں ایک دینار صدقہ دینا لاکھ دینار کے برابر ہے اور اس خانۂ خدا کی طرف دیکھنا عبادت کا ثواب رکھتا ہے۔ جو لوگ اس کا طواف کرتے ہیں ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ جو لوگ وہاں دعا کرتے ہیں۔ ان کے لئے ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ قیامت میں اکثر انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین اسی جگہ سے محشور ہوں گے۔ اور آیتیں اور نشانیاں اس جگہ کی یہ ہیں کہ پرندے اس مقدس مقام کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے۔ اور اس جائے پاک میں فضلہ نہیں کرتے اور جانوران درندہ چرندہ و پرندے کے لئے وہ مقام مقدس جائے امن ہے۔ کوئی کسی کو اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ جس بادشاہ جبار نے مثل اصحابِ فیل وغیرہ قصد اس مقام مقدس کی خرابی کا کیا وہ خود ہلاک ہو گیا۔ اور وہاں کی آیاتِ عجیبہ میں سے یہ بھی ہے۔ کہ ہر چند لاکھوں آدمی حج کے لئے جمع ہوں۔ مگر مسجد الحرام میں سب سما جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے آیات بینات سے حجرِ اسود و رکن و مقام و حطیم و زمزم و مقامِ ابراہیم وغیرہ مراد لئے ہیں۔ مقامِ ابراہیم ایک پتھر ہے۔ جس میں حضرتؑ کے قدمِ مبارک کا نشان ہے۔ اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم نے بنائے خانۂ کعبہ شروع کی۔ اور دیوار اس کی بلند ہو گئی تو ایک پتھر پر چڑھ کے بنانا شروع کیا۔ دونوں قدم حضرت کے اس میں مؤثر ہو گئے۔ اور جناب امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے کہ بہترین بقعہ وہ جگہ ہے جو درمیان رکن و مقام کے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مثل عمرِ نوحؑ کے نو سو پچاس برس

زندہ رہے اور اس تمام میں تمام عمر روزے رکھے اور شب کو نمازیں پڑھا کرے۔ مگر ہم اہل بیتؑ کی ولایت و محبت اس کے دل میں نہ ہو۔ تو کوئی نفع اس کو نہ پہنچے گا۔ اور منجملہ آیات کے یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (اے میرے پروردگار تو اس شہر کو امن دینے والا قرار دے) تو حق تعالیٰ نے اس کو جائے پناہ قرار دیا کہ اگر کوئی شخص واجب الحد بھی بھاگ کر وہاں پناہ لے تو اسے پکڑ نہیں سکتے۔

معنی استطاعت

تیسرا امر تفسیر طلب یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا جو استطاعت رکھتا ہو۔ اس پر حج واجب ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ استطاعت میں جس سے حج واجب ہوتا ہے کئی شرطیں ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ آمد و رفت کا یعنی زاد و راحلہ کا خرچ رکھتا ہو اور راہ بھی صاف ہو۔ جان سے مارے جانے کا خوف نہ ہو۔ اور ایسی بیماری جو مانع بسفر ہو وہ بھی نہ ہو۔ اور لبعد مستطیع ہونے کے زمانہ اس قدر گنجائش رکھتا ہو کہ حج کر سکے

عذاب ترک حج

ترک حج کو حق تعالیٰ نے کفر سے تعبیر فرمایا ہے جیسے کہ فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اور جس نے کفر کیا (یعنی ترک حج کیا) تو اللہ ضرور تمام عالموں سے بے پرواہ ہے) اور جناب رسول خدا نے فرمایا ہے وَمَنْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْحَجُّ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا (جس شخص پر حج واجب ہوا اور وہ حج نہ کرے تو ضرور ہے کہ وہ دین یہودی یا نصرانی پر مرے گا) اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت وَنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی (اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا محشور کریں گے) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جن لوگوں پر حج واجب ہے اور انہوں نے ادا نہیں کیا ہے۔ وہ لوگ دنیا میں تو راہ خیر سے اندھے ہی ہیں۔ آخرت میں بھی اندھے محشور ہوں گے اور راہ جنت کو نہ دیکھیں گے۔

ثواب حج

ثواب حج کے متعلق حدیثیں بہت ہیں۔ جیسا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ کہ جو شخص سوار ہو کر حج کو جائے۔ جتنے قدم اس کی سواری کا جانور اٹھائے گا۔ ہر ہر قدم پر پروردگار عالم اس کے نامہ اعمال میں ستر ستر حسنات ثبت فرمائے گا۔

اور جو شخص پاپیادہ جائے اور اعمال حج بجالائے۔ ہر قدم پر سات سو حسنہ حسنات حرم سے جناب باری اس کو عطا فرمائے گا۔ راوی نے عرض کی یا رسول اللہ حسنات حرم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ ہر حسنہ حسنات حرم کا ایک لاکھ حسنہ کے برابر ہے جو حسنات حرم کے علاوہ ہوں اور ایک روایت میں انس بن مالک سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اہل عرفات کو دیکھ دیکھ کے حق تعالیٰ ملائکہ سے مباہات و ناز فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے اے فرشتو میرے بندوں کو دیکھو۔ کہ کس طرح پریشان حال ژولیدہ مو گرد آلود متوجہ مناسک حج ہیں اور منزلیں طے کرکے دور و دراز سے میری طرف آئے ہیں پس تم سب گواہ رہو کہ میں نے ان لوگوں کی دعائیں قبول کیں اور ان کو شفیع قرار دیا کہ جس کو چاہیں بخشوائیں۔ اور ان میں سے بدوں کو میں نے نیکوں کے ساتھ بخشا۔ اور نیکوں کے لئے یہ بات قرار دی کہ جو مجھ سے وہ طلب کریں گے میں عطا کروں گا۔ البتہ حقوق عباد یا مظلمہ خلائق اس سے مستثنیٰ ہے اور جب حاجی لوگ عرفات سے کوچ کرکے مشعر الحرام میں وقوف کرتے ہیں۔ تو اس وقت بھی حق تعالیٰ فرشتوں کو گواہ کرکے یہی باتیں کہتا ہے۔ اسی خیال سے انبیاء و اوصیاء و ائمہ ہمیشہ حج کیا کرتے تھے۔ جناب امام حسن علیہ السلام نے بیس حج پاپیادہ کئے۔ حالانکہ حضرت کے اونٹ مع محمل پیچھے پیچھے خالی جایا کرتے تھے۔ اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے بائیس حج پاپیادہ ادا فرمائے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام نے پچیس حج پاپیادہ ادا کئے۔ کچھ تو جناب امام حسنؑ کی معیت میں اور کچھ بعد ان حضرتؑ کے۔ مگر مومنین جب آخری حج کے قصد سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تو اس حج کو تمام کرنے نہ پائے۔ بلکہ حضرتؑ کا وہ حج کربلا پہنچ کر تمام ہوا۔ اسی سبب سے خداوند عالم نے زمین کربلا کو زمین کعبہ سے زیادہ فضیلت عطا فرمائی۔ اور زائرین جناب امام حسینؑ کا مرتبہ حجاج خانہ کعبہ سے بھی برتر قرار دیا۔

فضیلت زمین کربلا

صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں۔ کہ زمین کربلا زمین کعبہ سے بمراتب افضل و بہتر ہے۔ ایک تو خداتعالیٰ نے اس زمین کو چار ہزار سال قبل خلقت کعبہ پیدا کیا۔ دوسرے وہ زمین مسکن و مدفن اولیاء اللہ ہے۔ اس میں قبل شہادت مظلوم کربلا دو سو نبی اور دو سو وصی اور دو سو اسباط انبیاء دفن ہیں۔ وہ زمین محل نزول و صعود ملائکہ ہے وَهُوَ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ اور وہ جنت کے چمنوں میں سے ایک چمن ہے۔ امام زین العابدینؑ

ہے منقول ہے کہ جب تک زلزلہ قیامت ہوگا۔ تو قبر جناب امام حسینؑ مع زمین کربلا بہ حکم خدا بلند ہوگی۔ اور باغ جنت میں پہنچ جائے گی۔ اس کا نور مانند ستاروں کے درخشاں ہوگا اور وہ زمین بہ آواز بلند اعلان کرے گی کہ میں وہ طیب و طاہر زمین ہوں جو جناب سید الشہدا علیہ التحیہ والثنا کا جسد اطہر دامن میں لئے رہی اور زلزلہ قیامت سے محفوظ رہی۔ مومنین انکی زیارت جناب امام حسینؑ کا ثواب نہ فقط ایک حج کے برابر بلکہ حج سے افضل قرار پایا۔ بلکہ ایک زیارت ثواب میں دو حجوں کے برابر ہے بلکہ دس حجوں کے بلکہ بیس حجوں کے بلکہ تیس حجوں کے بلکہ چالیس حجوں کے بلکہ اسی حجوں کے بلکہ سو حجوں کے بلکہ لاکھ حجوں کے اور وہ حج بھی کیسا۔ جو خود جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہو۔ اگر کسی کے دل میں شبہ ہو کہ حج میں کس قدر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اعمال میں کس قدر محنت و مشقت ہوتی ہے۔ کیونکر اس کا ثواب زیارت امام حسین علیہ السلام سے کم ہوگا زیارت میں تو کوئی تکلیف نہیں جواب اس کا دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ حج خدا کے خانہ ظاہری کی زیارت ہے اور زیارت جناب امام حسینؑ خدا کے خانۂ باطنی کی زیارت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث قدسی میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ ہاں اگر گنجائش ہے تو قلب پاکیزہ مومن میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کا قلب خدا کا حقیقی گھر ہے۔ جب مومن کا قلب بیت اللہ ہوا۔ تو قلب جناب امام حسینؑ بدرجہ اولیٰ بیت اللہ ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خانہ حقیقی کی زیارت کا ثواب خانہ ظاہری کی زیارت کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ اور پھر حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے داؤدؑ! میرے رہنے کے لئے ایک مکان خالی کرو۔ حضرت داؤدؑ نے عرض کی پروردگارا: تو مکان و مسکن سے منزہ ہے۔ ارشاد ہوا۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ اپنا دل حب غیر سے خالی کر لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دل حب ماسوائے اللہ سے خالی ہو جائے۔ وہی خدا کا خانۂ باطنی ہے۔ اب خیال کیجئے۔ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے دل سے بڑھ کر کس کا دل ہوگا۔ جو کربلا پہنچ کے ہر طرح سے حب ماسوائے اللہ سے خالی ہو گیا ہو۔ اس دل میں نہ حب عزت و حکومت تھی۔ نہ آرزوئے جاہ و حشمت نہ الفت اہل و عیال نہ حب مال و منال۔ نہ خواہش طعام و آب۔ نہ محبت

وطن و احباب - تو کیوں کر ایسا دل مصداق بیت اللہ حقیقی کا نہ ہو گا - اور کیونکر ایسے دل والے کی زیارت کا ثواب حج کے ثواب سے زیادہ نہ ہو گا - دوسری وجہ زیارت کے ثواب کے حج کے ثواب سے زیادہ ہونے کی یہ ہے - کہ دراصل یہ قدر ہماری زیارت کی نہیں ہے - بلکہ یہ قدر اس دل خدا کی ہے جس نے خانہ خدا کی قدر کی - اس خوف سے کہ مبادا یزید مجھ کو خانہ کعبہ ہی میں قتل کرا دے - اور میرے قتل ہونے سے خانہ کعبہ کی حرمت برباد ہو جائے - لہٰذا حج کو عمرہ سے بدل کر تشریف لے گئے اور کربلا میں تمام مناسک حج حضرت بجا لائے -

حضرت کا مناسک حج کربلا میں ادا کرنا

پس منجملہ مناسک حج کے احرام ہے حضرت نے وہ کپڑے جو پہلے سے پہنے تھے اتار دئے - اور دوسرے کپڑے پہنے - مگر کیسے کپڑے - کہنہ اور بوسیدہ جناب زینبؑ نے فرمایا - یَا اُخْتِیْ زَیْنَبُ اِئْتِیْنِیْ بِثَوْبٍ عَتِیْقٍ لَّا یَرْغَبُ فِیْہِ اَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ (اے بہن زینبؑ! ایسا پرانا کپڑا لے آؤ جس کی ان لوگوں میں سے کسی کو خواہش نہ ہو) دوسرے احرام حج میں محرم کے واسطے زینت حرام ہے - حضرتؑ کے ہاتھ میں جو انگوٹھی تھی وہ بھی نہ رہی - تیسرے محرم کو چاہیے کہ سر برہنہ ہو - حضرتؑ کا سر نوک نیزہ پر برہنہ تھا - دوسرے منجملہ اعمال حج کے سعی ہے - درمیان صفا و مروہ کے یعنی سات مرتبہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان خاص طریقہ سے آتے جاتے ہیں - پس حضرتؑ کے لئے صفا خیمہ گاہ تھا - اور مروہ قتل گاہ - حضرت خیمہ گاہ سے قتل گاہ تک سات مرتبہ نہیں بلکہ شاید زیادہ مرتبہ گئے آئے ہوں گے - گئے کس لئے ؟ اس لئے کہ جب کوئی عزیزوں میں سے یا انصار میں سے مارا جاتا تھا - تو حضرت خیمہ گاہ سے قتل گاہ میں جاتے تھے - کبھی دوڑ دوڑ کے کبھی آہستہ آہستہ کبھی کسی کے ساتھ کبھی تنہا جا کر اس شہید کی لاش خیمہ گاہ تک اٹھا لاتے تھے - مگر افسوس جب وہ خود مظلوم شہید ہوئے تو کوئی ان حضرتؑ کی لاش کا اٹھانے والا نہ تھا - اسی مقام پر جہاں ذبح کئے گئے تین روز تک لاش گڑھے میں پڑی رہی - تیسرے مناسک حج میں سے

تلبیہ ہے۔ یعنی حاجی لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ جواب ہے ندائے حضرت ابراہیمؑ کا جو انہوں نے مقام ابراہیم پر جا کے آواز دی تھی کہ ھَلُمُّوْا اِلٰی حَجِّ بَیْتِ اللّٰہِ (بیت اللہ کے حج کے لئے آؤ) پس جس نے اس وقت جواب میں لبیک لبیک کہا تھا۔ وہ حج سے مشرف ہوتا ہے۔ اور زائر جناب امام حسین علیہ السلام کو بھی یہی حکم ہے کہ لبیک لبیک کہتا ہوا داخل حرم ہو تو کیا عجب ہے کہ یہ جواب ہو۔ جناب امام حسینؑ کے ان استغاثوں کا جو عالم بے کسی میں فرماتے تھے اَمَا مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا اَمَا مِنْ مُجِیْرٍ یُجِیْرُنَا (آیا کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے۔ آیا کوئی پناہ دینے والا ہے جو ہم کو پناہ دے) مومنین اگر آپ لوگ اس وقت حضرت کی فریاد کو نہ پہنچ سکے تو یہ وقت حضرتؑ کی فریادرسی کا ہے۔ یہ آنسو آپ کے باعث نجات ہیں۔ روئیے اور کہئے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَکُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا (کاش میں بھی حضور کے ساتھ ہوتا اور بڑی کامیابی حاصل کرتا۔) چوتھے مناسک حج میں سے قربانی ہے۔ حضرتؑ نے ایک قربانی نہیں۔ بلکہ ستر سے زیادہ عزیز و انصار خدا کی راہ میں قربان کر دیئے۔ اور چونکہ چھ مہینے کا گوسفند قربانی میں دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے حضرت نے اپنے شش ماہہ فرزند کو بھی قربانی میں دے دیا۔ بلکہ اس پر بھی اکتفا نہ کی خود بھی مثل گوسفند قربانی ذبح ہو گئے۔ مگر مومنین جس جانور کو ذبح کرتے ہیں۔ اس کے نحر کا حکم نہیں۔ اور جس کو نحر کرتے ہیں۔ اس کو ذبح کرنا روا نہیں۔ فدا ہوں جائیں ہم شیعوں کی اس امام مظلوم پر جسے ظالموں نے جانب قفا سے ذبح بھی کیا۔ اور تیروں اور نیزوں سے نحر بھی کر دیا۔ جناب صاحب الامر فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَنْحُوْرِ فِی الْوَرٰی اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَذْبُوْحِ مِنَ الْقَفَاءِ (سلام خدا ہو اس پر جو مخلوق خدا میں نحر ہو گیا۔ سلام خدا ہو۔ اس پر جو پس گردن سے ذبح کر دیا گیا) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل و پنجم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَ فُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ (خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ۔ اے رسول! تم سے کفار روح کی بابت دریافت کرتے ہیں ۔ تم ان سے کہدو کہ روح امر پروردگار سے ہے ۔ اور تمہیں علم بہت ہی کم دیا گیا ہے) صاحب منہاج الصادقین لکھتے ہیں ۔ کہ روح کو جو کفار نے پوچھا ۔ اس میں کئی احتمال ہیں ۔ اول یہ کہ حیثیت حدوث و قدم سے سوال کیا ہو ۔ یعنی روح قدیم ہے یا حادث ہے ۔ خداوند عالم نے جواب میں فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (اے رسول ان سے کہدو کہ روح قدیم نہیں ہے بلکہ مبدعات و مخلوقات خدا سے ہے) دوسرے یہ کہ اسی روح کی جو بدن انسان میں ہے کنہ و حقیقت کو پوچھا ہو ۔ اور پروردگار عالم نے فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (ان سے کہدو کہ روح اسرار خدا سے ہے ۔ ہر شخص اس کو نہیں جانتا) بہرکیف جناب رسول خدا نے اس مصلحت سے نہ بتایا کہ وہ لوگ بہ نظر استفادہ و استفاضہ نہیں آئے تھے ۔ بلکہ بنظر مجادلہ و مباحثہ آئے تھے ۔ اگر در حقیقت روح کو آنحضرت بتلاتے تو ان کو اس کے فہم و ادراک کی قابلیت نہ تھی مباحثہ کرتے تو ان کا عناد اور زیادہ ہوتا ۔

بیان حقیقت روح

فی الواقع روح وہ چیز ہے ۔ جس کے ادراک یعنی سمجھ لینے سے بڑے بڑے عقلا کی عقل قاصر رہی ہے ۔ خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ہمارے محسوسات سے نہیں ہے ۔ اسی سبب سے کہتے ہیں مَنْ فَقَدَ حِسًّا فَقَدَ عِلْمًا ۔ اور چونکہ روح ہماری محسوسات سے نہیں ہے ۔ تو اس کی کنہ کو پورے طور سے

ہم نہیں سمجھ سکتے۔ مگر ہاں بقدر طاقت بشری لوگوں نے اس کے معنی بتائے ہیں۔ اطبائے یونان کا قول تو روح کے بارے میں یہ ہے اَلرُّوْحُ جِسْمٌ لَطِيْفٌ بُخَارِيٌّ يَتَكَوَّنُ مِنَ اللَّطَافَةِ الْاَخْلَاطِ كَمَا تَكَوَّنُ الْاَعْضَاءُ عَنْ كَثَافَتِهَا روح ایک جسم لطیف بخاری ہے جو لطیف اخلاط سے پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کہ اعضاء وجوارح کثیف اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ جس کا مبدا بو غشاء قلب ہے۔ اور قلب میں تین جوف ہیں۔ دو بڑے اور ایک چھوٹا۔ جن کو بطن ایمن اور بطن الیسر کہتے ہیں۔ بطن ایمن میں خون بہت سا ہے اور روح تھوڑی سی اور بطن الیسر میں خون کم ہے اور روح زیادہ ہے اور وہ روح خون کے ذریعہ اور وساطت سے تمام جسم میں دائر و سائر ہے اور روح کا نکلنا بھی ان کے نزدیک یہی ہے۔ کہ قلب کی حرارت غریزی بجھ گئی اور روح فنا ہو گئی۔ اور متکلمین علماء کے اقوال حقیقت روح میں بہت ہیں۔ مگر ان میں سے محققین کی رائے یہ ہے۔ کہ روح داخل وجزو بدن نہیں ہے اور نہ اس میں حلول کئے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ ایک جوہر ہے جو تمام ان صفات سے جو جسم کے ملتے لازم ہیں مجرد اور کل ان عوارض سے جو مادہ کے عوارض ہیں خالی ہے اور اس کا بدن سے فقط اسی قدر تعلق ہے۔ کہ بدن کی تدبیر اور پرورش کیا کرے۔ اس کے سوا اس کو اور کسی طرح کا تعلق بدن کے ساتھ نہیں ہے یہ قول بڑے بڑے حکماء کا ہے۔ اور اکثر متکلمین امامیہ بھی اسی کے قائل ہوئے ہیں جیسے شیخ مفید اور خواجہ نصیر الدین طوسی وغیرہ کے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آدمی کے بدن میں ایک تو روح ہے اور ایک نفس ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک شعاع مثل شعاع آفتاب ہے۔

بیان نفس

پس نفس تو وہ ہے۔ جس سے انسان کو عقل اور تمیز ہے۔ اور روح وہ چیز ہے۔ جس سے ہر ذی روح سانس لیتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ پس جس وقت آدمی سو جاتا ہے تو خداوند عالم فقط اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے۔ اور روح باقی رہتی ہے۔ اور جس وقت مرجاتا ہے تو روح اور نفس دونوں کو قبض کر لیتا ہے۔ پس جب

روح نکلتی ہے۔ تو نفس بھی نکل جاتا ہے۔ اور نفس کے نکلنے سے روح کا نکل جانا ضروری نہیں ہے۔ اور ایسا ہی حضرت امام محمد باقرؑ نے بھی فرمایا ہے کہ کوئی نہیں سوتا مگر یہ کہ اس کا نفس آسمان کو چڑھتا ہے اور روح بدن میں رہتی ہے اور روح اور نفس کے درمیان ایک شعاع مثل شعاع آفتاب کے پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اگر حکم الٰہی روح کے قبض ہونے کا ہوتا ہے۔ تو نفس جو آسمان کی طرف چڑھ گیا ہے۔ روح کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اگر حکم خدا روح کے باقی رہنے کا ہو۔ تو روح جو جسم میں موجود ہے نفس کو واپس بلا لیتی ہے۔ یہی معنی ہیں اس قول حق تعالیٰ کے اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى (خدا تعالیٰ نفوس کو ان کی موت کے وقت پورا پورا لے لیتا ہے۔ اور وہ جو نہیں مرتے ہیں ان کو نیند کے وقت لے لیتا ہے۔ پس جن پر موت کا فرمان جاری کر دیا ہے ان کو تو روک رکھتا ہے۔ اور دوسروں کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے پھر بھیج دیتا ہے) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے فرمایا شب معراج جس وقت مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو ایک فرشتے کو میں نے دیکھا کہ غمگین بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں نور کی ایک تختی ہے۔ اس میں بہت سے نام لکھے ہوئے ہیں۔ وہ اس لوح کی جانب برابر دیکھ رہا ہے۔ اور چپ و راست کسی طرف نظر نہیں کرتا۔ میں نے جبرئیل امین سے دریافت کیا۔ کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ عرض کی ملک الموت ہیں جو قبض روح کیا کرتے ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم ہی سب کی روحیں قبض کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی۔ جی ہاں سب دنیا کو خدا تعالیٰ نے میرے اختیار میں اس طرح دیا ہے۔ کہ تمام دنیا میرے نزدیک مثل ایک درہم کے ہے۔ جو آدمی کے ہاتھ میں ہو اور وہ جس طرح چاہے اس کو

ـه یہیں سے خواب کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ جب نفس سیلانی جسم سے نکل کر اپنے پرواز کے حدود میں چکر لگاتا ہے۔ اور اشیائے کائنات کو دیکھتا یا اس پر سے گزرتا ہے تو اس میں ایک قسم کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جو شعاع روح میں منعکس ہو کر خواب کی صورت سے دکھائی دیتا ہے۔ ۱۲ نجم

اُلٹے پلٹے - اور ہر روز ہر گھر میں مَیں پانچ مرتبہ نظر کر لیتا ہوں۔ جس وقت اس گھر والے اپنے کسی مُردے پر روتے ہیں - تو میں کہتا ہوں کہ تم کیوں روتے ہو؟ میں تو اس گھر میں کئی مرتبہ آؤں گا - یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی زندہ باقی نہ رکھوں گا - پس مومنین انسان کو چاہیے کہ اس حیات بے ثبات اور اس دنیائے ناپائدار میں جہاں تک ہو سکے کار خیر کر لے - کیونکہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (یہ دنیا آخرت کی فصل بونے کی جگہ ہے) نہیں معلوم کس وقت ملک الموت پہنچ جائیں - اور ہماری روح قبض کر لیں - اور یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کہاں مریں گے سفر میں یا حضر میں - ہند میں یا کربلا میں - لَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا)

حکایت جوان در عہدِ سلیمان

تفسیر منہج الصادقین میں منقول ہے کہ ایک روز ملک الموت حضرت سلیمانؑ کی ملاقات کو آئے - وہاں ایک شخص بیٹھا تھا - اس کی طرف ملک الموت بار بار دیکھتے تھے جب وہ آسمان پر پرواز کر گئے - تو اس شخص نے جناب سلیمانؑ سے پوچھا کہ یا حضرت یہ شخص کون تھا - جو بار بار گرم نگاہ سے مجھے دیکھتا تھا - فرمایا کہ یہ ملک الموت تھے اس نے عرض کی یا حضرت! آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے اقلیم ہند میں پہنچا دے اس لئے کہ میں ملک الموت کو دیکھ کے سخت خائف اور اندیشہ ناک ہو گیا ہوں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو میری موت قریب پہنچی ہو - چاہتا ہوں کہ درمیان میرے اور ملک الموت کے بڑا فاصلہ ہو جائے - حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس شخص کو دیار ہند میں پہنچا دے - جب ملک الموت پھر آپ کے پاس آئے - تو حضرتؑ نے ان سے پوچھا - کہ اس دن تم فلاں شخص کو بار بار کیوں دیکھتے تھے؟ انہوں نے عرض کی کہ مجھے اسی روز ملک ہند میں اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا تھا اور یہاں سے اس مقام تک قریب ایک سال کی مسافت ہے میں بنظر تعجب اس کو دیکھتا تھا کہ میں کیونکر اس کی روح قبض کروں گا - حالاں کہ وہ آپ کے پاس موجود تھا - مگر جو ساعت اس کی موت کے لئے مقرر تھی - اس وقت میں نے اسے وہیں ہند میں پایا - اور اس کی روح قبض کر لی - کیا

خوب فرمایا ہے کسی عالم نے کہ موت ایسی یقینی چیز ہے۔ کہ سب جانتے ہیں کہ وہ ضرور آئے گی۔ یہاں تک کہ اس کا نام بھی یقین ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اور جب تک تم کو موت نہ آجائے تم اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ)۔ بااین ہمہ لوگ بھولے ہوئے ہیں۔ اس سے بالکل غافل ہیں۔ اگر سارے علماء و فضلاء لوگوں سے کہا کرتے کہ موت کوئی چیز نہیں ہے۔ کیوں اتنا خائف ہوتے ہو۔ کیوں اسے ہر وقت یاد کرتے ہو۔ تو مقتضائے تجربہ و مشاہدہ یہی تھا کہ لوگ ان کے کہنے کو نہ مانتے اور کبھی موت سے غافل نہ ہوتے اور ہر وقت یاد خدا میں مصروف رہتے۔ نہ کہ معاملہ برعکس ہو کہ اب سارے علماء فضلاء سمجھاتے ہیں۔ ڈراتے ہیں۔ یاد دلاتے ہیں۔ کہ دیکھو موت ضرور آنے والی ہے۔ اس سے غافل نہ رہو۔ عبادت خدا میں بسر کرو۔ مگر کوئی بھی خیال نہیں کرتا۔ موت کا یاد کرنا تو کیسا کبھی نام بھی نہیں لیتے کہ ہم بھی مریں گے جب دفعۃً موت پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت چونکتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں کیا کیا۔

قول بعض افاضل

جناب امیرؑ فرماتے ہیں اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا (لوگ خواب غفلت میں پڑے سو رہے ہیں جب مریں گے اس وقت چونکیں گے) حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے کہ بالکل غفلت ہی میں موت آجائے۔ عزیزوں کا انتقال۔ احباب کا مرنا برابر دیکھتے ہیں۔ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بچے بھی مرتے ہیں۔ جوان بھی مرتے ہیں۔ ہر شخص دیکھتا ہے کہ اس کے سن کے لوگ بھی مرتے ہیں۔ اگر خضاب کا زمانہ گیا۔ پیری آئی تو اس کے واسطے بالوں کا سفید ہونا گویا پیام اجل ہے۔ دانتوں کا ٹوٹنا خبر دے رہا ہے کہ اب تیرا قبر میں جانے کا زمانہ قریب پہنچ گیا ہے۔ تیرے سب رفیق و مددگار مثل تیرے دانتوں کے تیرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ تمام بیماریاں اور درد موت کے قاصد اور خبر پہنچانے والے ہیں جس وقت انسان کی اجل آتی ہے تو ملک الموت حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اے غافل تیرے پاس برابر خبر کے بعد خبر آیا کی اور قاصد کے بعد قاصد آتے رہے۔ مگر میں وہ خبر ہوں کہ بعد میرے کوئی اور خبر نہ آئے گی اور میں وہ قاصد

ـــہ حکیم الامت حضرت علی علیہ السلام کے قول سے استفادہ اور اخذ کر کے شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے اُردو ایڈیشن میں نہایت اچھی بحث کی ہے ۱۲ منہ

اشعار جناب

ہوں کہ بعد میرے کوئی اور قاصد نہ پہنچے گا۔ اب حکم پروردگار قبول کر اور دنیا کو چھوڑ۔ خواہ خوشی خوشی چل خواہ ناراض چل۔ مگر چلنا پڑے گا۔ مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابوذرؓ کے پاس آیا اور کہا کیا وجہ ہے۔ کہ ہم سب موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ فرمایا إِنَّكُمْ عَمَّرْتُمُ الدُّنْيَا وَخَرَّبْتُمُ الْآخِرَةَ (سبب یہ ہے کہ تم نے خانۂ دنیا کو آباد رکھا ہے اور خانۂ آخرت کو برباد) اسی سبب سے معمور و آباد جگہ سے خراب و ویران مقام کی طرف جانا اچھا نہیں لگتا اور قبلۂ دنیا و دین جناب امیرالمومنین ارشاد فرماتے ہیں ؎

اشعار جناب امیرؑ

أَلَا يَا سَاكِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلَّىٰ ۔۔۔ سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِيبٍ فِي التُّرَابِ
لَهُ مَلَكٌ يُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ ۔۔۔ لِدُوا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ

(اے عمارت ہائے عالی و قصر ہائے بلند کے رہنے والو! آگاہ ہو کہ عنقریب تم پیوند خاک ہو جاؤ گے۔ اور زیر زمین دفن کئے جاؤ گے۔ اور آگاہ و خبردار ہو کہ ایک فرشتہ ہر روز خداوند عالم کی جانب سے اہل زمین کو ندا دیتا رہتا ہے کہ اے غافلو! خواب غفلت سے بیدار ہو اس لئے کہ تم مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو اور مٹنے کے لئے تعمیر کرتے ہو) اور پھر فرماتے ہیں ؎

مَضَى الدَّهْرُ وَالْأَيَّامُ وَالذَّنْبُ حَاصِلٌ ۔۔۔ وَأَنْتَ بِمَا تَهْوَىٰ مِنَ الْحَقِّ غَافِلٌ

(افسوس زمانہ زندگی آخر ہوا اور بجز گناہ کے کچھ تو نے توشۂ آخرت حاصل نہ کیا۔ ابھی تک تیری غفلت کا یہ حال ہے۔ کہ ہوا و ہوس نفسانی میں گرفتار ہے اور اپنے خالق سے غافل ہے)

سُرُورُكَ فِي الدُّنْيَا غُرُورٌ وَحَسْرَةٌ ۔۔۔ وَعَيْشُكَ فِي الدُّنْيَا مُحَالٌ وَبَاطِلٌ

(یہ نہیں جانتا کہ تیرا دنیا میں خوشی کرنا دنیا سے فریب کھانا ہے۔ آخرکار سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور اے طالب راحت تیرا ہمیشہ دنیا میں زندگانی کرنا امر محال و خیال باطل ہے۔

تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْيَا فَإِنَّكَ رَاحِلٌ ۔۔۔ وَبَادِرْ فَإِنَّ الْمَوْتَ لَا شَكَّ نَازِلٌ

(اے غافل خواب غفلت سے بیدار ہو اور کچھ توشہ و زاد آخرت بہم پہنچا لے اس لئے کہ ایک دن تو دنیا سے کوچ کرنے والا ہے۔ تحصیل زاد راہ میں جلدی کر کہ موت تیری کمین گاہ میں ہے اور ایک دن ضرور آنے والی ہے) ؎

در لحد با خود نمی گیری چرا — ہمرہے . یا توشۂ یا مرکبے
در شبستان لحد با خود ببر — از عمل شمعے . چراغے کوکبے

حضرتؑ فرماتے ہیں ؎

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا کَمَنْزِلِ رَاکِبٍ — اَنَاخَ عَشِیًّا وَھُوَ فِی الصُّبْحِ رَاحِلٌ

دنیا مثل ایک سرائے کے ہے کہ مسافر اس میں ایک شب بھر رہا اور صبح کو اس نے سفر کیا پھر سفر بھی کیسا کہ جہاں سے کوئی نہ پھرا ؎

این سفر سیر عراق و روم نیست — این سفر را منزلے معلوم نیست
این نہ سیر شرق و غرب است و شمال — این نہ راہ بر و بحر است و جبال
غیر ازیں راہے دگر داری بہ پیش — تنگ لاخے پر خطر داری بہ پیش
کارواں بگذشت و کس بر جا نماند — غلغل و شور جرس برپا نماند
کس ز تنگی لحد آگاہ نیست — راہ تاریک و خضر ہمراہ نیست
روم و صنعا با قوافل می روی — وز جہاں تنہا و غافل می روی
مثل مرقد خانۂ تاریک نیست — کاندر آنجا ہیچ کس نزدیک نیست
زود برگردند قوم و خویش تو — کس نخواہد ماند آنجا پیش تو
از برائے عمر ساماں می کنی — خانہ را شبہا چراغاں می کنی
می روی تنہا در ایوان لحد — کو چراغے در شبستان لحد
در مزارت قاقم و سنجاب نیست — خواب چوں آید کہ فرش خواب نیست
مونست جز کار خوب و زشت نیست — بالشت در قبر غیر از خشت چیست
بارے از فکر مآل خود بنال — بیکسی بے کس بحال خود بنال

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں اِذَا بَلَغَ الرَّجُلُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ دَنَا الرَّحِیْلُ ۔ جب آدمی کا سن چالیس برس کا ہوتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اے غافل کچھ تجھے خبر بھی ہے کہ اب تیرے کوچ کا زمانہ قریب پہنچا ہے . زاد راہ مہیا کر اور چلنے پر آمادہ رہ ؎

اے مسافر زاد راہ ہم بگیر — خستہ حالی پارۂ مرہم بگیر
واکن از خواب نوشیں چشمکے — خفتہ بسیار بنشیں اندکے

بگذر از عالم تامل خوب نیست
خواب راحت بر سر پل خوب نیست
داعی حق چوں رسد بودن کجا
مہلت کفہا بہم سودن کجا

أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا أَقْرَانَكُمُ الَّذِينَ مَضَوْا قَبْلَكُمْ بِأَيْدٍ عَارِيَةٍ (اے لوگو اپنے ان ہم نشینوں اور عزیزوں کو یاد کرو جو دنیا سے خالی ہاتھ چلے گئے اور زیر زمین پنہاں ہو گئے) وَكَيْفَ مَحَى التُّرَابُ حُسْنَ صُوَرِهِمْ (اور خاک نے ان کی اچھی اچھی صورتیں کس طرح مٹا ڈالیں) وَكَيْفَ أَكَلَ الدُّودُ أَلْسِنَتَهُمْ (اور وہ زبانیں جن سے انواع و اقسام کے کلام کیا کرتے تھے ان کو کیڑوں نے کیا کھا لیا) ؎

آناں کہ بصد زباں سخن می گفتند
آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

وَضُيِّعَتْ أَمْوَالُهُمْ وَخَلَتْ مِنْهُمْ مَجَالِسُهُمْ (اور ان کے وہ مال و اسباب جو انہوں نے مشقتوں سے جمع کئے تھے ضائع و برباد ہو گئے۔ اور ان اموال پر وہ لوگ جن کا تصرف انہیں نہایت ناگوار تھا متصرف ہو گئے اور وہ مجلسیں جہاں وہ بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے ان سے خالی ہو گئیں۔ وَحَلُّوا بِدَارٍ لَا تَزَاوُرَ بَيْنَهُمْ (اور ایسے مکان میں جا کر ساکن ہوئے جہاں نہ وہ کسی کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ کوئی انہیں دیکھ سکتا ہے ایک دوسرے کے دیکھنے کو ترستا ہے) وَلَا مُؤْنِسَ لَهُمْ إِلَّا الْحَسْرَةَ وَالنَّدَامَةَ (اب ان کا سوائے حسرت و ندامت کے کوئی مونس نہیں ہے)

تین چیزوں کا وقت موت آنا

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ ثَلَاثَةُ أَخِلَّاءَ فَخَلِيلٌ يَقُولُ أَنَا مَعَكَ حَتَّى تَمُوتَ وَهُوَ مَالُهُ (مرد مسلم کے تین دوست ہوتے ہیں۔ ایک دوست تو کہتا ہے کہ جب تک تو زندہ رہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور جب تو مر جائیگا۔ میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا وہ دوست اس کا مال ہے۔ اس لئے کہ جب انسان مر جاتا ہے اس کا مال اس کے ورثا تقسیم کر لیتے ہیں) وَخَلِيلٌ يَقُولُ أَنَا مَعَكَ إِلَىٰ بَابِ قَبْرِكَ وَهُوَ وَلَدُهُ (اور ایک دوست کہتا ہے کہ میں تجھے قبر تک پہنچا دوں گا اور جب تو قبر میں دفن ہو جائے گا تو میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا وہ دوست اس کی اولاد ہے) وَخَلِيلٌ يَقُولُ أَنَا مَعَكَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَهُوَ عَمَلُهُ (اور ایک دوست کہتا ہے۔ میں ایسا تیرے ساتھ ہوں کہ تیری زندگی میں اور بعد موت کے قبر میں حشر میں نشر میں کسی مقام پر اور

کسی حالت میں مجھ سے جدا نہ ہوں گا (وہ دوست اس کا عمل ہے) فی الواقع مومنین مرنے کے بعد سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی کام نہ آئے گا۔ انسان سے جہاں تک ہو سکے اس دنیائے چند روزہ میں کار خیر کرے۔ اگرچہ ہمارے اور اعمال تو اس قابل نہیں ہیں کہ ہم ان پر تکیہ کر سکیں۔ اور ان کے عوض میں ثواب پانے کے مستحق ہونے کی امید کر سکیں۔ مگر البتہ دو باتوں سے نجات کی امید قوی ہے۔ ایک تو خداوند خود فرماتا ہے۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (رحمت خدا سے مایوس و نا امید نہ ہو) دوسرے یہ کہ ہم لوگ غلامانِ اہل بیتؑ کے جو سفینۂ نجات ہیں مدعی ہیں۔ اور اسی بنا پر ہم کو ان حضراتؑ کی ذات سے کامل امید ہے۔ کہ وہ حضراتؑ موت کے وقت قبر میں۔ حشر میں۔ نشر میں۔ غرض ہر جگہ ہماری مدد فرمائیں گے۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یَا حَارِ هَمْدَانَ مَنْ يَّمُتْ يَرَنِیْ مُؤْمِنًا كَانَ اَوْ مُنَافِقًا قُبُلًا

(اے حارث ہمدانی جو بندہ مرتا ہے مومن ہو خواہ منافق وقت مرگ مجھ کو ضرور دیکھتا ہے)

جناب امیر کا قبر میں تشریف لانا

بعض روایات سے تو ایسا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضراتؑ قبر میں بھی تشریف لاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں۔ چنانچہ صاحب خلاصۃ المصائب لکھتے ہیں کہ ایک مرد ابرار نے ایک مومن دیندار کو جو دوستدار اہل بیتؑ اطہار تھا۔ بعد اس کے مرنے کے خواب میں دیکھا کہ جب لوگ اس کو دفن کر کے قبر میں تنہا چھوڑ کے واپس آئے تو دو شخص بشکل مہیب جن کی آنکھیں مثل برق کے چمکتی تھیں۔ سر کے بال زمین تک لٹکتے تھے۔ اس کی قبر میں آئے اور اس کے اعتقادات کے متعلق سوال کرنے لگے اور پوچھا مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے؟) وہ ان کی ہیبت سے گھبرایا اور ایسا مضطر ہوا کہ زبان کی طاقت زائل ہو گئی۔ کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اتنے میں ایک بزرگوار نورانی صورت والے اس کے پاس آئے اور قریب بیٹھ گئے۔ مومنین آپ سمجھے کہ وہ کون بزرگوار تھے۔ وہ آپ کے مولا مشکل کشا دستگیر بے کساں امیر مومنان جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ فرمانے لگے اے شخص کیوں گھبراتا ہے۔ ان کے جواب میں کہہ اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ رَبِّیْ۔ اس نے فوراً کہا اَللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ رَبِّیْ (اللہ جس کی عظمت بہت بڑی ہے میرا پروردگار ہے) پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ نَّبِيُّكَ (تیرا نبی کون ہے؟) وہ چپ تھا۔ کہ اتنے میں فرمایا کہ مُحَمَّدٌ نَّبِيِّیْ (محمد مصطفےٰ میرے نبی ہیں) پھر فرشتوں نے پوچھا مَنْ

اِمَامُکَ (بتا تیرا امام کون ہے ؟) پھر حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہہ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَامِیْ (علی بن ابی طالب میرے امام ہیں) جب دوسرے امام کا سوال کیا تب بھی حضرت نے فرمایا اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِمَامِیْ (حسن بن علی میرے امام ہیں) وہ بموجب تعلیم حضرت کے جواب دینے لگا۔ جب فرشتوں نے تیسرے امام کا سوال کیا۔ تو حضرت رونے لگے اور اس سے فرمایا کہہ اَلْحُسَیْنُ الشَّہِیْدُ بِکَرْبَلَاءِ اِمَامِیْ (اس شخص نے جو جناب امام حسینؑ کا نام سنا جواب دینا بھول گیا۔ بے ساختہ ہائے مولا ہائے حسینؑ کہہ کے رونے لگا۔ حضرتؑ کو بھی تاب نہ رہی روتے روتے بے ہوش ہو گئے وہ فرشتے پکارے اے عاشق حسینؑ چپ رہ کہ تیرے رونے سے حیدر کرارؑ بے ہوش ہو گئے ہیں جب حضرتؑ کو غش سے افاقہ ہوا۔ تو فرشتوں سے فرمایا کہ میرے حسینؑ کے عاشق سے کچھ نہ کہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ میرے فرزند مظلوم سے کس قدر محبت رکھتا ہے یہ حکم سن کر وہ فرشتے وہاں سے چلے گئے۔ مومنین آپ نے سنا کہ قبر میں بھی نام امام حسینؑ پر رونے سے اس مومن کی نجات ہو گئی۔ فی الواقع مصیبت امام حسینؑ ایسی ہی مصیبت ہے کہ ؎

مر جائیے یا حسینؑ کہتے کہتے

کس کس مصیبت کو انسان بیان کرے۔ حضرت صاحب العصر والزمان جو اپنے جد مظلوم پر سلام بھیجتے ہیں۔ اس کے چند فقرے مختلف مقامات سے عرض کرتا ہوں۔

فقرات زیارت ناحیہ

وہ حضرت فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُرَمَّلِ بِالدِّمَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَهْتُوْكِ الْخِبَاءِ (سلام ہو اس مظلوم پر جو اپنے خون میں بھرا ہوا تھا اور جس کے خیموں میں اشقیاء بے اجازت گھس آئے تھے اور انہیں لوٹ لیا تھا۔) اَلسَّلَامُ عَلَی مَقْطُوْعِ الْوَتِیْنِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُحَامِیْ بِلَا مُعِیْنٍ (سلام ہو اس بے کس پر جس کی رگ گردن خنجر ظلم سے قطع کی گئی تھی۔ اور جو سب کی حمایت کرتا تھا۔ مگر اس کی کسی نے حمایت و مدد نہ کی تھی) اَلسَّلَامُ عَلَی الشَّیْبِ الْخَضِیْبِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ (سلام ہو اس غریب پر جس کی ریش مبارک خون سے خضاب ہو گئی تھی اور جس کے رخسارے زمین کربلا پر خاک سے بھر گئے تھے) اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَجْسَادِ الْعَارِیَاتِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَاتِ سلام ہو ان شہیدوں پر جن کے جسم اطہر برہنہ بے غسل و کفن زمین کربلا پر پڑے رہے اور سلام ہو ان اعضاء پر جو ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے تھے) اَلسَّلَامُ عَلَی الرَّأْسِ الْمَرْفُوْعِ

اَلسَّلَامُ عَلَى الثَّغْرِ الْمَقْرُوْعِ (سلام ہو اس سر مبارک پر جو بدن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر نصب کر کے دیار بدیار اور شہر بشہر پھرایا گیا تھا اور سلام ہو ان دانتوں پر جنہیں چھڑی لگائی جاتی تھی) شاعر کہتا ہے ؎

اَیْنَ الرَّسُوْلُ وَ ثَغْرٌ کَانَ یَرْشِفُہٗ یُدْقَرُ بِقَضِیْبٍ کَفَّ مَخْمُوْرٍ

یا رسول اللہ آپ کہاں ہیں دیکھیے جن لب و دنداں کو آپ مثل میٹھی چیز کے چوسا کرتے تھے ان ہی پر یزید شراب خوار چھڑی مارتا ہے اور بے ادبی کرتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل و ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ وَ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ (حق تعالیٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں احوال و علامات قیامت میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جس وقت آفتاب لپیٹ دیا جائے گا۔ (یعنی بے نور ہو جائے گا) اور جس وقت ستارے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور جس وقت پہاڑ زمین سے اکھڑ کر رواں ہوں گے (جس طرح ابر ہوا میں چلتا ہے) اور جس وقت ناقہائے حاملہ دہ ماہہ (جو نفیس ترین بضاعت عرب ہے) بیکار ہو جائیں گی۔ (ان کو کوئی نہ پوچھے گا) سب اپنی اپنی حالت میں گرفتار ہوں گے) اور جس وقت سب جانور محشور ہوں گے کہ ایک دوسرے سے قصاص لیں) اور جس وقت سب دریا آگ سے بھر جائیں گے یا سب دریا خشک ہو جائیں گے (ایک قطرہ پانی کا نہ رہے گا۔ یہ چھ علامتیں دنیا میں واقع ہوں گی۔

علاماتِ قیامت

چھ علامتیں جو آخرت میں حادث ہوں گی۔ وہ یہ ہیں جو خدا تعالیٰ ان کے

بعد فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے، (اور جس وقت نفوس زوج زوج قرار دیئے جائیں گے۔ (یعنی نیک نیکوں کے ساتھ۔ بد بدوں کے ساتھ یا سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے ساتھ محشور ہوں گے) اور جس وقت وہ لڑکی جو زندہ درگور کی گئی تھی پوچھی جائے گی کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی اور جس وقت صحیفۂ اعمال جو موت کے وقت لپیٹ دیئے گئے تھے حساب کے وقت کھولے جائیں گے (تاکہ بندہ اپنے اعمال کو دیکھے اور اس کی جزا یا سزا پائے اور جس وقت آسمان ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جائے گا (جس طرح کھال کو مذبوح جانور کے جسم سے علیحدہ کرتے ہیں) اور جس طرح دوزخ کی آگ روشن کی جائے گی اور جس وقت بہشت دوستان خدا سے نزدیک کر دی جائے گی (جب یہ سب علامتیں ظاہر ہوں گی) اس وقت انسان سمجھے گا کہ میں نے آج کے واسطے کیا حاضر کیا ہے) اور کیا ساتھ لایا ہوں۔ اس وقت انسان اپنی حالت پر افسوس کرے گا مگر اس وقت کی حسرت و ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ ابی بن کعب سے منقول ہے کہ جب قیامت ہونے والی ہو گی تو لوگ غافل اور بے خبر بازاروں میں پھرتے ہوں گے خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے کہ دفعتہً دیکھیں گے کہ آفتاب میں تاریکی آ گئی۔ حیران ہوں گے کہ اتنے میں ستارے گرنے شروع ہوں گے۔ تعجب کرتے ہوں گے کہ پہاڑ زمین پر متحرک اور ہوا میں اڑتے نظر آنے لگیں گے۔ جنات آدمیوں میں اور آدمی پریوں میں پناہ ڈھونڈتے پھرتے ہوں گے۔ اور جانوران درند و چرند و پرند سب آپس میں مل جائیں گے۔ جنات آدمیوں سے کہیں گے ہم جا کے خبر لاتے ہیں۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ جب وہ کرۂ آب کی طرف جائیں گے۔ دیکھیں گے کہ تمام سمندر آگ ہو رہا ہے اور اس میں شعلے نکل رہے ہیں۔ اسی اثنا میں سب زمین و آسمان پھٹ جائیں گے۔ اور ان میں سے ایسی ہوا نکلے گی کہ سب کے سب انسان و حیوان۔ چرند و پرند ہلاک ہو جائیں گے۔

بیان نفخ صور

منجملہ علامات قیامت کے نفخ صور بھی ہے جس کا تعلق حضرت اسرافیل سے ہے۔ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ جسے نفخۂ فنا (فنا کرنے والا) کہتے ہیں۔ تو جتنے ذی حیات زمین و آسمان میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

الامان

شَآءَ اللّٰہُ (سوائے اُن کے جن کی نسبت خدا کچھ اور چاہے) جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ جس کو نفخہ (پھونکنے والا) کہتے ہیں تو پھر سب زندہ ہو جائیں گے اور حیران کھڑے دیکھیں گے کہ اب اُن کے ساتھ کیا ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ سورۃ الزمر میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (اور جس وقت (پہلی مرتبہ) صور پھونکا جائے گا تو جتنے ذی ہوش آسمانوں اور زمین میں ہیں سب مر کر گر پڑیں گے۔ سوائے اُن کے جن کا مرنا خدا نہ چاہے پھر دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو یکایک لوگ کھڑے ہر طرف دیکھ رہے ہوں گے) اور سورۃ النباء میں خداوندِ عالم فرماتا ہے يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (اس بعد کہ (دوسرا) صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ آؤ گے۔ اپنی قبروں سے محشر میں فوج فوج) مفسرین نے لکھا ہے کہ جناب رسولِ خدا سے معاذ بن جبل نے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ افواجاً سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اے معاذ تو نے امرِ عظیم کا سوال کیا یہ فرما کر چشمہائے مبارک میں آنسو بھر لائے۔

قیامت کا ایک خاص اور اہم منظر

پھر فرمایا کہ میری اُمت کے لوگ دس قسم پر محشور ہوں گے۔ کچھ تو بندر کی صورت پر۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کیا کرتے ہیں۔ کچھ سُور کی صورت پر۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حرام کھاتے اور کسبِ حرام کیا کرتے ہیں۔ کچھ منہ کے بل محشور ہوں گے اور فرشتے اُن کو دوزخ کی طرف کھینچتے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھایا کرتے ہیں۔ کچھ اندھے محشور ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انصاف کرنے میں جور و ظلم کیا کرتے ہیں۔ کچھ بہرے اور گونگے محشور ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال پر غرور کیا کرتے ہیں۔ کچھ اس طرح محشور ہوں گے کہ اپنی زبان کو چباتے ہوں گے اور اُن کی زبانیں سینوں تک لٹکتی ہوں گی۔ اور اُن کے مُنہ سے پیپ ایسی جاری ہوگی کہ اہلِ محشر اُس سے پناہ مانگتے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو عالم ہیں مگر اُن کے عمل اُن کے قول کے خلاف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے محشور ہوں گے جن کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ہمسایہ کو اذیت پہنچایا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ آگ کی سولی پر کھنچے ہوئے محشور ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کے یہاں لوگوں کی بدگوئی کیا کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے محشور ہوں گے۔ جن کے بدن سے مثل مردار کے بدبو آئے گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شہوت نفسانی کے بموجب عمل کیا کرتے ہیں اور حقوقِ خدا مثل زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتے

ہیں۔ کچھ لوگ ایسے محشور ہوں گے جن کے جُثّے سر سے پیر تک قرآن کے ہوں گے۔ اور وہ جثے سے ملے ہُوئے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تکبر کیا کرتے ہیں۔

حکایت طفلِ بامعرفت

منقول ہے کہ کسی شخص نے ایک گورستان میں دیکھا کہ ایک لڑکا دو قبروں کے درمیان بیٹھا زار زار رو رہا ہے۔ اور یہ آیت پڑھتا جاتا ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (روز قیامت جب صور پھونکا جائے گا۔ تو اس دن آپس میں رشتہ داری قرابت کچھ باقی نہ رہے گا) نہ کوئی عزیز کسی عزیز کے کام آئے گا۔ نہ کوئی کسی سے کچھ پوچھے گا۔ اس شخص نے لڑکے پر سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ بعد اس کے اس مرد نے کہا میں بھی اس آیت کو بار بار پڑھتا ہوں۔ مگر کبھی رونا نہیں آتا۔ لڑکے نے کہا حق سبحانہ و تعالیٰ کسی کو رُلاتا ہے، کسی کو ہنساتا ہے۔ شیخ نے پوچھا کہ یہ دونوں قبریں کس کی ہیں۔ اس نے کہا میرے والدین کی ہیں شیخ نے کہا تم اپنی والدہ کے لئے زیادہ روتے ہو یا والد کے لئے۔ لڑکے نے کہا اے پیر مرد تو دیوانہ ہوگیا ہے؟ شیخ نے کہا میں نے ایسا کیا کیا ہے جو مجھ ایسے بڈھے کو دیوانہ بتاتا ہے۔ لڑکے نے کہا مجھے اپنے ہی حال سے کب فراغت و اطمینان ہے کہ ماں باپ کے لئے گریہ کروں۔ شیخ نے کہا اگر تو اپنے ہی لئے روتا ہے تو کیوں روتا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ جس شخص کو چار مرحلے درپیش ہوں وہ روئے نہیں تو کیا کرے۔ اس نے دریافت کیا وہ مرحلے کون کون سے ہیں۔ لڑکے نے کہا اول واقعہ تو جانکنی کا ہے جسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ (جس وقت جان گلے تک پہنچتی ہے اور تم لوگ اس وقت حیرت کی نظر سے دیکھتے رہ جاتے ہو) دوسرا مرحلہ تاریکی قبر کا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یہاں تک کہ تم قبر میں پہنچ گئے) تیسرا مرحلہ صحرائے قیامت میں کھڑا ہونا ہے۔ جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (جس دن سب لوگ پروردگار عالم کے سامنے حساب کے واسطے کھڑے ہوں گے) چوتھا مرحلہ پل صراط سے گزرنا اور جہنم پر جانا ہے جس کے متعلق ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (کوئی شخص بھی تم میں سے ایسا نہ ہوگا مگر یہ کہ جہنم پر وارد ہوگا۔ یہ حکم خدا ثابت و مستحکم ہو چکا ہے ضرور ہوگا۔ یہ

سُنتے ہی شیخ نے کہا یہ لڑکا تو احوالِ قیامت تک کی خبر دیتا ہے۔ اے وائے مصیبت کمجات (؟) میں ان باتوں سے بالکل بے خبر ہوں۔ بعد اس کے کہنے لگا اے صاحبزادے میرے ساتھ رہو کہ میں تم کو علم سکھاؤں گا کہ علم سے زہد و تقویٰ کی تکمیل ہوتی ہے۔ لڑکے نے کہا میں نے علم کو چار باتوں سے حاصل کیا ہے۔ اوّل حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے احکام کو بجا لاؤں۔ تاکہ اُس کی خوشنودی کا مستحق ہوں۔ دوسرے منہیات سے پرہیز کروں۔ تاکہ حق تعالیٰ کے غضب سے نجات پاؤں۔ تیسرے ہمہ دم اُس کی اطاعت کرتا رہوں کہ وہ اسی قابل ہے۔ چوتھے اپنی جان و تن کو اُس کی خدمت میں ہمیشہ مصروف رکھوں۔ یہاں تک کہ اس کی دوستی میں جان دے دوں شیخ نے یہ کلمہ سُن کر ایک آہ کا نعرہ مارا اور بولا یہ لڑکا تو ربوبیت سے بھی خبر دیتا ہے۔ بعد اس کے کہا کہ صاحبزادے تم تو عالم بھی ہو، عارف بھی ہو، عابد بھی ہو۔ میرے ساتھ چلو کہ میں تم کو اپنی فرزندی میں رکھوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ میں اس کی صحبت پسند کرتا ہوں۔ جو میرے لئے چار باتیں کر سکے۔ اوّل خود کچھ نہ کھائے اور مجھے سیر کرے۔ دوسرے خود کچھ نہ پہنے اور مجھ کو لباس پہنائے۔ تیسرے جب میں بیمار ہوں تو مجھ کو صحت و شفا دے۔ چوتھے جب میں مر جاؤں تو مجھ پر رحم کرے۔ شیخ نے کہا میں بندہ ہوں اور تو بھی بندہ ہے اور کوئی بندہ یہ چاروں کام نہیں کر سکتا۔ مگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ۔ اُس وقت اُس لڑکے نے جواب دیا۔ اے شیخ! جب ایسا ہے تو جوانمردی سے بہت بعید ہے کہ سب نعمتیں تو خدا کی جانب سے ہوں اور جو کچھ مجھے درکار ہو اُس سے طلب کروں اور صحبت میں تمہاری رہوں۔ شیخ لاجواب ہو کے اُس سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔

بیان پُل صراط

مومنین قیامت کے روز بہت بڑا مرحلہ پل صراط پر سے گزرنا ہے۔ صراط ایک پُل ہے جو جہنم کے اوپر بنا ہوا ہے۔ ایک سرا اُس کا جہنم کے اس طرف ہے اور دوسرا سرا دروازہ بہشت پر ہے اور اُس کے نیچے جہنم ہے اور وہ صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صراط پر ہزار برس کی راہ تو چڑھائی کی ہے اور ہزار برس کی راہ برابر کی ہے اور ہزار برس کی راہ اُتار کی ہے۔ پس بعض لوگ جو مومنین خالص ہیں وہ تو بہت آسانی کے ساتھ مثل برق کے گزر جائیں گے۔ اور بعض لوگ مثل گھوڑے کی دوڑ کے اس پر سے چلے جائیں گے۔ اور کچھ لوگ اس پر کھڑے کھڑے چلیں گے اور کچھ لوگ اُس سے لٹکتے

نکلتے جائیں گے۔ کہ آگ اُن کے بدن کا کچھ حصہ لے لے گی اور کچھ حصہ چھوڑ دے گی۔ جس کے جلنے سے ہول ہوں گے ویسا محرکہ اُن کو پیش آئے گا۔ اور تفسیر امامؑ میں جناب رسولِ انامؐ سے منقول ہے کہ جب پروردگار عالم تمام خلائق کو زندہ کرے گا تو ایک منادی زیر عرش سے ندا کرے گا۔ اے لوگو اپنی آنکھیں بند کرو کہ فاطمہ زہرا دختر جناب رسولِ خدا صراط سے گزر جائیں۔ پس سب لوگ آنکھیں بند کر لیں گے سوائے محمد مصطفےٰ و علی مرتضےٰ و حسن مجتبےٰ و حسینؑ شہید کربلا۔ صلوات اللہ علیہم کے اور اُن لوگوں کے جو اُن معصومہ کی اولاد طاہرین سے ہوں گے۔ جب وہ حضرتؑ داخل بہشت ہوں گی تو اُن کی ردائے مبارک صراط پر کھنچی ہو گی۔ جس کا ایک سرا اُن حضرتؑ کے ہاتھ میں اور دوسرا عرصۂ محشر میں ہو گا۔ پس خدا کی جانب سے آواز آئے گی۔ اے دوستدارانِ فاطمہؑ! تم سب اس چادر کے ایک ایک تار سے لپٹ جاؤ۔ پس جتنے دوستدارانِ جناب سیدۂ زماںؑ ہیں۔ سب کے سب اُس چادر کے ایک ایک تار سے لپٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ تین ہزار فئام سے بھی زیادہ اس سے لپٹ جائیں گے (ہر فئام دس لکھ آدمی کا ہوتا ہے) اور سب کے سب ببرکتِ شفاعت معصومہؑ آتش جہنم سے نجات پا لیں گے۔ سبحان اللہ شفیعۂ روزِ جزا کا کیا مرتبہ ہے۔

جناب فاطمہؑ زہرا کا میدان حشر میں تشریف لانا

ایک روایت میں ہے کہ جب جناب سیدہ عرصۂ قیامت میں تشریف لائیں گی تو ایک منادی ندا کرے گا۔ یَا اَهْلَ الْمَوْقِفِ غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَجُوْزَ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اے اہل محشر اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ اس راہ سے گزر جائیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ معصومہؑ کے ہمراہ چند کپڑے خون آلود ہوں گے۔ اس صورت سے جب زیر عرش پہنچیں گی تو عرض کریں گی اے عادل مجھ میں اور میرے فرزندوں کے قاتلوں میں حکم فرما سے

فریاد از آں زماں کہ زہیداد کوفیاں
ہنگام داد خواہی خیر النسا شود

پس بحکم الٰہی ہو گا۔ اے فاطمہؑ داخل جنت ہو۔ فَتَقُوْلُ لَا اَدْخُلُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا صُنِعَ بِوَلَدِيَ الْحُسَيْنِ۔ آپ عرض کریں گی کہ میں جب تک یہ نہ دیکھ لوں گی کہ اُمت نے میرے حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا بہشت میں نہ جاؤں گی۔ حکم ہو گا اے فاطمہؑ صحرائے محشر کی طرف دیکھو تو وہ معصومہؑ راست و چپ دیکھیں گی فَتَرَى الْحُسَيْنَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ رَأْسٌ ناگاہ جناب امام حسینؑ اس طرح نظر آئیں گے کہ اُن جناب کے جسم مبارک پر سر نہ ہو گا۔ تمام بدن

تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے اور سینہ تیروں سے چھنا ہوا۔ اور وہ خون میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ بیٹے کو اس حال سے دیکھ کر جناب فاطمہ زہراؑ ایک چیخ ماریں گی اور فرمائیں گی وَا وَلَدَاہُ وَا ثَمَرَۃَ فُؤَادَاہُ ہائے اے میرے فرزند! ہائے اے میرے میوۂ دل! کس ظالم نے تجھے قتل کیا۔ اور تیری یہ حالت بنائی۔ پھر قائمہ عرش پکڑ کے عرض کریں گی بارالٰہا تو انصاف کر اور میری فریاد کو پہنچ۔ اس وقت دریائے غضب الٰہی جوش میں آئے گا۔ جبرئیل مضطر و پریشان جناب پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا رسول اللہ! اس وقت آپ کی دختر نیک اختر فاطمہ زہراؑ پیراہن خون آلود امام حسینؑ کے لئے فریاد کر رہی ہیں۔ قریب ہے کہ آپ کی امت ہلاک ہو جائے جلد خبر لیجئے ؎

ترسم جزائے قاتل او چوں رقم زنند
یکبار بر جریدۂ رحمت قلم زنند

جناب رسولؐ خدا سنتے ہی جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے۔ اے جان پدر آج کا دن رحم کرنے کا ہے نہ غیظ و غضب کا۔ عرصۂ محشر کی طرف تو دیکھو کتنے گنہگار حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اور یہ سب کے سب تمہارے دوست تمہارے شیعہ تمہارے حسینؑ پر رونے والے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ خداوند عالم سے اسی پیراہن خون آلود حسینؑ کا واسطہ دلا کر عرض کرو کہ خداوندا میں چاہتی ہوں کہ اس سب کے عوض میں تو میرے شیعوں کو اور ان لوگوں کو جو میرے حسینؑ کے غم میں بہت روئے ہیں اور جنہوں نے اس کی عزاداری میں اپنا مال صرف کیا ہے۔ بخش دے۔ پس جناب سیدہؑ حسبِ فرمودۂ رسولؐ خدا دعا کریں گی۔ اور انشاء اللہ ہماری اور تمہاری نجات ہو جائے گی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل و ہفتم ۴۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ سُوْرَۃِ الْحَجِّ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ

بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ۝ (خداوند مجید قرآن مجید میں سورۂ حج میں ارشاد فرماتا ہے کہ اَیُّھَا النَّاس تم لوگ اپنے خدا سے ڈرو (یعنی گناہ نہ کرو) کہ باز پرس کا ایک روز آنے والا ہے۔ بہ تحقیق کہ قیامت کے دن تمام کرۂ زمین کو جو زلزلہ ہوگا وہ بڑے خوف اور ہیبت کی چیز ہوگی۔ اُس دن دودھ پلانے والی عورتیں دہشت کے مارے اپنے بچوں سے بالکل غافل اور بے خبر ہو جائیں گی۔ اور اُس دن ہر حاملہ عورت مارے خوف کے حمل کو اپنے پیٹ سے گرا دے گی۔ اور اس دن تم لوگوں کو دیکھو گے کہ مثل مستوں کے بے عقل و بے حواس ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ مست نہ ہوں گے۔ بلکہ عذاب خدا بہت سخت چیز ہے کہ اُس کے ہول و دہشت سے غافل و مدہوش ہو جائیں گے)

واضح ہو کہ یہ سب علامتیں منجملہ علامات قیامت ہیں۔ ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ یہ دونوں آیتیں غزوۂ بنی المصطلق میں جب کہ سب لوگ چلے جا رہے تھے نازل ہوئیں۔ آنحضرتؐ نے سب کو ٹھہرایا دونوں آیتیں سنائیں۔ لوگ بہت روئے۔ جب دن ہوا تو نہ کسی نے خیمہ برپا کیا نہ گھوڑے سے زین اُتارا۔ نہ کھانا کھایا۔ کچھ لوگ رو رہے تھے۔ اور کچھ سر نیچے کئے غمگین بیٹھے تھے۔ جناب پیغمبر خدا نے یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا اَیُّھَا النَّاس اُس دن خداوند عالم آدمؑ کو حکم دے گا۔ کہ اے آدمؑ اپنی اولاد میں سے کچھ لوگوں کو جہنم میں بھیجو۔ حضرت آدمؑ دریافت کریں گے بار الہا کتنے لوگوں کو جہنم میں بھیجوں۔ حکم ہوگا کہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے کو جہنم میں بھیجو اور ایک کو بہشت میں۔ یہ سُن کر وہ لوگ اور زیادہ رونے لگے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ وہ ناجی کون ہوگا؟ فرمایا تم لوگ خوش ہو اور اطمینان رکھو کہ تمہاری ہی جنس سے قوم یاجوج و ماجوج ہوگی۔ جن کی انتہا سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا وہ لوگ اور کفار کے ساتھ ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ تم لوگ اُن کے مقابلہ میں اس طرح ہو گے۔ جس طرح کالی گائے کے جسم پر کچھ سفید بال ہوں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ اہل بہشت میں سے ایک چوتھائی تم ہی لوگ ہو گے۔ تب وہ خوش ہوئے۔ پھر فرمایا میں اُمید رکھتا ہوں کہ اہل جنت میں سے ایک تہائی تم ہی لوگ ہو گے۔ اب تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر فرمایا خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ تم لوگ اہل بہشت میں سے دو تہائی ہو گے۔ اب سمجھ لو کہ اہل بہشت کی ایک سو بیس ۱۲۰ صفیں ہوں گی۔ از آں جملہ اسی ۸۰ صفیں میری اُمت کے لوگ ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار ایسے ہوں گے جو بے حساب داخل بہشت ہوں گے۔ عمر نے

نے تعجب سے کہا یا رسول اللہ ستر ہزار بے حساب بہشت میں جائیں گے؟ فرمایا ہاں انہی صفوں میں سے ہر ہر صف سے ستر ستر ہزار بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ عکاشہ بن محصن نے کہا یا رسول اللہ آپ دعا فرمائیں کہ خدا مجھے بھی ان ہی لوگوں میں سے گردانے۔ فرمایا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ (یا اللہ تو اسے ان ہی میں سے قرار دے) بعد اس کے انصار میں سے بھی ایک شخص نے یہی التجا کی۔ فرمایا۔ قَدْ سَبَقَکَ بِھَا عُکَاشَۃُ (عکاشہ اس امر میں تجھ سے بازی لے گیا)

فنائے کل اشیاء

ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ انصاری منافق تھا اس لئے حضرتؐ نے اس کے لئے دعا نہ فرمائی۔ مومنین ہر چیز کے واسطے فنا اور موت ضرور ہے۔ سوائے ذات خدا کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (ہر چیز جو زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے اور تمہارے پروردگار کی ذات جو صاحب جلال و عزت ہے باقی رہے گی)

حدیث میں یعقوب بن احمر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں اس غرض سے گیا کہ ان کے فرزند اسمٰعیل کی تعزیت دوں۔ حضرتؑ نے اسمٰعیل کے حق میں دعا کی۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو جو باعث ایجاد خلق تھے خبر دی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (تم بھی مرو گے اور تمہارے امتی بھی مریں گے) اور فرمایا کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ (جتنے لوگ ہیں سب موت کا مزہ چکھیں گے) بعد اس کے حضرتؑ نے فرمایا قیامت میں اہل زمین سب کے سب مر جائیں گے کوئی باقی نہ رہے گا۔ بعد اس کے اہل آسمان مریں گے۔ سوائے ملک الموت اور حاملانِ عرش اور جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت ملک الموت کہیں گے۔ خداوندا اب تو سوائے میرے اور حاملانِ عرش کے اور جبرئیلؑ و میکائیلؑ کے کوئی باقی نہیں ہے۔ حکم ہوگا کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے کہو کہ اب تم بھی مر جاؤ۔ ملائکہ کہیں گے بارالٰہا یہ دونوں تیرے برگزیدہ و امین ہیں۔ حکم ہوگا کہ ہم نے موت کو سب کے لئے مقرر کیا ہے۔ پس وہ دونوں بھی مر جائیں گے۔ تب ملک الموت کہیں گے خداوندا اب سوائے میرے اور حاملانِ عرش کے اور کوئی باقی نہیں ہے۔ حکم ہوگا کہ حاملانِ عرش بھی مر جائیں۔ جب وہ بھی مر جائیں گے تو اس وقت ملک الموت خائف و ترساں آکر

عہ بعض روا واضح ہوتا ہے کہ محمد و آل محمد بھی زندہ رہیں گے۔

کھڑے ہوں گے۔ حکم ہوگا۔ اے ملک الموت اب تم بھی مر جاؤ۔ جب وہ بھی مر جائیں گے اُس وقت خداوندِ جبّار ندا فرمائے گا کہ آج وہ لوگ جو خدائی کا دعویٰ کیا کرتے تھے کہاں ہیں؟ اور وہ لوگ جو ہمارا دوسروں کو شریک سمجھا کرتے تھے بتلائیں کہ یہ ملک آج کس کا ہے؟ پھر فرمائے گا کہ یہ سب اُسی خدا کا ہے جو یکتا و زبردست ہے (لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کے یہی معنی ہیں) مومنین قیامت کا دن عجیب ہولناک دن ہوگا کہ اُس دن تمام خلائق حتیٰ کہ انبیاء تک نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ الّا ہمارے پیغمبر اُمّت نواز اُمّتی اُمّتی فرماتے ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ بروزِ قیامت خداوند عالم اس قدر لوگوں کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائے گا کہ میں راضی ہو جاؤں۔ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اس خلاقِ عالم کی اپنے بندوں پر ؎

رحمتِ حق بہا نمی خواہد   رحمتِ حق بہانہ می خواہد

حشرِ جانوراں

انسان پر کیا منحصر ہے۔ قیامت کے دن خداوندِ عادل جانوروں کو بھی محشور کرے گا اور جو اُن پر ظلم ہوا ہے خواہ انسان کی طرف سے یا کسی حیوان کی طرف سے جیسے کسی حیوان شاخ دار نے حیوان بے شاخ کو مارا ہوگا تو اُس کا بھی انصاف کرے گا۔ اور ان کو اس کا اجر دے گا۔ جیسا کہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب جانور بھی محشور کئے جائیں گے) جناب شہید ثالث مجالس المتقین میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چڑیا کو بے وجہ مار ڈالے گا تو وہ چڑیا قیامت کے دن قائمۂ عرش سے لپٹ جائے گی اور فریاد کرے گی۔ کہ خداوندا میرے اور اس شخص کے درمیان انصاف فرما کہ اس نے ناحق مجھے ہلاک کیا تھا۔ اور اُس دن خداوند عالم ملائکہ کو حکم دے گا کہ اُن گھوڑوں کو جو جہاد میں کفار کے ہاتھ سے زخمی ہوتے ہیں۔ لاؤ۔ پس عجب نہیں کہ پہلے وہ گھوڑے جو کربلا میں زخمی ہوئے اور پٹے گئے ہیں آئیں۔ اور اُن سب کے آگے آگے جناب امام حسینؑ کا گھوڑا ہو بکس صورت سے کہ باگیں کٹی ہوئی۔ زین ڈھلا ہوا، پیشانی خون سے رنگین۔ تلواروں سے سارا بدن زخمی۔ سموں سے کنوتیوں تک تیروں سے چھنا ہوا۔ اُس کے پیچھے حضرت عباسؑ کا گھوڑا

پے کیا ہوا اور اپنے سوار کے خون میں آلود۔ اُس کے بعد حضرت علی اکبر کا گھوڑا سر سے پا تک زخمی۔ اُس کے بعد اور شہداء کے گھوڑے ہوں۔ جن کی زبانیں پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوں۔ یہ سب کے سب حاضر ہوں اور فریاد کریں یَا عَدْلُ یَا حَکِیْمُ اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَنْ ظَلَمَنَا (اے داد رس۔ اے عادل ہمارے اُن لوگوں کے درمیان جنہوں نے ناحق ہم بے زبانوں کو زخمی کیا فیصلہ فرما)

شہدائے کربلا کا اپنے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑے میدان حشر میں آنا

کتاب عوالم میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ روز قیامت ہر مقتول اپنے ہاتھ سے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑے اور بائیں ہاتھ پر اپنا اپنا سر رکھے رگوں سے خون جاری عرصہ محشر میں آئے گا۔ اور عرض کرے گا بار الٰہا تو اس سے سوال فرما کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ پس اگر وہ مقتول حق پر قتل کیا گیا ہے تب تو جہنم میں جائیگا اور قاتل ثواب پائے گا۔ اگر ناحق قتل کیا گیا ہے تو اُسے حکم ہوگا کہ اس کے عوض اب تو بھی اسے قتل کر۔ اس کے بعد جیسا خدا چاہے گا اُن کے بارے میں حکم دے گا اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کربلا میں شہید ہوئے ہیں وہ بھی اپنے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑے اپنے سر ہاتھ میں لئے عرصۂ محشر میں آئیں گے اور خدائے تعالیٰ سے فریاد کریں گے ؎

سر راکجف بعرصۂ محشر قدم زنند
فریاد ازآں زماں کہ جوانان اہلبیتؑ

مومنین یہ شہدائے کربلا کس طرح سے آئیں گے۔ غالباً جناب عباسؑ ایک ہاتھ پر سر رکھے اور ایک ہاتھ سے اپنے قاتل نوفل کا ہاتھ پکڑے ہوں گے اور جناب علی اکبر بھی سینہ پر برچھی کھائے ایک ہاتھ پر سر رکھے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل منقذ بن مرہ عبدی کا ہاتھ پکڑے ہوں گے۔ اور آپ کے آقا جناب امام حسینؑ بھی بے شمار زخم تیر و تیر نیزہ و شمشیر کے بدن مبارک پر کھائے خون میں نہائے ایک ہاتھ پر اپنا سر لئے اور ایک ہاتھ سے شمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مومنین کیا جناب امام حسینؑ کا قاتل فقط شمر تنہا ہی تھا؟ نہیں نہیں۔ اُن حضرت کے قاتل تو ہزاروں تھے۔ کس کس کا نام بتاؤں۔ اور وقت آخر جنہوں نے حضرت پر حملے کئے وہ ملاعنہ

بھی بکثرت تھے۔ کسی نے آپ کے حلق پہ تیر مارا، کسی نے آپ کے دستِ مبارک پر تلوار لگائی، کسی نے آپ کے سینہ پر نیزہ مارا کسی نے پہلو پر ایسا نیزہ مارا کہ آپ داہنے رخسارے کے بل زمین پر گر پڑے۔ الحاصل اسی طرح کل شہدائے کربلا بعد قیامت اپنے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑے آئیں گے اور عجب نہیں کہ علی اصغر شیرخوار ننھے سے ہاتھ سے حرملہ کا ہاتھ پکڑے ہوں اور عرض کریں کہ بار الہا تو عدیل میرے اور میرے قاتل حرملہ کے محاکمہ فرما کہ میں ان ملاعنہ سے لڑنے کو نہیں گیا تھا بلکہ بابا کی گود میں تھا اور پیاس کی شدت سے جاں بلب تھا کہ اس شقی نے مجھے تیر سے نحر کر دیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ٥

مجلس چہل و ہشتم ۴۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ فِيْ كِتَابِهِ الْقُرْاٰنِ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ حق سبحانہ و تعالیٰ سورۂ رحمٰن میں ارشاد فرماتا ہے کہ دو دریاؤں کو خدا نے ایک جا کیا ہے جو ایک دوسرے سے مل گئے ہیں۔ اور درمیان اُن دونوں کے ایک حائل ہے کہ بسبب اس حائل اور مانع کے ایک دریا دوسرے پر زیادتی اور غلبہ نہیں کر سکتا۔ پس اے گروہ جن و انس! تم لوگ اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے بعد اس کے حق تعالیٰ فرماتا ہے اُن دونوں دریاؤں میں سے بڑے اور چھوٹے موتی نکلتے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تفسیر معنی بحرین

واضح ہو کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے کسی

نے کچھ مرلو لئے ہیں اور کسی نے کچھ۔ بعض کہتے ہیں کہ ان دریاؤں سے مراد بحیرۂ فارس و روم
ہیں۔ جو دونوں آپس میں ملے ہیں۔ ایک شیریں و خوش مزہ ہے۔ دوسرا شور و تلخ۔ اور ان دونوں
میں ایسا پردہ ہے کہ ایک دوسرے کی خاصیت کو باطل نہیں کرتا۔ ان میں سے بڑے اور چھوٹے
موتی نکلتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مراد بحرین سے دریائے آسمان اور دریائے زمین ہے
جب دریائے آسمان سے زمانۂ نیساں میں قطرات گرتے ہیں اور صدف کے منہ میں پڑتے
ہیں موتی بن جاتے ہیں۔ اُس زمانہ میں صدف دریا سے نکل کر منہ کھولے رہتا ہے۔ جتنا بڑا
قطرہ گرتا ہے۔ اتنا بڑا موتی بن جاتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دونوں دریاؤں
سے مراد دنیا و عقبیٰ ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان میں برزخ قبر ہے اور بعضے کہتے ہیں
کہ مراد بحرین سے دریائے عقل نورانی اور دریائے خواہش نفسانی ہیں۔ اور برزخ لطف ربانی
ہے اور لؤلؤ و مرجان توفیق و عصمت حضرت سبحانی ہیں۔ الغرض سے وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ
مَذَاهِبُ جس کے ذہن میں جو آیا ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق تفسیر کر دی۔ مگر
اصل معنی تو وہی ہیں جو تفسیر اہلبیت میں ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید اُن کے گھر میں نازل ہوا
ہے۔ اَهْلُ الْبَيْتِ اَبْصَرُ بِمَا فِي الْبَيْتِ گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانیں گے
دوسرا نہیں جان سکتا۔ چنانچہ مصحفِ ناطق جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مراد
ان دو دریاؤں سے مظہر العجائب والغرائب علیؑ ابن ابیطالب اور صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمۃ الزہرا
علیہما السلام ہیں اور مراد برزخ سے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء جناب
محمد مصطفےٰ ہیں۔ اور لؤلؤ و مرجان سے مراد جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ ہیں۔ سبحان اللہ کیا
مراتب ہیں ان بزرگوں کے۔ اسی مضمون کو ایک شاعر نے جناب امام حسینؑ کے بارے میں کیا خوب
ادا کیا ہے۔ جس کا پہلا مصرعہ تو دل کو خوش کرتا ہے۔ مگر دوسرا مصرعہ ہر مومن کے لئے ایک مرثیہ
ہے۔ وہ یہ ہے:-

در یگانہ دریائے مجمع البحرین
بخون طپیدۂ کربلا امام حسینؑ

مصابیح القلوب میں منقول ہے کہ ایک دن کعب الاحبار اہل مدینہ سے اُن بلاؤں اور
فتنوں کو جو واقع ہونے والے تھے بیان کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کہنے لگا۔ سب سے عظیم ترین
واقعہ اور بزرگ ترین بلیہ حسینؑ بن علیؑ کا قتل ہونا ہے۔ جس روز وہ شہید ہوں گے ساتوں

عہ سیرۃ النعمانی شبلی ۱۲

آسمان خون کے آنسوؤں سے روئیں گے۔ لوگوں نے کہا ہم نے تو کبھی نہیں سُنا کہ آسمان بھی کسی پر رویا ہو۔ اُس نے کہا وَیْلَکُمْ اِنَّ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اَمْرٌ عَظِیْمٌ (وائے ہو تم پر حسینؑ کا مارا جانا کیا تم سہل سمجھتے ہو) یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے خاتم الانبیاءؐ کا نواسا۔ سیدالاوصیاءؑ کا فرزند خامس آلِ عبا۔ دل بند فاطمۃ الزہراؑ ہے۔ اُسی خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس کی قبر پر فرشتے قیامِ قیامت تک رویا کریں گے۔ اور ہر شب جمعہ کو ستر ہزار نئے فرشتے اس کی قبر پر آیا کریں گے اور تمام شب گریہ وزاری میں بسر کیا کریں گے۔ اور صبح کو اپنی اپنی جگہ کو چلے جایا کریں گے۔ اہل اسلام اُن جناب کو ابو عبداللہ المقتول کہتے ہیں اور زمین کے فرشتے ابوعبداللہ المذبوح کہتے ہیں۔ دریا کے فرشتے حسین المظلوم کہتے ہیں۔ ہوا کے فرشتے حسین الشہید نام لیتے ہیں۔ اللہ اکبر مومنین جناب امام حسینؑ کی مصیبت بھی کیا سخت مصیبت ہے کہ آج تک تمام ملائکہ و جنات و انسان و وحوش و طیور سب ہی تو آپ کی مصیبت پر روتے ہیں مومنین دستور ہے کہ جب کوئی شخص پہلی مرتبہ کسی عزیز کی مصیبت سُنتا ہے تو اُسے بہت صدمہ ہوا کرتا ہے۔ جب دوسری مرتبہ اُس مصیبت کو سُنتا ہے تو پہلے سے کم صدمہ ہوتا ہے جب تیسری مرتبہ سنتا ہے تو اور بھی کم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بتدریج آخر میں بالکل محو سہو ہو جاتا ہے۔ مگر جناب امام حسینؑ کی مصیبت وہ مصیبت ہے کہ تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے۔ مگر جب کبھی کوئی ذاکر پڑھتا ہے۔ یہ غم تازہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بھی آپ کچھ سمجھے۔ حقیر کے خیال میں اس کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم لوگ جناب امام حسینؑ کی غلامی اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی غلام اپنے آقا کی مصیبت کو سنے گا بے شبہ وہ رونے لگے گا۔ دوسرے یہ کہ جب جناب پیغمبرؐ خدا نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو شہادت جناب امام حسینؑ کی خبر دی تو جناب سیدہ نے رو کر عرض کی کہ اے پدر بزرگوار یہ سب ظلم و ستم میرے فرزند حسینؑ پر کس زمانہ میں ہوں گے۔ پس آپ نے فرمایا تھا فِیْ زَمَانٍ خَالٍ مِنِّیْ وَمِنْکِ وَمِنْ عَلِیٍّ (اے بیٹی ایسے زمانہ میں کہ نہ اُس وقت میں ہونگا نہ تم ہو گی نہ علیؑ ہوں گے) تو معصومہؑ نے عرض کی کہ پھر میرے فرزند پر کون روئے گا۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ نِسَآءَ اُمَّتِیْ یَبْکِیْنَ عَلٰی نِسَآءِ اَھْلِ بَیْتِیْ وَرِجَالُھُمْ یَبْکُوْنَ عَلٰی رِجَالِ اَھْلِ بَیْتِیْ[۱] (اے فاطمہؑ میری اُمت کی عورتیں عورات اہلبیت پر روئیں گی

[۱] غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی

اور میری اُمت کے مرد مردانِ اہلبیتؑ پر روئیں گے۔ درحقیقت یہ پیغمبرؐ کے کہنے کا اثر ہے۔ کہ جب ذکر امام حسینؑ ہوتا ہے تو عورتیں الگ روتی ہیں مرد الگ روتے ہیں۔ بلکہ عورتوں کو اس غم میں زیادہ انہماک ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حدیث میں پہلے ذکر اُن کا آیا ہے۔ تیسرے مصیبت جناب امام حسینؑ کا قیاس دوسروں کی مصیبت پر ہو کیونکر ہو سکتا ہے۔ کس کا بھرا گھر دو پہر میں صاف ہو گیا ہے۔ اور کس کے جوان بیٹے نے سینے پر برچھی کھائی ہے اور کس کے شش ماہے بچے نے تیرِ ستم کھا کر آغوشِ پدر میں جان دے دی ہے۔ لکھا ہے کہ جب حضرتؑ کے سب عزیز و انصار باری باری درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی فدا ہونے والا باقی نہ رہا تو اُس وقت مظلومِ کربلا خود مرنے پر آمادہ ہوئے۔ در خیمہ پر تشریف لا کر پکارے يَا سُكَيْنَةُ يَا فَاطِمَةُ يَا زَيْنَبُ يَا اُمَّ كُلْثُوْمٍ عَلَيْكُنَّ مِنِّي السَّلَامُ اے سکینہؑ و فاطمہؑ اے زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ تم سب پر حسینؑ کا سلام آخری پہنچے۔ اب حسینؑ تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہے۔ یہ فرمایا اور سب بیبیوں اور بچوں کو روتا چھوڑ کر گھوڑے پر[1] سوار ہوئے۔ میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ اور لشکرِ اعداء سے مخاطب ہو کر ایک کلام بلیغ فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ وائے ہو تم پر تم کیوں مجھ سے لڑتے ہو کیا میں نے کسی حق کو ترک کیا ہے یا کسی سنت رسول کو متغیر کیا ہے۔ یا شریعت کو بدل دیا ہے۔ جواب میں اُن ملاعنہ نے کہا بَلْ نُقَاتِلُكَ بُغْضًا

---

[1] صاحب ناسخ التواریخ جلد ششم میں لکھتے ہیں کہ مکشوف باد کہ اسپ سید الشہداؑ کہ در کتب معتبرہ بنام نوشتہ اند افزوں از دو حال سواری نیست یکے اسپ رسول خدا کہ مرتجز نام داشت و دیگرے شترے کہ مسنات می نامیدند و اسپے کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد در ہیچ یکے از کتب احادیث و اخبار و تواریخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام (اس کلام میں دو مقام قابل تعرض ہیں اول یہ کہ کوئی ناقہ مسناۃ نامے آنجناب کا نہ تھا۔ اور صاحب ناسخ التواریخ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اس روایت سے جس میں وارد ہے وَاشْتَدَّ الْعَطَشُ بِالْحُسَيْنِ فَرَكِبَ الْمُسَنَّاةَ يُرِيدُ الْفُرَاتَ حالانکہ مُسَنَّاۃ کے معنی بند آب کے ہیں اور رَكِبَ سے مراد عَلَا ہے۔ یعنی وہ جناب بند آب کے اوپر پہنچ گئے تاکہ فرات میں داخل ہوں۔ دوسرے یہ کہ ذوالجناح کا موجود ہونا مجالس ابی اللیث سمرقندی میں (جو اکابر اہل سنت سے ہیں) موجود ہے البتہ ممکن ہے کہ بمقابلہ روایات مرتجز کے قابل اعتماد نہ ہو۔ واللہ العالم ۱۲ منہ

بُغْضًا لِاَبِیْکَ یعنی ہم لوگ آپ سے لڑتے ہیں بسبب اس عداوت کے جو آپ کے پدرِ بزرگوار سے ہے کہ اُنہوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ یہ جواب سُن کر حضرتؑ نہایت متاسف اور غمگین ہوئے اور ذوالفقار کھینچ کر حملہ کیا اور فوجوں کے دل میں اس طرح در آئے جس طرح شیر گلّۂ گوسفند میں در آتا ہے اور وہ جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے صحرا سے دریا تک خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ دور دور تک میدان صاف ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑتے ہوئے داخلِ فرات ہو گئے۔ اُس وقت گھوڑے سے فرمایا۔ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَّ اَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰہِ لَا ذُقْتُ الْمَآءَ حَتّٰی تَشْرَبَ (اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں واللہ جب تک تو سیراب نہ ہو گا میں بھی پانی نہ پیوں گا) سبحان اللہ وہ گھوڑا بھی کیسا وفادار تھا۔ اس نے پانی کے پاس سے جا کر پھر مُنہ اُٹھا لیا۔ گویا مطلب یہ تھا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تو پانی پی لوں اور آپ پیاسے رہیں۔ اُس وقت آپ نے گھوڑے سے فرمایا اچھا تو بھی پانی پی اور میں بھی پیتا ہوں یہ فرما کر چلّو میں پانی اُٹھایا۔ ناگاہ ایک شقی نے پکار کر کہا اے حسینؑ تم یہاں پانی سے متلذذ ہوتے ہو اور وہاں تمہارے خیمے لوٹے لئے گئے ہیں۔ اب پانی کیا پیا جاتا۔ حضرت نے فوراً چلّو سے پانی پھینک دیا اور مع گھوڑے کے پیاسے ہی دریا سے باہر نکل آئے۔ فوجِ اشقیاء پھر ٹوٹ پڑی۔ آخر تن تنہا کہاں تک لڑتے۔ زخموں سے چور ہو کر صدرِ زین سے زمین پر تشریف لائے۔ اور شمر ملعون نے اپنا کام کیا۔ سرِ اقدس کو بدن سے جُدا کر کے نوکِ نیزہ پر چڑھایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت گھوڑا حضرتؑ کا بیتاب ہو کر میدان میں دوڑتا پھرتا تھا اور چلّا چلّا کر روتا تھا۔ آخر اپنی پیشانی کو حضرتؑ کے خون سے رنگین کیا اور مثلِ زنِ پسر مردہ کے روتا نعرے مارتا درِ خیمہ پر حاضر ہوا۔ جب اُس گھوڑے کی آواز اہلبیتؑ نے سُنی یقین ہوا کہ حضرتؑ تشریف لائے ہیں۔ سب بیبیاں بیتابانہ دوڑ کر درِ خیمہ پر آئیں مگر آہ آہ یہاں آ کر کیا دیکھا کہ گھوڑے کی باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ سوار سے اُس کا زین خالی ہے۔ پیشانی پر خون لگا ہوا ہے۔ اور اپنے آقا کے غم میں نعرے مار مار کر روتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب بیبیاں روتی مُنہ پر طمانچے مارتی واویلا وامصیبتاہ کی فریاد کرتی مقتل کی طرف دوڑیں۔ جب وہاں پہنچیں تو کیا دیکھا اَلشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰی صَدْرِہٖ وَ مُوْلِغٌ سَیْفَہٗ عَلٰی نَحْرِہٖ قَابِضٌ بِیَدِہٖ عَلٰی شَیْبَتِہٖ ذَابِحٌ لَہٗ بِمُھَنَّدِہٖ دیکھا کہ شمر لعین حضرت کے سینہ پر سوار ہے۔ تلوار گلے پر آپ کے رکھے ہے۔ دستِ نجس سے ریشِ مبارک تھامے ہے اور

اور اپنی تلوار سے سر مقدس کو جدا کر رہا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس چہل ونہم ۴۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (خداوند حمید سورۂ فاطر میں ارشاد فرماتا ہے۔ رحمٰن و رحیم خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ سب تعریفیں اسی خدا کے لئے زیبا ہیں جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور جو ملائکہ کو انبیاء کی طرف رسول بنا کر بھیجنے والا ہے وہ ملائکہ بال و پر والے ہیں کسی کے دو دو پر ہیں۔ کسی کے تین تین کسی کے چار چار اور جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پیدا کر دیتا ہے۔ بے شک خداوند عالم ہر شے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے) جاننا چاہیئے کہ ملائکہ حقیقت میں کیا ہیں اور ان کی ماہیت کیا ہے۔ اس میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ جو جواہر مجردہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک کسی شکل میں ہونا مجازی بات ہے۔ اور جو اجسام لطیفہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک حقیقت ہے۔ اکثر فلسفہ والے اس کے قائل ہیں کہ ملائکہ مجرد عن المادہ ہیں اور مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہوتے ہیں۔ اور ان میں خواہش ہائے نفسانی مثل اکل و شرب۔ بول و براز، توالد و تناسل نہیں ہیں۔ اور وہ فرشتے انبیاء و اوصیاء کے لئے ظاہر و محسوس ہوتے ہیں۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ ذی روح جو ہوا میں ہیں اگر محض خیر ہیں وہ ملک ہیں۔ اگر محض شر ہیں وہ شیطان ہیں۔ اگر خیر و شر دونوں اُن میں ہے تو وہ جن ہیں۔ بعض فرق صوفیہ و تناسخیہ کا یہ قول ہے کہ ملک حقیقت میں نفس ناطقہ انسانی ہے۔ جو بدن عنصری سے جدا ہونے کے بعد اگر خیر محض اور صاف و خالص رہا تو فرشتہ ہو جاتا ہے اگر خبیث اور مکدر رہا تو شیطان بن جاتا ہے۔ اور متکلمین کا یہ قول ہے کہ یہ سب ذی روح

ہیں اور ان میں صرف ایک عنصر پایا جاتا ہے اور لطیف الجسم پر دار نورانی صورتوں کے ہیں ان کی ترکیب مثل انسان کے نہیں ہے۔ ان کے جسم میں جگر نہیں معدہ نہیں۔ ہڈی، گردہ، پٹھہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ یہ سب کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ صرف تنفس کے ذریعہ سے جو لطیف ہوا ان کے قلب میں پہنچتی رہتی ہے وہی ان کی غذا اور باعث زندگی ہے۔ حواس خمسہ ترقوں میں ان کی ہر قوت انسان سے بدرجہا بہتر اور قوی تر ہے۔ فرشتوں کو سونے سے مطلق ضرورت نہیں ہے۔ ان کے واسطے کسی مکان کی حاجت نہیں ہے۔ ان کو جاڑے گرمی کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کو کبھی کوئی مرض لاحق نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو اخلاط باعثِ مرض ہوتے ہیں ان کا ان میں وجود ہی نہیں ہے۔ وہ کل عیوب سے مثل کینہ و حسد و بغض و عداوت وغیرہ سے بالکل بری ہیں۔ آپس میں نہایت اتفاق و محبت سے رہتے سہتے ہیں۔ حیوانوں میں باعتبارِ اجزاء بدن ایک حصہ روح ہے اور انسان میں دو حصے۔ اور فرشتوں میں تین حصے روح ہوتی ہے۔ اکثر مثل کاتبانِ اعمال وغیرہ کے ہر زبان بول سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ وہ صرف احکامِ الٰہی کی تعمیل کیا کرتے ہیں اور ان کا کوئی کام نہیں ہے مگر ان کی عبادت ایک ہی قسم کی ہوتی ہے۔ بعض رکوع میں بعض سجود میں مثل انسان کے ان کی عبادت مختلف نہیں ہے۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو قبر جناب امام حسین علیہ السلام پر ہمیشہ رویا کرتے ہیں۔ قیامت تک ان کی عبادت یہی ہے اور ان کی عمروں کا حساب بجز خداوند علام کے دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ فرشتے جب نماز کے لئے جھک جاتے ہیں تو ہزار ہزار سال سر نہیں اٹھاتے تو جب ہزار ہزار سال کا ایک ایک سجدہ کرتے ہیں تو ان کی کل عمر کیونکر ذہن میں آسکتی ہے اور ملائکہ کی تعداد کہ وہ کس قدر ہیں بیان نہیں ہو سکتی۔

تعداد اصناف ملائکہ

ایک حدیث میں ہے کہ بنی آدم جنوں کا دسواں حصہ ہیں اور جن مع بنی آدم کے حیوانات بری کا دسواں حصہ ہیں۔ اور وہ سب پرندوں کا دسواں حصہ ہیں۔ اور سب پرند حیوانات بحری کے مقابل دسواں حصہ ہیں اور وہ سب بہ نسبت ملائکہ سرادقاتِ الٰہی کے جو ستر ہیں (کہ ان میں سے ہر ایک کے طول و عرض کے مقابلہ میں کل آسمان و زمین مثل ایک ذرہ کے ہیں) بہت ہی تھوڑے ہیں اور یہ کل ملائکہ بہ نسبت ملائکہ عرش کے ایسے

ہی ہیں جیسے سمندر کے مقابل ایک قطرہ۔

فخرالدین رازی نے جواہر القرآن میں لکھا ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ معراج کو تشریف لے گئے تو آسمان پر ملاحظہ فرمایا کہ فرشتوں کی قطار ہے کہ ایک کے پیچھے ایک چلی جا رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ امین سے پوچھا کہ یہ سب کہاں جاتے ہیں عرض کی مجھے معلوم نہیں۔ مگر جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی طرح دیکھ رہا ہوں اور ان میں سے جس کو ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ پھر دوبارہ نہیں دیکھا۔ جبرئیلؑ امین نے اُسی وقت اُن میں سے ایک فرشتے سے دریافت کیا کہ تم سب کو پیدا ہوئے کتنا زمانہ ہوا۔ اُس نے کہا کہ یہ تو کچھ معلوم نہیں۔ البتہ ایک قسم کا ستارہ ہے جس کو خلاقِ عالم چار لاکھ برس کے بعد ظاہر کرتا ہے اور میں چار لاکھ مرتبہ اُس ستارہ کو دیکھ چکا ہوں۔ نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ بعض ملائکہ ایسے ہیں جو ہمیشہ سجدے ہی میں ہیں۔ کبھی سر نہیں اُٹھاتے اور بعض رکوع ہی میں ہیں جو کبھی سیدھے نہیں ہوتے اور بعض صف بصف کھڑے ہیں۔ کبھی اُس صف سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ اور غالباً یہ قسم حَآفِّیْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ کی ہے (یعنی عرش کے گرداگرد صف باندھ کر کھڑے ہونے والے) اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کروبین سے ہیں۔

ابن بابویہؒ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ سے کسی نے قدرت خداوندِ عالم کو دریافت کیا تھا تو حضرتؑ نے بعد حمد و ثنائے الٰہی ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے چند فرشتے ایسے پیدا کئے ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی زمین پر آتے تو زمین میں اُس کی سمائی کی گنجائش نہ ہو۔ اور بعضے فرشتے ایسے ہیں کہ اگر تمام جن و انس چاہیں تو اُن کی صورت اور حسنِ ترکیب کی اور ایک جوڑ کے فاصلہ کی خوبی بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بعض فرشتے ایسے ہیں کہ اُن کے ایک بازو سے اُفق آسمان بھر جاتے اور بعض ایسے ہیں۔ کہ آسمان اُن کی کمر تک آتے اور بعضے ہوا میں معلق کھڑے ہیں اور زمین اُن کے زانو تک ہے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر ساری دنیا کا پانی اُن کے انگوٹھے میں رکھیں تو سما جاتے اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر اُن کے آنسوؤں میں تمام دنیا کے جہاز چلا دیں تو ہمیشہ چلا کریں فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔

مومنین کیا حال ہوا ہوگا اُن ملائکہ کا جب کہ خاتم الانبیاءؐ کا نواسا تین دن کا بھوکا پیاسا

حالتِ غربت و مسافرت میں شہید کیا گیا ہو گا۔ اور کیا حال ہوا ہو گا حضرت جبرئیلؑ امین کا جو امام حسینؑ کی خدمتگذاری پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور میکائیلؑ کا جو اُن حضرت کی گہوارہ جنبانی کیا کرتے تھے اور جب انہوں نے دیکھا ہو گا کہ وہی شاہزادہ ایک ایک سے فریاد کرتا ہے مگر کوئی اُس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ حضرات کیا ان ملائکہ کرّوبین اور فرشتگانِ مقربین نے جناب امام حسینؑ کی خبر نہ لی ہو گی اور مدد نہ کرنی چاہی ہو گی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ فرشتے کئی کئی مرتبہ حضرتؑ کی خدمت میں آئے۔ اور نصرت کے لئے اجازت چاہی مگر حضرت نے قبول نہ فرمایا۔

چنانچہ بحارالانوار وغیرہ میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب جناب امام حسینؑ بقصدِ سفر مکّۂ معظمہ سے باہر نکلے تو کچھ ملائکہ بہشت کے گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں نور کے حربے لئے خدمتِ امام عالی مقام میں حاضر ہوئے اور بعد سلام عرض کی۔ اے حجّتِ خدا ہم لوگوں کو خلاقِ عالم نے اکثر لڑائیوں میں آپ کے نانا جناب رسولِ خدا کی مدد کے واسطے بھیجا تھا۔ اس وقت بھی حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آپ کی نصرت کے واسطے بھیجا ہے۔ یہ سُن کر حضرت نے فرمایا اَلْمَوْعِدُ حُفْرَتِیْ وَبُقْعَۃٌ اُسْتَشْھَدُ فِیْھَا وَھِیَ کَرْبَلَآءُ (میری وعدہ گاہ وہ سرزمین ہے جس کا نام کربلا ہے۔ جہاں میں شہید ہو کر دفن ہوں گا۔ جب میں وہاں پہنچوں تو تم سب اُس سرزمین پر آنا) ملائکہ نے عرض کی یا بن رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم سب آپ کے ساتھ ساتھ رہیں تاکہ کوئی دشمن آپ کو اذیّت نہ پہنچانے پائے۔ فرمایا جب تک میں زمین کربلا پر نہ پہنچوں اس وقت تک دشمن مجھ پر غلبہ نہیں کریں گے

ملائکہ کا نصرتِ جناب امام حسینؑ کیلئے حاضر ہونا

مومنین دو وقت ملائکہ کو سب سے زیادہ اضطراب ہوا ہے۔ ایک تو جب نمرود نے حضرت ابراہیم کو منجنیق میں رکھ کے آگ میں پھینکنا چاہا تو اس وقت تمام ملائکہ میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ درگاہِ خدا میں عرض کی بارِ الٰہا روئے زمین پر ایک تیرا بندۂ خاص ہے۔ اُس کو بھی دشمن ہلاک کیا چاہتے ہیں۔ اگر تیری اجازت ہو تو ہم جائیں اور اس کی مدد کریں۔ حکم ہوا جاؤ اگر وہ تمہاری مدد قبول کرے تو مدد کرو۔

الغرض فرشتگانِ ہوا و فرشتگانِ ابر، فرشتگانِ جبال اور فرشتگانِ زمین سب کے سب آئے اور حضرت ابراہیمؑ سے نصرت کے واسطے کہا مگر حضرتؑ نے قبول نہ فرمایا۔ دوسرے روز عاشورا جب جناب امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے اور سب عزیز و انصار مارے جا چکے تو اُس وقت آپ نے اس طرح استغاثہ فرمایا هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللّٰهَ فِيْنَا هَلْ مِنْ مُغِيْثٍ يَرْجُوا اللّٰهَ فِيْ اِغَاثَتِنَا۔ آیا کوئی ایسا ہے کہ ذریت رسولؐ خدا سے اس بلا کو دفع کرے۔ آیا کوئی موحد ہے جو خوفِ خدا کرے ہمارے باب میں۔ آیا کوئی فریاد رس ہے جو باُمیدِ ثوابِ خدا ہماری فریاد کو پہنچے۔ کیوں مومنین جب یہ آواز اُس مظلوم کی ملائکہ نے سُنی ہوگی تو کیا حال ہوا ہوگا۔ عجب نہیں کہ تمام ملائکہ میں تہلکہ پڑ گیا ہو۔ صفیں اُن کی پریشان ہو گئی ہوں۔ اسی وجہ سے وارد ہوا ہے کہ ملائکہ نے رو رو کے فریاد کی اور عرض کیا کہ بارالہا تیرے برگزیدہ بندے سے اور تیرے نبی کے نواسے سے یہ ظلم کیا جاتا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ میں اُن ظالموں سے ضرور انتقام لوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں نے نصرت کی اجازت چاہی، جب اجازت ملی تو وہ سب کربلا میں حاضر ہوئے۔ مگر اس وقت پہنچے جب وہ جنابؑ شہید ہو چکے تھے۔ ملائکہ اس بات سے غمگین ہوئے۔ خدا نے اُن کو فرمایا کہ اب تم سب قبر مقدس کے مجاور ہو تا وقتیکہ وہ حضرتؑ اپنی قبر سے باہر آئیں۔ اُس وقت تم اُن کی مدد کرنا اور اب اُس جنابؑ پر اور اپنی فوتِ نصرت پر گریہ کرتے رہو۔ پس وہ ملائکہ برابر روتے رہے۔

الغرض روایات میں وارد ہے کہ ملائکہ بالُوں سے پریشان غبار آلود صبح و شام گریہ کرتے رہتے ہیں اور مقتضائے روایت سابقہ یہ ہے کہ وہ ملائکہ جو ابتدائے سفر کے وقت حاضر ہوتے تھے۔ روز عاشورا بھی کربلا میں حاضر ہوئے۔ مگر آپ نے بمصلحت اجازت نہ دی اور وہ سب واپس آ گئے۔ جب اشقیا نے حضرتؑ کو تنہا پایا چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کوئی تلوار مارتا تھا۔ کوئی نیزہ لگاتا تھا۔ جن کے پاس کوئی حربہ نہ تھا۔ وہ پتھروں سے اذیت پہنچاتے تھے۔ کہاں تک حضرتؑ ان ظلموں کے متحمل ہوتے۔ آخر زخمی ہو کے گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور شمر نے اپنا کام کیا۔ سرِ انور کو بدن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر چڑھایا۔ بعد اس کے وہ ملاعنہ خیموں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُن میں آگ لگا دی۔ عورتوں اور بچوں کو لوٹنا شروع کیا۔

مقتل ابو مخنف میں ہے۔ جناب زینب فرماتی ہیں کہ ایک شخص کبود چشم میری طرف آیا اور اُس نے میرے سر سے چادر کھینچ لی۔ پھر اُس کی نظر میرے دونوں گوشواروں پر پڑی۔ وہ میرے کانوں سے گوشوارے اُتارنے لگا اور روتا بھی جاتا تھا۔ میں نے کہا تعجب ہے کہ تو مجھے لوٹتا بھی ہے اور روتا بھی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں تم لوگوں کی مصیبتوں پر روتا ہوں۔ جناب زینبؑ فرماتی ہیں کہ پھر وہی شخص خیمہ میں گھس آیا اور امام زین العابدینؑ ایک کھال کے اوپر بہ سبب بیماری کے غش میں پڑے ہوئے تھے۔ اُس کو کچھ رحم نہ آیا اُس کھال کو پکڑ کے اس زور سے کھینچا کہ بیمار منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ اور کسی شقی نے کہا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔ اسے بھی قتل کر ڈالو اور بعض روایات میں ہے کہ جب لوگوں نے جناب امام زین العابدینؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جناب اُمّ کلثومؑ دوڑ پڑیں اور اپنے تئیں اپنے بھتیجے پر گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں۔ ہائے بے کسی اس وقت کوئی مدد کرنے والا نہیں رہا ہے۔ پھر اُن لوگوں سے فرمانے لگیں۔ اگر تم اس بیمار کو قتل کرتے ہو تو پہلے مجھے قتل کر ڈالو۔ اُس وقت کسی ملعون نے کہا کہ خیر اسے چھوڑ دو۔ اس کے قتل سے فائدہ ہی کیا ہے اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؁

مجلس پنجاہم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ حق تعالیٰ سورہ یونس میں فرماتا ہے آگاہ ہو کہ دوستانِ خدا کو کسی طرح کا خوف نہیں ہے اور نہ کبھی وہ محزون و مغموم ہوں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور محرماتِ خدا سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے واسطے جانب خدا سے دنیا و آخرت میں مژدہ و بشارت ہے۔ اللہ کی باتیں نہیں بدلتیں یہ بشارت

نور عظیم ہے)

اوصاف اولیاء اللہ

صاحب منہج الصادقین لکھتے ہیں کہ بشارت دُنیا یہ ہے کہ وقت جانکنی اُن اولیائے خدا سے فرشتے کہتے ہیں لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (نہ تم ڈرو اور نہ رنج کرو اور اب خوش وخرم اس جنّت میں جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) اور بشارت آخرت یہ ہے کہ فرشتے اُن سے کہیں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ (تم پر سلام ہو تم پاک وپاکیزہ ہو گئے۔ اب تم ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے ان جنتوں میں چلے جاؤ) ابوسعید خدری نے جناب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مَنْ اَوْلِیَآءُ اللّٰهِ (دوستانِ خدا کون لوگ ہیں؟) فرمایا وہ لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے اور اُن کے طریقے کو لوگ اختیار کریں۔ حدیث میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کچھ بندے خدا کے ایسے بھی ہیں جو نہ پیغمبر ہیں نہ شہید۔ مگر کل اولیاء وشہداء اُن کے مراتب ومنزلت کو قیامت کے روز دیکھ کر غبطہ کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ! وہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جو محض للہ فی اللہ ایک دوسرے سے آپس میں دوستی رکھتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ کچھ علاقہ ہو یا کچھ دیا ہو۔ واللہ اُن کے چہرے نورانی ہوں گے۔ جب ہول قیامت سے لوگ ڈریں گے تو اُن کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین ہوں گے تو اُن کو کسی طرح کا غم نہ ہوگا۔ بعد اس کے حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (آگاہ رہو کہ دوستانِ خدا کو نہ آئندہ کا خوف ہوتا ہے اور نہ گذشتہ کا رنج) جناب امیرالمومنینؑ سے لوگوں نے اولیاء اللہ کی صفت دریافت کی۔ فرمایا وہ لوگ ہیں جو شب کو عبادتِ خدا میں بیدار رہیں۔ چہرے اُن کے زرد ہوں۔ اُن کے پیٹ پیٹھ سے لگے ہوں۔ اُن کے ہونٹ خشک ہوں اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اولیائے خدا وہ لوگ ہیں جو فرائض خدا کو ادا کریں۔ اور ممنوعات سے پرہیز کریں اور مستحبات پر راغب ہوں اور دنیا سے کارہ و متنفر ہوں۔ کسبِ حلال سے اپنی روزی بہم پہنچائیں۔ حقوق واجبی وسنتی ادا کریں۔ پس حق تعالیٰ ان صفاتِ حسنہ کے سبب سے دنیا میں بھی اُن کے لئے

درجاتِ عالیہ مقرر فرماتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب رسولِ خدا سے لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرتؐ ولیِ خدا کون ہے تو آپ نے اپنا دستِ مبارک جناب امیرالمومنینؑ کے کاندھے پر رکھ کے فرمایا۔ هٰذَا وَلِیُّ اللّٰهِ رسولِ خدا یہ ہیں

خوشا ما خوشا دین و دنیائے ما
کہ ہمچو علی ہست مولائے ما

جناب امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صنادید قریش کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ میں حاضر ہوا جب مجھ پر حضرتؐ کی نظر پڑی تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا یَا عَلِیُّ اِنَّمَا مَثَلُكَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَثَلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ اَحَبَّهٗ قَوْمٌ وَّ اَفْرَطُوْا فِیْ حُبِّهٖ فَهَلَكُوْا وَاَبْغَضَهٗ قَوْمٌ وَّ اَفْرَطُوْا فِیْ بُغْضِهٖ فَهَلَكُوْا وَاقْتَصَدَ فِیْهِ قَوْمٌ فَنَجَوْا (اے علیؑ تمہاری مثل اس اُمّت میں عیسیٰؑ بن مریمؑ کی سی مثل ہے۔ ایک قوم نے اُن کو دوست رکھا اور اُن کی محبت میں اتنی زیادتی کی کہ مرتبہ الوہیت تک پہنچا دیا اور بے دین ہو گئے اور ایک گروہ نے اُن کو دشمن رکھا اور دشمنی میں اتنی زیادتی کی کہ درپئے ہلاکت ہو گئے اور گمراہ ہو گئے۔ اور ایک جماعت نے میانہ روی اختیار کی اور نجات پائی) اے علیؑ تمہارا حال بھی اس اُمّت میں ایسا ہی ہے کہ کچھ لوگ افراط کے ساتھ تمہاری اطاعت کریں گے اور ایک فرقہ تم کو دشمن رکھے گا۔ اور تمہارے حق میں سخنانِ بیہودہ کہے گا۔ پہلا گروہ بسبب افراط کے اور دوسرا بسبب تفریط کے ہلاک و گمراہ ہو گا۔ وَ شِیْعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (اور تیسرا فرقہ جو میانہ روی اختیار کرے گا وہ تمہارے شیعہ ہیں اور وہی لوگ روزِ قیامت رستگار ہوں گے)

قوم نصیری کے حالات

مومنین قوم نصیری یعنی وہ لوگ جو جناب امیر علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں ابھی تک ایران وغیرہ میں موجود ہیں۔ مؤلف نے جب ۱۳۰۰ھ ہجری میں بخیال زیارت جناب امام رضا علیہ السلام سفرِ خراسان کیا تھا اور کربلائے معلیٰ سے براہ خانقین کردستان پہنچا تو ایک جگہ قافلہ اُترا۔ وہاں بہت سے نصیری آکر جمع ہو گئے۔ انہیں وہاں کے لوگ علی اللّٰہی کہتے ہیں۔ اور ہمارے علماء ان کو نجس جانتے ہیں۔ اور اس قوم کی ابتداء خود جناب امیرؑ کے زمانہ سے ہوئی ہے۔

جناب سید العلماء حدیقۂ سلطانیہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی بظاہر اسلام لایا۔ بعد اس کے جناب امیرؑ کو خدا کہنے لگا۔ حضرتؑ نے اس سے دریافت کیا تو کہا کہ آپ خدا ہیں اور میں آپ کا پیغمبر ہوں۔ حضرتؑ نے اُس سے توبہ کرنے کو کہا۔ اس نے انکار کیا آپ نے تین دن تک قید رکھا۔ بعد اُس کے جلا دیا۔ کتاب تذکرۃ الائمہ میں ہے کہ ایک روز عبداللہ بن سبا نے حضرتؑ سے کہا اَنْتَ اَنْتَ (یعنی آپ ہی خدا ہیں) حضرتؑ نے چاہا کہ اُسے سزا دیں وہ بھاگ گیا اور ساباطِ مدائن میں پہنچا۔ حضرتؑ نے لشکر بھیجا کچھ لوگ اُس کے معتقدین میں سے پکڑے ہوئے آتے آپ نے فرمایا کہ توبہ کرو۔ جب اُنہوں نے توبہ نہ کی تو اصحاب سے فرمایا کہ ایک گڑھا کھود کر آگ روشن کرو اور اس میں ان سب کو جلا دو۔ جب وہ لوگ آگ میں ڈالے جانے لگے تو اُس وقت بھی توبہ کرنے کو فرمایا۔ اُنھوں نے کہا کہ توبہ کیسی، اب تو ہمارا یقین اور بھی زیادہ ہو گیا۔ کہ آپ خدا ہیں اس لئے کہ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ (آگ سے تو کوئی سوائے خدا کے عذاب دے ہی نہیں سکتا) جب حضرت شہید ہوئے تو وہ قوم کہتی کہ وہ شہید نہیں ہوئے ہیں وہ تو آسمان پر چلے گئے۔ ابر کے نیچے رہتے ہیں۔ کڑک کی آواز انہی کی آواز ہے اور برق اُن کا کوڑا ہے کہ اپنے دشمنوں کو اُس سے سزا دیتے ہیں۔ صاحب تذکرۃ الائمہ فرماتے ہیں کہ اس قدر تو ٹھیک ہے کہ اس کا پتہ کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ باقی یہ جو جہال کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے نصیری کو ستر مرتبہ مارا اور جلایا اور وہ برابر یہی کہتا رہا کہ آپ ہی خدا ہیں اُس وقت خدا کی جانب سے ارشاد ہوا اے علیؑ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور تمہیں جو یہ خدا کہتا ہے کہنے دو ہمارے بندے بہت سے ہیں۔ یہ ایک بندہ تمہارا ہی سہی۔ یہ امر محض غلط ہے اور اس کا اعتقاد کرنا کہ خدا نے ایسا کہا کفر ہے۔ ؎

اے نصیری گو خدا است علیؑ | بندۂ خاص کبریا است علیؑ
کشتن و زندہ گشتن تو از اوست | معجز است و خدا کجا است علیؑ

دیکھئے چونکہ جناب پیغمبر خداؐ کو اس کا خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ علیؑ کی خدائی کے لوگ قائل ہو جائیں اسی سبب سے بعض فضائل جناب امیر المومنین علیہ السلام کو لوگوں سے

؎ - بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ عبداللہ ابن سبا کوئی شخصیت نہ تھی بلکہ یہ ایک فرضی نام ہے ۱۲ منہ

پوشیدہ رکھتے تھے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا نے جنگِ خیبر میں بعد فتح جناب امیر علیہ السّلام سے فرمایا اے علیؑ قسم بخدا اگر مجھ کو اس کا خوف نہ ہوتا کہ میری اُمّت میں سے ایک گروہ تمہاری شان میں وہ کلمات کہنے لگے گا جو عیسٰےؑ بن مریم کی نسبت قوم نصاریٰ کہتی ہے۔ تو آج میں تمہارے حق میں کچھ ایسی باتیں کہتا کہ تم کسی گروہ کے پاس سے نہ گزرتے مگر یہ کہ تمہارے قدموں کے نیچے کی گرد کو وہ لوگ اُٹھا لیا کرتے اور اُس سے طلبِ شفا کیا کرتے۔

افضلیت جناب امیر حضرت عیسٰیؑ پر

منافقین اسلام نے جب جناب سید الانامؐ سے یہ کلام سُنا تو حسد سے جنابِ پیغمبر خدا کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ انہیں اپنے ابن عم کے بارے میں سوائے عیسیٰ ابن مریم کے اور کوئی مثال ہی نہیں آتی۔ میں کہتا ہوں کہ جناب پیغمبرِ خدا نے فقط ایک امر خاص میں جناب امیرؑ کو حضرت عیسٰیؑ کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ جس پر منافقین بے صبر نہ ہو سکا۔ حالانکہ جناب امیر علیہ السّلام خود جناب عیسٰےؑ سے بدرجہا افضل ہیں اس لئے کہ جب مریمؑ مادرِ عیسٰے کو دردِ زہ عارض ہوا تو وہ بیت المقدس میں تھیں۔ حکم خدا ہوا اے مریمؑ تم یہاں سے باہر جاؤ یہ خانۂ عبادت ہے۔ خانۂ ولادت نہیں ہے اور جب جناب فاطمہؑ بنت اسد مادر امیر المومنین علیہ السّلام کو آثار وضع حمل پائے گئے تو وہ خانہ کعبہ کے باہر طواف میں مشغول تھیں۔ ان کو حکم خدا ہوا کہ تم اس خانۂ کعبہ میں داخل ہو تا کہ ہمارا ولی ہمارے گھر میں پیدا ہو ؎

مطلب از انشائے کعبہ خلص میلاد تو بود
ورنہ شخص لامکاں را خانہ کے باشد روا

اور جناب عیسٰیؑ کو اگر فلک چہارم پر معراج ہوئی تو جناب امیرؑ کو دوشِ رسولِ مختار پر معراج ہوئی ؎

بود چوں دوشِ نبی بالاتر از عرشِ بریں
زیں سبب شد جائے پایت یا امیر المومنین

اور جنابِ عیسٰیؑ اگرچہ تھے آسمان تک گئے تو جناب امیر علیہ السلام کا نور دو ہزار برس قبل آدمؑ عرشِ خدا پر تھا۔ ہاں جسم جناب امیرؑ زمین پر رہا اور عیسٰیؑ مع جسم کے آسمان پر گئے۔ یہاں پر کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

مسیحؑ بر فلک و مرتضےٰ علیؑ بتراب دلم ز ناتشی ایں غصہ بسکہ بود کباب
سوال کردم ازایں ماجرا ز پیر خرد چو غنچہ لب بہ تبسم کشود و داد جواب
کہ قدر ہر دو بہ میزانِ عقل سنجیدند چو او گراں تر از و بود و در ہمہ الباب
نشست پلۂ میزانِ مرتضےٰ بزمیں مسیح بر فلک چار میں برفت شتاب

الحاصل جنابِ عیسیٰؑ کے بارے میں لبطور عتاب حق تعالیٰ نے فرمایا یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے ان نصاریٰ سے کہدیا تھا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو خدا کے علاوہ دو خدا اور بنالیں) اور جنابِ امیرؑ کے وجود ذیجود پر خداوندِ عالم نے خود فخر و مباہات کی ہے۔ جیسا کہ منقول ہے کہ شب ہجرت جبرئیل امیںؑ نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ یہاں سے مدینہ کو ہجرت فرمائیے اور اپنے فرشِ خواب پر علیؑ کو سونے کا حکم دیجئے۔ اُس وقت جنابِ رسولِ خدا نے جناب امیرؑ کو طلب فرمایا۔ اور جبرئیلؑ جو حکم خدا لائے تھے۔ اُس سے آگاہ کیا۔ جناب امیرؑ نے عرض کی بسم اللہ جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ اُس کی آپ تعمیل فرمائیں۔ میری جان اور میرے ماں باپ سب آپ پر فدا ہیں۔

اہلبیتؑ جنابِ رسولِ خدا پر پانچ راتیں نہایت سخت گزری ہیں

مومنین پانچ راتیں اہلبیتؑ رسولِ خدا پر نہایت سخت گزری ہیں منجملہ ان کے پہلی رات یہی ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ الغرض جناب رسولؐ خدا نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور جناب امیرؑ رسولؐ خدا کے فرش خواب پر سبز چادر اوڑھ کر شمشیر برہنہ زیرِ چادر رکھ کے سو رہے اُس وقت خداوند عالم نے ملاء اعلیٰ میں فخر و مباہات کیا اور جبرئیل و میکائیل سے فرمایا کہ ہم نے تم دونوں میں مواخات اور برادری قرار دی ہے تم میں سے ایسا کون ہے جو اپنی جانِ عزیز دوسرے پر نثار کر دے۔ ان دونوں نے کہا پروردگارا! ہم نہیں چاہتے کہ اپنی جانِ عزیز کسی دوسرے پر نثار کریں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ تیری عبادت میں بسر کریں۔ ارشاد ہوا کہ اس وقت روئے زمین پر دیکھو ہمارا خاص بندہ علی بن ابی طالب کس طرح بلا تامل اپنے بھائی ہمارے رسولؐ کے فرش

عہ احیاء العلوم امام غزالی، استیعاب عبدالبر الخ ۵۱۲

پر سو رہا ہے۔ اُس کو اپنی جان کا ذرا خوف نہیں ہے۔ مرزا رفیع باذل فرماتے ہیں۔

خدا را مباہات ز ایجادِ او   نبی را تظاہر ز امدادِ او
چو او در وفا پائداری کرد   شب ہجرت آں جاں نثاری کرد
نیامد زکس جز شہ انس وجاں   بُریدن دل از جان وجاں از جہاں

دوسری رات شب وفاتِ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس شب جناب رسولِ خدا نے دُنیا سے رحلت فرمائی وہ رات اہلبیتؑ رسول پر بہت سخت گزری۔ وہ رات اُن پر نہایت طولانی ہو گئی کچھ نہیں جانتے تھے کہاں ہیں آسمان یا زمین پر۔ یہ ہراس علاوہ رنج کے اس لئے اُن حضرات کو تھا کہ جناب رسولِ خدا نے نزدیک و دور کے لوگوں کو جو کفار تھے جہاد میں قتل کیا تھا۔ اس سبب سے ہراس تھا کہ اُن کے اقربا کفار و منافقین دفعۃً آکر کشت و خون نہ کریں۔ تیسری رات جو اہل بیتؑ پر سخت مصیبت کی رات تھی وہ تھی جس کی صبح کو آپ کے آقا جناب امیر المومنینؑ شہید ہُوئے یعنی انیسویں شب ماہِ رمضان سنہ ۴۰ھ جس کی صبح کو ابن ملجم ملعون نے فرقِ مطہر پر ضربت لگائی اور حضرت کا سرِ اقدس شگافتہ ہو گیا۔ چوتھی رات اہلبیتؑ پر مصیبت کی کون سی رات تھی۔ کچھ کچھ تو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ آہ وہ رات شب عاشورہ تھی کہ شب کو عجیب عجیب مصیبتیں ذریتِ جنابِ رسولِ خدا پر گزر گئیں کہ یار و انصار و عزیز و اقربا یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس امام ابرار کے تین دن کے بھوکے پیاسے نرغۂ اعداء میں گھر گئے تھے اور عجب ہراس تھا کہ دیکھئے کل کیا ہوتا ہے۔

بحار الانوار میں منقول ہے کہ نویں تاریخ کو عصر کے وقت جنابِ امام حسینؑ کی آنکھ لگ گئی کہ اسی اثناء میں ابن سعد کے سوار امام حسینؑ کی طرف بڑھے۔ جناب زینبؑ نے جو آواز سُنی تو عرض کیا کہ اے بھائی کیا آپ یہ آوازیں نہیں سُنتے کہ اشقیاء کس قدر قریب آ گئے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا رسولِ خدا کو دیکھا ہے کہ جماعت اہلِ بیتؑ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں اے حسینؑ عنقریب تم ہمارے پاس آؤ گے۔ یہ سُن کر جناب زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بہ آواز بلند رونے لگیں۔ حضرتؑ نے اُن کو تسکین دی اور فر۔

اے بہن رونے سے باز رہو اور دشمنوں کو موقع شماتت کا نہ دو۔ بعد اس کے جناب عباسؑ نے فوج کے بڑھ آنے کا حال عرض۔ حضرتؑ نے جناب عباسؑ سے فرمایا اے بھائی اگر ممکن ہو تو ان ظالمین سے کہو کہ آج کی شب ہمیں مہلت دیں تاکہ ہم اپنے خالق کی عبادت آخری کر لیں۔ الحاصل جب جناب عباسؑ نے مہلت مانگی تو اُن اشقیاؤں نے بعد تامل کے مہلت دی اور وہ شب حضرتؑ نے عبادت میں بسر کی۔ اسی شب کے حال میں منقول ہے کہ جناب امام حسینؑ نے چند اشعار مشتمل بے وفائی زمانہ پر پڑھے اور اُن کو سُن کر جناب زینبؑ سمجھیں کہ کل میرے بھائی شہید ہوں گے اور میں بے پناہ ہو جاؤں گی۔ بے اختیار امام حسینؑ کی طرف چلیں کس طرح کہ سر کھلا ہوا گوشۂ چادر زمین پر لٹکا ہوا خدمت امام میں آئیں اور کہنے لگیں کہ واثکلاہ لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِي الْحَيٰوةَ الْيَوْمَ مَاتَتْ اُمِّي فَاطِمَةُ وَاَبِي عَلِيٌّ وَاَخِي الْحَسَنُ ہائے افسوس کاش مجھے موت آتی اور میں یہ حال نہ دیکھتی۔ اے بھائی جب تک آپ زندہ رہے میں یہ سمجھتی کہ میرے سب عزیز زندہ ہیں اب آپ مجھ سے جدا ہوتے جاتے ہیں اب میں جانتی ہوں کہ آج کے روز میں بے برادر اور بے پدر اور بے مادر کے ہو گئی۔ حضرتؑ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا اے بہن صبر کرو میں مجبور ہوں کوئی صورت اپنی نجات کی نہیں پاتا۔ جناب زینبؑ نے یہ سن کر فرمایا اے بھائی میں تو اس لئے آئی تھی کہ آپ مجھے تسلی دیں گے مگر آپ کے اس کلام نے تو میری مصیبت کو اور بھی زیادہ کر دیا اور میری آس کو توڑ دیا۔ یہ کہہ کر منہ پر طمانچے مارے گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ حضرتؑ بہ پرسش نے منہ آئے اور امر بہ صبر فرمایا۔ پانچویں مصیبت کی رات محرم کی گیارھویں شب تھی۔ اللہ اکبر ایسی مصیبت اہل بیتؑ رسول خداؐ پر کبھی نہیں پڑی تصور فرمائیے کہ جناب امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں۔ سب عزیز و انصار مارے جا چکے ہیں۔ اہلبیتؑ رسول خداؐ بیٹھے اپنے وارثوں کو رو رہے ہیں۔ جناب مفتی میر عباس اعلی اللہ مقامہٗ اُس وقت کے اضطراب و بکا ہیں کا جو اہل بیتؑ میں تھا اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

عہ ایک شب کی مہلت طلبی پر تحقیقی بحث کتاب ذکر العباس میں ملاحظہ فرمائیں۔

عہ میرے نزدیک یہ واقعہ ۲ محرم الحرام کا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب ذکر العباس مؤلفہ حقیر ۱۲ ع

خواتین سراسیمہ در کارِ خویش | کہ مارا خدایا چہ آید بہ پیش
سراز تن چو مرداں جدا می کنند | کہ در قید و غل مبتلا می کنند
بغم آں سرِ سروراں یک طرف | ہراسے زغارت گراں یک طرف
چہ گوئیم زتنہائی اہلِ بیت | وزاں بے کسی ہائے اہل بیت
دراں شب نہ قاسم نہ عباس بود | زوصلِ عزیزاں ہمہ یاس بود
عزیزاں و طفلاں بصحرا ہمہ | فتادہ در اطرافِ دریا ہمہ

تقسیم سرہائے شہداء

جناب سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لہوف میں لکھتے ہیں کہ عمر سعد نے جناب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس تو اُسی وقت روز عاشورا خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کر دیا تھا اور باقی شہداء کے سروں کو تنوں سے جدا کرکے شمر بن ذی الجوشن و قیس بن الاشعث و عمرو بن الحجاج کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سرہائے شہداء کو قبائل فوج اشقیاء نے انعام کے خیال سے تقسیم کر لیا۔ بنی کندہ نے جن کا سردار قیس بن اشعث تھا تیرہ سر لیئے تھے۔ اور قوم ہوازن نے جن کا افسر شمر ذی الجوشن تھا بارہ سر لیئے تھے اور بنی تمیم نے سترہ سر لئے تھے اور بنی اسد نے سولہ سر لئے تھے اور بنی مذحج نے سات سر لئے تھے اور باقی چھ سر اور لوگوں نے لئے تھے۔ اور محمد بن ابیطالب لکھتے ہیں کہ گیارھویں تاریخ کو دوپہر تک عمر سعد نے قیام کرکے اپنے کشتگانِ نجس کو کفن و دفن کیا۔ اور شہدائے کربلا کو اسی طرح بے غسل و کفن خاک و خون میں غلطان زمینِ کربلا پر چھوڑ دیا۔ اور سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جب اہلِ بیتؑ کو اسیر کرکے اعداء لے چلے تو اُن عورتوں نے کہا برائے خدا ہم کو مقتل کی جانب سے لے چلو۔ جب وہ عورتیں مقتل شہداء میں پہنچیں دیکھا کہ سب شہداء سر کٹائے خاک و خون میں نہائے جا بجا پڑے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی سب عورتیں چلا چلا کے رونے لگیں اور منہ پیٹنے لگیں۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم مجھے جناب زینب کا تڑپنا نہیں بھولتا کہ اپنے بھائی کے لئے کس درد سے بین کرتی تھیں اور کہتی تھیں یا رسول اللہ آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کا یہ حسینؑ خاک و خون میں آلودہ سر بریدہ پڑا ہے اور آپ کی بیٹیاں قید ہو گئی ہیں۔ آپ کے حسینؑ کا سر ظالموں نے قفا سے جدا کیا ہے۔ اُن کے عمامہ اور ردا کو

لوٹ لیا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؕ

مجلس پنجاہ ویکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۔ خداوند حمید قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اے طالبانِ دُنیا آگاہ ہو کہ ہستی و زندگانی دُنیا صرف کھیل اور تماشہ ہے اور لباس ہائے فاخرہ اور عمارت ہائے عالیہ کے ساتھ زینت و آرائش اور ایک دوسرے کے برخلاف حسب و نسب و مال و متاع پر اور ازدیادِ مال و کثرتِ اموال پر فخر و مباہات کرنا ہے۔ منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کہیں تشریف لے جاتے تھے کہ ایک مقام پر ایک گوسفند مردہ کو دیکھا جو سڑ گیا تھا۔ اور اُس میں بدبو پیدا ہو گئی تھی۔ اُسے دیکھکر فرمایا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهٖ عَلٰى اَهْلِهَا اُس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ تحقیق کہ دنیا خداوند عالم کے نزدیک اس مردہ گندیدہ سے بھی زیادہ ذلیل و بے قدر ہے) اگر پر پشہ کے برابر بھی خدا کے نزدیک اس کی قدر و وقعت ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی عطا نہ کرتا اور جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَهْوَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنْ عَظْمِ خِنْزِيْرٍ فِيْ يَدِ مَجْذُوْمٍ ۔ یہ تمہاری دنیا میری نظر میں اس سے بھی زیادہ ذلیل اور نفرت کی چیز ہے جتنی کہ سور کی ہڈی کسی جذامی کے ہاتھ میں ہو) اور پھر حضرتؑ دنیا سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ يَا دُنْيَا اِلَيْكِ عَنِّيْ اَبِيْ تَعَرَّضْتِ اَمْ اِلَيَّ تَشَوَّقْتِ لَا حَانَ حِيْنُكِ هَيْهَاتَ غُرِّيْ غَيْرِيْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلٰثًا لَا رَجْعَةَ فِيْهَا فَعَيْشُكِ قَصِيْرٌ وَّخَطَرُكِ يَسِيْرٌ وَّاَمَلُكِ حَقِيْرٌ اٰهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ وَطُوْلِ الطَّرِيْقِ وَبُعْدِ السَّفَرِ ۔ اے دُنیا مجھ سے دُور ہو کیا تو مجھ سے تعرض کرتی ہے۔ یا میری مشتاق ہوئی ہے کبھی تیرا وقت نہ آئے مجھ سے بہت دُور

ہے کہ میں فریب کھاؤں۔ کسی دوسرے کو جا کر فریب دے۔ مجھے تیری کوئی حاجت نہیں۔ میں نے تجھے تین طلاق ہائے دے دیئے۔ جن کے بعد پھر رجوع نہیں ہو سکتی تیری مدتِ عیش تھوڑی ہے۔ اور تیری قدر قلیل اور تیری آرزو حقیر ہے۔ افسوس ہے کہ زادِ راہ بہت کم ہے اور راہ دور و دراز اور سفر بعید درپیش ہے) حضرات جب مولائے متقیان ایسا فرمائیں تو افسوس ہے ہم لوگوں کی غفلت، دنیا پر اور کس قدر امورِ دین سے غافل ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ دین بھی نہ جائے اور دنیا بھی حاصل ہو، حالانکہ سے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

دین اور دنیا کا مشرق و مغرب کا سا فرق ہے کہ جتنا ایک سے نزدیک ہو گے اتنا ہی دوسرے سے دور ہوں گے۔ نیز دین و دنیا کی مثال دو سوتوں کی سی مثال ہے کہ جب ایک کو راضی رکھو گے تو دوسری خود ناراض ہو گی۔

یا دین و دنیا مثل دو بہنوں کے ہیں اور دو بہنوں کا عقدِ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حرام ہے۔ انسان یا دین ہی کو اختیار کرے یا دنیا ہی کو لے۔ مگر چونکہ امام نے دنیا کو تین طلاق دی ہیں تو مناسب نہیں ہے کہ امام کی مطلقہ کو ہم لوگ اختیار کریں۔ منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے دنیا کو ایسی بڑھیا عورت کی صورت میں دیکھا تھا کہ دانت سب گرے ہوئے تھے۔ مگر ہر طرح کے زیور و زینت سے آراستہ تھی۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کئے جو تجھ پر فریفتہ اور عاشق تھے اس نے کہا ان کا تو شمار نہیں ہو سکتا۔ فرمایا تیرے سب شوہر مر گئے ہیں یا انہوں نے تجھے طلاق دے کے چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا طلاق دینا کیسا۔ خود میں نے ہی سب کو مار ڈالا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا بُؤْسًا لِاَزْوَاجِكِ الْبَاقِيْنَ كَيْفَ لَا يَعْتَبِرُوْنَ بِالْاَزْوَاجِ الْمَاضِيْنَ كَيْفَ تُهْلِكِيْنَهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ وَلَا يَكُوْنُوْا مِنْكِ عَلٰى حَذَرٍ یعنی افسوس ہے تیرے ان شوہروں کے حال پر جو اب باقی رہ گئے ہیں کہ وہ تیرے شوہران گزشتہ سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے ہیں باوجودیکہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تو نے ایک ایک کو ان میں سے ہلاک کر دیا۔ پھر بھی تجھ سے پرہیز نہیں کرتے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔ سے

باخرد و دوش در سخن بودم کشف شد بر دلم مثالے چند
گفتم اے بہمہ دانش دارم از تو بحق سوالے چند
چیست زندگانی دُنیا گفت خوابیست یا خیالے چند
گفتم چیست مال و ملک جہاں گفت دردسر و وبالے چند
گفتم این اہل دنیا چیست گفت بیہودہ قیل و قالے چند
گفتم زر چہ طائفہ اند گفت گرگ و سگ شغالے چند
گفتم دام کے گردد گفت چوں دید گوشمالے چند
گفتم چیست کہ خدائی گفت ساعتے عیش و غصہ سالے چند
گفتم ے مثالِ دنیا چیست گفت زالے کشیدہ خالے چند

فی الواقع دُنیا بہت بُری جگہ ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ غافل نہ رہے کہ زندگانی کوئی اعتبار نہیں۔ کتاب بحار الانوار میں اصبغ بن نُباتہ سے ایک روایت طولانی منقول ہے۔ جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سلمان فارسی کے پاس حبیب ، وہ مدائن کے حاکم تھے ملاقات کو گیا۔ اُن کو نہایت علیل اور قریب مرگ پایا۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے اے اصبغ مجھ سے جناب رسولِ خدا نے فرمایا تھا کہ اے سلمان حب ۔ تمہارے مرنے کا زمانہ قریب ہو گا تو ایک مُردہ تم سے باتیں کرے گا۔ اب تم اُ ں مجھے تختہ پر لٹا کر قبرستانِ مدائن میں لے چلو۔ جب آن کو قبرستان میں لے آ ے مُنہ قبلہ کی طرف کر دیا۔ حضرت سلمانؓ نے باواز بلند اس طرح کہا اے وہ لوگو! ں کی جانیں فنا ہو گئی ہیں تم پر سلام ہو۔ تم کو دُنیا کی طرف سے کس چیز نے نا اُمید کر دیا ہے۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسی طرح چند مرتبہ دریافت کیا۔

حضرت سلمان فارسی کا مُردہ سے کلام کرنا

جب کچھ جواب نہ پایا تو فرمایا اے اہل قبور مجھ سے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تیری وفات کا زمانہ قریب آئے گا تو ایک مُردہ سے باتیں کرے گا۔ اگر میری موت کا زمانہ آگیا ہے تو بواسطے خدا و رسُول مجھ سے ہم کلام ہو۔ یکایک ایک مردہ نے آواز دی۔ کہ اے وہ لوگو! جو دنیا میں مکانات بناتے اور باغ لگاتے ہو اور آخر وہ سب فنا و خراب ہو جاتے ہیں۔ تم پر سلام

سلمانؓ فارسی نے پوچھا کہ تم اہل بہشت میں سے ہو یا اہل جہنم میں سے جواب دیا کہ میں اہل بہشت میں سے ہوں اور پھر حضرت سلمانؓ نے کہا یہ تو بیان کرو کہ تمہاری موت کس طرح ہوئی۔ اور کیا مصیبت گذری۔ مردہ نے کہا اے سلمانؓ کچھ نہ پوچھو خدا کی قسم اگر کوئی شخص سوزنوں سے میرے تمام بدن کو ریزہ ریزہ کرتا اور ہڈیوں سے گوشت کو جُدا جُدا کرتا تو میرے نزدیک وہ موت کی اذیت سے بہت زیادہ آسان ہوتا۔ اے سلمانؓ میں دنیا میں ہمیشہ اعمال خیر کیا کرتا تھا۔ برابر نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ یکایک بیمار ہوا اور میری عمر کی مدت تمام ہوئی۔ اس وقت ایک شخص طویل القامت بشکل مہیب میرے سامنے ہوا پر معلق کھڑا ہو گیا۔ اور وہیں سے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ کانوں کی طرف اشارہ کیا تو کان بہرے ہو گئے۔ زبان کی طرف اشارہ کیا تو زبان بند ہو گئی۔ میں نے کہا تو کون ہے؟ جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا اُس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ اب تیری زندگی کا زمانہ گذر گیا۔ اب تجھکو یہاں سے دوسرے مقام پر جانا ہوگا۔ اتنے میں دو شخص اور آئے اور ایک میرے داہنی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا بائیں جانب اور کہنے لگے کہ ہم دونوں وہ فرشتے ہیں جو دار دنیا میں تیرے اعمال لکھا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر ایک نے جس کا نام رقیب تھا ایک میرا نامۂ اعمال مجھے دیا۔ جب میں نے اپنی نیکیوں کو اُس میں دیکھا تو بہت خوش اور مسرور ہوا۔ پھر دوسرے نے جس کا نام عتید تھا ایک نامۂ اعمال مجھے دیا۔ جب اُس میں اپنے گناہوں کو دیکھا تو بہت محزون و غمگین ہوا۔ بعد اس کے ملک الموت میرے قریب آئے اور ناک کی طرف سے میری رُوح کو قبض کر لیا۔ جس کا صدمہ مجھے ابھی تک نہیں بھولا ہے۔ اس وقت میرے اہل و عیال اعزہ و اقارب سب رونے لگے۔ ملک الموت ان کی گریہ و زاری و نالہ و بیقراری دیکھ کر کہنے لگے کہ تم لوگ کیوں روتے ہو۔ میں نے کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔ جو تم میرا شکوہ کرتے ہو۔ جب اس کی زندگی کے دن تمام ہو گئے مجھے حکم خدا ہوا۔ میں نے اس کی رُوح قبض کر لی۔ ابھی تو کتنی ہی مرتبہ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ پھر دوسرے فرشتے نے میری روح کو ملک الموت سے لے کر پروردگارِ عالم کے حضور میں پہنچایا اُس وقت خداوندِ عالم نے میرے کل افعال و اعمال کے متعلق سوالات فرمائے۔ مثلاً نماز و روزہ و زکوٰۃ و خمس و حج و جہاد و تلاوت قرآن و اطاعت والدین وغیرہ کی بابت اور خون ناحق کرنا۔ مال غصب کرنا۔ بندگانِ خدا پر ظلم کرنا وغیرہ۔ سب باتوں کی بابت پوچھا

اس کے بعد وہ فرشتہ میری روح کو زمین پر لایا۔ اور غسال میرے جسم سے کپڑے اُتار کے غسل دینے لگا۔ میری روح نے اُس سے کہا کہ اے بندۂ خدا اس جسم ضعیف و ناتواں پر رحم کر۔ آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر۔ خدا کی قسم جس جس رگ سے میں نکلی ہوں وہ رگ اُس کی ٹوٹ گئی ہے۔ اُس کے تمام اعضاء گویا پس پس گئے ہیں۔ غرض اس عاجزی سے میری روح نے کہا کہ اگر غسال سُنتا تو مردوں کا غسل دینا چھوڑ دیتا پھر غسل دینے کے بعد لوگوں نے مجھے کفن میں لپیٹا۔ اور محفوظ کیا اور نماز جنازہ پڑھی جب قبر کے اندر اُتارا اُس وقت مجھے کچھ ایسی وحشت معلوم ہوئی۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ گویا ایک آسمان پر سے زمین پر آپڑا۔ جب قبر کو بند کر چلے اُس وقت میری رُوح پھیر میرے جسم میں داخل ہوئی اور ایک فرشتہ جس کا نام منبّہ تھا پاس آیا اور مجھے بٹھایا۔ پھر کہنے لگا۔ اپنے وہ اعمال جو کچھ تو نے دُنیا میں کئے ہیں۔ سب لکھ میں نے کہا مجھے تو یاد نہیں وہ بولا میں بتلاتا جاتا ہوں تو لکھتا جا۔ میں نے کہا کاغذ کہاں ہے؟ اُس نے کہا یہی تیرا کفن بجائے کاغذ کام دے گا۔ میں نے کہا قلم کہاں سے لاؤں، اُس نے کہا تیری اُنگلی بمنزلۂ قلم ہے۔ میں نے کہا سیاہی کہاں سے آئے گی۔ وہ فرشتہ بولا کہ تیرا لعاب دہن بجائے سیاہی کے کام دے گا۔ غرض جب میں نے کل اعمال لکھ لیئے تو اُس نے اُس نوشتہ کو بطور طوق کے میری گردن میں ڈال دیا۔ جیسا کہ خدا وند عالم نے فرمایا ہے کُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴿اِقْرَاْ کِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا۔ ہر آدمی کا اعمالنامہ ہم نے بطور طوق اُس کی گردن میں ڈال دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اُس کے لئے ایک نوشتہ نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ پھر اُسے حکم دیں گے کہ اپنا لکھا پڑھ لے۔ آج کے دن اپنی ذات کے محاسبہ کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ اس کے بعد ایک فرشتہ نہایت مہیب جس کا نام منکر ہے ہاتھ میں ایک گرز آتشیں لئے میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا مَنْ رَّبُّكَ تیرا پروردگار کون ہے؟ پیغمبر اور امام تیرے کون ہیں؟ تو کس طریقہ پر تھا؟ دین تیرا کیا ہے؟ یہ سُن کر میں خوف سے حواس باختہ ہو گیا۔ بند بند کانپنے لگا۔ حیران ہوا کہ کیا جواب دوں کہ اتنے میں رحمت خدا شامل حال ہوئی۔ دل مطمئن ہوا میں نے جواب دیا اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُهٗ رَبِّیْ وَمُحَمَّدٌ نَبِیِّیْ وَعَلِیٌّ

بْنُ اَبِیْطَالِبٍ وَّ اَوْلَادُہُ الْمَعْصُوْمُوْنَ اَئِمَّتِیْ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَالْقُرْاٰنُ کِتَابِیْ.
(خدا میرا پروردگار ہے اور محمدؐ میرے رسولؐ ہیں اور علیؑ اور اُن کی اولاد معصومینؑ میرے امام اور پیشوا ہیں ۔ اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میری کتاب ہے ۔ پھر دوسرے فرشتے نے بھی جس کا نام نکیر تھا۔ اسی مہیب آواز سے میرے اعمال و افعال و اعتقادات کی بابت سوال کیا۔ بفضل خدا سے میں نے اُس کا بھی جواب دیا۔ اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ عَلِیًّا وَاَوْلَادَہُ الْمَعْصُوْمِیْنَ حُجَجُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّالصِّرَاطَ حَقٌّ وَّالْمِیْزَانَ حَقٌّ وَّسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَّنَكِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ وَّالْبَعْثَ حَقٌّ وَّالنُّشُوْرَ حَقٌّ وَّتَطَایُرَ الْكُتُبِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ (میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ اور ان کی اولاد میں سے جتنے معصومؑ ہیں وہ سب خدا کی حجتیں ہیں اور جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے۔ اور پل صراط برحق ہے اور میزانِ اعمال برحق ہے اور قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا برحق ہے اور میدانِ حشر میں لوگوں کا جمع ہونا برحق ہے اور اعمالناموں کا کھلنا برحق ہے۔ اور قیامت آنے والی ہے۔ اُس میں ذرا شک نہیں اور ہر شخص جو قبر میں ہے پروردگارِ عالم ضرور اُسے اُٹھا کھڑا کرے گا) پھر قبر میں مجھے لٹا کر ان فرشتوں نے کہا۔ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ ۔ اب تو آرام سے مثل خوابِ عروس کے سورہ۔ پھر ایک دروازہ بہشت کا میرے سرہانے کی طرف کھول دیا۔ جس سے بہشت کی ہوا آنے لگی۔ اور جہاں تک نظر کام کرتی تھی اتنی دُور تک قبر کشادہ ہو گئی۔ اور تمام زمین گلزار ہو گئی۔ اے سلمانؓ فارسی انسان کو لازم ہے کہ ہر وقت خدا کو یاد کرے اور اُسی کی عبادت میں زندگی بسر کر دے کہ مرنا برحق ہے اور ان سب باتوں کا جو میں نے بیان کیں سامنا ہو گا۔

اصبغ کہتے ہیں کہ جب قبر سے آواز آنی موقوف ہوئی حضرت سلمانؓ فارسی نے فرمایا مجھے گھر لے چلو۔ جب اُن کے مکان پر لائے کہا زمین پر لٹا دو۔ جب میں نے لٹا دیا تو آسمان کی طرف دیکھ کر ایک دُعا پڑھی۔ اور اس دارِ فانی سے انتقال کیا۔ میں متحیر تھا کہ حضرت سلمانؓ کو دفن کیونکر کروں کہ اتنے میں دور سے ایک سوار دکھائی دیا۔ جب قریب آیا میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ ہیں۔ حضرتؑ نے

آکر اپنے ہاتھوں سے سلمانؓ کو غسل دیا اور کفن پہنا کے نماز پڑھی اور دفن کیا۔ بعد اس کے نظروں سے غائب ہو گئے۔ مومنین سُنا آپ نے کہ جناب امیر علیہ السّلام مدینہ سے ایک شب کی راہ سے یہ اعجاز تشریف لائے اور حضرت سلمانؓ فارسی کو غسل دیا۔ کفن کیا۔ نماز پڑھی اور دفن کیا۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ان ہی کے فرزند جناب امام حسین علیہ السّلام کو کسی نے نہ کفن دیا نہ دفن کیا۔ بلکہ اس مظلوم کی لاش کئی شبانہ روز بے گور و کفن زمین کربلا پہ خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی۔

کتاب اسرار الشہادۃ میں بحوالہ مدینۃ العلم جو تصنیف سے جناب سیّد نعمت اللہ جزائریؒ کی ہے۔ لکھا ہے کہ عبداللہ اسدی کہتا ہے کہ نہر علقمہ کے کنارے کچھ لوگ بنی اسد سے رہا کرتے تھے۔ اُن کی عورتیں بعد چلے جانے لشکر ابن زیاد کے جب میدانِ قتال میں آئیں تو دیکھا کہ اُس صحرا میں فرزندانِ رسولؐ و جگر گوشگانِ علی و بتول کی لاشیں جابجا پڑی ہیں اور اُن کے زخموں سے خون تازہ جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ابھی قتل کئے گئے ہیں۔ وہ عورتیں یہ ماجرا دیکھ کر اپنے گھروں کو آئیں اور اپنے شوہروں سے کل کیفیت بیان کر کے کہنے لگیں۔ افسوس تم لوگوں نے اولادِ رسول اور فرزند فاطمہ زہراؑ کی کوئی خبر نہ لی۔ نہ کچھ مدد کی۔ تمہارے نیزہ سے تیر سے، کسی طرح بھی کام نہ آئے۔ کل بروز قیامت جب رسول خداؐ اور علی مرتضےٰ و فاطمہ زہراؑ تم سے سوال کریں گے۔ کیوں اے بنی اسد ہمارا فرزند تمہاری بستی کے قریب قتل کیا گیا اور تم نے کچھ مدد نہ کی تو کیا جواب دو گے۔ اُن لوگوں نے کہا ہم بنی اُمیہ کے خوف سے کچھ نہ کر سکے۔ ہم لوگ بہت نادم ہیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ عورتوں نے کہا۔ اگر تم لوگ اُن کی نصرت نہ کر سکے تو خیر اُن کی لاشیں جو زمین کربلا پر پڑی ہیں اُن کو تو دفن کر دو۔ کیونکہ عمر سعد نے اپنے کشتگان کو جہاں تک ہو سکا دفن کیا ہے مگر اولادِ رسول کو اسی طرح چھوڑ دیا ہے۔ الحاصل عورتوں کے کہنے سے بنی اسد میدانِ جنگ میں آئے اور چاہا کہ سب سے پہلے لاشِ امام دفن کریں۔ باقی شہدا کو اس کے بعد دفن کریں۔ یہ سوچ کر میدانِ قتال میں لاشِ امام کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے۔ فَلَمْ یَعْرِفُوْا جُثَّۃَ الْحُسَیْنِ مِنْ بَیْنِ تِلْکَ الْجُثَثِ لِاَنَّھَا کَانَتْ بِلَا رُءُوْسٍ قَدْ غَیَّرَتْھَا الشُّمُوْسُ۔ مگر جناب امام حسین کی لاشِ مبارک اُن سے نہ پہچانی گئی

اس لئے کہ کسی لاش کے بدن پر سر نہ تھا۔ اشقیاء سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھا کر لے گئے تھے اور حرارتِ آفتاب سے بھی اجساد کی حالت بدل گئی تھی) وہ سب حیران کھڑے تھے کہ امام کی لاش کیونکر پہچانیں اور دفن کریں۔ اتنے میں ایک سوار کوفہ کی طرف سے آتا دکھائی دیا۔ قریب آکر کہنے لگا کہ تم سب کس فکر میں ہو۔ لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کی اور ان کی اولاد و انصار کی لاشیں دفن کر دیں۔ مگر جناب امام حسینؑ کی اور اُن کی اولاد و انصار کی لاشیں دفن کر دیں۔ مگر جناب امام حسینؑ کی لاش پہچانی نہیں جاتی۔ یہ سُن کر وہ سوار رونے لگا۔ اور پکار کر کہنے لگا۔ وَا اَبَتَاهُ وَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ یَا لَیْتَکَ کُنْتَ حَاضِرًا فَتَرَانِیْ اَسِیْرًا ذَلِیْلًا۔ اے بابا کاش آپ موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں کس ذلت سے اسیر کیا گیا ہوں) یہ کہہ کر گھوڑے سے اترے اور بنی اسد کو ساتھ لئے قتل گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جوں ہی آپ کی نظر لاش جناب امام حسینؑ علیہ السلام پر پڑی اپنے تئیں گرا دیا اور لپٹ کر رونے لگے اور کہتے تھے اے بابا آپ کی شہادت سے بنی امیہ کو خوشی ہوئی۔ اے بابا بعد آپ کے ہم لوگوں پر عجب عجب مصیبتیں پڑیں۔ پھر تھوڑی دور جا کر مٹی اٹھائی۔ ایک قبر دکھائی دی۔ اس میں جناب امام زین العابدینؑ نے اپنے پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کیا۔ بعد اس کے حضرت بتاتے جاتے تھے کہ یہ فلاں کی لاش ہے اور یہ فلاں کی لاش ہے۔ اور بنی اسد ان کو دفن کرتے جاتے تھے۔ جب سب سے فراغت ہوئی تو نہر کے کنارے آئے۔ حضرت عباسؑ کی لاش دیکھی۔ لپٹ کر رونے لگے اور فرمانے لگے اے چچا کاش آپ دیکھتے کہ اہل حرم اور لڑکیاں پیاس سے کس طرح روتی تھیں۔ پھر آپ نے قبر کھودنے کا حکم دیا اور ان کو وہیں نہر کے کنارے دفن کیا۔ پھر الگ گڑھا کھود کر سب انصار کی لاشوں کو ایک جگہ دفن کیا۔ مگر حبیبؓ بن مظاہر کی لاش کہ اُس کو ان کے قبیلے کے لوگوں نے علیحدہ دفن کیا۔ بعد اس کے بنی اسد سے فرمایا۔ چلو حُر کی لاش بھی دفن کریں۔ جب وہاں پہنچے تو حضرتؑ نے فرمایا اے حُرؓ خوشا نصیب تیرے کہ تیری توبہ قبول ہوئی تو نے فرزندِ رسولؐ پر جو اپنی جان فدا کی اس سبب سے تیری جگہ بہشت میں ہے۔ بنی اسد نے چاہا کہ مقبرۂ شہداء کی طرف اُٹھا کے لے چلیں۔ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہیں دفن کر دو۔ الغرض جب سب کے دفن سے فراغت ہوئی تو حضرتؑ نے

گھوڑے پر سوار ہو کے جانے کا قصد کیا۔ بنی اسد قدموں سے لپٹ گئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کو اُسی مظلوم کی قسم ہے۔ جس کی لاش آپ نے اپنے ہاتھوں سے دفن کی ہے یہ تو بتائیے کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا میں حجت خدا تم سب لوگوں کا امام علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔ میں اپنے والد ماجد کی لاش کو اور اُن کے ساتھ جو جو عزیز و انصار شہید ہوئے تھے اُن کو دفن کرنے آیا تھا۔ اے بنی اسد خدا تم کو جزائے خیر دے کہ تم نے اس کارِ خیر میں میری مدد کی۔ اب میں اُسی قید خانہ میں جاتا ہوں۔ جہاں ابن زیاد نے ہم اہلبیتؑ رسولؐ کو قید کیا ہے۔ یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور بنی اسد اپنی عورتوں کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس آئے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس پنجاہ و دوم ۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ رب العالمین قرآن مبین میں ارشاد فرماتا ہے۔ بہ تحقیق کہ ہم نے داؤدؑ کو اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔ اور اُن دونوں نے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم لوگوں کو بہت سے بندگان مومنین پر فضیلت دی ہے۔ اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور بولے کہ ایہا الناس ہم کو زبان طیور تعلیم دی گئی اور ہر چیز سے ہم کو ایک مقدار عطا کی گئی۔ بہ تحقیق کہ یہ ایسا فضل ظاہر و بین ہے کہ کسی پر چھپا نہیں۔ اور سلیمانؑ کے واسطے ہر قسم کا لشکر جنات کا انسان کا اور پرندوں کا ہر وقت مہیا اور آمادہ رہتا تھا۔ اور وہ سب کے سب علیحدہ تھے۔ کوئی کسی سے مخلوط نہ تھا۔

واضح ہو کہ خداوند عالم نے حضرت سلیمانؑ کو بڑی سلطنت عطا کی تھی۔ حدیث میں منقول ہے کہ سلیمانؑ بن داوٗدؑ تمام روئے زمین کے مالک تھے۔ چنانچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ چار شخص ہفت اقلیم کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ دو کافر ہوئے ہیں اور دو مسلم۔ کافروں میں سے ایک شداد ہے۔ جس نے بہشت بنایا تھا۔ دوسرے بخت نصر ہے۔ جس نے ستر ہزار بنی اسرائیل کو قتل کیا تھا۔ ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ خدا سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ پر وحی آئی۔ اے رسولؐ بہ سبب قتل ناحق یحییٰؑ بن زکریاؑ کے ہم نے ستر ہزار آدمی قتل کرائے اور بعوض تمہارے فرزند حسینؑ کے ستر ہزار اور ستر ہزار قتل کراؤں گا۔ اور دو مسلم کہ ان میں سے ایک سکندر ذوالقرنین۔ دوسرے سلیمانؑ بن داوٗدؑ ہیں۔

بیان بادشاہی حضرت سلیمانؑ

بعض روایات میں ہے۔ کہ حضرت سلیمانؑ جب تک بادشاہ رہے۔ کل جن و انس چرند و پرند اُن کے تابع و فرماں بردار تھے اور وہ حضرت کل جانوروں کی زبان سمجھتے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر سو فرسخ میں ہوتا تھا۔ پچیس فرسخ میں انسان ہوتے تھے اور پچیس فرسخ میں جنات اور پچیس فرسخ میں پرندے اور پچیس فرسخ میں چوپائے ہوتے تھے۔ اور جب حضرت سلیمانؑ سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو یہ سب لشکر ساتھ ہوتا تھا۔ اور ہوا کو حکم دیتے تھے کہ وہ بساط سلیمانؑ کو درمیان آسمان و زمین کے لے چلتی تھی اور ایک ہزار مکان شیشے کے لکڑی کے اوپر بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں تین سو بیبیاں حضرت کی تھیں اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور وہ تخت دیوؤں نے حضرت سلیمانؑ کے واسطے بنایا تھا۔ جو ایک فرسخ مربع میں تھا۔ طلائے خالص سے بنا ہوا تھا۔ ابریشم کا اُس پر فرش تھا۔ اور اس کے بیچوں بیچ ایک منبر سونے کا نصب تھا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ بیٹھتے تھے۔ اور گرد اُن کے تین ہزار کرسیاں سونے چاندی کی تھیں۔ انبیاءؑ سونے کی کرسیوں پر اور علماء چاندی کی کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور اُن کے گرداگرد اور لوگ ہوتے تھے اور اُن کے گرد جنات اور دیو ہوتے تھے اور پرندے سایہ کئے رہتے تھے۔ تاکہ آفتاب کی

حرارت سے اُن حضرتؑ کو صدمہ نہ پہنچے۔ اور ہوا اُس بساط کو صبح سے شام تک ایک ایک مہینہ کی راہ لے جاتی تھی۔ اور شام سے صبح تک ایک ایک مہینہ کی راہ پہنچاتی تھی۔

پہنچنا بساط حضرت سلیمانؑ کا زمین کربلا پر

ایک دن تخت سلیمانؑ ہوا پر چلا جا رہا تھا کہ ناگاہ اس کا گزر صحرائے کربلا پر ہوا پس تین مرتبہ ہوا نے تخت کو ایسی گردش دی کہ قریب تھا کہ سلیمانؑ تخت سے گر پڑیں جب ہوا ٹھہر گئی اور تخت زمین پر آیا تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا تیرے اضطراب کا کیا سبب ہے؟ وہ بولی کہ اسی زمین پر حسینؑ شہید ہوں گے۔ سلیمانؑ نے پوچھا کہ حسینؑ کون ہیں؟ ہوا نے کہا کہ وہ سبط محمد مختار و فرزند علی کرار ہیں۔ سلیمانؑ نے پوچھا کہ اُن کو شہید کون کرے گا۔ ہوا نے عرض کی اُن کا قاتل یزید ہو گا۔ جس پر اہل آسمان و زمین سب ہی لعنت کریں گے۔ یہ سُن کے حضرت سلیمانؑ نے یزید پر نفرین کی۔ اور جتنے ہمراہی اُن حضرتؑ کے تھے۔ اُن سب نے آمین کہی۔

بیان قبض روح حضرت سلیمانؑ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان نے اپنے لشکر سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ ایک روز آرام کروں۔ اپنی سلطنت۔ حکومت اور شان و شوکت ملاحظہ کروں اور سب پر تاکید فرما دیا کہ خبردار اُس روز میرے پاس کوئی نہ آنے تاکہ میری آرام و آسائش میں کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو۔ فَصَعِدَ عَلَى الْقَصْرِ یہ فرما کے قصر بلند پر چڑھ گئے اور عصا پر تکیہ دے کر کھڑے ہوئے اور اپنے ملک اور بادشاہی پہ نظر کرنے لگے۔ دیکھا کہ جنات و انسان و وحوش و طیور سے سارا میدان بھرا ہوا ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے ساری زمین بھری ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ مثل میرے خداوند عالم نے کسی کو سلطنت و حکومت عطا نہیں کی ہے۔ اسی وقت آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ پاس آکر کھڑا ہوا۔ حیران ہو کے پوچھا تو کون ہے؟ جو بلا میری اجازت کے یہاں چلا آیا۔ اُس نے کہا میں وہ ہوں جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ میں وہ ہوں کہ نہ رشوت لیتا ہوں اور نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ملک الموت ہوں۔ خداوند عالم نے مجھے آپ کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے یہ سُن کے جناب سلیمانؑ نے فرمایا اے ملک الموت تمہیں خدا کا جو حکم ملا ہے بجا لاؤ

پس اُسی وقت حضرت سلیمانؑ کی روح قبض ہو گئی اور وہ اُسی طرح عصا پر تکیہ دئے کھڑے رہے۔ سب جنات کاروبار میں مشغول تھے اور جانتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ زندہ کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بنا بر بعض روایات کے ایک سال گزر گیا۔ اور اس عرصہ میں بیت المقدس کی تعمیر بھی ختم ہو گئی۔ اُس وقت اُن سب میں اختلاف ہوا۔ بعضے کہتے تھے کہ سلیمانؑ نے اتنے دنوں سے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا نہ لیٹے نہ سوئے۔ بیشک یہ خدا ہیں۔ بعضے کہتے تھے کہ یہ ساحر ہیں۔ مومنین کہتے تھے کہ نہیں بندۂ خدا ہیں۔ اُس وقت دیمک کو خدا کا حکم ہوا کہ اُن کے عصا کو کھائے دیمک نے اُن کا عصا کھایا اور حضرتؑ گرے۔ اُس وقت جنات نے جانا کہ سلیمانؑ مر گئے ہیں۔ اسی وقت کاروبار چھوڑ کر سب کے سب چلے گئے اور جن اب تک دیمک کے شکر گزار ہیں کہ اُس نے اُن کو سلیمانؑ کی موت سے آگاہ کیا۔ اسی لئے جہاں دیمک ہوتی ہے۔ جنات پانی اور کیچڑ اُن کی غذا کے لئے رکھ جاتے ہیں۔

حضرات! آپ نے خیال کیا کہ یہ سب جنات و وحوش و طیور کی اطاعت جناب سلیمانؑ کے لئے فقط اُن کی زندگی تک تھی۔ جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت سلیمانؑ نے انتقال کیا تو سب کے سب چھوڑ کے چلے گئے۔ مگر قربان ہوں جائیں ہم لوگوں کی سلیمانِ کربلا۔ غریب مینوا جناب سید الشہداؑ پر کہ اُن جنابؑ پر جنات و وحوش و طیور اپنی اپنی جانیں فدا کرنے کی آرزو رکھتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ دسویں ماہ محرم کو جب صبح سے لڑائی شروع ہوئی اور آخر ظہر تک حضرت کے تمام اعوان و انصار، عزیز و اقارب، باری باری شہید ہو چکے اور وہ امام مومنین اُس مجمع اشقیاء میں یکہ و تنہا رہ گئے۔ اُس وقت آپ نے داہنے اور بائیں نظر فرمائی۔ سوائے لاشہائے شہداء کے کوئی مونس و یاور نظر نہ آیا۔ سے

فَنَادٰی یَا لَیْتَنَا هَلْ مِنْ مُّجِیْرٍ وَهَلْ لِیْ مِنْ مُّغِیْثٍ اَوْ نَصِیْرٍ

اُس وقت اپنی مظلومی اور تنہائی پر رونے لگے اور اس طرح فریاد کرنے لگے کہ آیا کوئی ایسا رحم دل ہے۔ جو مجھ بے کس پر رحم کرے۔ آیا کوئی ایسا فریاد رس ہے جو میری فریاد کو پہنچے۔ پس بروایت منتخب اس وقت جنوں کا ایک لشکر ہتھیار لگاتے ہوئے ہوا۔ اس مظلوم کے سامنے آ کر موجود ہوا۔ اور سب نے رو کر عرض کی یا مولا! ہم لوگ

آپ کی نصرت کے واسطے حاضر ہوئے ہیں۔ جو ہمیں ارشاد ہو بجا لائیں۔ اگر ہمیں اذنِ جہاد دیجئے تو ان اشقیاء کو ابھی واصل جہنم کر دیں۔ آپ نے فرمایا آگاہ ہو کہ میرے نانا نے بہت جلد مجھے اپنے پاس بلایا ہے میں ان کے برخلاف نہیں کر سکتا۔ ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے اپنے نانا رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا ہے اور درمیان آنکھوں کے بوسہ دے کر فرماتے ہیں۔ اے حسینؑ علم الٰہی میں یوں گزرا ہے کہ آج تو اپنے خون میں نہائے تیری ریش خون سے خضاب ہو۔ تیرا سر پسِ گردن سے جدا کیا جائے۔ اور تیری عورتیں مقید ہو کر شتران بے کجاوہ پر دربدر اور شہر بہ شہر پھرائی جائیں۔ اے گروہ جن اب تمہاری نصرت کی حاجت نہیں ہے۔ میں ان سب مصائب پر صبر کرتا ہوں یہاں تک کہ خداوندِ عالم درمیان میرے اور میرے قاتلوں کے حکم فرمائے۔ کہ وُہ احکم الحاکمین ہے۔

پرندوں کا کربلا میں آنا

مومنین! جنات کی اطاعت کا حال تو آپ سُن چکے اب پرندوں کی اطاعت کا حال بھی سُنئیے۔ صاحب منتخب لکھتے ہیں کہ جب جناب امام حسینؑ شہید ہو گئے بعد زمین کربلا پر پڑے ہوئے تھے اور جسمِ اطہر سے خون بہ بہ کے زمین پر جاری تھا۔ اُس وقت ایک طائر سفید آیا اور خون امامؑ میں لوٹنے لگا۔ پھر اُسی حالت میں ایک جانب کو اُڑ گیا۔ ایک جگہ اُس نے دیکھا کہ درختوں کی شاخوں پر کچھ پرند بیٹھے آب و دانہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا وائے ہو تم پر اے جانورو! تم سب سایہ میں بیٹھے آب و دانہ کا ذکر کر رہے ہو۔ تم کو یہ خبر نہیں کہ حسینؑ فرزند رسول الثقلین بھوکا پیاسا قتل کر دیا گیا۔ اور اس کی لاشِ اقدس دھوپ میں زمینِ گرم کربلا پر پڑی ہے۔ یہ سُن کر وہ سب پرند کربلا میں پہنچے۔ دیکھا کہ حسینؑ کربلا کی جلتی ریت پر سر کٹائے ایک گڑھے میں پڑے ہیں۔ کفن کیسا؟ صحرا کی گرد اُڑ اُڑ کر لاش پر بجائے کفن ہو گئی ہے۔ غسل کیسا؟ بدن کے لہو سے غسل ہوا ہے یہ حالت دیکھ کر وہ سب جانور رونے لگے اور خون میں لوٹنے لگے۔ پھر ایک ایک جانور ایک ایک شہر کو اُڑ گیا۔ کہ اطراف عالم میں قتلِ امام حسینؑ کی خبر کر دے۔ ان میں سے ایک طائر مدینۂ رسولؐ میں بھی پہنچا کہ خون اس کے پروں سے ٹپکتا تھا۔ روضۂ

رسولؐ کے گرد اگرد پھر کر یہ آواز دیتا تھا اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ ۔ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ یا رسول اللہ آپ کا نواسا حسینؑ زمین کربلا پہ ذبح کیا گیا۔ یہ آواز سن کر بہت سے پرند اس کے گرد جمع ہو گئے اور سب رونے لگے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس پنجاہ و سوم ۵۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ اے رسولؐ! ہماری طرف سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر (بہ سبب گناہ کے) زیادتی کی ہے اور حد سے گزر گئے ہو۔ تم سب رحمت خدا سے ناامید نہ ہو۔ بہ تحقیق کہ خداوند تعالیٰ جتنے گناہان (صغیرہ و کبیرہ) ہیں سب کو بخش دے گا۔ بہ تحقیق کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے اور رحیم ہے) تمام قرآن مجید میں یہ آیت ایسی ہے کہ جناب پیغمبر خدا فرمایا کرتے تھے کہ مَآ اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ (اگر تمام دنیا و مافیہا مجھکو اس آیت کے عوض میں ملے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا) اور جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَوْسَعُ مِنْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا (تمام قرآن مجید میں اس آیت سے بڑھ کے کوئی آیت نہیں ہے جو بندوں کے لئے رحمت و مغفرت خداوندی کو شامل ہو)

شانِ نزول

اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وحشی قاتل حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب کہ اس نے چاہا کہ اسلام لائے اور بہ سبب قتل کرنے جناب امیر حمزہؓ کے تامل کرتا تھا۔

وجوہِ بلاغت

اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آیت عیاش بن ربیعہ اور ولید اور چند اور لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب کہ کفار نے بعدِ اسلام ان لوگوں کو اذیت پہنچائی تو یہ سب مرتد ہو گئے۔ اور پھر چاہا کہ اسلام لائیں۔ مگر خوف تھا کہ شاید توبہ قبول نہ ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور وہ سب کے سب اسلام لائے اور اس شہر سے ہجرت کرکے دوسری جگہ چلے گئے۔ بہرکیف اس آیت میں بہت سی باتیں ہیں جن کا بیان کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ خدا نے فرمایا یٰعِبَادِیَ (اے میرے بندو!) جس سے لطفِ خداوندی سمجھا جاتا ہے یَا اَیُّھَا الْعُصَاۃُ (اے گنہگارو) نہ فرمایا کہ اُس سے قہرِ خدا سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے اَسْرَفُوْا فرمایا اَخْطَئُوْا نہ کہا کیونکہ اسراف اس بات کا مقتضی ہے کہ عتاب میں نرمی اور سہولت ہو بخلاف خطا کے۔ تیسرے یہ کہ لَا تَقْنَطُوْا فرمایا۔ جو اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ رحمت و مغفرتِ خدا سے نا اُمید ہونا حرام ہے۔ چوتھے یہ کہ لفظ لَا تَقْنَطُوْا (نا اُمید مت ہو) پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ اس کے بعد تاکیداً فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (یقیناً خدائے تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا) پانچویں یہ مضمر کی جگہ پر مظہر ارشاد فرمایا۔ اِنَّہٗ نہیں کہا بلکہ اِنَّ اللّٰہَ فرمایا کہ مغفرت کی اسناد بصراحت اُس کے اسمِ پاک کی جانب ہو نہ ضمیر کی طرف جس میں خفا پایا جاتا ہے۔ چھٹے کُل گناہوں کے بخشنے کو ارشاد فرمایا ہے اور بعض کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ یعنی یُوں فرمایا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ساتویں اس کے بعد پھر تاکید فرمایا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ آٹھویں اسم و خبر کے درمیان ضمیر فصل ارشاد فرمائی۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مغفرت اور رحمت کا حصر اُسی کی ذات پر ہے۔ نویں مغفرت کو رحمت پر مقدم کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ بعد گناہوں کے بخش دینے کے خدا اُس پر اور رحمت بھی نازل فرمائے گا اور مہربانیاں بھی کرے گا۔ دسویں مغفرت کے بعد رحمت کا ذکر فرمایا اور کسی صفت کا ذکر نہ کیا۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ اُس کی رحمت بڑھی ہوئی ہے۔ اور کل خلائق کے لئے عام ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور سورۂ نساء میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ

وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا (یعنی خدائے تعالیٰ شرک کو تو نہیں بخشتا اور اس کے ماسوا اور گناہوں کو بخش دیتا ہے جس شخص کے لئے چاہتا ہے) اور جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے اُس نے بہت بڑے جھوٹ کا افترا کیا)

وحشی قاتل امیر حمزہؑ کی توبہ قبول ہونے کا ذکر

صاحب مجمع البیان نے لکھا ہے کہ یہ آیت وحشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب کہ اس نے جنگ اُحد میں حضرت امیر حمزہؑ کو شہید کیا اور وہ سب وہاں سے مکّہ میں آئے تو اپنے فعل پر نادم تھے۔ اور جناب پیغمبرؐ خدا کی خدمت میں ایک خط بھیجا کہ ہم سب اپنے فعل پر بہت نادم ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام لائیں مگر چونکہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ خدا کہتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ اِلٰی آخِرِ (خاص بندے وہ لوگ ہیں جو خدا کے ساتھ دوسروں کو نہیں پکارتے اور نہ کسی نفس محترم کو قتل کرتے ہیں مگر حق پر۔ اور نہ زنا کرتے ہیں الخ) اور ہم سب تو خدا کے ساتھ شرک بھی کر چکے ہیں اور جن کا قتل کرنا حرام تھا اُن کو شہید بھی کر چکے ہیں تو اب کیونکر اسلام لائیں۔ جب حضرتؐ نے یہ خط پڑھا تو اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا مگر وہ شخص جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے تو بے شک اس کی توبہ قبول ہو گی۔ آنحضرتؐ نے یہ لکھ کر کسی شخص کو وحشی کے پاس بھیجا۔ جب اُن لوگوں نے پڑھا تو کہا کہ یہ شرط عمل صالح کی بہت ہی سخت ہے۔ شاید ہم سے عمل صالح نہ ہو سکے اُس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (یعنی خدائے تعالیٰ شرک کو تو نہیں بخشتا ہے اور سوائے شرک کے جو گناہ ہو اُس کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے) جب یہ آیت ان لوگوں کے پاس پہنچی تو کہنے لگے کہ خدا جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ شاید ہم لوگ اُن میں سے نہ ہوں تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ

نَغْفِرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ جب یہ آیت اُن لوگوں کے پاس پہنچی اُس وقت وہ سب اسلام لائے۔ سبحان اللہ کیا رحمتِ خدا ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ جناب پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ خداوند عالم کی رحمت کے سو درجے ہیں۔ جن میں سے ایک حصہ روئے زمین پر خلائق میں تقسیم کردیا ہے جس کے سبب سے ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتا ہے اور ننانوے حصے اپنے لئے رکھے ہیں۔ جن سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ جو ہمیشہ مسجد میں شب و روز عبادتِ خدا کیا کرتا تھا۔ اور کبھی کسی کی صحبت میں نہ آتا جاتا تھا۔ بادشاہ سے لوگوں نے اُس کی تعریف کی۔ بادشاہ سُن کر بہت خوش ہوا اور اُس کو بلا کر کہنے لگا کہ میں آپ کے اوصافِ حمیدہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہی پاس رہا کریں۔ کہ میں آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوا کروں گا۔ عابد نے کہا اے بادشاہ اس کا کوئی مضائقہ نہیں مگر شاید کسی دن آپ مجھے اپنی زوجہ کے ساتھ کسی بات میں مشغول پائیں تو اُس وقت آپ کو بہت ملال ہوگا۔ یہ سُن کر بادشاہ بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا یہ کیسی گفتگو ہے۔ اگر کوئی دوسرا اس طرح کی گفتگو کرتا تو میں ابھی اُس کو قتل کر دیتا

بیان رحمتِ خدا

عابد نے کہا اے بادشاہ! میں جس کے گھر میں رہتا ہوں وہ میرا مالک ایسا کریم ہے کہ اگر دن بھر میں میں ستر گناہ بھی کروں تو غضبناک نہیں ہوتا۔ اور اپنے دروازے سے نہیں نکالتا۔ نہ میرا کھانا بند کرتا ہے نہ پانی۔ ایسے شخص کے دروازے کو میں کیونکر چھوڑ دوں اور اس شخص کے پاس آرہوں کہ جس کا ایک گناہ بھی ابھی نہیں کیا۔ اور وہ قبل از گناہ، مجھ پر غضبناک اور میرے قتل پر آمادہ ہوتا ہے۔

دیکھئے الطافِ خدا میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب بندہ کسی نیکی کی نیت کرتا ہے تو فرشتے فقط کارِ خیر کی نیت کرنے کے سبب ایک نیکی کا ثواب اس کے لئے لکھ لیتے ہیں اور جب کوئی بندہ گناہ کا قصد کرتا ہے تو ملائکہ شمال اُس گناہ کو اُس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھتے ہیں۔ جب تک کہ اس کو کر نہ گزرے کرنے کے بعد بھی سات ساعت تک مہلت دیتے ہیں کہ شاید توبہ کرلے۔ جب

توبہ نہیں کرتا۔ تو اُس وقت ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے اُکْتُبْ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الْمَخْذُوْلِ (اس بدبخت محروم کی یہ بدی لکھ لو)۔

وجہ تسمیہ کراماً کاتبین

بعض احادیث میں ہے کہ جب کرامؑ کاتبین نیکیوں کو لکھتے ہیں تو خوش خوش خدائے تعالےٰ کے پاس جاتے ہیں۔ اور پیش کرتے ہیں۔ اور جب گناہوں کو لکھتے ہیں تو رنجیدہ اور غمگین جاتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ دریافت فرماتا ہے کہ آج میرے بندے نے کیا کیا۔ وہ چُپ ہو جاتے ہیں۔ جب دوبارہ سہ بارہ پوچھتا ہے تو وہ کہتے ہیں خداوندا تو علام الغیوب ہے۔ تو نے حکم دیا ہے کہ عیب کو چھپاؤ تو اُن لوگوں کے عیب کو چھپا اور ان کو رسوا نہ کر۔ اسی لئے ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔

گناہ کا بہ سبب حسن ظن کے بخشا جانا

جواہر الاخبار میں منقول ہے کہ جب روز قیامت ہوگا اور خلائق کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ تو ایک شخص کی نسبت حکم خدا ہوگا کہ اس کے اعمال کو تولو۔ جب اُس کے اعمال تولے جائیں گے تو گناہوں کا پلہ بہت سنگین ہوگا۔ ارشاد ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ جب ملائکہ پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے تو وہ شخص پھر پھر کے دیکھے گا۔ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ اِلٰی مَا تَلْتَفِتُ (پروردگار عالم پوچھے گا۔ تو پھر پھر کے کیا چیز دیکھتا ہے؟) وہ عرض کرے گا بارالٰہا مجھے تجھ سے ایسا گمان نہ تھا کہ مجھ کو جہنم میں داخل کرے گا۔ پس اُس وقت خداوند ارحم الرحمین فرمائے گا۔ اے فرشتو! قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی۔ دنیا میں یہ شخص ہرگز ہرگز میرے ساتھ حسن ظن نہیں رکھتا تھا۔ اور چونکہ اس وقت میرے سامنے حسن ظن ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے میں نے اُس کے گناہوں کو بخش دیا۔ جاؤ اُسے بہشت میں لے جاؤ۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے تیس ۳۰ برس غفلت میں بسر کی۔ عبادت کیسی کبھی خدا کا نام تک بھی زبان پر نہ لایا۔ ملائکہ نے درگاہِ باری میں عرض کی پروردگارا! یہ تیرا بندۂ نافرمان تیس برس گزر چکے ہیں کہ تجھ سے بالکل غافل ہو گیا ہے۔ ارشاد ہوا چونکہ یہ

برابر عیش و آرام میں بسر کرتا رہا ہے۔ اس لئے مجھے بھولا ہوا ہے۔ اگر یہ کسی بلا میں مبتلا
ہو گا تو فوراً مجھے یاد کرے گا۔ بعد اس کے حکم ہوا اے جبرئیلؑ اس بندہ کی ایک رگ کو رگہائے
شرائین میں سے ساکن کر دو۔ جب وہ رگ ساکن ہو گئی اور حرکت سے باز رہی وہ بندۂ
نافرمان بے چین ہوا اور کہنے لگا یَا رَبِّ یَا رَبِّ اے میرے پروردگار! جلد مجھے اس بلا
سے نجات دے جانب خدا سے آواز آئی لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ اَیْنَ کُنْتَ فِیْ ھٰذِہِ
الْمُدَّۃِ (یعنی لبیک لبیک اے میرے بندے تو اتنے دنوں تک کہاں رہا۔ کبھی بھی مجھے یاد نہ کیا۔

حکایت فاسق زمانِ موسیٰؑ

مجالس المتقین میں منقول ہے کہ جناب موسیٰ کے زمانہ میں ایک جوان قوم
اسرائیل میں سے ایسا فاسق تھا کہ خلائق اُس کے فسق و فجور سے بہ تنگ آگئی تھی
یہاں تک کہ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ پروردگارا! اس کے شر سے ہمیں بچا۔ آخرکار
حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اس بدکار کو اس شہر سے باہر کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی
معصیت کی وجہ سے اس سرزمین پر کوئی بلا نازل ہو۔ جب کلیم اللہ نے اس کو شہر
نکال دیا۔ وہ گنہگار دوسرے قریہ میں گیا۔ پھر وحی الٰہی ہوئی کہ وہاں سے بھی نکال
۔ اُس قریہ سے بھی نکالا گیا۔ ایسے صحرا میں جہاں نہ بستی تھی نہ آبادی، اس
ایک غار میں سکونت اختیار کر لی۔ قضائے کار وہ بیمار ہوا اور بہ سبب نہ
ہے کسی مونس و مددگار اور تیماردار کے اُس کی بیماری روز بروز بڑھتی گئی
جب حالت بہت ردّی ہوئی تو پیشانی خاک پر رکھ کر اپنی بے کسی اور غربت
تنہائی اور ذلّت پر زار زار رونے لگا۔ اور یوں مناجات کی کہ بارالٰہا! اگر میری ماں
سر ہوتی میرے حال پر رحم کھاتی اور میری غربت و ذلت پر گریہ و زاری کرتی اگر باپ
ہوتا تو مجھ کو غسل و کفن دیتا۔ اگر زن و اطفال موجود ہوتے تو میرے جنازے
روتے اور تیری درگاہ میں وہ لوگ عرض کرتے کہ خداوندا اس غریب گنہگار پر
کہ جو اپنے وطن میں نہ رہنے پایا۔ ایک قریہ سے دوسرے قریہ کو نکالا گیا
یہاں تک کہ در بدر پھر کر اس غار میں چلا آیا یَا رَبِّ اِذَا قَطَعْتَنِیْ وَفَرَّقْتَ بَیْنِیْ
بَیْنَ وَالِدَیَّ وَ زَوْجَتِیْ وَاَوْلَادِیْ فَلَا تَقْطَعْنِیْ مِنْ رَحْمَتِکَ (بارخدایا!
جب تو نے میرے باپ سے اور زن و فرزند سے مجھے جدا کر دیا اور اُن کے دیدار

آخری سے بھی محروم رکھا۔ تو اب اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا: وَكَمَا اَحْرَقْتَ قَلْبِيْ بِفِرَاقِهِمْ فَلَا تُحْرِقْنِيْ بِنَارِكَ لِاَجْلِ مَعْصِيَتِيْ (اور جس حال میں تو نے ان کی مفارقت سے میرے دل کو جلایا ہے تو اب بوجہ اُن گناہوں کے مجھ سے سرزد ہوئے ہیں جہنم کی آگ سے تو میرے بدن کو نہ جلانا۔ پس خداوند ارحم الراحمین نے دو حوریں اُس کی زن و مادر سے مشابہ اور ایک فرشتہ اُس کے باپ کی صورت کا اور کچھ غلمان اُس کی اولاد سے مشابہ بھیجے کہ وہ سب اُس کے پاس بیٹھ کے رونے لگے۔ جوان نے جب آنکھ کھول کر دیکھا کہ میرے ماں باپ اور زن و فرزند سب بالین سر موجود ہیں۔ اُس کے دل کو تسکین ہو گئی۔ اور اُس نے اسی عالم میں اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال کیا۔ ادھر اس نے رحلت کی اُدھر رب العزت کی جانب سے جناب کلیم اللہ کو حکم ہوا۔ يَا مُوْسٰى اِنَّهٗ قَدْ مَاتَ وَلِيٌّ مِّنْ اَوْلِيَائِيْ فِيْ مَوْضِعِ كَذَا فَاذْهَبْ اِلَيْهِ فَغَسِّلْهُ وَكَفِّنْهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَادْفِنْهُ (اے موسیٰؑ فلاں قریہ کے غار میں ہمارا ایک دوست مر گیا ہے۔ تم خود جا کے اُسے غسل و کفن دو اور نماز پڑھ کر دفن کرو) حضرت جو اس مقام پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو وہی جوان فاسق جسے شہر بدر کیا تھا مردہ پڑا ہے۔ متحیر ہو کے عرض کی بارالٰہا! کیا یہ میت اُس جوان کی نہیں ہے جس کے اخراجِ بلد کا حکم ہوا تھا؟ خطاب ہوا کہ ہاں یہ وہی شخص ہے۔ چونکہ اس نے مرض الموت میں جلائے وطن اور اقربا میں نالہ و زاری کی اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ہم سے مغفرت چاہی۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔ اور اس کی غربت و خواری پر رحم کیا۔ سبحان اللہ کیا رحمتِ خدا ہے۔ اسی سے اس کو ارحم الراحمین کہتے ہیں۔ انسان کو بھی چاہیئے کہ ایک دوسرے پر رحم کرے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے اِرْحَمْ تُرْحَمْ تو لوگوں پر رحم کر خدائے تعالیٰ بھی روزِ قیامت تجھ پر رحم کرے گا۔ اور جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ (جن اخلاق سے خدا اپنے بندوں سے پیش آتا ہے تم بھی اُن ہی اخلاق سے بندگانِ خدا سے پیش آؤ۔

بیان مواسات

انسان کو لازم ہے کہ وقت مصیبت ایک دوسرے کے کام آئے اور مواسات کے

معنی بھی یہی ہیں کہ کسی کے ساتھ ہمدردی کرنا۔ اور اس کی غم خواری کرنا۔ درحقیقت یہ ایک ایسی صفت ہے جس کو خداوندِ عالم نے انسان کے قلب میں ودلیعت رکھا ہے۔ اور یہ اخلاق میں سب سے بہتر ہے۔ جس کے دل میں رحم یا ہمدردی کا مادہ نہیں۔ وہ درحقیقت انسان نہیں اسی مضمون کو کسی شاعر نے نظم کیا ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

حکایت مواسات

سید نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے بغاوت کی اس نے فوج کشی کرکے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ بعد تحقیق کے کسی کو بالکل چھوڑ دیا۔ کسی کی املاک ضبط کی۔ کسی کے واسطے کوڑے لگانے کی سزا مقرر کی اور کسی کے واسطے قید کی سزا قرار دی۔ کسی کے واسطے قتل تجویز کیا۔ اور جس کے واسطے جو سزا تجویز کی۔ اُس کا رقعہ لکھ کر اپنی مہر کرکے اس کے ہاتھ میں دے دیا اور محکمۂ قصاص میں بھیج دیا۔ کہ وہاں سے سب حکم نفاذ پائیں۔ راہ میں ان مجرموں میں سے ایک شخص رونے لگا۔ دوسرا شخص جو اُس کے ساتھ جا رہا تھا اسے رحم آیا اور پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے رقعہ میں بادشاہ نے قتل کا حکم لکھا ہے۔ میں قتل سے خوف نہیں کرتا۔ آخر ایک روز مرنا ہے۔ مگر مجھے بڑا صدمہ اس امر کا ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میری ماں نہایت ضعیفہ ہے۔ میرے بعد اُن سب کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ یہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر اُس کے رفیق نے کہا کہ تو غم نہ کھا۔ میرے رقعہ میں فقط کوڑوں کی سزا لکھی ہے۔ اور میں تنہا ہوں۔ میرے متعلق کسی کا نان و نفقہ نہیں ہے تو میرا رقعہ لے لے اور اپنا رقعہ مجھے دیدے۔ اگر میں مارا جاؤں گا تو کچھ پرواہ نہیں۔ اور تو بعد سزا کے چھوٹ جائے تو اپنے ماں باپ اور اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کرتا رہیو۔ ہر چند اس نے انکار کیا مگر اس نے نہ مانا اور اپنا رقعہ اس کو دے دیا اور اس کا رقعہ خود لے لیا اور قتل ہو گیا۔ اگرچہ اس قسم کی ہمدردی میں جو باعث قتل نفس ہو شرعاً کلام ہے۔ مگر چونکہ انتہائے مواسات اُس شخص کی تھی۔ اس لئے تمثیلاً میں نے ذکر کر دیا۔ البتہ وہ مواسات بہت درست ہے۔ جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ یعنی ایک مرتبہ آں حضرتؑ

نے معتبؓ اپنے غلام سے فرمایا۔ اے معتب مدینہ میں غلہ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے پاس غلہ کس قدر ہوگا؟ اُس نے عرض کی یا مولا۔ ہم کو قحط کا کوئی خطرہ نہیں ہے ہمارے پاس غلہ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اور عرصہ دراز تک کافی ہوگا۔ فرمایا۔ اُس کو فروخت کر ڈالو۔ اُس نے عرض کی یا مولا! بیچنا تو مصلحت نہیں ہے۔ پھر ملنا دشوار ہوگا۔ فرمایا جو حال اوروں کا ہوگا، وہی ہمارا بھی ہوگا۔ اب ذخیرہ نہ رہے۔ آخر معتب نے بحکم امامؑ فروخت کر ڈالا۔ فرمایا اب ہر روز اوروں کی طرح خریدا کرو اور یہ ضرور نہیں کہ تمام گیہوں ہوں۔ نصف جو نصف گندم ملا کے روٹی پکا کرے۔ تاکہ مثل عام لوگوں کے ہم بھی بسر کریں۔ اگرچہ ہم کو مقدور ہے کہ برابر گیہوں کھاتے رہیں۔ مگر مواسات چاہیئے

مواسات حمزہؓ با پیغمبرؐ خدا

جناب حمزہؓ نے جو مواسات پیغمبرؐ خدا کے ساتھ کی ہے اُسے بھی سنئے۔ لکھا ہے کہ کفار مکہ جناب پیغمبرؐ خدا کو نہایت اذیت پہنچایا کرتے تھے۔ ایسے دو ہمسایوں کے درمیان حضرتؐ کا گھر تھا۔ جو نہایت دشمن تھے۔ اور شب و روز درپے اذیت رہا کرتے تھے۔ ایک تو ابولہب، دوسرے عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بھی نہایت دشمن تھا۔ ایک دفعہ اُس نے ایک مقام میں چند کافروں کے ساتھ حضرتؐ پر ہجوم کیا اور اذیت پہنچائی یہاں تک کہ پیشانی مبارک سے خون جاری ہوا۔ اور حضرت حمزہؓ اس وقت شکار کو گئے تھے اور ابوطالب اپنے شعب میں تھے۔ جب حضرت حمزہؓ واپس آئے۔ لونڈی نے کل ماجرا بیان کیا۔ جب گھر میں گئے تو اُن کی زوجہ رونے لگیں۔ سبب پوچھا تو کہا کہ جو ظلم تمہارے بھتیجے پر ہوا ہے ویسا کسی یتیم پر کوئی نہیں کرتا۔ جناب حمزہؓ یہ سُن کر باہر نکلے جب مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ جناب پیغمبرؐ خدا خانہ کعبہ کے آگے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حمزہؓ نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ اَخِیْ کَیْفَ اَنْتَ (اے فرزند برادر تمہارا کیا حال ہے) جواب سلام دے کر فرمایا۔ اے چچا اُس کا حال کیا پوچھتے ہو جس کے نہ ماں ہے نہ باپ، نہ کوئی مونس ہے نہ مددگار، نہ کوئی عزیز ہے نہ غمگسار۔ یہ سُن کر حمزہؓ بے اختیار ہو گئے۔ اور وہ کمان جو ہاتھ میں تھی ابوجہل کے سر پر اس طرح ماری کہ اُس کا سر پھٹ گیا اور

مُعَتِّبٌ بضم المیم وفتح العین وتشدید التاء المکسورۃ ۱۲ منتہی الآمال ۱۲ مجمع

خون جاری ہو گیا۔

مواسات جناب امیرؑ با رسولؐ خدا

اور جناب امیرؑ کی وہ مواسات جو رسولِ خدا کے ساتھ کی تھی وہ تو مشہورِ خلائق ہے۔ جنگِ احد میں کیسی حمایت رسولِ خدا کی کی ہے کہ جس وقت سب اصحاب پیغمبرِ خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تو فقط جناب امیرؑ ہی تھے جو کفار سے لڑتے بھی تھے اور پھر آنحضرتؐ پیغمبرِ خداؐ کی حفاظت بھی کرتے تھے اور کفار کو حضرتؐ کے پاس سے دفع بھی کرتے تھے جب پیغمبرِ خداؐ نے جناب امیرؑ کو اس حال سے دیکھا۔ فرمایا اے علیؑ! تم ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے تو عرض کی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَكُفْرٌ بَعْدَ الْإِسْلَامِ (یا رسول اللہ! کیا بعد اسلام میں بھی کافر ہو جاتا؟) کیا آپ کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر چلا جاتا إِنَّ لِي بِكَ أُسْوَةً (میں تو بہرحال آپ کا تابع اور پیرو ہوں) اس کے بعد جناب امیرؑ پھر مشغول جہاد ہوئے۔ بہت سے کافروں کو ہلاک کیا۔ اور بہتوں کو پیغمبرؐ کے پاس سے منتشر کر دیا۔ اس وقت جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور عرض کی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَجِبَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ حُسْنِ مُوَاسَاةِ عَلِيٍّ لَكَ بِنَفْسِهٖ (آپ کے ساتھ جو اس وقت علیؑ نے اپنی جان سے مواسات اور ہمدردی کی ہے۔ اس پر سارے فرشتے تعجب کر رہے ہیں) آنحضرتؐ نے فرمایا إِنَّهٗ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ (میں اُن سے ہوں اور وہ مجھ سے ہیں) جبرئیلؑ نے عرض کی وَأَنَا مِنْكُمَا (میں بھی آپ دونوں کا جان نثار اور فرمانبردار ہوں) یہی وہ جنگ تھی جس میں غیب سے آواز آئی لَا فَتٰى إِلَّا عَلِيٌّ وَلَا سَيْفَ إِلَّا ذُوالْفِقَارُ (سوائے علیؑ کے کوئی جوانمرد نہیں اور سوائے ذوالفقار کے اور کوئی تلوار نہیں ہے) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

جناب رسولؐ خدا کا اسیری عباسؓ پر جنگِ بدر میں بے چین ہو جانا

فی الواقع مومنین اپنے عزیز کی مصیبت دیکھی نہیں جا سکتی۔ منقول ہے کہ جنگِ بدر میں بعد فتح کے جب کفار قید ہو کر آئے تو اُن میں جناب عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا بھی قید تھے۔ ان کی مشکیں اس طرح کسی تھیں کہ وہ بے چین تھے اور کراہ رہے تھے۔ جناب رسولؐ خدا نے جو اپنے چچا کے کراہنے کی آواز سُنی تو بے چین ہو گئے اور کسی طرح آرام نہ فرمایا۔ لوگوں نے جو یہ حالت دیکھی عرض کی یا حضرتؐ آپ اس قدر بے چین کیوں ہیں؟ اور کیوں آرام نہیں فرماتے۔ فرمایا چچا عباسؓ کے کراہنے کی آواز کانوں میں آ رہی ہے۔ مسلمانوں نے اُن کی مشکیں کھول دیں

کفر بعد الایمان ۱۲

مدارج النبوۃ

اور جب وہ چپ ہو گئے۔ اُس وقت حضرتؑ نے آرام فرمایا

جناب سیّدہ کا بددُعا کیلئے روضۂ جناب رسُول خدا پر جانا

لکھا ہے کہ بعد وفات جناب رسولِ خدا کے دشمنوں نے جب باغِ فدک کو غصب کیا اور خانۂ جناب سیّدہؑ کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ اُن حضرت کے گھر میں آگ لگا دی اور وہ ظلم کیے جن کے بیان کرنے کی طاقت نہیں ان سب ظلموں پر جناب فاطمہؑ نے صبر کیا۔ مگر جب جناب امیرؑ کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچتے ہوئے لے چلے۔ اُس وقت جناب سیّدہ سے صبر نہ ہو سکا۔ بے تابانہ باہر نکل آئیں۔ یہاں تک کہ قبرِ رسول پر پہنچیں۔ اور فرمایا چھوڑ دو ابوالحسن کو نہیں تو میں اپنے سر کے بال کھول دوں گی اور پیراہن رسولؐ خدا سر پر رکھ کر خدا سے فریاد کروں گی اور تم پر بددُعا کروں گی۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ قبرِ رسولؐ کو جنبش ہوئی اور مسجد کی دیواریں اپنی جگہ سے اتنی بلند ہو گئیں کہ اگر کوئی اُن کے نیچے سے نکلنا چاہتا تو نکل سکتا تھا۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کی یا بنتَ رسُول اللّٰہ آپ کے پدر بزرگوار رحمتہ اللعالمین تھے۔ آپ کو رحم چاہیئے۔ آپ صبر کریں اور بددُعا نہ کریں اس وقت جناب سیّدہ نے سکوت فرمایا تو مسجد کی دیواریں اپنی جگہ پر آ گئیں کہ اُس سے گرد بلند ہوئی۔ یا سیّدہ کہاں تھیں آپ روز عاشورا جو دیکھتیں کہ آپ کی دختر زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ کو اشقیا نے کس ظلم سے اسیر و مقید کیا تھا۔ آپ کے فرزند امام زین العابدینؑ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر پہنائی تھی۔ اور اسی طرح کشاں کشاں ابنِ زیاد کے پاس لے گئے تھے۔

ابنِ زیاد کا جناب سیّد سجّادؑ کیلئے حکم قتل دینا

لکھا ہے کہ جب وہ حضرتؑ اُس ملعون کے سامنے کھڑے ہوئے تو دیکھ کر کہنے لگا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ علیؑ بن الحسینؑ ہیں اُس نے کہا قَدْ قَتَلَ اللّٰهُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ (علیؑ ابن الحسینؑ کو تو خدا نے قتل کیا) حضرتؑ نے فرمایا وہ میرے ایک بھائی تھے کہ نام اُن کا بھی علیؑ بن الحسینؑ تھا۔ اُن کو تیرے لشکر نے قتل کیا کہنے لگا خدا نے قتل کیا۔ فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (بے شک خدا سب آدمیوں کی روح کو قبض کرتا ہے۔ جب اُس کی موت آتی ہے) ابن زیادؔ یہ سُن کر برہم ہوا اور کہنے لگا لَكَ جُرْاَةٌ عَلٰى جَوَابِيْ۔ تمہاری بھی یہ جرأت ہوئی کہ میرا جواب دیتے ہو۔ جلّاد کو بُلا کر حکم دیا کہ اسے باہر لے جا اور قتل کر۔ یہ سُن کر جناب زینبؑ دوڑ کر اپنے بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا اے ابن زیاد اتنے لوگوں کو تو نے قتل کیا فقط یہ فرزند باقی رہ گیا ہے۔ تجھے سیری نہیں ہوئی۔ چاہتا ہے کہ اسے بھی قتل کرے۔ خدا کی قسم میں اسے نہ

عہ تاریخ طبری۔ علامہ ابن ابی الحدید

مجلس پنجاہ و چہارم ۵۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیۡ کِتَابِہِ الۡمَجِیۡدِ وَفُرۡقَانِہِ الۡحَمِیۡدِ یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُھُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَبِاَیۡمَانِھِمۡ بُشۡرٰٮکُمُ الۡیَوۡمَ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا ؕ ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ط

(خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے یاد کرو اے ہمارے رسول! اس دن کو جب تم مردانِ مومنین اور زنانِ مومنات کو دیکھو گے کہ اُن کا نورِ ایمان اُن کے سامنے اور اُن کے داہنے جانب سے رواں ہوگا۔ فرشتے اُن سے کہیں گے تم کو بشارت ہو کہ آج کے دن تم ایسے بہشتوں میں جاؤ گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ تم ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہو گے یہ رستگاری عظیم ہے)

تفسیر آیۂ نور

واضح ہو کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یَسۡعٰی نُوۡرُھُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَبِاَیۡمَانِھِمۡ یعنی روزِ قیامت مومنوں کی روشنی سامنے اور داہنی جانب رواں ہوتی جائے گی۔ آگے کی اور داہنے جانب کی تخصیص اس واسطے ہے کہ نیکوکاروں کے اعمال نامے سامنے سے اور داہنی جانب سے دیئے جائیں گے اور اشقیا کو پس پشت اور بائیں جانب سے دیئے جائیں گے اور بعضوں نے یہ وجہ لکھی ہے کہ نور سامنے سے اُن کے چہرے سے ظاہر ہوگا۔ اس لئے کہ وضو میں مُنہ دھویا کرتے تھے۔ نماز میں پیشانی زمین پر رکھتے تھے۔ پس اُن کے اعضائے وضو نورانی ہوں گے۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا اُمَّتِیۡ الۡغُرُّ الۡمُحَجَّلُوۡنَ مِنۡ اٰثَارِ الۡوُضُوۡءِ (میری اُمت کے لوگ ایسے ہوں گے جن کے اعضائے وضو بسبب وضو کے چمکتے ہوں گے) اور جناب امیرالمومنین قَائِدُ الۡغُرِّ الۡمُحَجَّلِیۡنَ ہوں گے۔ اور اپنے ساتھ اپنے شیعوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔ اور داہنی جانب روشنی اس واسطے ہوگی کہ اس ہاتھ سے تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ پس انگلیوں کے ہر ہر جوڑ سے ایک نور روشن ہوگا۔

ہر شخص کا نور متفاوت ہوگا

عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ ہر شخص کا نور بہ قدر اُس کے عمل کے ہوگا۔ کسی کا نور صحرا

سے عدن تک کسی کا پہاڑ کے برابر۔ کسی کا درخت کے برابر ہوگا۔ کم سے کم اتنا ہوگا کہ وہ اپنے قدم کے پاس روشنی پائے گا۔ اور بعض مومنوں کا نور اس قدر ہوگا کہ آتش دوزخ کو بجھا دے گا۔ جب وہ پلِ صراط پر سے گزر ہوگا تو جہنم کہے گا۔ جُزْ يَا مُؤْمِنُ فَإِنَّ نُورَكَ أَطْفَأَ نَارِي اے مومن جلد گزر جا کہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بھی بجھا دیا۔

تفسیر نور از اہل بیتؑ

تفسیر اہل بیت میں ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ نے جناب رسولؐ خدا سے روایت فرمائی ہے کہ اس نور سے مراد مومنوں کے امام ہیں جو اُن سے آگے آگے ہوں گے اور اُن کے شیعہ اُن کے پیچھے پیچھے داخل بہشت ہوں گے بَيْنَ أَيْدِيهِمْ کے یہی معنی ہیں۔ اور بِأَيْمَانِهِمْ سے یہ ہے کہ قیامت میں آئمہ اطہار علیہم السلام اپنے شیعوں کے گرد و پیش اُن کی نگہبانی کرتے ہوئے داخلِ بہشت ہوں گے اور یہی معنی ہیں قولِ حق تعالیٰ کے بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ الحاصل یہ وہ نور ہوگا۔ جس نور کی روشنی میں سب شیعیانِ علیؑ مثل برق کے صراط پر سے گذر جائیں گے۔

جوازِ صراط از نور جناب رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ

تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جبرئیلِ امین سے پوچھا کہ میری اُمت کس طرح صراط پر سے گزرے گی۔ جبرئیلؑ امین آسمان پر گئے اور پھر آئے اور عرض کی خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام کے فرماتا ہے۔ اے ہمارے رسولؐ تم صراط پر سے ہمارے عطا کئے ہوئے نور سے گزرو گے اور علی تمہارے نور سے اور تمہاری اُمت علیؑ کے نور سے پُل صراط پر سے گزرے گی اور تمہاری اُمت کا نور علیؑ کے نور سے ہے اور علی کا نور تمہارے نور سے ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ پس امیر المومنین کا نور وہ نور ہے کہ رسولِ خدا کے نور سے مشتق ہوا ہے۔ جیسا کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں جو چودہ ہزار برس قبل خلقت آدمؑ کے تسبیح و تہلیل خدا میں مشغول رہتا تھا۔ جب آدمؑ کو خدا نے پیدا کیا تو اس نور نے صلبِ آدمؑ میں قرار لیا اور برابر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب میں قرار پایا۔ وہاں سے وہ نور دو حصے ہوا۔ ایک حصہ صلب عبداللہ میں آیا دوسرا صلب ابوطالب میں آیا۔ عبداللہ سے میں پیدا ہوا اور ابوطالب سے میرے بھائی علیؑ پیدا ہوئے۔ پس درحقیقت وہ ایک ہی نور ہے جو مثل مجمع النور کے ہے کہ جس طرح وہاں سے نور تقسیم ہو کر دونوں آنکھوں میں پہنچا

عـــہ ریاض القدس ۱۲

ہے۔ اسی طرح یہاں بھی نور کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ جب جناب امیرؑ دوش رسولؐ پر بتوں کے توڑنے کے لئے سوار ہوتے تو اسی کو شاعر کہتا ہے۔ ؎

علیؑ بر دوش احمدؐ چشم بد دور عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

مومنین اس نور کے دو حصے کیوں ہوئے۔ شاید یہ وجہ ہو کہ خدا کے ناموں سے ایک نام نور بھی ہے اور خداوند عالم واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور وحدت حقیقیہ اسی کے لئے ہے اس لئے نور نبوی دو حصے ہو گیا تاکہ عبد و معبود میں فرق ہو جائے۔ وہ نور وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ وہ نور ہے جو دو حصے رکھتا ہے اور ایک دوسرے کا شریک ہے۔

نور کے تقسیم ہونے کی وجہ

جیسا کہ جناب رسول خدا نے دعا کی تھی وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ وَاَشْرِکْهُ فِیْ اَمْرِیْ (خداوندا میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر کر اور میرے امور میں اُن کو میرا شریک کر دے) دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے دونوں بزرگواروں کو اپنے احکام کے پہنچانے کے واسطے اور اپنے حکموں کی شہادت دینے کے لئے بھیجا تھا۔ اس لئے نور کے دو حصے کئے گئے تاکہ اُن دونوں گواہوں سے ہمارے احکام بندوں تک پہنچ جائیں اور اُن کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (پس حجت تو اللہ ہی کی بڑھی ہوتی ہے) اور پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا (پس تم لوگ خدا پر اور اس کے رسولؐ پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ) تفسیر اہلبیتؑ میں ہے کہ اس نور سے مراد جناب امیرالمومنینؑ ہیں اور پیغمبر خدا کو بھی خدا نے نور عطا فرمایا ہے بلکہ سِرَاجًا مُّنِیْرًا کہا ہے۔ اولاً یہ اشارہ ہے اس طرف کہ جس طرح چراغ سے نور نکلتا ہے۔ اسی طرح امامت بھی نبوت سے متفرع ہے۔ دوسرے جب جناب امیرالمومنین نور ہوئے تو نور میں تاریکی کہاں؟ اسی طرح ائمہ طاہرین علیہم السلام۔ جن کا وجود نور سے ہے۔ یہ سب کے سب گناہوں کی تاریکی سے منزہ و معصوم ہیں اور یہ دلیل روشن ہے ائمہ طاہرین کے معصوم ہونے کی۔ تیسرے خدا نے فرمایا ہے اَنْزَلْنَا۔ اس نور کو ہم نے نازل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح رسول کا مقرر کرنا خدا کی جانب سے ہے۔ اسی طرح امام کا منصوب کرنا بھی خدا کی جانب سے ہوگا۔ اجماع کو کوئی دخل نہیں ہے۔ چوتھے سب اماموں کا نور ایک ہی تھا۔ جو جناب امیرسے لے کر حضرت صاحب الامر تک ختم ہوا ہے اور جب حضرت قائم آل محمد پیدا ہو گئے۔ وہ نور اُن پر ختم ہو گیا۔ اسی سے سال ولادت اُن حضرت کا لفظ نور سے ظاہر ہوتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ

ینابیع المودۃ ۱۲۔ تفسیر صافی ۱۲۔ مطالب سرائر ۱۲۔ لفظ نور کے اعداد ۲۵۶ ہیں اور حضرت کا سِن ولادت بھی ۲۵۶ ہے ۱۲ منہ۔

علیٰ محمدٍ و آلِ محمدٍ۔ الحاصل یہ وہ انوار مقدسہ ہیں جن کی وجہ سے جناب آدم کی توبہ قبول ہوئی ہے۔ یہ وہ انوار ہیں جن کو دیکھ کر جناب ابراہیمؑ نے تمنا کی تھی کہ خداوندا مجھے بھی علیؑ کے شیعوں میں سے قرار دے۔

حضرت ابراہیم کا انوار مقدسہ کو دیکھنا

حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو تمام ملکوت آسمان کو دکھایا تو انہوں نے جانب عرش دیکھا کہ ایک نور عظیم ساطع ہے۔ عرض کی خداوندا! یہ نور کیسا ہے؟ خطاب ہوا کہ یہ نور ہے حبیب محمد مصطفےٰ کا ہے۔ عرض کی اس کے پہلو میں دوسرا نور کیسا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ ان کے بھائی اور وصی علیؑ ابن ابی طالب کا نور ہے۔ عرض کی ایک نور اور بھی ان دونوں کے پاس ہے۔ ندا آئی کہ وہ نور فاطمہؑ زہرا دختر سید الانبیاءؐ زوجہ خیر الاوصیاء کا ہے۔ میں نے ان کا نام فاطمہؑ اسی واسطے رکھا ہے کہ یہ اپنے دوستوں کو دوزخ سے چھڑائیں گی۔ حضرت ابراہیم نے عرض کی خداوندا! میں دو نور اور بھی ان نوروں کے پاس دیکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا وہ ان کے دونوں فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کے نور ہیں۔ عرض کی نو نور اور بھی ان کے گرداگرد دیکھتا ہوں۔ فرمایا وہ نو اماموں کے نور ہیں جو حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ پھر عرض کی بارالٰہا اور بھی بہت سے انوار دیکھتا ہوں جو ان نوروں کے گرد نظر آرہے ہیں۔ ارشاد ہوا وہ سب انوار شیعیان علیؑ اور ان کے فرزندوں کے شیعوں کے ہیں۔

علامات شیعہ

عرض کی خداوندا! ان شیعوں کو کس علامت سے پہچان سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اکاون رکعت نماز پڑھنا انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہننا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز میں باآواز بلند کہنا۔ قبل رکوع کے دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا اور سجدۂ شکر کرنا ان کا شعار ہوگا۔ اس وقت حضرت ابراہیم نے عرض کی بارالٰہا! مجھے بھی علیؑ کے اور ان کے فرزندوں کے شیعوں میں گردان۔ خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اپنے رسول کو خبر دی وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ اے رسولؐ علیؑ کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ابراہیم علیؑ کے شیعوں کے ساتھ

مومنین چونکہ جناب ابراہیمؑ کو خدائے تعالیٰ نے علیؑ کے شیعوں سے قرار دیا۔ اسی سبب سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمٰعیل کو ذبح کے واسطے لٹایا تو خدا نے ان کا فدیہ بھیجا اور وہ بہ برکت امام حسین علیہ السلام ذبح سے بچ گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (اور ہم نے اسمٰعیل کا فدیہ ایک بڑی قربانی سے دیا) جناب امام رضا فرماتے ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل ذبح ہونے سے بچ گئے تو حضرت ابراہیم افسردہ خاطر ہوئے اور خیال کیا کہ کاش میرا یہ فرزند ذبح ہو گیا ہوتا۔ اور میں اس مصیبت پر صبر کرتا تو ثواب کثیر اور درجات عالیہ کا مستحق ہوتا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ اے

ابراہیم بتاؤ کہ میری مخلوقات سے تم زیادہ دوست کس کو رکھتے ہو؟ عرض کی تیرے حبیب جناب محمد مصطفےٰ کو۔ ارشاد ہوا۔ کہ تم اپنے نفس کو زیادہ عزیز رکھتے ہو یا ان کے نفس کو؟ عرض کی وہ مجھے میرے نفس سے بدرجہا زیادہ عزیز ہیں۔ ارشاد ہوا ان کی اولاد تمہارے نزدیک زیادہ پیاری ہے یا تمہاری اپنی اولاد۔ عرض کی بلکہ ان کی اولاد زیادہ عزیز ہے۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم ان کی اولاد جو دشمنوں کے ہاتھ سے مظلوم قتل ہو۔ اس کا تمہارے دل پر زیادہ صدمہ ہوگا یا تمہاری اپنی اولاد کا جو خود تمہارے اپنے ہاتھ سے ذبح ہوتی زیادہ صدمہ ہوتا؟ عرض کی بلکہ تیرے نبی کی اولاد جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو۔ اس کا صدمہ میرے دل کو بہت زیادہ ہوگا۔ ارشاد ہوا اے ابراہیم کچھ لوگ اس پیغمبر کی امت سے ایسے بھی ہوں گے۔ جو ان کے فرزند امام حسینؑ کو نہایت ظلم و ستم سے اس طرح قتل کریں گے جس طرح قصاب گوسفند کو ذبح کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ بہت روئے اور ان کے دل کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے وحی کی اے ابراہیمؑ تم جو اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو ذبح کرتے اور اس مصیبت پر روتے اسی کا ہم نے یہ عوض قرار دیا ہے کہ تم مصیبت حسینؑ پر روئے اور اس کے سبب سے ہم نے تمہارے درجے بلند کئے اور تم کو صابرین میں سے گردانا۔ حضرت فرماتے ہیں اس قول خدا یعنی وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کے یہی معنی ہیں۔ مومنین مصیبت امام حسینؑ وہ مصیبت ہے کہ ایک جناب ابراہیمؑ پر کیا منحصر ہے۔ کیا انبیاء اس مصیبت پر روئے ہیں۔ جناب آدمؑ۔ جناب نوحؑ۔ جناب موسیٰؑ۔ جناب سلیمانؑ۔ جناب عیسیٰؑ۔ جناب پیغمبر آخر الزمانؐ سب کے سب روئے ہیں۔ بلکہ ملائکہ وجنات وحوش وطیور آسمان و زمین۔ بحار و جبال۔ نباتات وجمادات سب روئے ہیں۔ بعض عرفا کا قول ہے۔ جیسا کہ صاحب تہیج الاحزان لکھتے ہیں

ہر رنج و غم کا مآل گریہ امام حسینؑ کی طرف ہے

ہر قسم کے رونے کی غرض اور ہر مصیبت کی بنا جناب امام حسینؑ کے مصائب سے ہے مثلاً جو پتھر پہاڑ سے گرتا ہے اسی غم کی وجہ سے۔ دریا میں موج و تلاطم صحرا میں گرد و غبار درحقیقت اسی رنج سے ہے۔ درختوں میں خزاں۔ پتوں میں زردی اسی صدمہ سے ہے۔ بجلی کا کڑکنا۔ ابر کا برسنا۔ اسی مصیبت میں ہے۔ بچے جو گہوارے میں روتے ہیں اسی غم کے سبب سے۔ فی الواقع اگر خیال کیجئے تو ابتدائے آدم سے اس وقت تک کون ایسا گزرا ہے۔ جس پر یہ سب مصیبتیں پڑی ہوں۔ کس کو سنا ہے کہ دریا کے کنارے تین دن کا بھوکا

پیاسا ذبح کیا گیا ہو۔ دوپہر میں اس کے سب عزیز و انصار آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے گئے ہوں۔ گھر کا گھر صاف ہو گیا ہو۔ اگر کسی کو کسی سے مخاصمہ ہوتا ہے تو یہ بات اسی کی ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر جناب امام حسینؑ سے عداوت تھی تو ان کے اصحاب کو ان کے عزیزوں کو کیوں قتل کیا؟ اگر عزیزوں کو قتل کیا تھا تو بچوں نے کیا قصور کیا تھا۔ ان کو کیوں ذبح ڈالا۔ اگر یہ خیال ہو کہ جوان ہو کر اپنے باپ کا بدلہ لیں گے تو عورتوں نے کیا قصور کیا؟ ان پر تو جہاد بھی واجب نہیں ہے۔ اشقیا نے ان کے سروں سے کیوں چادریں اتار ان کے شانوں میں کیوں رسیاں باندھیں۔ ان کو شتران بے کجاوہ پر سوار کر کے دیار بدیار اور شہر بشہر کیوں لئے پھرے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ جہاں جہاں اہل بیتؑ جاتے تھے۔ وہاں وہاں کے لوگ قیدیوں کا تماشا دیکھنے کو جمع ہو جاتے تھے۔

روایت سہل بن سعد

منتخب وغیرہ میں لکھا ہے کہ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بقصد زیارت بیت المقدس روانہ ہوا۔ اور اسی زمانہ میں شہر شام میں پہنچا جس زمانہ میں امام حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ جب شہر میں داخل ہوا دیکھا مکانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دکانیں بند ہیں۔ گھوڑے زین و لگام سے آراستہ ہیں۔ جا بجا پھریرے اڑ رہے ہیں۔ بازاروں میں گلیوں میں لوگوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ کہیں جگہ نہیں ملتی۔ ہر شخص لباس ہائے پر تکلف پہنے خوش خوش پھرتا ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے۔ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا۔ کیا آج کوئی عید ہے؟ یہ اہل شہر خوشیاں کیوں کر رہے ہیں؟ اس نے کہا شاید تو مسافر ہے۔ آج عید کا دن تو نہیں۔ مگر ایک شخص نے عراق میں ہمارے خلیفہ یزید پر خروج کیا تھا۔ یزید نے اس پر فتح پائی ہے۔ یہ اسی کی خوشی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اس خروج کرنے والے کا نام کیا تھا اس نے کہا۔ حسینؑ بن علیؑ۔ میں نے کہا۔ وہی حسینؑ۔ جو نبی کا نواسہ۔ فاطمہ زہرا کا فرزند تھا اس نے کہا ہاں وہی حسین مارا گیا۔ میں نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اے تم لوگوں کو ان کا قتل کافی نہ ہوا کہ نام ان کا خارجی رکھا ہے۔ افسوس یہ سب زینت و خوشی اسی لئے ہے کہ تم نے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کیا۔ اس نے کہا اے شخص چپ رہ نہیں تو تو بھی قتل کیا جائے گا۔ جو حسینؑ کا ذکر خیر کرتا ہے۔ اس کی گردن ماری جاتی ہے۔ سہل کہتے ہیں میں چپ ہو گیا اور روتا رہا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک بڑے دروازے سے طبل و نشان داخل ہوئے

لوگوں نے کہا کہ اسی دروازے سے سر بھی داخل ہوں گے ۔ میں وہاں ٹھہر گیا جس قدر سر قریب آتے جاتے تھے ۔ وہ لوگ زیادہ خوش ہوتے تھے ۔ وَاِذَا بِرَاْسِ الْحُسَیْنِ وَالنُّوْرُ یَسْطَعُ مِنْ فِیْهِ کَنُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اتنے میں سر امام حسینؑ دکھائی دیا جس کی صورت سے ایک مثل نور جناب رسول خداؐ ساطع تھا) یہ دیکھ کر میں نے اپنا منہ پیٹ لیا ۔ گریبان چاک کیا اور کہتا تھا ہائے افسوس یہ سب اپنے وطنوں سے جدا ہو کر قتل کیے گئے ۔ ان کی لاشیں کربلا کے صحرا میں بے گور و کفن پڑی ہیں ۔ ہائے افسوس حسینؑ کا یہ رخسار ، نورانی خاک سے آلودہ ہے ۔ یہ ریش مقدس خون سے خضاب ہے ۔ یا رسول اللہؐ آپ کہاں ہیں ؟ دیکھئے کہ حسینؑ کا سر نوک نیزہ پر بازاروں میں پھرایا جا رہا ہے ۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ سن کر سب رونے لگے میں بھی بہت رویا ۔ اور بہت سوں نے کچھ خیال بھی نہ کیا ۔ وہ اپنی خوشی میں مشغول تھے اتنے میں میں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اونٹوں پر سوار چلی آتی ہیں ۔ جن پر نہ محمل ہے نہ وہ ۔ نہ عماری ہے نہ پردہ ۔ ایک بی بی رو رو کر کہتی ہے وَا مُحَمَّدَاهُ وَا عَلِیَّاهُ ۔ آپ نہیں دیکھتے کہ ان دشمنوں نے ہماری کیا حالت بنائی ہے ؟ یا رسول اللہ ! آپ کی بیٹیاں مثل بندیاں یہود و نصاریٰ قید ہو گئی ہیں ۔ کبھی کوئی بی بی پسر شیر خدا کو یاد کر کے روتی تھی ۔ اور کہتی تھی ہائے بھائی آپ کو ظالموں نے پس گردن سے ذبح کیا ۔ لباس اتار لے گئے ۔ آپ کی لاش کو بے چادر برہنہ زمین پر چھوڑ دیا ۔ ہائے افسوس ہم اہل بیت پر کیسی مصیبت پڑی ۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے جو دریافت کیا کہ یہ کون معظمہ ہیں ؟ تو معلوم ہوا کہ یہ جناب امیر المومنین کی بیٹی حضرت ام کلثومؑ ہیں ۔ میں نے قریب جا کر باآواز بلند کہا ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْبَیْتِ النُّبُوَّةِ وَ مَعْدِنِ الرِّسَالَةِ (اے اہل بیت نبوت اور اے معدن رسالت تم پر میرا سلام ہو) انہوں نے کہا تو کون ہے ؟ جو اس حال خراب میں ہم مصیبت زدوں پر سلام کرتا ہے ؟ حالانکہ جب سے بھائی مارے گئے ہیں آج تک سوائے تیرے کسی نے ہم پر سلام نہیں کیا ۔ میں نے کہا اے میری شہزادی میں سہل بن سعد ہوں ۔ میں نے آپ کے نانا جناب رسول خداؐ کو دیکھا ہے ۔ میں ان کے اصحاب سے ہوں ۔ جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے سہل دیکھتے ہو ۔ اس امت نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ۔ میرے بھائی حسینؑ کو شہید کر دیا ۔ ہم لوگوں کو مثل کنیزوں کے قید کیا ۔ اونٹوں پر بٹھا کر بازاروں میں ۔ گلیوں میں لئے پھرتے ہیں جن پر نہ کجاوہ ہے کہ آرام سے بیٹھیں نہ

کوئی پردہ ہے کہ نامحرموں کی نظر سے بچیں۔ اے سہل اگر ممکن ہو تو ان لوگوں کو جو سروں کو لئے ہوئے ہیں۔ کہدو کہ آگے چلے جائیں تاکہ لوگ ان کے سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور ہم سب نظر نامحرم سے بچ جائیں۔ سہل کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اور بہت منت سماجت کی کہ سروں کو آگے لے جائے۔ مگر اس شقی نے کسی طرح قبول نہ کیا۔ بلکہ حکم دیا کہ سروں کو محملوں کے گرد رکھو تاکہ تماشائی زیادہ جمع ہوں۔ سہل کہتے ہیں۔ کہ

شہادت نصرانی

میرے ساتھ ایک نصرانی بھی بیت المقدس کی زیارت کو جا رہا تھا۔ اور تلوار اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے جب سنا کہ سر امام حسینؑ یہ آیت پڑھتا ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (جو کچھ ظالم کرتے ہیں۔ اس سے خدا کو غافل ہرگز نہ جانیو) تو یہ کیفیت دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ نور ایمان سے اس کا قلب منور ہو گیا۔ اسی وقت کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بعد اس کے تلوار کھینچ کر ان ظالموں پر پھر پڑا۔ یہاں تک کہ جماعت کثیر کو واصل جہنم کیا۔ اتنے میں سب کے سب دفعتہً اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس غریب کو شہید کر دیا۔ جناب ام کلثوم نے جب یہ ماجرا سنا۔ کہنے لگیں۔ افسوس نصاریٰ تو اس طرح دین اسلام کی حمایت کریں۔ اور یہ لوگ جو امت پیغمبر ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ ان کی اولاد کو قتل کریں۔ اور ان کے ناموس کو قید کریں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس ۵۵ پنجاہ و پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ ایسے نفس کو جسے خدا نے محترم قرار دیا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ (یعنی بسبب کفر کے یا مرتد ہو جانے

کے یا بہ سبب قصاص یا زنائے محصنہ کرنے کے) اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے تو ہم نے اس مقتول کے ولی کو اختیار دیا ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لے اور قتل میں اسراف نہ کرے (یعنی ایک کے عوض میں بہت سے لوگوں کو قتل نہ کر دے جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا) بہ تحقیق کہ بہ سبب قتل قاتل کے اس کو نصرت دی گئی ہے (بعض احادیث میں منقول ہے کہ اس آیت میں مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا سے مراد جناب امام حسینؑ ہیں۔ جو ظلم سے شہید کئے گئے۔ اور ولی جو ان کے ظالموں سے قصاص لیں گے۔ حضرت صاحب العصر والزمان ہیں۔ صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں عام حکم بہ نسبت تمام خلائق کے ہے کہ جو مظلوم قتل کیا جائے۔ اس کے ولی کو اختیار ہے کہ قاتل سے قصاص لے اور قتل میں اسراف نہ کرے۔ مگر یہاں قاتل جناب امام حسینؑ کا ایک ہی شخص نہیں ہے جو فقط اسی سے قصاص لیا جائے گا۔ بلکہ قاتل حضرتؑ کے ہزاروں تھے۔ میں کس کس کا نام بتاؤں۔ آیا یزید کا یا ابن زیاد کا یا عمر سعد کا یا شمر کا یا سنان بن انس کا یا صالح بن وہب کا جس نے نیزہ ان حضرتؑ پر لگایا تھا جس کے صدمے سے حضرت گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تھے۔ یا وہ ملعون قاتل ہے۔ جس نے تیر سہ شعبہ قلب مبارک پر مارا تھا اور اسی وقت حضرتؑ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؑ کے واسطے ہزاروں قاتل جمع تھے کہ ان میں سے ہر ایک بالاستقلال حضرتؑ کے قتل میں شریک تھا۔ اسی طرح پیاس بھی حضرتؑ کی قاتل تھی اور غیرت بھی قاتل تھی اور گریہ بھی قاتل تھا۔

معنی قتیل مظلوم

حضرتؑ فرماتے تھے اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَةِ (میں کشتہ گریہ ہوں) اس کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ مجھے بار بار کے رونے نے قتل کر دیا۔ کبھی فرماتے تھے قُتِلْتُ مَكْرُوْبًا (یعنی میں رنج و کربت کی حالت میں قتل کیا گیا ہوں۔) اسی سے حضرتؑ کو صاحب کرب و بلا کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ مظلوم قتل ہونے کے چند معنی ہیں کہ وہ سب معنی امام حسینؑ پر بطور حقیقت صادق آتے ہیں نہ بطریق مجاز۔ اول مظلوم قتل کیا جائے۔ بدوں حق شرعی مثل قصاص وغیرہ کے اس کے پورے پورے مصداق جناب امام حسینؑ ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے تھے۔ وائے ہو تم پر۔ کیوں درپے میرے قتل کے ہو۔ کیا میں نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے۔ جس کا قصاص مجھ سے

لیتے ہو۔ یا تمہارا مال چھین لیا ہے یا شریعت کو بدل دیا ہے یا حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے۔ دوسرے معنی مظلوم قتل ہونے کے یہ ہیں کہ بعد قتل کے مظلوم ہو۔ اس طرح کہ لباس اس کا اتار لیں۔ کسی عضو کو اس کے قطع کر دیں۔ لاشں کو اس کی پامال کریں۔ اور خاک پر بے گور و کفن چھوڑ دیں۔ یہ باتیں بھی امام حسینؑ ہی میں پائی گئیں کہ جامۂ کہنہ بھی اس مظلوم کے بدن اطہر پر نہ چھوڑا۔ تیسرے معنی قتیل مظلوم کے یہ ہیں۔ کہ اس پر ظلم و جور کیا ہو اس کا ملک و مال چھین لیا ہو۔ اس کے اصحاب و اولاد کو قتل کیا ہو۔ اس کے اعضاء و جوارح کو نیزہ و شمشیر سے زخمی کیا ہو۔ پس یہ سب باتیں بطور حقیقت امام حسینؑ میں پائی جاتی ہیں اسی سبب سے آپ کا نام گرامی مظلوم ہو گیا ہے۔ اگر کوئی امام مظلوم کہے۔ تو سوائے امام حسینؑ کے اور کسی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ معصوم نے فرمایا زیارت مظلوم کی ترک نہ کرو۔ راوی نے عرض کی مظلوم کون؟ فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ مظلوم سے مراد امام حسینؑ ہیں۔ چوتھے معنی یہ ہیں کہ مظلوم ہو۔ کیفیت قتل میں یعنی وہ مقتول نہایت ظلم و اذیت سے قتل کیا جائے۔ اور اس طرح سے قتل کیا جانا پروردگار عالم نے جانور کے واسطے بھی مباح نہیں رکھا ہے۔ جیسا کہ قربانی کے ذبح کرنے میں مستحب ہے کہ چھری خوب تیز ہو تا کہ حیوان کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اور قبل ذبح کے چھری اس کو نہ دکھائیں۔ حیوان کو حیوان کے سامنے ذبح نہ کریں۔ ہاتھ پاؤں اس کے نہ باندھیں۔ قبل اس کی روح نکلنے کے اس کے اعضاء کو جدا نہ کریں۔ ذبح کے پہلے پانی سے اس جانور کو سیراب کر لیں۔ مگر امام حسینؑ کے واسطے اشقیا نے ان امور میں سے کسی بات کی بھی رعایت نہ کی۔ بھوکا پیاسا جانب قفا سے ذبح کیا۔ اور اکثر اصحاب و اقارب و اولاد کو آپ کے سامنے شہید کیا۔ فی الواقع مومنین امام حسینؑ سے زیادہ مظلوم کون ہو گا؟

ذبیح اللہ تین ہوئے ہیں

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں ذبح کیے گئے ہیں۔ اور ذبیح اللہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ وہ تین بزرگوار ہیں۔ ایک حضرت اسماعیلؑ۔ دوسرے عبداللہ پدر بزرگوار جناب رسول خدا۔ اسی سے جناب پیغمبر خدا فرمایا کرتے تھے۔ اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ میں دو ایسے شخصوں کا بیٹا ہوں جو ذبیح اللہ کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں اور تیسرا شخص جو ذبیح اللہ ہو سکتا ہے وہ کون ہے؟ آپ سمجھ تو گئے ہوں گے۔ وہ آپ کے آقا

غریب نینوا۔مظلوم کربلا جناب امام حسینؑ سید الشہدا ہیں۔مگر مومنین حضرت اسمٰعیل کے واسطے تو دنبہ بہشت سے فدیہ آیا۔اور حضرت عبداللہ کے واسطے سو اونٹ بحکم خدا فدیہ ہوئے۔مگر نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ امام حسینؑ کے واسطے کوئی فدیہ نہ آیا کہ ان حضرت کی بھی جان بچ جاتی۔اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے۔کہ حضرتؑ نے تو گنہگاران امت کی بخشش کے واسطے اپنی شہادت قبول فرمائی تھی۔اگر حضرتؑ بچ جاتے تو پھر ہم گنہگاروں کی بخشش کیونکر ہوتی۔مومنین امام حسین علیہ السلام ایسے ذبیح راہ خدا ہیں۔جن کے سر کو بدن سے جدا کر کے نوک نیزہ پر چڑھا کے اشقیا کہاں کہاں لئے پھرے ہیں۔یہاں تک کو دربار یزید میں مجلس شراب میں یزید کے تخت کے نیچے تک رکھا گیا۔اور سا اہل بیتؑ سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے۔اللہ اللہ کیا انقلاب زمانہ تھا۔ے

سر حسینؑ کجا مجلس شراب کجا ہجوم عام کجا آل بوتراب کجا

دو مقدس سروں کا مجلس شراب میں آنا

روایات سے پایا جاتا ہے کہ دو سر مقدس مجلس بادشاہ شراب خوار میں لائے گئے ہیں ایک تو حضرت یحییٰؑ کا سر مبارک کہ ایک زن زانیہ کے کہنے سے وہ حضرت بحکم بادشاہ شراب خوار قتل کئے گئے اور ان کا سر اس بادشاہ کے سامنے رکھا گیا۔دوسرا سر جو مجلس بادشاہ شرابخوار میں لایا گیا۔وہ جناب امام حسینؑ کا سر اقدس ہے۔کہ اس سر کو مجلس یزید شارب الخمر میں لائے۔اور وہ شقی شراب خواری میں مشغول ہوا۔اور چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اسے اٹھاتا تھا۔اور لب و دندان کو اس سے اذیت پہنچاتا تھا۔ابو برزہ اسلمی وہاں موجود تھے کہنے لگے اے یزید کیا غضب کرتا ہے۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان ہی لب و دندان کے پیغمبر خدا بوسے لیا کرتے تھے۔اب تو ان پر چھڑی رکھتا ہے۔مگر مومنین سر جناب یحییٰؑ اور سر امام حسینؑ میں کئی فرق ہیں۔جناب یحییٰؑ کا سر جدا ہونے کے بعد اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔نیزے پر نہیں چڑھایا گیا۔جابجا تشہیر نہیں کیا گیا۔کسی نے چھڑی سے اذیت نہیں پہنچائی۔مگر قربان ہو جائیں ہم شیعوں کی جانیں سر اقدس مظلوم کربلا پر کہ بدن سے جدا ہو کر نوک نیزہ پر چڑھایا گیا۔چوب سنان کا صدمہ اٹھاتا رہا۔کربلا سے کوفہ آیا۔کوفہ سے شام تک گیا۔جب سر یحییٰؑ کو دربار میں لائے ہیں تو ان کی عورتیں اور بچوں میں سے کوئی اس کے پاس نہ تھا۔مگر جب مظلوم کربلا کا سر دربار یزید میں لاتے تو

ان کی سب عورتیں اور بچے مقید رسن بستہ سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ مومنین مظلوم کربلا کے فرق بریدہ پر جو جو ظلم ہوئے ان کا بیان بھی نہیں ہو سکتا۔ لکھا ہے کہ دمشق میں جب ہر طرف غلغلہ ہوا کہ آج کچھ قیدی شہر میں داخل ہوں گے تو لوگ اپنے اپنے گھروں سے کوٹھوں پر بنظر تماشا آ بیٹھے۔ ام حجام ملعونہ جس کے باپ اور شوہر کو جناب امیرؑ نے جہاد میں قتل فرمایا تھا۔ وہ بھی لب بام عورتوں کے ساتھ آ بیٹھی۔ دیکھا آگے آگے کچھ سرہائے بریدہ نیزوں پر علم پیچھے پیچھے اونٹوں پر بیبیاں اور بچے روتے چلے آتے ہیں۔ سب کے آگے ایک نیزہ طویل پر ایک سر بریدہ نصب ہے۔ جس کی ریش مقدس خون سے مخضب ہے۔ پوچھنے لگی یہ سر کس کا ہے؟ کسی نے کہا یہ حسینؑ بن علی کا سر ہے۔ یہ سنتے ہی اس ملعونہ کی رگ عداوت نے جنبش کی۔ ایک پتھر ہاتھ میں لے کے اس زور سے مارا کہ پیشانی انور مجروح ہو گئی۔ اور اعجاز سے خون تازہ جاری ہوا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؁

مجلس ۵۶ پنجاہ و ششم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝ رب حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خاص خدا کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر سکون و وقار سے تواضع و فروتنی سے چلتے ہیں۔ اور جس وقت کوئی جاہل ان سے بخشونت و بے ادبانہ خطاب کرتا ہے۔ تو اس کے جواب میں نرمی و ملائمت سے پیش آتے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو شبوں کو اپنے پروردگار کی عبادت میں سجود و قیام میں بسر کرتے ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ اپنے خالق سے دعا کرتے ہیں۔ کہ پروردگار عذاب جہنم کو ہم سے ہٹا دے۔ کیونکہ اس کا عذاب

بہت سخت اور نقصان رساں ہے۔ اور بہت بری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں۔ تو نہ اسراف کرتے ہیں۔ نہ تنگی کرتے ہیں۔ بلکہ اعتدال اور میانہ روی سے بسر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عباد جمع عبد کی ہے جس کے معنی بندہ کے ہیں۔ یا عباد جمع عابد کی ہے۔ اور اضافت اس کی رحمٰن کی طرف تخصیص اور تفصیل کے لئے ہے۔ اور جس طرح رحمٰن صفت خاص باری تعالیٰ کی ہے۔ اسی طرح وہ صفتیں جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ان لوگوں کی ہیں۔ جو اس کے خاص بندے ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے کہ ان خاص بندوں سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو حلال سے کسب معاش کرتے ہیں۔ اور میانہ روی کے ساتھ اپنے عیال میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو باقی بچ رہتا ہے۔ اس کو راہ خدا میں صرف کر دیتے ہیں۔

اوصاف مومنین

ابو برزہ اسلمی نے جناب پیغمبر خدا سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ اور وہ مجھے دوست رکھیں گے۔ وہ لوگ جو کچھ ان کے پاس ہے ایک دوسرے کے واسطے خرچ کریں گے۔ اہل دنیا سے کنارہ کشی کریں گے۔ صفت صبر و حلم سے آراستہ ہوں گے چھوٹوں پر رحم کریں گے۔ بڑوں کے ساتھ بحرمت و تعظیم پیش آئیں گے۔ ان کے تونگر فقیروں کے لین دین میں خرچ کریں گے۔ ان کے قوی ضعیفوں پر مہربانی کریں گے ان کے تندرست بیماروں کی عیادت۔ ان کے زندہ مردوں کی مشایعت کریں گے۔ وہ عام طور پر لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے سلوک کریں گے؛ اصحاب نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نرمی و ملائمت کریں گے؛ فرمایا نہیں۔ ان کے پاس غلام کہاں؛ وہ اپنی خدمت اپنے آپ کیا کریں گے۔ بلکہ جہلا و سفہا کے ساتھ بمدارا پیش آئیں گے۔ بعد اس کے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا الحاصل آخر آیہ سے چند امور ثابت ہوئے۔ اولاً فضول خرچی کی ممانعت دوسرے کنجوسی اور جزرسی سے باز رہنا۔ تیسرے اعتدال مد نظر رکھنا۔ جس کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے قوام فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ نہ وہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ واجب کی کنجوسی بلکہ اس کے بین بین کا معتدل

رہ استہ اختیار کرتے ہیں) اور اسراف و اقتار کے معنی میں نسبت کچھ اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اسراف یہ ہے کہ گناہ میں خرچ کیا جائے۔ اگرچہ ایک ہی حبہ ہو۔ اور اقتار یہ ہے کہ حقوق واجبہ مثل زکوٰۃ و خمس وغیرہ نہ دے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسراف خرچ میں حد سے زیادہ کرنا ہے۔ اور اقتار یہ ہے کہ باوجود احتیاج کے اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ نہ کرے۔ جناب امیر فرماتے ہیں۔ لَیْسَ فِی الْمَاکُوْلِ وَ الْمَشْرُوْبِ سَرَفٌ (کھانے اور پینے میں جو اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے خرچ کیا جائے وہ اسراف نہیں ہے) اور منقول ہے کہ کسی نے معصوم علیہ السلام سے کہا لَاخَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ (فضول خرچی میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے) آپ نے جواب دیا لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ (امور خیر میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے) منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا اور ایک مشت سنگریزے زمین سے اٹھائے اور دست مبارک میں لئے رہے ان میں سے کچھ بھی نہ گرنے دیا۔ فرمایا یہ تو اقتار ہے۔ پھر ایک مشت سنگریزے اٹھائے اور بالکل گرا دیئے۔ ہاتھ میں کچھ نہ رکھے اور فرمایا کہ یہ اسراف ہے۔ پھر ایک مشت سنگریزے اٹھائے اور ان میں سے کچھ تو ہاتھ میں رکھے اور کچھ گرا دیئے۔ اور فرمایا یہ قوام ہے۔ جس کا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے فی الواقع انسان کو چاہیئے کہ مثل آرے کے رہے کچھ اپنی طرف رکھے کچھ دوسرے کی طرف گرائے۔ مثل شانہ کے نہ ہو کہ جو کچھ ہو اپنی ہی طرف کھینچے۔ واضح ہو کر سخا وجود و ایثار تینوں مترادف لکھے ہیں۔ سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ مگر بعض علماء نے ان میں فرق کیا ہے یعنی جو شخص اپنے مال سے کچھ صرف کرے اور کچھ رکھے وہ تو سخی ہے۔ اور جو شخص زیادہ صرف کرے اور کم رکھے وہ جواد ہے۔ اور جو شخص مال موجود کو باوصف اپنی حاجت کے دوسرے کو دے دے۔ وہ صاحب ایثار ہے۔ چنانچہ مجموعہ ورام میں ہے اُهْدِیَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَاْسُ شَاۃٍ فَقَالَ اِنَّ اَخِیْ کَانَ اَحْوَجَ مِنِّیْ اِلَیْهِ فَبَعَثَ اِلَیْهِ فَلَمْ یَزَلْ یَبْعَثُ بِهٖ الْوَاحِدُ اِلَی الْاٰخَرِ حَتّٰی تَدَاوَلَهُ سَبْعَةُ اَصْحَابٍ حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْاَوَّلِ (کسی شخص نے ایک کلہ گوسفند کسی صحابی رسول خدا کے پاس ہدیہ بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہر چند مجھے بھی اس کی حاجت ہے۔ مگر میرا فلاں برادر مومن مجھ سے زیادہ ضرورتمند ہے۔ یہ سوچ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ جب اس کے پاس وہ کلہ گوسفند پہنچا۔ اس

نے بھی سوچا کہ شاید فلاں برادر مومن مجھ سے زیادہ اس کا مستحق اور محتاج ہو۔ یہ خیال کر کے انہوں نے اس کے پاس بھیجا۔ اس نے بھی یہی سوچا۔ اور تیسرے کے پاس بھیج دیا۔ یہاں تک کہ سات آدمیوں کے پاس وہ کلّہ پہنچا۔ اور آخر میں پھر اسی صحابی اول کے پاس بھیج گیا۔ اور جناب امیر فرماتے ہیں۔ مَنْ جَادَ سَادَ (جس نے جود وسخا کو اختیار کیا وہ سالار و بزرگ قوم ہوا) اور جناب رسالت مآب نے فرمایا اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے) یہ کنایہ اس بات کا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ جو بلند رہتا ہے لینے والے کے ہاتھ سے جو ہمیشہ نیچا رہتا ہے بہتر ہے۔ منقول ہے کہ معاویہ نے جناب امام حسنؑ سے سوال کیا کہ کرم کس کو کہتے ہیں؟ قَالَ هُوَ التَّبَرُّعُ قَبْلَ السُّؤَالِ وَالرَّأْفَةُ بِالسَّائِلِ مَعَ الْبَذْلِ (فرمایا کرم وہ ہے کہ قبل اس کے سوال کرنے کے کسی کے ساتھ احسان کرو اور پھر بعد دینے کے اس پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ اس کے ساتھ بہ لطف و مدارا پیش آؤ) اسی بارہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (اپنے صدقات کو احسان رکھ کر باطل اور ضائع نہ کرو) اور بعض حکماء نے کہا ہے اَصْلُ الْمَحَاسِنِ کُلِّهَا الْکَرَمُ وَ جَمِیْعُ خِصَالِ الْخَیْرِ مِنْ فُرُوْعِهٖ (سب خوبیوں کی اصل کرم ہے اور اس کے علاوہ جتنے خصائل پسندیدہ ہیں وہ سب اس کی شاخیں ہیں)

بیان سخاوت

فی الواقع جو کریم ہوگا۔ وہ بہت سے اوصاف مثل عدل و توکل و زہد و تواضع و حلم و صبر و تسلیم و رضا و ہمدردی و وفا و صدق و امانت و صلۂ رحم وغیرہ کا جامع ہوگا۔ بلکہ سخی اگر کافر بھی ہو تو اس پر حق تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دو شخص اگرچہ بہ سبب کفر کے جہنم میں تو رہیں گے مگر آتش دوزخ ان کو اذیت نہ پہنچائے گی۔ ایک نوشیروان بہ سبب عدالت۔ دوسرے حاتم بہ سبب سخاوت۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے سامری کو گرفتار کیا اور چاہا کہ قتل کریں۔ وحی ہوئی۔ اے موسیٰ سامری کو قتل مت کرو کہ وہ سخی ہے۔ مگر حضرات سب سے بڑھ کے سخاوت وہ ہے کہ اپنی جان راہ خدا میں نثار کر دے۔ اسی سبب سے جو لوگ مردان راہ خدا تھے ان کو راہ خالق میں جہاد کرنے سے اور اپنی شہادت سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہ تھی۔ چنانچہ جناب اسد اللہ الغالب مولانا علی بن ابی طالب

فرماتے ہیں وَالَّذِیْ نَفْسُ عَلِیٍّ بِیَدِہٖ لَاَلْفُ ضَرْبَۃٍ بِالسَّیْفِ عَلَی الرَّاْسِ اَھْوَنُ لِیْ مِنْ مِیْتَۃٍ عَلَی الْفِرَاشِ (قسم اسی خالق کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہزار ضربت شمشیر کی کھانا اور شہید ہو جانا میرے نزدیک فرش خاک پر مرنے سے زیادہ آسان ہے۔) پھر حضرت فرماتے ہیں ؎

اَلسَّیْفُ وَالْخَنْجَرُ رَیْحَانُنَا اُفٍّ عَلَی النَّرْجِسِ وَالْاٰسِ
شَرَابُنَا مِنْ دَمِ اَعْدَائِنَا وَکَاْسُنَا مِنْ جُمْجُمَۃِ الرَّاْسِ

(گل و غنچہ، نرجس و آس کیا چیز ہے۔ ہمارا گلدستہ اور پھول تلوار اور خنجر ہے اور ہماری شراب دشمنان دین کا خون ہے اور ان کی کھوپریاں ہمارے لئے بجائے کاسہ ہیں،) اور امام حسینؑ راہ کربلا میں فرماتے تھے ؎

وَاِنْ تَکُنِ الْاَبْدَانُ لِلْمَوْتِ اُنْشِئَتْ فَقَتْلُ امْرِءٍ فِی اللّٰہِ بِالسَّیْفِ اَفْضَلُ

(یعنی جبکہ یہ انسان مرنے ہی کے واسطے پیدا ہوا ہے تو پھر راہ خدا میں تلوار سے قتل ہو کر مرنا بہتر ہے۔ اس سے کہ انسان فرش خواب پر مر جائے۔) مومنین یہی باعث تو ہے کہ روز عاشورہ امام حسینؑ نے کس اطمینان سے جان دی ہے جتنا جتنا حضرتؑ پر سخت وقت پڑتا جاتا تھا۔ اتنا اتنا اطمینان آپ کا اور ثبات آپ کا بڑھتا جاتا تھا جس کی خود خداوند عالم نے مدح فرمائی ہے۔ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (اے صاحب نفس مطمئنہ اے حسینؑ اب تم ہمارے پاس چلے آؤ اور اس حال میں کہ تم ہم سے اور ہم تم سے راضی ہیں۔ اب تم ہمارے خاص بندوں میں داخل ہو اور جو ہمارا خاص باغ ہے۔ اس میں چلے جاؤ)

روایت سر امام

مومنین جناب امام حسینؑ نے جس اطمینان اور جس بشاشت سے راہ خدا میں جان دی ہے اس کی نظیر تمام عالم میں نہیں مل سکتی۔ دیکھئے حضرت نے اپنا سر جو راہ خدا میں دے دیا یہ ہدیہ حضرتؑ کا ایسا قبول ہوا جس کا حال سوائے خدا تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے اور کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ نہ معلوم وہ سر کیا ہوا دفن بھی ہوا یا نہ ہوا؟ اور اگر دفن بھی ہوا تو بدن سے ملحق ہوا یا نہ ہوا؟ ایک روایت میں ہے کہ اسے کسی نے لے جا کے مصر میں دفن کیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہوا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب نبیؐ

ی سلطنت کو زوال ہوا اور بنی عباس کی بادشاہت ہوئی تو منصور نے خزانۂ یزید میں ایک ظرف سرخ پایا۔ غلام سے کہا اسے حفاظت سے رکھو کہ یہ ایک گنج ہے خزانہائے بنی امیہ سے۔ جب اسے بوقت فرصت کھولا تو دیکھا کہ سر مبارک امام حسینؑ کا ہے اور اثر خضاب نمایاں ہے۔ پس اسے کپڑے میں لپیٹ کے قریب دروازۂ فرادیس متصل تیسرے برج کے دفن کر دیا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ وہ سر اپنے بدن سے ملحق ہوا اور کربلا میں دفن ہوا۔ (ناسخ التواریخ)

سر جناب امام حسینؑ کا چند گھروں میں رہنا

حضرات ایک سر امام حسینؑ کی ایسی مصیبت ہے کہ وہ تمام عمر رونے کے لئے کافی ہے خیال کیجئے کہ اس سر انور پر کیا کیا مصیبتیں پڑی ہیں۔ تن اطہر سے جدا کیا گیا۔ نوک نیزہ پر چڑھایا گیا۔ جنگلوں میں پہاڑوں میں پھرایا گیا۔ کبھی درخت میں کبھی دروازہ پر لٹکایا گیا۔ کس کس گھر میں کہاں کہاں رکھا گیا۔ تتبع کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ سر انور چند گھروں میں رکھا گیا۔ پہلا گھر دارالامارۂ کوفہ ہے۔ کہ فرق اطہر جناب سید الشہداء مع اہل بیت کے داخل دربار ابن زیاد ہوا۔ اور حکم سے اس شقی کے وہ سر مقدس نیزہ پر رکھ کے تمام بازار کوفہ میں پھرایا گیا دوسرا گھر خولی کا ہے۔ حدیث میں منقول ہے کہ ابن زیاد نے مظلوم کربلا کا سر خولی کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ سر ہے اور اپنے پاس رکھ اس وقت تک کہ میں طلب کر لوں۔ پس وہ شقی اس کو اپنے گھر لایا اور اسے خاک پر ایک ظرف کے نیچے رکھ دیا۔ جب زوجہ اس کی شب کو قریب اس سر مبارک کے آئی تو اس نے ایک نور سر مبارک سے تا بہ آسمان تاباں دیکھا۔ اور اس نے سنا کہ اس سر مبارک سے یہ آواز آتی ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۞ اور عنقریب جنہوں نے ظلم کئے ہیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ جا پہنچے ۔ یہ سن کر وہ مومنہ اس ملعون کے پاس آئی اور پوچھا کہ اس ظرف کے نیچے کیا چیز ہے۔ اس ملعون نے کہا سر ہے ایک شخص کا جس نے خروج کیا تھا اور اس کو ابن زیاد نے قتل کیا۔ اس مومنہ نے دریافت کیا کہ نام اس کا کیا تھا۔ اس ملعون نے کہا نام اس کا حسینؑ بن علیؑ ہے۔ یہ سن کر اس مومنہ نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑی۔ جب ہوش میں آئی۔ تو اس نے خولی ملعون سے کہا وائے ہو تجھ پر اے بدترین کفار و مجوس تو نے جناب رسالت مآبؐ کو اذیت دی اور کچھ خوف نہ کیا اور اس مبارک پر طالب جائزہ ہے۔ لہٰذا اس سے روتی ہوئی جدا سر مبارک کے پاس آئی اور اس کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور بوسے دے کر کہتی تھی۔ خدا آپ کے قاتل پر لعنت کرے اور آپ کے

جد محمد مصطفےٰ اس کے دشمن ہوں - اسی اثنا میں روتے روتے اس پر غنید کا غلبہ ہوا اس نے دیکھا کہ سقف خانہ شق ہوئی - اور ایک نور تمام گھر میں پھیل گیا - ایک ابر سفید نمایاں ہوا اس سے دو بیبیاں نکلیں - اور انہوں نے اس سر کو اس کی گود سے لے لیا اور رونے لگیں اس مومنہ نے پوچھا - آپ کون ہیں ایک بی بی نے فرمایا - میں خدیجہؑ ہوں اور یہ میری بیٹی فاطمہؑ زہرا ہے - اے مومنہ ہم تیرے شکر گزار ہیں - اور خدا نے تیرے عمل کو قبول کیا اب تو جنت میں ہماری رفیق ہوگی - اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی - اور وہ سر مبارک اس کی گود میں رہا جب صبح ہوئی تو اس کے شوہر نے اس سے سر مبارک لینا چاہا - مگر اس مومنہ نے کسی طرح نہ دیا - آخر اس شقی نے اس مومنہ کو قتل کیا - اور سر امام مظلوم لے کر چلا گیا تیسرا خانہ راہب ہے - ابو سعید دمشقی کہتا ہے - کہ راہ شام میں ہم نے یہ خبر سنی کہ نفر خزاعی نے لشکر جمع کیا ہے - اور یہ ارادہ رکھتا ہے کہ شبخون کرکے سرہائے شہدا کو معہ اہل بیتؑ کے چھین لے جائے - فوج کو تردد ہوا - ایک دیر نصرانی نظر آیا - سب کی رائے ہوئی کہ اسی کو جائے امن قرار دینا چاہیئے - راہب سے کہا - ہم یہ چاہتے ہیں کہ آج کی شب تیرے دیر میں قیام کریں - تا دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں - اس نے کہا میرا گھر اتنا وسیع نہیں ہے کہ سب اترو - البتہ قیدیوں کو اور سروں کو میرے دیر میں رکھ دو - غرض اہل فوج نے سر امام مظلومؑ معہ سرہائے شہدا اس کے دیر میں رکھ دیا - اور خود اس مکان کے گرداگرد اترے نصف شب کے وقت اس دیرانی نے شگاف در سے دیکھا کہ اس حجرہ میں جہاں امامؑ کا سر پر نور رکھا تھا ایک نور ساطع ہے - اور تمام حجرہ روشن ہے - دیکھ کر حیران تھا - کہ اتنے میں اس حجرے کی چھت پھٹی اور وہاں سے ایک عماری اتری - اس میں سے ایک بی بی نورانی صورت بہت سی کنیزوں کے ساتھ برآمد ہوئیں - اور وہ کنیزیں کہتی جاتی تھیں - ہٹ جاؤ کہ حضرت حواؑ آتی ہیں - پھر دوسری عماریاں اتریں - ان میں سے حضرت ہاجرہ و سارہ و راحیل مادر یوسفؑ اور مادر حضرت موسیٰؑ اور آسیہ زن فرعون اور مریمؑ مادر عیسیٰؑ اتریں اور رونے اور پیٹنے کا غل و شور بلند ہوا - پھر ایک عماری نور ظاہر ہوئی - اس کے گرداگرد حوران بہشت تھیں ایک ان میں سے بولی اے نصرانی اپنی آنکھیں بند کرلے - کہ فاطمہؑ زہرا اپنے بیٹے کے سر بریدہ کی زیارت کو آتی ہیں - نصرانی کہتا ہے کہ اس معصومہ کے آنے سے ایک قیامت

عـــہ نور العین فی مشہد الحسین؟ ۱۲

برپا ہوئی۔ سر کو گود میں لے کے فرماتی تھیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الْمَظْلُوْمُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الشَّهِیْدُ یَا بُنَیَّ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ سَیَنْتَقِمُ مِنْ قَاتِلِیْكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بیٹا غم نہ کھاؤ۔ منتقم حقیقی ضرور تمہارے قاتلوں سے بروز قیامت انتقام لے گا) چوتھا گھر قصر یزید ہے۔ جس میں وہ لعین بادہ کبر و غرور سے مست تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ بیاض[1] فخری میں لکھا ہے کہ جب اہل بیتؑ رسول وارد شام ہوئے۔ یزید نے مظلوم کربلا کا سر طشت طلا میں رکھا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جس سے لب و دندان حضرتؑ کے کھولتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا اے حسینؑ تمہارے دانت کیسے اچھے ہیں۔ ابو برزہ اسلمی وہاں موجود تھے۔ یہ بے ادبی دیکھ کر بے خود ہو گئے۔ کہنے لگے اے یزید! یہ کیا غضب کرتا ہے۔ اس چوب کو دندان حسینؑ سے ہٹا لے۔ خدا کی قسم میں نے خود جناب رسولؐ خدا کو دیکھا تھا کہ ان ہی لب و دندان کے بوسے لیتے تھے اور چوسا کرتے تھے۔ اب تو ان پر چھڑی رکھتا ہے۔ یہ سن کر یزید غصہ ہوا۔ اور ابو برزہ کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ پانچواں گھر خانہ زنداں ہے۔ صاحب محرق القلوب لکھتے ہیں کہ جب یزید نے اہل بیتؑ کی رہائی کا حکم دیا۔ تو جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا اے یزید جب سے بھائی مارے گئے۔ تیری فوج نے ہمیں رونے نہیں دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک مکان خالی کرا دے۔ اور ہم بے کسوں کے وارثوں کے سر بھیج دے۔ کہ ہم بھوکے پیاسے کو جی بھر کر رو لیں۔ یزید نے ایک مکان خالی کرا دیا اور جناب مظلوم کربلا کا فرق بریدہ خوان میں رکھ کے اور سرہائے شہدا کے ساتھ بھیج دیا۔ جب ان بیبیوں نے اپنے وارثوں کے سر آتے دیکھے۔ اپنے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ گریبان چاک کئے۔ روتی پیٹتی استقبال کو دوڑیں۔ فاطمہؑ نے اپنے بھائی علی اکبرؑ کا سر اور ام فروہؑ نے قاسم کا سر اپنی اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور جناب زینبؑ نے اپنے مظلوم بھائی امام حسینؑ کا سر آغوش میں لے لیا۔ مومنین اس وقت جناب زینبؑ اپنے بھائی کے سر کو گود میں لئے سوکھے ہونٹوں پر منہ رکھے کس بے تابی سے روتی ہوں گی۔ اور کہتی ہوں گی۔ ہائے بھائی آپ کا یہ حال کس نے بنایا؟ کاش میں نابینا ہوتی اور آپ کو اس حال سے نہ دیکھتی۔ اے بھائی! آپ کے بعد ہمارا کوئی والی وارث نہ رہا۔ ظالموں نے

---

[1] یعنی منتخب شیخ فخر الدین طریحی نجفی ۱۲   [2] صواعق محرقہ ۱۲

خیمے جلا دئے۔ ہمیں اسیر کر کے در بدر پھرایا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ
سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؎

مجلس ۵۷ پنجاہ و ہفتم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَۃِ الْکَوَاکِبِ
(خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ تحقیق کہ ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو ستاروں سے)

زینت آسمان از ستارگان

یعنی ان کی روشنی سے اور ان کے حسن سے آسمان کو مزین کیا اور ان ستاروں کو بمنزلہ چراغ گردانا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ (ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے زینت دی ہے۔ یعنی جس طرح چراغ کی روشنی سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں۔ ان ہی ستاروں کے ذریعہ سے سمت معلوم ہوتی ہے۔ جہاز چلتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مقام پر فرماتا ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (اور قطب تارا سے لوگ راہ پاتے ہیں) جس قدر ستارے اور سیارے ہم صرف آنکھ سے یعنی بغیر دوربین کے دیکھ سکتے ہیں۔ وہ کل محیط آسمان میں چھ ہزار سے زیادہ نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ ہم نصف کرہ سے زیادہ ایک مرتبہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے ایک وقت قریب قریب تین ہزار ستارے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ بایں ہمہ چونکہ ہر وقت مطلع صاف نہیں رہتا۔ اس لئے ایک ثلث کم کر دینا چاہیے۔ تو دو تین ہزار ستارے اور سیارے ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن دوربین لگا کے ہم دس کروڑ ستاروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ دیکھیے کس قدر لوگ علمائے فرنگ کی تعریف کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے تار برقی ایجاد کیا ہے۔ جس سے ہزاروں کوس کی خبر تھوڑی دیر میں پہنچ جاتی ہے۔ ان بے خبروں سے یہ پوچھنا چاہیے۔ کہ یہ عقل ان کو کس نے دی ہے؟ اور یہ تاثیر مقناطیسی کس نے پیدا کی ہے؟ اے غافل! خدا کے تار کو بھی تو دیکھ جس کا خزانہ قادر مطلق نے تیری آنکھ میں بقدر ایک دانہ کے بنایا ہے۔ کہ اس سے تار نظر نکل کر آسمان تک پہنچتا ہے اور آسمانوں سے گذر کے ایک چشم زدن میں عرش

کی خبر لاتا ہے۔ ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے اور آفتاب سے نوے کروڑ میل دور
ہے۔ اور آفتاب ہم سے نو کروڑ چودہ لاکھ میل دور ہے۔ اتنی دور کی چیز ہم کو بذریعۂ نظر
کے دفعتہً دکھائی دے جاتی ہے۔ اور دس ہزار برس کی راہ کی خبر ایک چشم زدن میں معلوم
ہو جاتی ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (پس صاحب برکت ہے خدا جو سب سے
بہتر (نئی سے نئی) چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے) الحاصل زینت اشیا کا بیان جلاء العیون وغیرہ
میں ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ اے علیؑ خداوند عالم نے ہماری محبت کو آسمانوں
پر اور زمینوں پر عرض کیا۔ پس سب سے پہلے اسے آسمان ہفتم نے قبول کیا۔ حق تعالیٰ
نے اسے عرش و کرسی سے زینت دی۔ بعد اس کے اسے آسمان چہارم نے قبول کیا
اس کو بیت المعمور سے زینت بخشی۔ پھر آسمان اول نے قبول کیا۔ اس کو ستاروں سے زینت
دی۔ پھر زمین مکہ نے قبول کیا اس کو خانہ کعبہ سے زینت عطا فرمائی۔ بعد اس کے زمین
شام نے قبول کیا اسے بیت المقدس کے ساتھ زینت دی۔ بعد اس کے زمین مدینہ نے
قبول کیا اسے میری قبر کے ساتھ زینت دی۔ بعد اس کے زمین کوفہ نے قبول کیا اسے
تمہاری قبر سے زینت دی۔ اور بروایت دیگر اہل آسمان میں سے جنہوں نے پہلے ولایت
و امامت جناب امیرؑ کا اقرار کیا وہ ملائکہ ہیں۔ اور اہل زمین میں سے جنہوں نے پہلے بلکہ عالم
ذر میں اقرار کیا۔ وہ انبیاء و اوصیاء ہیں۔ ان کے بعد جنہوں نے اقرار کیا وہ مومن و شیعہ ہیں
پانی و میووں میں سے جس جس نے پہلے اقرار کیا۔ اس کو خدا تعالیٰ نے لذیذ اور شیریں کیا۔
باقی کو شور و تلخ۔ حیوانات میں سے جس جس نے پہلے ولایت جناب امیر المومنین کا اقرار
کیا۔ اسی کو خدا نے پاکیزہ و حلال گردانا اور باقی کو حرام اور جمادات میں سے جس جس نے
پہلے اقرار کیا اسی کو خدائے تعالیٰ نے لعل و زمرد و فیروزہ و عقیق بنایا۔ باقی کو پتھر رہنے
دیا۔ ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے کہ خدا نے زمین کو انبیا سے زینت دی۔ اور ان
انبیاء کو چار نبیوں سے یعنی ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ وجیہ اللہ اور محمدؐ
حبیب اللہ سے۔ اور یہی صاحبان کتب اور صاحبان شریعت تازہ اور انبیائے
اولوالعزم ہیں۔ پھر اس زمین کو آل محمدؐ سے زینت دی۔ اور آل محمدؐ کو ان کے چار بزرگوں
علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے زینت بخشی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ــــــــــــــــــــــــ

ﮯ یہ مضمون عرائس ثعلبی کے نسخہ مطبوعہ صفحہ ۱ میں موجود ہے ۱۲ منہ

بیان زینت اشیا

بظاہر ہر چیز کے واسطے زینت کے اسباب ہیں۔ آسمان کی زینت آفتاب و ماہتاب اور ستارےجیسے ثوابت و سیارہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے سنا۔ زمین کی زینت اشجار و انہار اور جبال و بحار ہیں۔ شہر کی زینت عمارات و مکانات ہوتے ہیں۔ مکان کی زینت مکین ہے۔ مسجد کی زینت نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور مجلس کی زینت ذکر علیؑ بن ابی طالب ہے۔ جیسا کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ بِذِکْرِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاِنَّ ذِکْرَہٗ ذِکْرِیْ وَ ذِکْرِیْ ذِکْرُ اللّٰہِ وَ ذِکْرُ اللّٰہِ عِبَادَۃٌ ترجمہ تم لوگ اپنی مجلسوں کو ذکر علیؑ بن ابی طالب سے زینت دو کہ ان کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر خدا کا ذکر ہے اور خدا کا ذکر عبادت ہے۔ اب مجلس امام حسینؑ کی زینت کس چیز سے ہے۔ س مجلس کی زینت آپ ہی حضرات سے ہے۔ تنہا آپ ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ آپ حضرات کے رونے سے اس کی زینت ہے۔ اس رونے میں آپ حضرات تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ ارواح مقدسہ معصومینؑ علیہم السلام بھی آپ کے شریک ہیں۔ اور امام حسینؑ جن سے خدا نے اپنے عرش کو زینت دی۔ وہ حضرت میین عرش کھڑے رہتے ہیں۔ اور جس شخص اپنے حال پر روتا دیکھتے ہیں اس کے واسطے دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں۔ اور فقط اپنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے جد امجد سے اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے والد ماجد سے۔ اور اپنے بھائی سے بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ بھی میرے رونے والے کی بخشش کے واسطے دعا کیجئے۔ سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے مجلس جناب امام حسینؑ کا۔ اس مجلس وہ شرف ہے کہ کیسا ہی رذیل صدر مجلس میں بیٹھا ہو۔ اور کیسا ہی شریف پائیں مجلس ہو س رذیل کو اٹھا نہیں سکتے۔ اگر کسی کی پشت کسی کی طرف ہو تو اس کو ٹوک نہیں سکتے۔ بلکہ کی و پستی کا بھی خیال نہیں کیا جاتا اگر کوئی مجتہد نیچے بیٹھا ہو۔ اور کوئی ادنیٰ ذاکر مرثیہ حسینؑ بیان کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ منبر پہ جا کر بیان کر سکتا ہے۔ اور اس وقت اس کا مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اور یہی حال نماز جماعت کا بھی ہے کہ بلا لحاظ مراتب سب ایک جگہ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وقت سجدہ کسی کا سر مقابلہ میں کسی کے پاؤں کے ہوتا ہے۔ مگر مات خاص مومنین کے واسطے ہے۔ اس لئے کہ امام کا پاؤں تو البتہ لوگوں کے سر کے ل ہوتا ہے۔ لیکن امام کا سر کسی کے پاؤں کے پاس نہیں ہوتا۔ مگر مومنین کیا انقلاب زمانہ

تھا کہ جو حقیقی امامؑ تھے یعنی امام حسینؑ ان کا سر مبارک یزید ملعون کے پاؤں کے پاس رکھا گیا تھا۔ وہ شقی تخت حکومت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور سر امام حسینؑ اس کے پاؤں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اتنی توہین پر بھی اس ظالم نے اکتفا نہ کی۔ بلکہ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ حضرتؑ کے لب و دندان مبارک کھوتا تھا اور یہ کہتا تھا۔ اے ابو عبداللہ آپ کے دانت کیا خوب ہیں۔

ہند کا باہر نکلنا

بروایت بحار الانوار یزید نے حکم دیا کہ اس سر کو لے جا کر محل کے دروازے پر لٹکا دو۔ جب وہ سر اس کے محل کے دروازے پر لٹکایا گیا۔ تو ہند زوجہ یزید بے اختیار ننگے سر بے مقنعہ و چادر باہر نکل پڑی اور یزید کے پاس جہاں مجمع عام تھا بے پردہ چلی گئی اور سر پیٹ کر کہنے لگی۔ اے یزید ارے تو نے کیا غضب کیا۔ فرزند رسول کو قتل کیا اور ان کا سر میرے گھر کے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید نے جو اس کو اس طرح بے پردہ دیکھا۔ دوڑ کر اپنی چادر اس کے سر پر ڈال دی۔ اس کو غیرت معلوم ہوئی۔ کہ میری عورت مجمع عام میں چلی آئی۔ ہائے افسوس۔ یزید کو اپنی زوجہ کے پردہ کا تو اس قدر خیال ہوا۔ مگر ناموس امام حسینؑ اور دختران فاطمہؑ زہرا اسی طرح ننگے سر بے مقنعہ و چادر ریسمان میں بندھی اس لعین کے سامنے کھڑی تھیں۔ اور وہ شقی ایک ایک کو پوچھتا جاتا تھا۔ مَنْ هٰذِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ (یہ بی بی کون ہے؟) اور وہ بی بی کون؟ اور وہ اشقیا ایک ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلاتے تھے هٰذِهٖ زَيْنَبُ وَهٰذِهٖ اُمُّ كُلْثُوْمٍ وَهٰذِهٖ سُكَيْنَةُ وَهٰذِهٖ فَاطِمَةُ (یہ زینب ہیں اور یہ ام کلثوم ہیں۔ یہ سکینہ ہیں اور یہ فاطمہ ہیں) بلکہ اس سے بڑھ کے جو امر اس مجمع عام میں ان پردگیان عصمت کے واسطے واقع ہوا کس زبان سے عرض کروں

شامی کا فاطمہؑ کو کنیزی میں طلب کرنا

شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں لکھتے ہیں کہ اس مجمع میں سے ایک شامی نے اٹھ کر فاطمہؑ دختر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یَا یَزِیْدُ هَبْ لِیْ هٰذِهِ الْجَارِیَةَ (اے یزید یہ لڑکی مجھے دے ڈال کہ میں اسے کنیز بناؤں گا۔ یہ سن کر وہ صاحبزادی خوف سے کانپنے لگیں اور اپنی پھپھی جناب زینب کے دامن سے لپٹ گئیں۔ اور کہنے لگیں اُوْتِمْتُ

۱؎ صواعق محرقہ ۱۲ ۲؎ کشف الغمہ ۱۲

داستخلاہ دل سے پھپھی ایک تو میں یتیم ہو گئی اب کیا کنیز بھی بنائی جاؤں گی، بحارالانوار میں لکھا ہے کہ جناب ام کلثوم نے اس شامی سے فرمایا۔ خاموش رہ خدا تیری زبان کو قطع کرے۔ اور تجھے اندھا کرے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اولادِ نبیؐ کسی کی کنیز نہیں ہو سکتیں۔ سید ابن طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں کہ اس شامی نے یزید سے پوچھا یہ کون لڑکی ہے؟ یزید نے کہا۔ یہ لڑکی حسینؑ کی ہے۔ اور اس کا نام فاطمہ ہے۔ اس شامی نے کہا۔ وہی حسینؑ جو بیٹا علیؑ و فاطمہؑ کا اور نواسا رسولِ خدا کا ہے۔ یزید نے کہا ہاں وہی حسینؑ۔ اس وقت وہ شامی سر پیٹ کر کہنے لگا۔ اے یزید خدا تجھ پر لعنت کرے ہائے تو نے اولادِ رسول کو قتل کیا اور ان کی عترت کو اسیر کیا۔ خدا کی قسم میں تو یہ سمجھا تھا کہ یہ عورتیں بندیاں ترک و روم سے ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس ۵۸ پنجاہ و ہشتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگوں پر دشمنوں سے جہاد کرنا واجب کیا گیا۔ اگرچہ تم کو وہ جہاد ناگوار معلوم ہو گا (کیونکہ مقتضائے بشریت یہی ہے کہ جان و مال کے تلف ہونے سے انسان کراہت کرتا ہے) حالانکہ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ تم لوگ کسی چیز سے نفرت رکھتے ہو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہے یعنی یہ جہاد جسے تم مکروہ سمجھتے ہو۔ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کیونکہ دنیا میں موجب فتح وحصول غنیمت ہے یہ سبب ترقی دین اسلام ہے اور آخرت میں اس کی وجہ سے شہیدوں کے مرتبے اور نعمات بہشت ملیں گے۔ اور کبھی تم کسی چیز کو دوست رکھتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہے (منجملہ اس کے جہاد سے تخلف کرنا کہ دنیا میں موجب ذلت ہے سبب غلبۂ دشمن ہے۔ اور آخرت میں ثواب جہاد اور درجہ شہادت سے محروم رہنے کا موجب ہے اور باعث عذاب و عقاب ہے) اور جو بات تمہارے حق میں بہتر ہے

س کو خدا خوب جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر آیۂ جہاد

واضح ہو کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں ہے اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ احکام شرع موافق مصلحت ہوا کرتے ہیں۔ گو ہماری عقل اس مصلحت کو دریافت نہ کر سکے یا کہ خلاف عقل و مصلحت سمجھے۔ شارع کی مثال مکلف کے ساتھ ایسی ہی ہے۔ جیسی طبیب کی حالت مریض کے ساتھ۔ کہ طبیب مریض سے جو کچھ کہتا ہے۔ اس کے حق میں بہتر کہتا ہے۔ گو مریض کو ناگوار معلوم ہو۔ یہی حال شارع کا ہے۔ اسی سبب سے خدا نے فرمایا، یعلم اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے) منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے ماہ جمادی الاخریٰ میں اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو آٹھ آدمیوں جو مہاجر۔ جن میں سے بھتے امیر لشکر کیا۔ کہ وہ عامر بن ربیعہ۔ واقد بن عبداللہ۔ سعد بن ابی واص۔ عتبہ بن غزوان۔ عکاشہ بن محصن۔ اباحذیفہ بن عتبہ۔ سہل بن بیضا، اور خالد بن بکیر تھے۔ اور خط لکھ کر انہیں دیا اور فرمایا سِرۡ عَلٰی اسۡمِ اللّٰہِ (اور اس خط کو مت کھولنا جب تک دو منزل نکل کر مکہ کی راہ پر پہنچو۔ اس وقت اس خط کو کھول کر پڑھنا، اور جو لکھا ہو اس پر عمل کرنا۔ اگر تمہارے ساتھیوں سے کوئی شخص جانا قبول نہ کرے تو اس پر جبر کرنا۔ عبداللہ نے خط لے لیا اور روانہ ہو گئے، جب دو منزل راہ طے کی خط کو کھولا لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد اے عبداللہ تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بطن نخلہ میں جانا اور وہاں اتر کر قافلہ قریش کا انتظار کرنا۔ جب وہ آئیں قتل کرنا اور جو قیدی ہوں ان کو مع غنیمت کے مدینہ میں پہنچانا۔ عبداللہ خط پڑھ کے بعد کہنے لگے سَمۡعًا وَّ طَاعَۃً (بسر چشم قبول) پھر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ پیغمبر خدا کا خط اس مضمون کا ہے۔ میں تم پر ساتھ چلنے میں جبر نہیں کرتا۔ جس کو شہادت یا غنیمت کی خواہش ہو میرا ساتھ دے جس جبر معلوم ہوتا ہو۔ وہ پھر جائے۔ سب نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم سب بسر و چشم حکم جناب رسول خدا کے تابع ہیں۔ غرض جب وہاں سے چلے اثنائے راہ میں سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ دونوں اجازت لے کر اونٹ کی تلاش کے خیال سے وہیں رہ گئے۔ عبداللہ بن جحش چھ آدمیوں سے بطن نخلہ میں جو درمیان مکہ و طائف کے ہے پہنچے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک قافلہ قریش کا طائف سے آتا ہے۔ اور اس میں عمر بن حضرمی

اور حکم بن سعدان اور عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ اور نوفل بن عبد اللہ بھی ہیں۔ جب ان لوگوں اصحاب رسول کو دیکھا ڈر ے۔ لیکن بعد میں انہیں خیال ہوا کہ یہ لوگ عمرہ بجا لانے خانہ کعبہ کے واسطے جاتے ہیں۔ جب وہ لوگ بے پرواہ ہو گئے۔ واقد بن عبد اللہؓ نے سے عمرو بن حضرمی کے اوپر تیر پھینکا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور حکم اور عثمان کو قید کیا۔ ان کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ گیا۔ اور جس روز یہ واقعہ ہوا۔ اس روز پہلی تاریخ رجب اور ان لوگوں کو گمان تھا کہ سلخ جمادی الثانیہ ہے۔ جب شام کو چاند بہت بلندی پر دکھائی دیا۔ اس وقت یہ لوگ سمجھے کہ آج رجب کی پہلی تھی۔ جہاد چاہیئے تھا۔ الحاصل جب وہ لوگ اسیروں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے۔ قریش طعن کہنے لگے کہ محمدؐ نے ماہ حرام میں قتال کیا اور اہل اسلام کو طعنے دینے شروع کئے۔ تمہارے پیغمبرؐ نے ماہ حرام کو حلال کر دیا۔ اور خون گرانا ماہ حرام میں جائز رکھا۔ جب یہ پیغمبر خدا کو پہنچی۔ عبد اللہؓ جحش سے فرمایا میں نے تمہیں منع کر دیا تھا۔ کہ ماہ حرام میں جہاد نہ کسی کو قتل کرنا نہ کسی کو قید کرنا۔ عبد اللہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس روز ہمیں تو یہ گمان کہ آج سلخ[۵] جمادی الاخریٰ ہے۔ غرض حضرتؐ نے ان قیدیوں کو چھوڑ دیا اور مال غنیمت واپس

تمہید مصائب

بس مومنین تمہید ہو چکی۔ آپ نے سنا کہ محترم مہینوں میں پیغمبروں خدا نے جہاد منع فرمایا۔ اسیروں کو چھوڑ دیا۔ اور مال غنیمت کو واپس کر دیا۔ وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے محرم الحرام میں جو محترم مہینوں میں سے ہے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کر دیا اور عترت کو اسیر کر لیا۔ ان کا مال واسباب سب لوٹ لیا اور نبی کے حکم کا کچھ خیال چنانچہ ریان بن شبیب سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو جناب علی ابن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یَابْنَ شَبِیْبٍ! اَلْمُحَرَّمُ هُوَ الشَّهْرُ الَّذِیْ کَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ یُحَرِّمُوْنَ فِیْهِ الظُّلْمَ وَالْقِتَالَ لِحُرْمَتِهٖ فَمَا عَرَفَتْ هٰذِهِ الْاُمَّةُ حُرْمَةَ شَهْرِهَا وَلَا حُرْمَةَ نَبِیِّهَا۔ اے پسر شبیب بہ تحقیق کہ یہ وہ مہینہ ہے کہ کفار تک اس کا احترام کرتے تھے۔ اور اس مہینہ میں جنگ و جدال کو حرام جانتے تھے۔ مگر اس امت جفا کار نے نہ اس مہینہ کی حرمت کی۔

---

[۵] سلخ الشہر آخرہ، مہینہ کے آخر کو سلخ کہتے ہیں۔ مجمع البحرین ص ۲۱۷

ے نبی کا پاس کیا، لَقَدْ قَتَلُوْا فِیْ هٰذِهِ الشَّهْرِ ذُرِّیَّتَهٗ وَ سَبَوْا نِسَآءَهٗ
نَهَبُوْا ثِقْلَهٗ (جس کا کلمہ پڑھتے تھے اسی کی اولاد کو اسی مہینہ میں ان لوگوں نے
کیا۔ اس کے اہل حرم کو قید کیا۔ اور سارا مال و اسباب لوٹ لیا) اے پسر شبیب اگر تو
شے کے لئے رونا چاہے تو تیرے جد بزرگوار حسینؑ بن علیؑ پر رویا کر فَاِنَّهٗ ذُبِحَ کَمَا
یُذْبَحُ الْکَبْشُ (کہ وہ جناب اسطرح قتل کئے گئے جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں۔)

احکام جہاد

مومنین جہاد جناب امام حسینؑ میں ملاعین نے فقط ماہ حرام ہی کی مخالفت نہیں کی
بلکہ جو جو احکام جہاد کے ہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی اشقیاء نے لحاظ نہیں کیا۔
جہاد میں کئی حکم ہیں۔ ایک تو یہ کہ جہاد کفار سے ہے۔ اہل اسلام سے نہیں ہے
یہاں برعکس اس کے جن خاصان خدا کے گھر سے اسلام کا رواج ہوا۔ ان ہی کو ملاعین
قتل کیا۔ اور ان ہی کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ دوسرے اوائل اسلام میں جب
مسلمان کم تھے۔ حکم تھا کہ ایک شخص دس کافر کا مقابلہ کرے۔ پھر جب اسلام کو قوت
یہ حکم منسوخ ہوا۔ اور بجائے اس کے یہ حکم ہوا کہ ایک مسلم دو کافر سے جہاد کرے
یہاں خیال کیجئے کہ امام حسینؑ کی طرف کل چالیس پیادے اور بتیس سوار تھے۔ ان
سے بھی سب جوان نہ تھے۔ بلکہ ان ہی بہتر میں لڑکے اور بڈھے بھی تھے اور اس
ہزار ہا اشقیاء تھے۔ تیسرے لڑکوں اور بڈھوں اور عورتوں سے جہاد ساقط ہے
اس لشکر میں کفار کے بچے ہوں تو وہ قتل نہ کئے جاویں۔ برخلاف اس کے کربلا میں ملاعین
اس کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ عورتوں میں سے زوجہ وہب کو۔ بڈھوں میں سے حبیب بن مظاہر
بچوں میں سے علی اصغرؑ تک کو شہید کر دیا۔ چوتھے یہ کہ جن سے جہاد ہو گو وہ کفار ہوں مگر
پانی بند نہ کیا جائے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جن ایام میں لشکر اسلام نے قلعہ خیبر کا محاصرہ
ڈالا ایک یہودی کو گرفتار کر کے پیغمبر خدا کے پاس لے آئے۔ اس نے عرض کی کہ
حضرت اگر آپ مجھے رہا فرمادیں تو میں ایک تدبیر بتاؤں جس سے قلعہ فتح ہو جائے
وہ یہ ہے کہ جس مقام سے پانی کی نہر اس قلعہ میں جاری ہے میں اس مقام کو جانتا
ہوں آپ اس مقام سے نہر کو بند کریں۔ جب ان لوگوں کو پانی نہ ملے گا اور پیاس

واقعات کربلا کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب بہتر تارے ۱۲

نے قریب بہلاکت پہنچیں گے۔ خود آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا اپنی رہائی کو جو تو نے کہا تو میں نے تجھے رہا کیا۔ مگر یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ میں ان لوگوں پر اگرچہ کافر ہیں پانی بند کر دوں۔ یا رسول اللہؐ! آپ اس وقت کہاں تھے؟ جب کربلا میں آپ کے نواسے حسینؑ مظلوم پر دریا کے کنارے پانی بند کیا گیا تھا۔ ادھر تو چھوٹے چھوٹے بچے خیمہ میں شور العطش العطش بلند کر رہے تھے۔ ادھر خود آپ کے فرزند کی یہ حالت پہنچی تھی کہ ان حضرتؑ کا جگر بریاں ہوا جاتا تھا۔ بار بار فرماتے تھے یا قَوْمُ اسْقُوْنِیْ شَرْبَۃً مِنَ الْمَآءِ فَاِنَّ کَبِدِیْ تَشَقَّقَتْ مِنْ حَرِّ الظَّمَا۔ اے قوم مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ میرا جگر حرارت تشنگی سے خشک ہو گیا ہے۔ اور اعدائے دین یہ جواب دیتے تھے کہ اے حسینؑ! اگر تمام دنیا پانی پانی ہو جائے۔ اور ہمارا اختیار ہے تو تم کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیں گے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر کافروں کے سر جدا کئے جائیں۔ تو مقتل سے دوسری جگہ نہ لے جائیں۔ افسوس صد افسوس ظالموں نے امام حسینؑ کے سر مبارک کو بدن سے جدا کر کے نوک نیزہ پر چڑھایا۔ جنگلوں میں پہاڑوں میں کربلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے شام تک کہاں کہاں نہ پھرایا۔ چھٹے کافروں میں سے جو شخص بزرگ قوم ہو اس کی لاش برہنہ نہ کی جائے اسی خیال سے جناب امیر علیہ السلام نے جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کی زرہ نہیں اتاری۔ مگر مومنین کربلا میں بعد شہادت امام حسینؑ ملاعین لباس کمر تک کو جو بدن مبارک میں تھا اتار لے گئے جیسا کہ حضرت صاحب العصر علیہ الصلوٰۃ والسلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُوْنِ بِلَا کَفَنٍ (سلام ہو میرا اس پر جو بے کفن کے مدفون ہوا)

مومنین شہیدوں کو کفن نہیں دیا جاتا۔ ان کا لباس ان کا کفن ہوتا ہے اسی میں دفن کر دئے جاتے ہیں۔ پھر حضرتؑ نے یہ کیوں فرمایا۔ سلام ہو اس پر جو بے کفن دفن ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملاعین لباس تک حضرتؑ کا اتار کر لے گئے تھے۔ ساتویں بعد قتل کے کافر کی بھی لاش مثلہ نہ کی جائے یعنی اس کا کوئی عضو قطع نہ کیا جائے۔ اسی خیال سے جناب امیرؑ نے ابن ملجم کو مثلہ کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ مگر افسوس کربلا میں امام حسینؑ کے ہاتھ کاٹے گئے۔ لکھا ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ جب اشقیا لوٹ سے فارغ ہوئے جمال ملعون لاش امام کے پاس آیا حضرتؑ کے پاس کیا چیز باقی تھی۔ ایک کمر بند تھا۔ چاہا اسے

نکال لے ۔ جب گرہ کھولنے لگا آپ نے داہنا ہاتھ رکھ دیا ۔ ہر چند اس بشقی نے زور کیا مگر علیحدہ نہ ہوا ۔ مجبور ہو کر مقتل میں گیا اور ایک ٹکڑا ٹوٹی ہوئی تلوار کا لے آیا ۔ اور اُس نے امام مظلوم کا ہاتھ کاٹ ڈالا ۔ آپ نے بایاں ہاتھ کمر بند پر رکھ دیا ۔ اُس شقی نے وہ ہاتھ بھی کاٹ کر زمین پر پھینک دیا ۔ آٹھواں حکم بھی سن لیجئے کہ اگر کفار کی عورتیں، شہزادیاں یا امیرزادیاں ہوں تو بیع نہ کی جائیں ۔ مجلس عام میں نہ بلائی جائیں ۔ اُن کے چہرے نامحرموں کے سامنے نہ کھولے جائیں ۔ ہائے افسوس ظالموں نے اہل بیتؑ رسولؐ کو جو عالم کی خوزادیاں دین و دنیا کی شاہزادیاں تھیں ۔ سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر بٹھا کے کربلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے شام تک تشہیر کیا ۔ سید ابن طاؤسؒ لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب اشقیاء قریب دمشق پہنچے تو جناب اُم کلثومؑ نے شمر سے فرمایا اے شمر! ہم تجھ سے اس وقت ایک حاجت رکھتے ہیں ۔ اُس نے کہا کہو وہ حاجت کیا ہے ؟ فرمایا اگر تو ہم کو اس حالت سے لئے جاتا ہے تو ایسے راستے سے لے چل جس میں تماشائیوں کا مجمع کم ہو اور ان لوگوں سے جو نیزوں پر سروں کو لئے ہوتے ہیں کہدے کہ وہ آگے ہو جائیں اور ہم سے علیحدہ ہو جائیں تاکہ لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور ہم عورتوں کی طرف کسی کی نظر نہ پڑے کہ ہم سب غیرت سے مرے جاتے ہیں ۔ یہ سن کر شمر ملعون نے ضد سے نیزہ والوں کو حکم دیا کہ سروں کو محملوں کے بیچوں بیچ کر کے لئے چلو ۔ چنانچہ اسی حکم پر عمل در آمد کیا گیا ۔ اور اسی حال سے دروازہ مسجد جامع دمشق پر لے جاکے ٹھہرایا جہاں ترک و دیلم کے قیدی ٹھہرائے جاتے تھے ۔ بروایت ابو مخنف تین ساعت تک وہاں روک رکھا ۔ جب یزید کو خبر ہوئی تو اُس نے طلب کیا وہ ملاعین اہل بیتؑ رسولؐ کو ایک رسی میں باندھ کر لے گئے اور یزیدؑ کے سامنے لے جاکے ٹھہرایا ۔ وہ ملعون دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور ایک ایک بی بی کو پوچھتا جاتا تھا کہ یہ کون ہے اور یہ کون ہے ؟ اور وہ اشقیا بتاتے جاتے تھے هٰذِہٖ زَیْنَبُ وَهٰذِہٖ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَهٰذِہٖ سُکَیْنَةُ وَهٰذِہٖ فَاطِمَةُ (یہ زینب ہیں اور یہ اُم کلثوم ہیں یہ سکینہ ہیں اور یہ فاطمہ ہیں) اسی طرح سروں کو پوچھتا تھا ۔ یہ کس کا سر ہے اور یہ کس کا سر ہے اور وہ ملاعنہ بتلاتے جاتے تھے ۔ الغرض جب وہ ملعون اُسرائے اہلبیتؑ و سرہائے شہداء کے جائزہ سے فارغ ہو گیا تو حکم دیا کہ ان اسیروں کو قید خانہ میں لے جاؤ ۔ اہلبیت رسولؐ و ذریتؑ

علیؑ و بتول ایسے مجلس میں قید کئے گئے جہاں دن کو دھوپ پڑتی اور رات کو اوس۔ اسی حال خراب سے اِن مصیبت زدوں پر ایک مدت طویل گذر گئی۔ یہاں تک کہ بعضوں نے ایک سال لکھا ہے۔

رہائی اہلبیت اور اُن کا مدینہ میں پہنچنا

منقول ہے کہ جب اہل بیتؑ رسولؐ کو زندان دمشق میں ایک مدت گذر گئی اور اہل شہر نے یزید کو بُرا کہا تو اُس شقی نے ان مصیبت زدوں کی رہائی کا حکم دیا۔ نعمانؓ بن بشیر عماریاں لے کر حاضر ہوئے۔ بیبیاں بچے ان میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب زمین عراق پر پہنچے تو دلیل یعنی راہبر سے اہل بیتؑ نے کہا کہ ہم لوگوں کو کربلا کی طرف سے لے چل کہ مظلوم کربلا کی پھر زیارت کرلیں۔ وہ راہبر اُن لوگوں کو کربلا مقتل شہیداں میں لے آیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ جابرؓ بن عبداللہ انصاری بھی اُس روز مع چند بنی ہاشم کے بقصد زیارت امام حسین علیہ السلام مدینے سے آئے ہوئے ہیں۔

ملاقات جابر انصاری

صاحب مہیج الاحزان بروایات مختلف لکھتے ہیں کہ جب اہل بیتؑ سے اور جابرؓ بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی تو سب مل کر خوب روئے۔ سر و سینہ پیٹتے تھے اور ماتم کرتے تھے۔ ایسا ماتم ہوا کہ لوگ اُس اطراف کے جو وہاں رہتے تھے سب جمع ہو گئے اور سب نے مل کر اُس صحرا میں مظلومؑ کربلا کا ماتم کیا اور تین روز تک اہلبیتؑ نے وہاں رہ کر امام مظلوم پر گریہ و زاری کی۔

کیفیت زیارت جابرؓ

عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ میں بھی جابرؓ بن عبداللہ کے ساتھ زیارتِ امام حسینؑ کو کربلا میں آیا تھا۔ جابرؓ نے پہلے فرات میں غسل کیا اور ایک لُنگ باندھی اور ایک ردا اوپر سے اوڑھ لی اور خوشبو لگا کر ذکرِ خدا کرتے قبرِ امام تک آنے اور آتے ہی اپنے تئیں قبرِ امامؑ پر گرا دیا اور بیہوش ہو گئے۔ میں نے اُن کے مُنہ پر پانی چھڑکا۔ جب ہوش میں آئے تین مرتبہ کہا یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ۔ پھر رو کر کہنے لگے حَبِیْبٌ لَا یُجِیْبُ حَبِیْبَہٗ دکیا

لہ از بعض روایات ثابت می شود کہ نعمان ابن بشیر از انصار و از اصحاب رسولِ خدا و موالیانِ اہل بیت علیہم السلام۔

وجہ ہے کہ حبیب اپنے حبیب کا جواب نہیں دیتا) پھر کہا اَنّٰی لَکَ بِالْجَوَابِ وَقَدْ شُخِبَتْ اَوْدَاجُکَ عَلٰی ثِیَابِکَ وَفَرَّقَ بَیْنَ بَدَنِکَ وَرَاْسِکَ اے مظلومؑ آپ کیونکر جواب دے سکتے ہیں آپ تو شہید ہو گئے۔ اپنے خون میں غلطاں ہوئے رگ ہائے گردن کاٹی گئیں۔ آپ کے سر و بدن میں جدائی ہوئی ؎

؎ واقعات بعد از قتل جناب امام حسین علیہ السلام سے بعض میں بہت کچھ اختلاف ہے اور بعض میں بالکل نہیں۔ مثلاً سرہائے شہدائے کربلا اور اُسرائے اہلبیتؑ کا اوّل کوفہ جانا اور پھر شام کو بھیجا جانا۔ پھر اہلبیت علیہ السلام کا کچھ عرصہ کے بعد رہائی پاکر مدینہ منورہ جانا مسلم ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ رہائی کب پائی اور قید سے کب لے گئے اور کس راہ سے مدینہ گئے۔ نیز کوفہ میں کتنے عرصہ تک رہے۔ دمشق کب بھیجے گئے اور کب پہنچے۔ آتے جاتے کسی وقت پھر کربلائے معلیٰ میں اہلبیتؑ کا داخلہ ہوا یا نہیں۔ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔ جب ان سب روایتوں کو درایت سے جانچا گیا اور علم جغرافیہ اور اُس زمانہ کے حالات اور واقعات تاریخی سے ملاکر دیکھا گیا۔ تو بہت سے امور خود بخود واضح ہو گئے۔ مثلاً یہ امر بلا اختلاف ثابت ہے کہ بعد شہادتِ جناب امام حسینؑ علیہ السلام عمر سعد نے عبیداللہ ابن زیاد کو تحریری اطلاع دی اور اُسرائے اہلبیتؑ کے لئے ہدایت کا طالب ہوا۔ گیارہ تاریخ محرم کو کربلا میں مقیم رہ کر اپنی طرف کے کشتگانِ نجس کو دفن و کفن کیا اور شہداء کے اجسادِ پاک کے سر اُتار کر اُن کو یوں ہی پڑا رہنے دیا۔ شام کو ابن زیاد کا حکم ملنے پر ۱۲ محرم کو مع اُسرائے اہلبیتؑ کوچ کیا اور ۱۳ محرم کو انہیں ساتھ لئے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا۔ شہر کوفہ میں خاندانِ رسولؐ خدا کی تشہیر، پھر دربار ابن زیاد کا داخلہ۔ پھر اسرائے اہلبیتؑ کا جائزہ۔ پھر اُن کا ایک زندان میں مقید کیا جانا۔ محبانِ اہلبیتؑ کو جناب صاحب الامر علیہ السلام کے ظہور تک رُلاتا رہیگا ابن زیاد صرف بصرہ اور کوفہ کا یعنی کل ملک عراق کا گورنر یا صوبہ دار تھا۔ اس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی تھی کہ بلا حکم خاص بادشاہِ وقت کسی دوسرے صوبہ دار کے علاقہ میں ایسے معزز قیدیوں کو بھیج سکتا۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پہلے وہ اس واقعہ ہائلہ کی بادشاہ کو خبر دے۔ پھر اُس کے حکم کا منتظر رہے اور جو ہدایتیں دار السلطنت سے اس کو پہنچیں اُن کی پابندی کرے۔ کوفہ سے دمشق تک قریب بھی ۴۰ منزلیں ہیں اور اگر تیز رو قاصد دو منزلہ بھی کرکے جائے تو اٹھارویں دن وہاں پہنچ سکتا ہے۔ اور وہاں سے اگر واپسی جواب لکھوا کر دیا جائے تو ابن زیاد تک یزید پلید کا حکم چھتیسویں سینتیسویں دن سے کم میں نہیں پہنچ سکتا۔ اب اگر یہ فرض کرلیں کہ ابن زیاد کا قاصد ۱۱ محرم کو روانہ ہو گیا تھا تو ضرور ہے کہ ۲۸ محرم تک دمشق پہنچا اور اگر ۲۹ محرم کو واپس ہو گیا ہو اور وہ چاند بھی ۲۹ کا ہو تو ۱۷ یا ۱۸ صفر کو واپس آیا۔ ایک دن تہیہ سفر کا بھی رکھئے تو بہر حال ۱۸ صفر کو اہلبیتؑ

الحاصل تیسرے روز سب اہلبیتؑ وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب قریب مدینہ پہنچے۔ امام زین العابدین نے ایک مقام پر فرمایا۔ ابھی یہیں ٹھہرو۔ سب اسباب اُتارو۔ خیمے نصب کرو۔ عورتوں کو بھی حکم دیا کہ سب اونٹوں سے اُتر جائیں۔ غرض آپ ایک خیمے میں عورتیں دوسرے خیمہ میں ٹھہریں۔ بعد اس کے بشیر بن جذلم سے فرمایا یَا بُشَیْرُ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَاكَ لَقَدْ كَانَ شَاعِرًا فَهَلْ تَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْهُ اے بشیر باپ تیرا خدا اُس پر رحمت نازل کرے مرد شاعر تھا تو بھی کچھ شعر کہہ سکتا ہے؟ بشیرؓ نے کہا بلی یا ابن رسول اللہ! فرمایا مدینہ میں جاکر امام حسینؑ کی شہادت سے خبر دے۔ بشیر کہتے ہیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ میں داخل ہوا۔ جب مسجد رسولؐ میں پہنچا تو باواز بلند یہ اشعار پڑھے ؎

یَا اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَاَدْمُعِي مِدْرَارٌ
اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ وَالرَّاْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

اے اہل مدینہ کیا بے فکر بیٹھے ہو اب یہ مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ نہیں جانتے کہ حسینؑ فرزند رسولؐ قتل کیے گئے۔ اس غم میں ہماری آنکھوں سے برابر آنسو جاری ہیں۔ آہ! آہ! بدن مبارک تو اُن کا کربلا کی زمین پر خاک و خون میں غلطاں ہوا اور سر مقدس اُن کا بدن سے

کی روانگی کوفہ سے ثابت ہوگی۔ نہ یہ کہ دمشق سے واپسی بھی ہو جائے۔ چونکہ یزید پلید کو اپنی فتح کا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی شکست کا و شہادت کا پورا اعلان منظور تھا۔ اس سبب سے اُس نے کوفہ سے دمشق کو جو چکر دار راستہ بڑے بڑے شہروں میں ہو کر آتا ہے اور جس کی اسی یا نوے منزلیں ہوتی تھیں وہ مقرر کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طویل راستہ کربلا کو ہو کر جاتا تھا۔ اسی سبب سے اہلبیتؑ کا دوبارہ داخلہ کربلائے معلی میں بروز بستم صفر بحالت اسیری ہوا ہو۔ اور وہاں جابر ابن عبداللہ سے ملاقات ہوئی ہو تو عجب نہیں مگر واپسی تو اہلبیتؑ کی اُس راستہ سے ہوئی ہے جس سے اب ریل دمشق سے مدینہ منورہ لائی گئی ہے۔ اس لئے کہ یزید نہایت بخیل شخص تھا۔ وہ اتنے بڑے خرچ کو ہرگز گوارا کرنے والا نہیں تھا کہ پھر اسیران کربلا اس طویل راستہ سے بھیجے جائیں۔ جس سے اول تو اب کوئی غرض اُس کی باقی نہیں رہی تھی بلکہ اگر غور کیجئے تو اب کچھ کچھ آنکھیں لوگوں کی کھل چلی تھیں۔ اور اس سے دوبارہ اسی راہ سے بھیجنے سے بغاوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ جو اس نئے راستہ سے بوجہ قلتِ آبادی نہ تھا اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ورود اہلبیت علیہم السلام کربلا میں بروز اربعین سال شصت و دوم ہوا۔ اور یہ اقرب بصواب ہے ۱۲ منہ

خدا کے نوک نیزہ پر نصب کر کے دیار بدیار پھرایا گیا، اب اے اہل مدینہ اس وقت علی ابن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ آئے ہیں۔ بیرون شہر ٹھہرے ہیں۔ مجھے بھیجا ہے کہ تم لوگوں کو اس حادثہ عظیم کی خبر کر دوں۔ جب یہ خبر مدینہ میں منتشر ہوئی تو سب عورتیں بنی ہاشم اور مہاجرو انصار کی ننگے سر ننگے پاؤں گھروں سے باہر نکل پڑیں۔ منہ پر طمانچے مارتی تھیں۔ اور واویلا وا مصیبتاہ کی آوازیں بلند کرتی تھیں کہ ایسی گریہ و زاری مدینہ میں کبھی نہ ہوئی تھی۔ غرض سب زن و مرد روتے اور فریاد کرتے امام زین العابدینؑ کی طرف چلے۔ بشیر کہتے ہیں۔ اس قدر لوگوں کی کثرت تھی کہ میں گھوڑے پر نہ جا سکا۔ گھوڑے سے اتر کر بدقت تمام خیمہ امامؑ تک پہنچا۔ دیکھا کہ حضرتؑ خیمہ سے روتے ہوئے نکلے۔ ایک رومال ہاتھ میں تھا اس سے برابر آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ خادم نے کرسی بچھا دی۔ حضرت بیٹھ کر بے اختیار رونے لگے۔ سب عورتیں بھی رونے لگیں لوگ فوج فوج آتے تھے اور ان مسافروں کو دیکھ کر روتے تھے اور حضرت کو پرسا دیتے تھے۔

فریاد اہل بیت روضہ رسول میں

بعد اس کے امام زین العابدینؑ وہاں سے مع اہلبیتؑ کے روانہ ہوئے۔ اہل مدینہ بھی روتے پیٹتے ساتھ ساتھ چلے اور داخل مدینہ ہوئے۔ یہاں تک کہ مسجد رسولؐ کے پاس پہنچے۔ جناب زینب روضہ رسول کے دروازے کا بازو تھام کر کہنے لگیں:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا جَدَّاہُ اِنِّیْ نَاعِیَۃٌ اِلَیْكَ وَلَدَكَ الْحُسَیْنَ (اے نانا آپ کے فرزند حسینؑ کے مرنے کی خبر سنانے آئی ہوں) مومنین کیا عجب ہے کہ اس وقت قبر رسولؐ سے بھی رونے کی آواز بلند ہوتی ہو۔ بہرحال امام زین العابدینؑ نے جناب رسالت مآب سے جو کچھ فرمایا وہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

اُنَاجِیْكَ یَا جَدَّاہُ یَا خَیْرَ مُرْسَلٍ حُسَیْنُكَ مَقْتُوْلٌ وَنَسْلُكَ ضَائِعٌ

یعنی اے جدّ بزرگوار آپ کا حسینؑ قتل کیا گیا۔ ہم لوگ اسیر ہوئے۔ کوئی ہمارا حامی و مددگار نہ تھا۔ ہم لوگوں کو اس طرح قید کیا تھا جس طرح لونڈی غلاموں کو قید کرتے ہیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس پنجاہ و نہم (۵۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمَجِيْد اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (خداوند کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے جز این نیست اے اہل بیتؑ رسولؐ! پروردگار عالم یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں سے کثافت گناہ کو دور رکھے۔ اور تم کو گناہوں سے ایسا پاک رکھے جو حق پاک رکھنے کا ہے) یہ آیت تطہیر ہے جو شان میں اہل بیتؑ رسولؐ اور پنجتنؑ پاک کے نازل ہوئی ہے۔

شانِ نزول:۔

شان نزول اس آیت کی یہ ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا حضرت امّ سلمہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کہ جناب سیدہ حریرہ یا اور کوئی چیز پکا کر پیغمبرِ خدا کے واسطے لے آئیں۔ پیغمبرِ خدا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا اے فاطمہؑ! تم اپنے شوہر کو اور دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کو بھی بلا لو۔ کہ ہم سب لوگ مل کر کھائیں۔ جب وہ بھی آ گئے اور سب نے مل کر نوش فرمایا تو جبرئیلؑ خداوندِ جلیل کے پاس سے یہ آیت لے کر نازل ہوئے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ۔ اُس وقت پیغمبرِ خدا نے ایک گلیم خیبری اُن سب پر ڈال دی اور فرمایا اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِىْ وَخَاصَّتِىْ اَللّٰهُمَّ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا (خداوندا! یہی تو میرے اہلبیت اور مخصوصین سے ہیں۔ بار الہا ان لوگوں سے کثافت گناہ کو دور رکھ۔ اور ان کو ایسا پاک رکھ جو حق پاک رکھنے کا ہے) امّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے یہ دعا آنحضرتؐ کی سُنی تو چاہا کہ میں بھی اس ردا میں داخل ہو جاؤں۔ لیکن پیغمبرِ خدا نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہو گا۔

سبحان اللہ کیا مراتب ہیں حضرت اہلبیت علیہم السلام کے! جب ہی تو جناب رسولِ خدا نے فرمایا تھا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى (مثال میرے اہلبیتؑ کی مثل کشتی نوحؑ کے ہے جو جو اس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی۔ جو اس سے علیحدہ رہا وہ دریائے ضلالت میں

ق ہو گیا۔

القاب امام زین العابدین

آج ان ہی اہلبیتؑ میں سے امام چہارم کا حال بیان کرتا ہوں وہ کون ؟ جناب امام زین العابدینؑ سَیِّدُ السَّاجِدِیْنَ وَارِثُ عِلْمِ النَّبِیِّیْنَ خَازِنُ وَصَایَا الْمُرْسَلِیْنَ اِمَامُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنَارُ الْمُتَّقِیْنَ اَلْخَاشِعُ الْمُتَہَجِّدُ الزَّاہِدُ الْعَابِدُ اِمَامُ الْاَئِمَّۃِ اَبُو الْاَئِمَّۃِ اِبْنُ الْخِیَرَتَیْنِ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِؑ وہ حضرت ابن الخیرتین اس لئے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا تھا کہ خداوندِ عالم نے اپنے بندوں سے دو قبیلوں کو پسند فرمایا: عرب سے قریش کو اور عجم یعنی غیر عرب سے فارس کو۔ اسی وجہ سے امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے اَنَا ابْنُ الْخِیَرَتَیْنِ اس لئے کہ جدِ بزرگوار اُن حضرتؑ کے جناب رسولِ خدا تھے جو سلطان عرب تھے اور والدہ ماجدہ اُن کی شہر بانو یزدجرد کی بیٹی تھیں جو بادشاہ عجم تھا۔

اکثر چیزوں کی بنا چار پر ہے

دیکھئے امام زین العابدینؑ چوتھے امام ہیں۔ اور خداوندِ عالم نے اکثر چیزوں کی بنا پر چار پر رکھی ہے۔ عناصر چار ہیں۔ آبؔ و آتشؔ و بادؔ و خاکؔ اور طبائع انسانی و حیوانی بھی چار ہیں۔ صفراؔ و سوداؔ و بلغمؔ و خونؔ اور ہوا بھی چار ہی قسم کی ہوتی ہے۔ شمالؔ و جنوبؔ و دبورؔ و صباؔ۔ اور فصلیں بھی چار ہی ہیں۔ صیفؔ و شتاؔ و ربیعؔ و خریفؔ۔ اور جو کتابیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں وہ بھی چار ہیں۔ توریتؔ و زبورؔ و انجیلؔ و فرقانؔ اور ملائکہ مقربین میں ممتاز چار ہیں۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ اور انبیائے برگزیدہ بھی چار ہیں۔ آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و محمد مصطفےٰؐ اور تمام عالم کی عورتوں میں چار ہی عورتیں سب سے مرتبہ و فضیلت میں بڑھی ہوئی ہیں۔ مریمؑ بنت عمران۔ آسیہ زن فرعون۔ خدیجہؑ بنت خویلد اور فاطمہؑ بنت محمدؐ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں بھی چار لفظ ہیں۔ بلکہ سجاد جو حضرتؑ کا نام ہے اُس میں بھی چار ہی حروف ہیں اور حضرتؑ بھی چوتھے امام ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اور دلیل حضرتؑ کی امامت پر یہ ہے کہ وہ حضرت منصوص علیہ تھے۔ جناب امام حسینؑ نے اُن کو اپنا خلیفہ قرار دیا تھا علاوہ اس کے امام کو چاہئے کہ معصوم ہو پس سوائے اُن حضرت کے جس نے بھی

امامت کا دعویٰ کیا کوئی معصوم نہ تھا - خواہ بنی اُمیہ سے ہو یا خوارج سے - اور کیسانیہ جو محمد بن حنفیہ کو امام جانتے ہیں تو اُن کے واسطے بھی نہ عصمت ہے نہ کوئی نص ہے چنانچہ منقول ہے کہ جب محمد بن حنفیہ سے اور ان حضرتؑ سے امامت کے بارے میں نزاع[1] ہوئی اور محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اے زین العابدینؑ میں تمہارا چچا ہوں یہ حق اور منصب میرے لئے ہے تو حضرت نے فرمایا یا مُحَمَّدُ اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَدَّعِ مَا لَیْسَ لَکَ بِحَقٍّ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاہِلِیْنَ (اے محمد خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم مستحق نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو - میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو جانا) اے چچا میرے باپ نے قبل عراق جانے کے مجھے اپنا وصی فرما دیا تھا. اگر تم کو تامل ہو تو حجر اسود کے پاس چلو وہ جس کی امامت کی گواہی دے وہی امام ہے چنانچہ دونوں حجرِ اسود کے پاس آئے - پہلے محمد حنفیہ نے کلام کیا. اس نے کچھ جواب نہ دیا. حضرت نے فرمایا اگر تم وصی امام ہوتے تو وہ ضرور جواب دیتا - انہوں نے کہا اچھا تم سوال کرو. حضرتؑ نے پہلے تو درگاہِ خدا میں دعا کی - بعد اس کے حجرِ اسود کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ میں تجھے اُس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھ میں سب انبیاء اور کل آدمیوں کا میثاق و امتحان قرار دیا ہے یہ بتا کہ بعد امام حسینؑ کے کون امام اور وصی ہے؟

حجرِ اسود کا حکم ہونا اور آپ کی امامت پر گواہی دینا

اُس وقت حجر اسود کو اس طرح جنبش ہوئی کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے باہر نکل جائے. بعد اس کے زبانِ عربی میں گویا ہوا اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْوَصِیَّۃَ وَالْاِمَامَۃَ بَعْدَ الْحُسَیْنِ لِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (یعنی خدا وصیت و امامت بعد امام حسینؑ کے علیؑ ابن حسینؑ ابن فاطمہؑ بنتِ رسولؐ خدا کا حق ہے) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے - وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں علیؑ بن الحسینؑ کی دولت سرائے پر گیا - پہلے تھوڑی دیر باہر کھڑا رہا - بعد اذن اندر گھر میں پہنچا تو دیکھا

---

[1] یہ نزاع محمد بن حنفیہ کی جانب سے محض بخیالِ اظہارِ جلالتِ شان و مرتبہ امام علیہ السلام کے تھی - جیسا کہ بعض علمائے اعلام نے لکھا ہے - واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہ وہ حضرت اپنے فرش پر سے کوئی چیز چن رہے ہیں۔ [illegible]
اٹھا کر کسی کو دے دی۔ میں نے دریافت کیا یا مولا یہ کیا چیز تھی آپ [illegible] فرمایا یہ
فرشتوں کے نازک نازک پر ہیں۔ میں نے کہا کیا فرشتے [illegible]
ابو حمزہ! فرشتے ہمارے پاس آکر تکیہ کے برابر بیٹھتے ہیں [illegible]

منقول ہے کہ ایک مرتبہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے [illegible]
امام زین العابدینؑ کے تھے واقعہ حرہؔ کی کیفیت [illegible]
عقبہ کے لشکر بھیجا تھا۔ اور ان سب نے آکر مدینہ [illegible]
انصار قتل ہوئے تھے۔ سعید نے کہا کہ ان لوگوں نے [illegible]
باندھے تھے اور میں نے دیکھا کہ قبر رسولؐ کے [illegible]
نماز پڑھتے تھے اور ان لوگوں کو دیکھتے تھے۔ [illegible]
کہ ایک شخص سبز لباس پہنے ابلق گھوڑے پر [illegible]
ساتھ ہے اور حضرتؑ کی حفاظت کرتا ہے [illegible]
بے ادبی کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ شخص [illegible]
بدن پر وہ نیزہ لگتا بھی نہیں کہ وہ گر کے ہلاک ہو جاتا ہے۔ [illegible]
وہ لوگ غارت کرنے سے باز رہے [illegible]
اور بچوں کے کانوں سے گوشوارے اور عورتوں [illegible]
وغیرہ تھا سب لا کے اُس سوار کے پیش کش کیا [illegible]
میں تو ایک فرشتہ ہوں اور آپ [illegible]
جب ان اشقیاء نے مدینہ غارت کرنے کا قصد کیا [illegible]
حراست و نصرت کے لئے اجازت [illegible]
میری عزت و وقعت ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

گفتگوئے ابراہیم ادہم با حضرت در سفر حج

ابراہیم بن ادہم کہتا ہے کہ میں ایک صحرا میں قافلے کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ [illegible]

۱؎ مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے ۱۲ واقعہ حرہ کی تفصیل [illegible]

۲؎ ہفت صد مہاجر و انصار [illegible] دیگر اشخاص کشتہ شد [illegible]
دیکھو کتاب [illegible] ۱۲

قافلے سے علیحدہ ہوگیا۔ وہاں پر ایک لڑکے کو دیکھا کہ چلا جا رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ یہ صحرائے بے پایاں اور یہ لڑکا تنہا چلا جا رہا ہے۔ میں نے قریب جاکر سلام کیا اُس نے جواب سلام دیا۔ میں نے کہا اے لڑکے کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا خدا کے گھر جاتا ہوں۔ میں نے کہا اے لڑکے تم بچے ہو تم پر حج نہ واجب ہے نہ سنت جواب دیا۔ اے شیخ کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ مجھ سے بھی کم سن لوگ مر گئے ہیں۔ میں نے کہا خیر اگر جاتے ہو تو زاد و راحلہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا زَادِیْ تَقْوَایَ وَرَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَقَصْدِیْ مَوْلَایَ (زادِ راہ میرا تقویٰ ہے اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں اور میرا مطلوب میرا مولا ہے) تب میں نے کہا کہ میں تو کوئی شے کھانے کی تمہارے پاس نہیں دیکھتا؟ جواب دیا اے شیخ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تجھے دعوت میں بلائے اور تو اپنے گھر سے کھانا لے جائے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا پھر جس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وہی مجھے کھانا بھی کھلائے گا اور پانی بھی پلائے گا۔ تب میں نے کہا اچھا جلد قدم اُٹھاؤ کہ قافلے سے مل جاؤ۔ کہا ہاں میں کوشش کرتا ہوں اور پہنچانا اُس کے اختیار میں ہے۔ کیا نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (اور جو ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے) ابراہیم کہتا ہے اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو سفید لباس پہنے ہوئے آیا۔ اور اُس کے پر سلام کیا اور معانقہ کیا میں نے بڑھ کے اُس جوان سے پوچھا۔ قسم ہے آپ کو خدا کی جس نے آپ کو یہ حسن صورت عطا کیا ہے۔ یہ تو بتایئے کہ یہ لڑکا کون ہے؟ اُس نے کہا کیا تو نہیں پہچانتا یہ علی ابن الحسین بن علی ابی طالب ہیں۔ پھر میں اُس لڑکے کے پاس آیا اور کہا آپ کو قسم ہے اپنے آبائے طاہرین کی بتایئے یہ جوان کون تھا؟ فرمایا کیا تو نہیں پہچانتا۔ یہ حضرت خضرؑ ہیں۔ جو ہر روز ہمارے پاس سلام کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ تب میں نے قسم دے کر پوچھا یہ تو فرمایئے کہ اس صحرا میں بغیر زادِ راہ کے کیونکر آپ یہ مسافت طے کر سکیں گے؟ فرمایا ایک تو یہ کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمام دنیا اُسی کی مملکت میں ہے۔ دوسرے دیکھتا ہوں جتنی مخلوقات ہیں۔ سب اُس کے غلام اور لونڈیاں ہیں اور سب اُسی کے محتاج ہیں۔ تیسرے جتنے اسباب رزق کے ہیں سب اُسی کے اختیار میں ہیں۔ چوتھے حکم خدا تمام ملتے

زمین پر اسی طرح جاری ہے کہ ہر ایک کو ہر جگہ روزی پہنچاتا ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کی اے زین العابدینؑ! یہ نادِ راہ تو ایسا ہے کہ اس سے سفرِ آخرت طے کر سکتے ہیں۔ یہ سفرِ دُنیا کیا چیز ہے؟

دعا اور اشعارِ حضرتؑ در خانۂ کعبہ

اصمعی کہتا ہے کہ ایک سال میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان نورانی صورت جس کے دو گیسو تھے پردۂ خانۂ کعبہ کو پکڑے یہ دعا کرتا ہے۔ اِلٰهِیْ نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ الْمَلِكُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَلَّقَتِ الْمُلُوْكُ اَبْوَابَهَا وَاَقَامَتْ عَلَیْهِ حُرَّاسُهَا وَبَابُكَ مَفْتُوْحٌ لِلسَّائِلِیْنَ جِئْتُكَ لِتَنْظُرَ اِلَیَّ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (خداوندا سب لوگ سو گئے آسمان پر ستارے ڈوبنے لگے۔ مگر تو ایسا بادشاہ زندہ و قیوم ہے جو کبھی نہیں سوتا۔ بارالہا بادشاہانِ دنیا نے دروازے اپنے بند کر لئے ہیں اور دروازوں پر دربان مقرر کر دئے ہیں کہ کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ مگر تیرا دروازہ سائلین کے واسطے کھلا ہوا ہے۔ میں تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میری جانب عین عنایت اور نظرِ رحمت سے دیکھ کہ تو ارحم الراحمین ہے) اس کے بعد یہ اشعار فرمائے۔ ؎

یَا مَنْ یُّجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ ۔۔۔ یَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ

قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَیْتِ نَائِمَةً ۔۔۔ وَاَنْتَ وَحْدَكَ یَا قَیُّوْمُ لَمْ تَنَمِ

اَدْعُوْكَ رَبِّ دُعَاءً قَدْ اَمَرْتَ بِهٖ ۔۔۔ فَارْحَمْ بُكَائِیْ بِحَقِّ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ

اِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَا یَرْجُوْهُ ذُوْ سَرَفٍ ۔۔۔ فَمَنْ یَّجُوْدُ عَلَی الْعَاصِیْنَ بِالنِّعَمِ

(اے قبول کرنے والے دعاءِ مضطر کے اس تاریکی میں۔ اے دُور کرنے والے مصیبت و بلا کے بیماری میں۔ بارالہا جتنے لوگ تیرے مہمان ہیں خانۂ کعبہ کے گرد سب کے سب سو رہے ہیں۔ مگر تو تنہا اے قیوم نہیں سویا ہے۔ میں تیرے کہنے کے بموجب تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ اس خانۂ معظم اور حرم محترم کا واسطہ میرے رونے پر رحم کر۔ اگر تیرا فضل و عفو گنہگاروں کے واسطے نہ ہو تو پھر گنہگاروں پر کون رحم کرنے والا ہے)

معجزہ حضرتؑ بہ نسبت راہزن

اصمعی کہتا ہے کہ میں نے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو جناب امام زین العابدینؑ

حالات: منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ حج کے ارادہ سے مکہ جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص راہزن ملا۔ اور کہنے لگا۔ ناقہ سے اُتر آ۔ فرمایا تیرا کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اور جو کچھ تیرا مال ہے وہ سب لے لوں گا۔ فرمایا اچھا میں آدھا مال تجھے دیتا ہوں اور بحل بھی کر دیتا ہوں اور آدھا اپنے واسطے رکھ لیتا ہوں اس نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فرمایا اچھا سب لے لے۔ مگر اس قدر رہنے دے کہ میں مکہ تک پہنچ جاؤں۔ اس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تو بتا تیرا خدا اس وقت کہاں ہے؟ اُس نے کہا سو رہا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ دو شیر سامنے سے نمودار ہوئے۔ ایک نے اُس کا سر لیا اور دوسرے نے دونوں پاؤں۔ حضرت نے فرمایا اے شقی تیرا گمان تھا کہ خدا سو رہا ہے۔ خدا سوتا نہیں ہے بلکہ جاگ رہا ہے۔

حقیقت نماز بیان کرنا

ابو حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص امام زین العابدینؑ کے پاس آیا اور گستاخانہ کہنے لگا کہ آپ نماز کی حقیقت سے بھی واقف ہیں؟ ابو حازم کہتے ہیں یہ سُن کر مجھے غصہ آیا۔ اور چاہا کہ اُسے ماروں۔ حضرتؑ نے فرمایا ٹھہر جا۔ اے ابو حازم! علماء کو چاہیئے کہ حلیم و رحیم ہوں۔ پھر سائل کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا۔ الحمد میں نماز کو خوب جانتا ہوں۔ اس وقت اُس نے افعال نماز، تروک نماز۔ فرائض نماز۔ نوافل نماز، سب کو پوچھنا شروع کیا۔ حضرتؑ نے سب کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ اُس نے پوچھا۔ افتتاح نماز یعنی ابتداء اُس کی کیا چیز ہے؟ فرمایا تکبیر۔ اُس نے کہا۔ برہان نماز کیا ہے؟ فرمایا قرأت۔ پوچھا خشوع نماز کیا ہے؟ فرمایا نظر سجدہ گاہ پر رکھنا۔ کہا تحریم نماز کیا ہے؟ فرمایا تکبیر۔ کہا تحلیل نماز کیا ہے؟ فرمایا تسلیم۔ پھر پوچھا جوہر نماز کیا ہے؟ فرمایا تسبیح۔ کہا آخر نماز کیا ہے۔ فرمایا تعقیب۔ کہا تمامی نماز اور مکمل نماز کیا ہے؟ فرمایا صلوات بھیجنا محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ پوچھا سبب قبول نماز کیا ہے؟ فرمایا ہم اہلبیتؑ کی محبت اور ہمارے دشمنوں سے برات کرنا۔ یہ سُن کر کہنے لگا کہ آپ نے کوئی حجت اُٹھا نہیں رکھی اور یہ آیت پڑھتا ہوا چلا گیا۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے) نیز حضرتؑ کا ایسا تھا کہ جب وضو فرماتے تھے تو رنگ چہرۂ مبارک کا زرد ہو جاتا تھا اور تمام جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ جب کوئی پوچھتا تھا تو فرماتے تھے۔ واے ہو تم پر کیا نہیں جانتے

کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں۔ اور کس سے باتیں کرنے کو جاتا ہوں؟ ایک
بار امام محمد باقرؑ اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ آپ کی عبادت انتہا سے
زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ جاگنے سے رنگ زرد ہے۔ رونے سے آنکھیں ورم کر گئی ہیں۔ کثرت
سجود سے پیشانی پر گھٹے پڑ گیا ہے۔ اور کثرت قیام سے دونوں پاؤں پر ورم آگیا ہے۔
امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حال دیکھا رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ
حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرزند! وہ صحیفہ جس میں عبادت علی بن ابیطالب
لکھی ہے لے آؤ۔ جب میں نے لا کر دیا۔ تھوڑا سا اس میں سے پڑھا اور گھبرا کر رکھ دیا
اور فرمایا کس کی مجال ہے کہ مثل علی بن ابی طالب کے عبادت کر سکے؟ اور دوسری روایت
میں ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار دن اور رات میں ایک ہزار رکعت
نماز پڑھتے تھے اور ایسے نحیف و لاغر ہو گئے تھے کہ مثل خوشۂ گندم ہوا سے ہلتے تھے
اور حضرتؑ کے ایک باغ میں پانسو درخت خرمے کے تھے۔ وہ حضرتؑ ہر درخت کے
نیچے دو دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو رنگ بدل
جاتا تھا۔ اور اس طرح کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرح عبدِ ذلیل بادشاہ جلیل کے سامنے
کھڑا ہوتا ہے۔ خوفِ خدا سے بند بند بلکہ تمام اعضا کانپتے تھے اور اس طرح نماز پڑھتے
تھے جس طرح کوئی آخری نماز پڑھتے کہ بعد اس کے پھر اس کو کوئی نماز نصیب نہ ہو گی۔

کیفیت نماز آنحضرت

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ جب میرے پدرِ بزرگوار کو خدا کوئی نعمت عطا فرماتا تھا تو
سجدہ کرتے تھے۔ اور جب کسی بلا سے بچ جاتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ جب کسی دشمن کے مکر
سے محفوظ رہتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ جب دو شخصوں میں اصلاح کرتے تھے سجدہ کرتے
تھے۔ جب نماز واجبی سے فراغت پا لیتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ اکثر حال میں آپ سجدہ
کیا کرتے تھے۔

وجہ تسمیہ سجاد

اسی سے آپ کا نام نامی سجاد ہو گیا۔ اس قدر آپ نے سجدے کیے کہ سال میں دو مرتبہ
اعضائے سجود سے گھٹے کاٹے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ذوالثفنات ہو گیا
تھا۔ حضرتؑ اُن سب کو رکھتے جاتے تھے۔ جب وفات پائی تو حضرتؑ کے ساتھ

دفن کر دیئے گئے۔

سانپ کا سجدہ میں کاٹنا

ایک مرتبہ وہ حضرتؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابلیس سانپ کی شکل بن کر زمین کے نیچے سے سجدہ گاہ کے پاس باہر آیا۔ جس کے دس سر تھے۔ اور دانت سب نہایت تیز تھے۔ آنکھیں سُرخ تھیں۔ پھر محل سجود میں گھومنے لگا۔ آپ کچھ نہ ڈرے اور اُس طرف آنکھ اُٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ تب اُس نے پاؤں کی انگلیوں کو مُنہ میں لے کے کاٹنا شروع کیا اور پھنکار مارنے لگا۔ مگر حضرتؑ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور نہ اپنی جگہ سے پاؤں اُٹھایا نہ حالتِ قرارت میں حضرت کے دل میں کچھ شک اور وہم گزرا۔ اتنے میں ایک شہاب ثاقب آسمان سے ابلیس کی طرف گرا۔ وہ چلا کے بھاگا اور اپنی صورت اصلی پر ہو گیا اور قریب حضرتؑ کے کھڑا ہو کر کہنے لگا اے علیؑ! بیشک آپ سید العابدین ہیں اور وہ خبیث ابلیس ہے۔ قسم خدا کی ابتدائے آدمؑ سے اس وقت تک کسی کی ایسی عبادت میں نے نہیں دیکھی۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

ایک دفعہ وہ حضرتؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب محمد باقرؑ کھیلتے ہوئے کوئیں میں (جو آپ کے گھر میں مدینہ میں تھا اور نہایت عمیق تھا) گر پڑے۔ اُن کی والدہ دوڑیں۔ اور کنوئیں کے پاس آکر فریاد کرنے لگیں اور کہتی تھیں یا بن رسول اللہ آپ کا لڑکا ڈوب گیا۔ جلد آیئے۔ مگر حضرتؑ نے نماز کو نہیں توڑا۔ حالانکہ لڑکے کے پانی میں تڑپنے کی آواز سُن رہے تھے۔ جب حضرتؑ کے آنے میں دیر ہوئی تو اُن کی زوجہ نے فریاد کی۔ پھر بھی آپ نے کچھ خیال نہ کیا اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز کو تمام کیا۔ بعد اس کے کنوئیں کے پاس آئے۔ جس کا پانی بہت بڑی ڈوری سے نکالا جاتا تھا اُس میں ہاتھ ڈالا اور اپنے فرزند محمد باقرؑ کو نکال لیا۔ دیکھا تو کپڑا تک نہ بھیگا تھا۔ فرمایا لے اے ضعیفۃ الیقین! جب انہوں نے گود میں لیا بہت خوش ہوئیں۔ مگر حضرتؑ کے ضعیفۃ الیقین کہنے سے رونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اُس کی درگاہ سے مُنہ پھیر لیتا تو وہ بھی میری جانب سے مُنہ پھیر لیتا۔

بیان سخاوت حضرت

حضرت کی سخاوت کا یہ حال ہے کہ جب جاڑا گذر جاتا تھا تو جاڑے کے لباس تصدق فرما دیا کرتے تھے۔ اور جب گرمی گذر جاتی تھی تو گرمی کے سب لباس راہِ خدا میں دے دیا

کرتے تھے۔ اور لباس خز جو ایک قسم کا عمدہ لباس ہوتا ہے۔ وہ بھی دے دیتے تھے۔ کسی نے کہا آپ ایسا عمدہ لباس اُس شخص کو دے دیتے ہیں جو نہ اُس کی قیمت جانتا ہے اور نہ خود پہن سکتا ہے۔ ایسا ہی ہے تو اُسے بیچ کر قیمت اس کی تصدیق فرما دیا کیجیے۔ فرمایا مجھے پسند نہیں آتا کہ میں اُس کپڑے کو بیچوں جس میں نماز پڑھی ہو اور خدا کی عبادت کی ہو۔

منقول ہے کہ بہت سے لوگ مدینہ میں ایسے محتاج تھے کہ ہمیشہ اُن کی بسر ہوتی تھی مگر اُن کو یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں سے ملتا ہے۔ شب کے وقت کون شخص ہے جو دے جاتا ہے۔ جب حضرت نے انتقال فرمایا۔ تو وہ معینہ موقوف ہو گیا۔ اُس وقت لوگوں نے سمجھا کہ حضرتؑ ہی پہنچایا کرتے تھے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ وہ حضرتؑ اندھیری شب میں جب رات زیادہ گزر جاتی تھی اور لوگ سو جاتے تھے تو گھر میں جاکر جو کچھ آٹا وغیرہ ہوتا تھا ایک کھال میں رکھ کر کاندھے پر اُٹھا کر فقراء کے گھروں پر لے جایا کرتے تھے اور مُنہ کو چھپائے رہتے تھے۔ اکثر وہ لوگ اپنے دروازوں پر منتظر کھڑے رہا کرتے تھے۔ جب دور سے آتا دیکھتے خوش ہو کر آپس میں کہتے دیکھو وہ صاحب جرابؑ[1] آپہنچا۔ پھر حضرت فرماتے ہیں کہ سو گھر فقرائے مدینہ کے تھے جہاں ہر شب حضرتؑ اُن کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ بلکہ جس چیز کی بھی حاجت ہوتی تھی دے آیا کرتے تھے۔ اگر حضرتؑ کے کھانے کے وقت یتیم اور بیمار اور عاجز مساکین جن کا کہیں ٹھکانا نہ تھا موجود ہوتے تھے تو وہ حضرت بہت خوش ہوتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ سے اُن کے آگے کھانا بڑھا دیا کرتے تھے۔ اور جو اُن میں کوئی عیالدار ہوتا تھا اُس کے عیال کا بھی کھانا اس کے ساتھ کر دیتے تھے۔

پشت پر گھٹہ پڑ گیا تھا

زہری سے منقول ہے کہ جب حضرت کو غسل دینے لگے تو حضرت کی پشت پر سیاہ نشان پائے گئے۔ جب لوگوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شب کو حضرت پشت پر بار رکھ کر فقرائے مدینہ کے پاس لے جایا کرتے تھے۔ یہ اُس کے نشان ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پشت پر اُن جناب کے مثل اونٹ کی پیٹھ کے گھٹہ پڑ گیا تھا۔

سعید کا نماز جنازہ میں شریک نہ ہونا

زہری سے منقول ہے کہ کسی نے سعید بن مسیب سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم نے امام

---

[1] جراب بروزن کتاب۔ بکرے کی کھال کا تھیلا جس میں عرب کوئی غلہ یا آٹا وغیرہ رکھا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

زین العابدین کی وفات کے بعد اُن پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی اور یہ کہنے لگے کہ میں مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اُن پر نماز پڑھوں۔ سعید نے کہا۔ میں نے خود اُن حضرتؑ سے سُنا تھا کہ اُن حضرتؑ نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے جناب امیرؑ سے اور انہوں نے پیغمبرِ خدا سے اور انہوں نے جبرائیلؑ امین سے اور جبرائیلؑ امین نے خود خداوندِ جلیل سے روایت کی ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسولؐ جو بندہ مجھ پر ایمان لائے اور تمہاری نبوت کی تصدیق کرے اور جب وقت تخلیہ ہو تمہاری مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے جتنے گناہ گذشتہ اور آئندہ ہوں گے میں سب بخش دوں گا پس میں نے یہی وقت دیکھا کہ سب لوگ تو اُن حضرتؑ کے جنازہ پر گئے ہیں۔ یہ وقت تخلیہ کا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نمازِ جنازہ نہ پڑھوں بلکہ مسجدِ رسولؐ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔

فرشتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنا

یہ سوچ کر مسجد میں گیا۔ چاہتا تھا کہ نماز شروع کر دوں کہ تکبیر کی ایک آواز آسمان سے آئی۔ اُس کے ساتھ ہی زمین سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ غرض جب آسمان سے تکبیر کی آواز آتی تھی تو اُس کے جواب میں زمین سے بھی آواز آتی تھی۔ یہ سُن کر میں ایسا خوف زدہ ہوا کہ مُنہ کے بل گر پڑا۔ یہاں تک کہ جتنے فرشتے آسمان میں سب نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور اُن حضرتؑ پر نماز پڑھی۔ اور جتنی مخلوقات زمین میں اُن سب نے بھی سات مرتبہ کہی اور نماز پڑھی اُس کے بعد سب کے سب لوگ مسجد میں آ کر جمع ہو گئے نہ تو مجھے وہ دو رکعت نماز ملی اور نہ حضرتؑ ہی کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔ یہ خسران مبین میری قسمت میں لکھا تھا۔ کاش میں نے حضرتؑ پر نماز پڑھی ہوتی۔ یہ کہہ کر بہت رویا۔

غلاموں کا قصور معاف کرنا

منقول ہے کہ جب ماہِ رمضان آتا تھا تو آپ کے غلاموں سے جو جو قصور اُس مہینہ میں ہوتے تھے وہ آپ سب لکھتے جاتے تھے۔ جب آخر شب ماہِ رمضان کی ہوتی تھی تو سب کو بُلاتے تھے اور وہ کاغذ نکال کر ہر ایک سے دریافت فرماتے تھے کہ اے فلاں! تو نے یہ قصور کیا تھا اور تو نے فلاں قصور کیا تھا اور میں نے سزا نہیں دی۔ وہ سب اقرار کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ اُٹھ کر ان سب کے بیچ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم سب بآوازِ بلند کہو کہ یا علیؑ بن الحسینؑ! آپ کے اعمال کو بھی خدا نے لکھا ہے۔ جس طرح آپ نے ہمارے گناہوں کو لکھا ہے۔ آپ ہمارے گناہوں کو معاف

کہ وہ حضرت اپنے فرش پر سے کوئی چیز چن رہے ہیں۔ بعد اس کے پردہ کے اندر ہاتھ بڑھا کر کسی کو دے دی۔ میں نے دریافت کیا یا مولا یہ کیا چیز آپ چن رہے تھے؟ فرمایا فرشتوں کے نازک نازک پر ہیں۔ میں نے کہا کیا فرشتے آپ کے پاس آتے ہیں؟ فرمایا اے ابو حمزہ! فرشتے ہمارے پاس آکر تکیہ کے برابر بیٹھتے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے جو اصحاب خاص سے امام زین العابدینؑ کے تھے واقعہ حرہ[1] کی کیفیت پوچھی، جس میں یزید نے بسرداری مسلم بن عقبہ کے لشکر بھیجا تھا۔ اور ان سب نے آکر مدینے کو غارت کیا تھا۔ اور بہت سے مہاجر و انصار قتل ہوئے تھے[2]۔ سعید نے کہا کہ ان لوگوں نے مسجد رسولؐ کے ستونوں میں گھوڑے باندھے تھے اور میں نے دیکھا کہ قبر رسولؐ کے گرد گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ مگر ہم لوگ برابر نماز پڑھتے تھے اور ان لوگوں کو دیکھتے تھے۔ مگر وہ لوگ ہم کو نہ دیکھتے تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص سبز لباس پہنے ابلق گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے زین العابدینؑ کے ساتھ ساتھ ہے اور حضرتؑ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جب کوئی حرم رسولؐ کی طرف لوٹنے کا یا بے ادبی کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ شخص نیزہ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے بدن پر وہ نیزہ لگتا بھی نہیں کہ وہ گر کے ہلاک ہو جاتا ہے۔ الغرض جب وہ فتنہ فرو ہوا اور وہ لوگ غارت کرنے سے باز رہے تو امام زین العابدینؑ اپنے حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ اور بچوں کے کانوں سے گوشوارے اور عورتوں کے بدن سے زیور اتار لئے اور جو کچھ از قسم لباس وغیرہ تھا سب لا کے اس سوار کے پیش کش کیا۔ اس نے عرض کی یا مولا میں انسان نہیں ہوں میں تو ایک فرشتہ ہوں اور آپ کے اور آپ کے پدر بزرگوار کے شیعوں میں سے ہوں جب ان اشقیاء نے مدینہ غارت کرنے کا قصد کیا تو میں نے خداوند عالم سے آپ اہلبیتؑ کی حراست و نصرت کے لئے اجازت لی تاکہ روز قیامت پیش خدا و رسولؐ اور پیش اہلبیتؑ میری عزت و وقعت ہو۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔

گفتگوئے ابراہیم ادہم با حضرت در سفر حج

ابراہیم بن ادہم کہتا ہے کہ میں ایک صحرا میں قافلہ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ ایک مدت سے

[1] مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے ۱۲۔ واقعہ حرہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ۱۲

[2] ہفت صد مہاجر و انصار و دہ ہزار دیگر اشخاص کشتہ شدند در آخر ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ ۱۲ منہ

قافلہ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہاں پر ایک لڑکے کو دیکھا کہ چلا جا رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ یہ صحرائے بے پایاں اور یہ لڑکا تنہا چلا جا رہا ہے۔ میں نے قریب جا کر سلام کیا اُس نے جواب سلام دیا۔ میں نے کہا اے لڑکے کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا خدا کے گھر جاتا ہوں۔ میں نے کہا اے لڑکے تم بچے ہو تم پر حج نہ واجب ہے نہ سنت جواب دیا۔ اے شیخ کیا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ مجھ سے بھی کم سن لوگ مر گئے ہیں۔ میں نے کہا خیر اگر جاتے ہو تو زاد و راحلہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا زَادِیْ تَقْوَایَ وَ رَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَقَصْدِیْ مَوْلَایَ (زاد راہ میرا تقویٰ ہے اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں اور میرا مطلوب میرا مولا ہے) تب میں نے کہا کہ میں تو کوئی شے کھانے کی تمہارے پاس نہیں دیکھتا؟ جواب دیا اے شیخ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تجھے دعوت میں بلائے اور تو اپنے گھر سے کھانا لے جائے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا پھر جس نے مجھے اپنے گھر بلایا ہے وہی مجھے کھانا بھی کھلائے گا اور پانی بھی پلائے گا۔ تب میں نے کہا اچھا جلد قدم اُٹھاؤ کہ قافلہ سے مل جاؤ۔ کہا ہاں میں کوشش کرتا ہوں اور پہنچانا اُس کے اختیار میں ہے۔ کیا تو نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (اور جو ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہے) ابراہیم کہتا ہے اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو سفید لباس پہنے ہوئے آیا۔ اور اُس لڑکے پر سلام کیا اور معانقہ کیا میں نے بڑھ کے اُس جوان سے پوچھا۔ قسم ہے آپ کو خدا کی جس نے آپ کو یہ حُسن صورت عطا کیا ہے۔ یہ تو بتایئے کہ یہ لڑکا کون ہے؟ اُس نے کہا کیا تو نہیں پہچانتا یہ علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر میں اُس لڑکے کے پاس آیا اور کہا آپ کو قسم ہے اپنے آبائے طاہرین کی بتایئے یہ جوان کون تھا؟ فرمایا کیا تو نہیں پہچانتا۔ یہ حضرت خضرؑ ہیں: جو ہر روز ہمارے پاس سلام کے واسطے آیا کرتے ہیں۔ تب میں نے قسم دے کر پوچھا یہ تو فرمایئے کہ اس صحرا میں بغیر زاد و راہ کے کیونکر آپ یہ مسافت طے کر سکیں گے؟ فرمایا ایک تو یہ کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمام دنیا اُسی کی مملکت میں ہے۔ دوسرے دیکھتا ہوں جتنی مخلوقات ہیں۔ سب اُس کے غلام اور لونڈیاں ہیں اور سب اُسی کے محتاج ہیں۔ تیسرے جتنے اسباب رزق کے ہیں سب اُسی کے اختیار میں ہیں۔ چوتھے حکم خدا تمام زمینے

زمین پر اسی طرح جاری ہے کہ ہر ایک کو ہر جگہ روزی پہنچاتا ہے۔ یہ سُن کر میں نے عرض کی اے زین العابدینؑ یہ زاد راہ تو ایسا ہے کہ اس سے سفر آخرت طے کر سکتے ہیں۔ یہ سفر دُنیا کیا چیز ہے۔)

دعا اور اشعار حضرتؑ در خانہ کعبہ

اصمعی کہتا ہے کہ ایک سال میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان نورانی صورت جس کے دو گیسو تھے پردۂ خانۂ کعبہ کو پکڑے یہ دعا کرتا ہے۔ اِلٰهِیْ نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَغَارَتِ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ الْمَلِكُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَلَّقَتِ الْمُلُوْكُ اَبْوَابَهَا وَاَقَامَتْ عَلَیْهِ حُرَّاسَهَا وَبَابُكَ مَفْتُوْحٌ لِلسَّائِلِیْنَ جِئْتُكَ لِتَنْظُرَ اِلَیَّ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (خداوندا سب لوگ سو گئے آسمان پر ستارے ڈوبنے لگے۔ مگر تو ایسا بادشاہ زندہ و قیوم ہے جو کبھی نہیں سوتا۔ بارالہا بادشاہانِ دنیا نے دروازے اپنے بند کر لئے ہیں اور دروازوں پر دربان مقرر کر دئے ہیں کہ کوئی وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ مگر تیرا دروازہ سائلین کے واسطے کھلا ہوا ہے۔ میں تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میری جانب عین عنایت اور نظر رحمت سے دیکھ کہ تو ارحم الراحمین ہے) اس کے بعد یہ اشعار فرمائے۔ ؎

یَا مَنْ یُّجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ — یَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ
قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَیْتِ قَاطِبَةً — وَاَنْتَ وَحْدَكَ یَا قَیُّوْمُ لَمْ تَنَمِ
اَدْعُوْكَ رَبِّ دُعَاءً قَدْ اَمَرْتَ بِهٖ — فَارْحَمْ بُكَائِیْ بِحَقِّ الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ
اِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَا یَرْجُوْهُ ذُوْ سَرَفٍ — فَمَنْ یَّجُوْدُ عَلَی الْعَاصِیْنَ بِالنِّعَمِ

(اے قبول کرنے والے دعاء مضطر کے اس تاریکی میں۔ اے دُور کرنے والے مصیبت و بلا کے بیماری میں۔ بار الہا جتنے لوگ تیرے مہمان ہیں خانۂ کعبہ کے گرد سب کے سب سو رہے ہیں۔ مگر تو تنہا اے قیوم نہیں سویا ہے۔ میں تیرے کہنے کے بموجب تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ اس خانۂ معظم اور حرم محترم کا واسطہ میرے رونے پر رحم کر۔ اگر تیرا فضل اور تیرا عفو گناہگاروں کے واسطے نہ ہو تو پھر گنہگاروں پر کون رحم کرنے والا ہے)

معجزہ حضرتؑ بہ نسبت راہزن

اصمعی کہتا ہے کہ میں نے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو جناب امام زین العابدینؑ

ہیں۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدینؑ حج کے ارادہ سے مکہ جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص راہزن ملا۔ اور کہنے لگا۔ ناقہ سے اُتر آ۔ فرمایا تیرا کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اور جو کچھ تیرا مال ہے وہ سب لے لوں گا۔ فرمایا اچھا میں آدھا مال تجھے دیتا ہوں اور محمل بھی کر دیتا ہوں اور آدھا اپنے واسطے رکھ لیتا ہوں اُس نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فرمایا اچھا سب لے لے۔ مگر اس قدر رہنے دے کہ میں اُس سے مکہ تک پہنچ جاؤں۔ اس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! یہ تو بتا تیرا خدا اس وقت کہاں ہے؟ اُس نے کہا سو رہا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ دو شیر سامنے سے نمودار ہوئے۔ ایک نے اُس کا سر لیا اور دوسرے نے دونوں پاؤں۔ حضرت نے فرمایا اے شقی تیرا گمان تھا کہ خدا سو رہا ہے۔ خدا سوتا نہیں ہے بلکہ جاگ رہا ہے۔

حقیقت نماز بیان کرنا

ابو حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص امام زین العابدینؑ کے پاس آیا اور گستاخانہ کہنے لگا کہ آپ نماز کی حقیقت سے بھی واقف ہیں؟ ابو حازم کہتے ہیں یہ سُن کر مجھے غصہ آیا۔ اور چاہا کہ اُسے ماروں۔ حضرتؑ نے فرمایا ٹھہر جا۔ اے ابو حازم! علماء کو چاہیئے کہ حلیم و رحیم ہوں۔ پھر سائل کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا۔ البتہ میں نماز کو خوب جانتا ہوں۔ اس وقت اُس نے افعال نماز، تروک نماز۔ فرائض نماز۔ نوافل نماز، سب کو پوچھنا شروع کیا۔ حضرتؑ نے سب کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ اُس نے پوچھا۔ افتتاح نماز یعنی ابتداء اُس کی کیا چیز ہے؟ فرمایا تکبیر۔ اُس نے کہا۔ برہان نماز کیا ہے؟ فرمایا قرأت۔ پوچھا خشوع نماز کیا ہے؟ فرمایا نظر سجدہ گاہ پر رکھنا۔ کہا تحریم نماز کیا ہے؟ فرمایا تکبیر۔ کہا تحلیل نماز کیا ہے؟ فرمایا تسلیم۔ پوچھا جوہر نماز کیا ہے؟ فرمایا تسبیح۔ کہا آخر نماز کیا ہے۔ فرمایا تعقیب۔ کہا تمامی نماز اور مکمل نماز کیا ہے؟ فرمایا صلوات بھیجنا محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ پوچھا سبب قبول نماز کیا ہے؟ فرمایا ہم اہلبیتؑ کی محبت اور ہمارے دشمنوں سے برائت کرنا۔ یہ سُن کر کہنے لگا کہ آپ نے کوئی حجت اُٹھا نہیں رکھی اور یہ آیت پڑھتا ہوا چلا گیا۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے) نیز حضرتؑ کا ایسا تھا کہ جب وضو فرماتے تھے تو رنگ چہرۂ مبارک کا زرد ہو جاتا تھا اور تمام جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ جب کوئی پوچھتا تھا تو فرماتے تھے۔ وائے ہو تم پر کیا نہیں جانتے

کس کے سامنے کھڑے ہونے کو جاتا ہوں۔ اور کس سے باتیں کرنے کو جاتا ہوں ؟ ایک امام محمد باقرؑ اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ آپ کی عبادت انتہا تک بڑھی ہوئی ہے۔ جاگنے سے رنگ زرد ہے۔ رونے سے آنکھیں ورم کر گئی ہیں۔ کثرت سجود سے پیشانی پر گھٹا پڑ گیا ہے۔ اور کثرتِ قیام سے دونوں پاؤں پر ورم آگیا ہے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حال دیکھا رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرزند! وہ صحیفہ جس میں عبادتِ علی بن ابیطالب ہے لے تو آ۔ جب میں نے لا کر دیا۔ تھوڑا سا اس میں سے پڑھا اور گھبرا کر رکھ دیا فرمایا کس کی مجال ہے کہ مثل علی بن ابی طالب کے عبادت کر سکے ؟ اور دوسری روایت ہے کہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایسے نحیف و لاغر ہو گئے تھے کہ مثل خوشۂ گندم ہوا سے ہلتے تھے اور حضرتؑ کے ایک باغ میں پانسو درخت خرمے کے تھے۔ وہ حضرتؑ ہر درخت کے دو دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو رنگ بدل جاتا تھا۔ اور اس طرح کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرح عبدِ ذلیل بادشاہِ جلیل کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ خوفِ خدا سے بند بند بلکہ تمام اعضا کانپتے تھے اور اس طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح کوئی آخری نماز پڑھے کہ بعد اس کے پھر اس کو کوئی نماز نصیب نہ ہو گی۔

کیفیت نماز آنحضرت

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے پدرِ بزرگوار کو خدا کوئی نعمت عطا فرماتا تھا تو سجدہ کرتے تھے۔ اور جب کسی بلا سے بچ جاتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ جب کسی دشمن کے مکر سے محفوظ رہتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ جب دو شخصوں میں اصلاح کرتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ جب نماز واجبی سے فراغت پا لیتے تھے سجدہ کرتے تھے۔ اکثر حال میں آپ سجدہ کرتے تھے۔

وجہ تسمیہ سجّاد

اسی سے آپ کا نام نامی سجّاد ہو گیا۔ اس قدر آپ نے سجدے کئے کہ سال میں دو مرتبہ اعضائے سجود سے گھٹے کاٹے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ذوالثفنات ہو گیا تھا۔ حضرتؑ اُن سب کو رکھتے جاتے تھے۔ جب وفات پائی تو حضرتؑ کے ساتھ

دفن کر دیئے گئے۔

سانپ کا سجدہ میں کاٹنا

ایک مرتبہ وہ حضرتؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابلیس سانپ کی شکل بن کر زمین نیچے سے سجدہ گاہ کے پاس باہر آیا۔ جس کے دس سر تھے۔ اور دانت سب تیز تھے۔ آنکھیں سُرخ تھیں۔ پھر محل سجدہ میں گھومنے لگا۔ آپ کچھ نہ ڈرے اور اس طرف آنکھ اُٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ تب اُس نے پاؤں کی انگلیوں کو مُنہ میں لے کے کاٹنا شروع کیا اور پھنکار مارنے لگا۔ مگر حضرتؑ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور نہ اپنی جگہ سے پاؤں اُٹھایا نہ حالت قرارت میں حضرت کے دل میں کچھ شک اور وہم گزرا۔ اتنے میں ایک شہاب ثاقب آسمان سے ابلیس کی طرف گرا۔ وہ چلا کے بھاگا اور اپنی صورت اصلی پہ ہو گیا اور قریب حضرتؑ کے کھڑا ہو کر کہنے لگا اے علیؑ! بیشک آپ سید العابدین ہیں اور وہ خبیث ابلیس ہے۔ قسم خدا کی ابتدائے آدمؑ سے اس وقت تک کسی کی ایسی عبادت میں نے نہیں دیکھی۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

ایک دفعہ وہ حضرتؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب محمد باقرؑ کھیلتے ہوئے کنوئیں میں (جو آپ کے گھر میں مدینہ میں تھا اور نہایت عمیق تھا) گر پڑے۔ اُن کی والدہ دوڑیں اور کنوئیں کے پاس آکر فریاد کرنے لگیں اور کہتی تھیں یابن رسول اللہ آپ کا لڑکا ڈوب گیا۔ جلد آیئے۔ مگر حضرتؑ نے نماز کو نہیں توڑا۔ حالانکہ لڑکے کے پانی میں تڑپنے کی آواز سُن رہے تھے۔ جب حضرتؑ کے آنے میں دیر ہوئی تو اُن کی منکوحہ نے فریاد کی۔ پھر بھی آپ نے کچھ خیال نہ کیا اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز کو تمام کیا۔ بعد اس کے کنوئیں کے پاس آئے۔ جس کا پانی بہت بڑی ڈوری سے نکالا جاتا تھا اُس میں ہاتھ ڈالا اور اپنے فرزند محمد باقرؑ کو نکال لیا۔ دیکھا تو کپڑا تک نہ بھیگا تھا۔ فرمایا لے اے ضعیفۃ الیقین! جب انھوں نے گود میں لیا بہت خوش ہوئیں۔ مگر حضرتؑ کے ضعیفۃ الیقین کہنے سے رونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اس کی درگاہ سے منہ پھیر لیتا تو وہ بھی میری جانب سے منہ پھیر لیتا۔

بیان سخاوت حضرت

حضرت کی سخاوت کا یہ حال ہے کہ جب جاڑا گزر جاتا تھا تو جاڑے کے لباس تصدق فرما دیا کرتے تھے۔ اور جب گرمی گزر جاتی تھی تو گرمی کے سب لباس راہ خدا میں دے دیا

تھے۔ اور لباس خز جو ایک قسم کا عمدہ لباس ہوتا ہے۔ وہ بھی دے دیتے تھے۔ کسی آپ ایسا عمدہ لباس اُس شخص کو دے دیتے ہیں جو نہ اُس کی قیمت جانتا ہے اور نہ پہن سکتا ہے۔ ایسا ہی ہے تو اُسے بیچ کر قیمت اُس کی تصدیق فرما دیا کیجیے۔ فرمایا پسند نہیں آتا کہ میں اُس کپڑے کو بیچوں جس میں نماز پڑھی ہو اور خدا کی عبادت کی ہو۔

منقول ہے کہ بہت سے لوگ مدینہ میں ایسے محتاج تھے کہ ہمیشہ اُن کی بسر ہوتی تھی کہ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں سے ملتا ہے۔ شب کے وقت کون شخص ہے جو دے ہے۔ جب حضرت نے انتقال فرمایا۔ تو وہ معینہ موقوف ہو گیا۔ اُس وقت لوگوں نے سمجھا کہ حضرتؑ پہنچایا کرتے تھے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ وہ حضرتؑ اندھیری شب میں جب رات گزر جاتی تھی اور لوگ سو جاتے تھے تو گھر میں جا کر جو کچھ آٹا وغیرہ ہوتا تھا ایک کھال رکھ کر کاندھے پر اُٹھا کر فقراء کے گھروں پر لے جایا کرتے تھے اور مُنہ کو چھپائے رہتے ۔ اکثر وہ لوگ اپنے دروازوں پر منتظر کھڑے رہا کرتے تھے۔ جب دور سے آتا دیکھتے ہو کر آپس میں کہتے دیکھو وہ صاحب جرابؑ آ پہنچا۔ پھر حضرت فرماتے ہیں کہ سو گھر مدینہ کے تھے جہاں ہر شب حضرتؑ اُن کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ بلکہ جس چیز کی حاجت ہوتی تھی دے آیا کرتے تھے۔ اگر حضرتؑ کے کھانے کے وقت یتیم اور بیوہ اور مساکین جن کا کہیں ٹھکانا نہ تھا موجود ہوتے تھے تو وہ حضرت بہت خوش ہوتے تھے پنے ہاتھ سے اُن کے آگے کھانا بڑھا دیا کرتے تھے۔ اور جو اُن میں کوئی عیالدار ہوتا تھا کے عیال کا بھی کھانا اُس کے ساتھ کر دیتے تھے۔۔

پر گھٹہ پڑ گیا تھا

زہری سے منقول ہے کہ جب حضرت کو غسل دینے لگے تو حضرت کی پشت پر سیاہ ہ پائے گئے۔ جب لوگوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شب کو حضرت پشت پر بار رکھ وائے مدینہ کے پاس لے جایا کرتے تھے۔ یہ اُس کے نشان ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے ہ اُن جناب کے مثل اونٹ کی پیٹھ کے گھٹہ پڑ گیا تھا۔

یلہ کا نماز جنازہ میں شریک نہ ہونا

زہری سے منقول ہے کہ کسی نے سعید بن مسیب سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم نے امام

جراب بروزن کتاب۔ بکرے کی کھال کا تھیلا جس میں عرب کوئی غلہ یا آٹا وغیرہ رکھا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

زین العابدین کی وفات کے بعد اُن پر نماز جنازہ نہ پڑھی اور یہ کہنے لگے کہ میں مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اُن پر نماز پڑھوں۔ سعید نے کہا۔ میں نے خود اُن حضرتؑ سے سُنا تھا کہ اُن حضرتؑ نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے جناب امیرؑ سے اور انہوں نے پیغمبرؐ خدا سے اور انہوں نے جبرائیلؑ امین سے اور جبرائیلؑ ہی نے خود خداوندِ جلیل سے روایت کی ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسولؐ جو بندہ مجھ پر ایمان لائے اور تمہاری نبوت کی تصدیق کرے اور جس وقت تخلیہ ہو تمہاری مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے جتنے گناہ گذشتہ اور آئندہ ہوں گے میں سب بخش دوں گا پس میں نے یہی وقت دیکھا کہ سب لوگ تو اُن حضرتؑ کے جنازہ پر گئے ہیں۔ یہ وقت تخلیہ کا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھوں بلکہ مسجدِ رسولؐ میں جاکر دو رکعت نماز پڑھ لوں کیونکہ ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔

فرشتوں کا نماز جنازہ پڑھنا

یہ سوچکر مسجد میں گیا۔ چاہتا تھا کہ نماز شروع کر دوں کہ تکبیر کی ایک آواز آسمان سے آئی۔ اس کے ساتھ ہی زمین سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ غرض جب آسمان سے تکبیر کی آواز آتی تھی تو اس کے جواب میں زمین سے بھی آواز آتی تھی۔ یہ سُن کر میں ایسا خوف زدہ ہوا کہ مُنہ کے بل گر پڑا۔ یہاں تک کہ جتنے فرشتے آسمان میں سب نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور اُن حضرتؑ پر نماز پڑھی۔ اور جتنی مخلوقات زمین میں تھی سب نے بھی سات مرتبہ کہی اور نماز پڑھی اس کے بعد سب کے سب لوگ مسجد میں آکر جمع ہوگئے نہ تو مجھے وہ دو رکعت نماز ملی اور نہ حضرتؑ ہی کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ یہ خسران مبین میری قسمت میں لکھا تھا۔ کاش میں نے حضرتؑ پر نماز پڑھی ہوتی۔ یہ کہہ کر بہت رویا۔

غلاموں کا قصور معاف کرنا

منقول ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا آپ کے غلاموں سے جو جو قصور اس مہینہ میں ہوتے تھے وہ آپ سب لکھتے جاتے تھے۔ جب آخر شب ماہ رمضان کی ہوتی تھی تو سب کو بُلاتے تھے اور وہ کاغذ نکال کر ہر ایک سے دریافت فرماتے تھے کہ اے فلاں! تو نے یہ قصور کیا تھا اور تو نے فلاں قصور کیا تھا اور میں نے سزا نہیں دی۔ وہ سب اقرار کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ اُٹھ کر اُن سب کے بیچ میں کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم سب باآواز بلند کہو کہ یا علیؑ بن الحسینؑ! آپ کے اعمال کو بھی خدا نے لکھا ہے۔ جس طرح آپ نے ہمارے گناہوں کو لکھا ہے۔ آپ ہمارے گناہوں کو معاف

کریں - خداوند عالم آپ کے گناہوں کو بھی معاف کرے گا - یہ فرما کر رونے لگتے تھے - اور ان کو آزاد کر دیتے تھے - اللہ اکبر! کیا غلام نوازی تھی ان حضرتؑ کی اور کیا رحمدلی تھی -

ناقہ کو تازیانہ کبھی نہ مارنا

منقول ہے کہ ان حضرتؑ نے اپنے ناقہ پر بیس حج کئے مگر کبھی کوڑے سے نہ مارا - بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے کوڑا اٹھایا تھا - مگر پھر باز رہے - اور فرمایا کہ اگر خوف قصاص نہ ہوتا تو ضرور مارتا - یہ کہہ کر ہاتھ روک لیا -

تمہید مصائب

کیوں مومنین جس بزرگوار کی رحمدلی کا یہ حال ہو کہ حیوان تک کو تازیانہ نہ لگائیں ایسے بزرگوار کو اشقیائے کوفہ و شام گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر پہنائیں - اور جب بہ سبب بیماری کے چلنے میں کمی ہو تو تازیانہ پہ تازیانہ لگائیں - اور کشاں کشاں کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام تک لے جائیں - اتنی بھی مہلت نہ دیں کہ کربلا میں رہ کر اپنے باپ کی لاش کو دفن کرتے - بلکہ نہایت ذلت سے شام کی طرف لے گئے - جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

ماند او بہ کربلائے پدر؛ نے بشام رفت ... باعز و احتشام؛ نہ با ذلت و عنا
تنہا؛ نہ با زنان حرم نام شان چہ بود؛ ... زینبؑ سکینہؑ - فاطمہؑ - کلثومؑ بے نوا
بر تن لباس داشت؛ بلے گرد رہ گذر ... بر سر عمامہ داشت؛ بلے چوب اشقیا

اس وقت کی حالت کو جس طرح آپ کو لے گئے وہ حضرتؑ خود فرماتے ہیں ؎

أُقَادُ ذَلِيلًا فِي دِمَشْقَ كَأَنَّنِي ... مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْهُ نَصِيرٌ

(یعنی مجھے اشقیا اس طرح ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے دمشق میں لے گئے تھے - جس طرح غلامان حبش و زنگبار کو قید کر کے لے جاتے ہیں - اور غلام بھی وہ غلام جس کا آقا مر گیا ہو اور کوئی اس کا حامی و مددگار نہ ہو) اور وہی حضرتؑ فرماتے ہیں رَبَقُوْنَا مِثْلَ الْاَغْنَامِ (وہ لوگوں کو ایک رسی میں اس طرح باندھا تھا - جس طرح قصاب گوسفندوں کو باندھتے ہیں) حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میرے گلے میں اور پھوپھی ام کلثومؑ کے گلے میں رسی بندھی تھی - اور جناب زینبؑ کا شانہ اور سکینہؑ کا بازو ایک جگہ بندھا تھا - اور جب ہم سے کوئی چلنے میں کمی کرتا تھا - تو وہ ملاعین تازیانہ سے اذیت پہنچاتے

؎ لفظ دمشق غیر منصرف ہے - لیکن ضرورت شعریہ کی وجہ سے اس پر تنوین ہے ۱۲

تھے۔ یہاں تک کہ اسی حالت خراب سے ہم لوگوں کو یزید کے سامنے مثل گنہگاروں کے کھڑا کیا تھا۔ منقول ہے کہ اس وقت ان حضرت نے یزید سے ارشاد کیا۔ اے یزید اگر تو اجازت دے تو میں کچھ بات کہوں! اس نے کہا اچھا۔ مگر خلاف شان کچھ نہ کہنا۔ فرمایا اے یزید کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو شخص اس حالت سے تیرے سامنے کھڑا ہو وہ خلاف بات کچھ کہے۔ مگر میں یہ پوچھتا ہوں۔ کہ اگر اس وقت جناب رسول خدا یہاں موجود ہوتے اور اس حالت سے ہم لوگوں کو تیرے سامنے کھڑا دیکھتے تو اس وقت آنحضرت پر کیا گزرتی؟ اے یزید اگر تو سمجھتا کہ تو نے کیسا امر عظیم کیا ہے اور کتنا بڑا گناہ اہل بیت رسول کے حق میں تجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تو تو کوہ و صحرا کی طرف نکل جاتا اور خاک اڑاتا اور فریاد کرتا۔ حیف ہے جس کو رسول خدا اپنی امانت میں چھوڑ گئیں۔ اس کا سر تیرے شہر کے دروازے پر لٹکا ہوا ہے۔ اے یزید روز قیامت سوائے ذلت و ندامت کے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ سن کر یزید برہم ہوا اور ایک جلاد کو بلا کر کہنے لگا کہ اسے باغ میں لے جا کر ابھی قتل کر۔ اور اسی جگہ ایک گڑھا کھود کر اسے دفن کر دینا یہ سن کر جلاد نے ہاتھ پکڑا اور حضرتؑ کو کھینچتا ہوا اس باغ میں لے گیا۔ اور قبر کھودنے لگا۔ بعد فراغت چاہتا تھا کہ حضرتؑ کو قتل کرے کہ اتنے میں غیب سے ایک ہاتھ پیدا ہوا اور ایسا طمانچہ اس جلاد کے لگا۔ کہ زمین پر گر کر جہنم واصل ہوا۔ مومنین جناب امام زین العابدینؑ جو بعد اس کے قید سے چھوٹ کے مدینہ میں آئے۔ تو وہاں بھی ظالموں نے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچائیں۔ آخر ولید بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا۔ جناب امام محمد باقرؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو غسل و کفن دیا۔ نماز پڑھی اور جنت البقیع میں لے جا کے پہلوئے امام حسنؑ میں دفن کیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس شصتم ۶۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۔ (خداوند مجید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اے انسان تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تم لوگوں کے واسطے جتنی چیزیں آسمان میں ہیں۔ سب کو تابع و مسخر کیا ہے (کہ ان سے نفع اٹھاؤ۔ مثل آفتاب و ماہتاب و ستاروں کے کہ ان کی روشنی سے نفع اٹھاتے ہو۔ راہ بر و بحر کو طے کرتے ہو۔ اور مثل ہوا و ابر و باراں کے جس کی وجہ سے تمہاری زندگی ہوتی ہے

تفسیر آیۂ نعمت و اقسام نعمت

زراعت و اشجار سرسبز ہوتے ہیں) اور اسی طرح تمہارے نفع کے واسطے زمین کی چیزیں بھی ہیں (مثل کوہ و بیاباں و اشجار و حیوانات و نباتات و معادن و غیرہ کے) اور خدا نے وسیع و کامل کر دیا تم لوگوں پر اپنی نعمتوں کو۔ وہ نعمتیں کہ جو ظاہر ہیں اور وہ نعمتیں کہ جو باطن ہیں) اس آیت میں چند باتیں قابل بیان ہیں۔ ایک تو یہ کہ نعمت سے کیا مراد ہے۔ نعمت وہ ہے جس سے انسان لذت حاصل کرے اور نفع اٹھائے۔ اور نعمات خدا جو انسان کے لئے ہیں دو قسم ہیں۔ دنیوی و اخروی۔ پھر نعمات دنیوی کی دو قسمیں ہیں۔ موہبی و کسبی۔ نعمات دنیویہ موہوبہ یعنی خدا کی جانب سے ملی ہوں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ جسمانی و روحانی۔ نعماتِ جسمانی۔ جیسے اعضاء و جوارح کا مناسب طور سے ہونا۔ سارے قویٰ کا صحیح و سالم ہونا۔ اور نعماتِ روحانی جیسے عقل کامل عطا ہونا اور فکر و ادراک و قوتِ نطق کا درست ہونا۔ اور نعمات دنیوی کسبیہ کی مثال بری باتوں سے اپنے کو پاک و پاکیزہ رکھنا۔ اخلاق حسنہ سے متصف ہونا۔ جاہ و مال سے مالا مال ہونا ہے۔ یہ سب نعمتیں اگرچہ خدا کی جانب سے ہیں۔ مگر انسان کے اکتساب کو ان میں دخل ہے۔ اب رہی نعمات اخروی۔ پس خداوند عالم کا انسان کے گناہوں کو معاف کرنا۔ اس کو بہشت میں پہنچانا۔ نعمات جنت سے متنعم کرنا۔ اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ جگہ دینا۔ یہ سب نعمات اخروی ہیں۔ جس کے واسطے ہم لوگ ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ہم کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھیو۔ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا ہے) انسان اگر خیال کرے تو تمام عالم کو خدا نے بطور احسان و نعمت کے پیدا کیا ہے اس لئے کہ عالم میں یا حیوانات ہیں یا غیر حیوانات۔ غیر حیوانات کو بھی حیوانات کے نفع کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور حیوانات کے ساتھ یہ احسان و نعمت اس کی ہے کہ اس کو

پیدا کیا۔ نعمت زندگی عطا کی اور اس خلق عالم سے کچھ اس کا نفع نہیں ہے۔ بلکہ مقصود نفع حیوان و انسان ہے۔ پس درحقیقت تمام عالم خدا کی نعمت ہی نعمت ہے۔ جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ جیسا کہ خود قرآن میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (اگر نعمات خدا کا شمار کیا چاہو تو ہرگز اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

عین الحیوٰۃ میں امالی شیخ طوسی سے منقول ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور بہت سے اصحاب گرد جمع تھے۔ جن میں ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ و عثمان اور عبدالرحمٰن وغیرہ بھی تھے اور دو آدمی قراء صحابہ سے عبداللہ بن ام عبد اور ابی بن کعب بھی تھے عبداللہ نے سورہ لقمان کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً اور ابی بن کعب نے سورہ ابراہیم پڑھا۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچے وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ (یاد دلاؤ ان کو اے رسولؐ ایام خدا بہ تحقیق کہ اس میں نشانیاں ہیں ہر زیادہ صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے) پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مراد ایام خدا سے جس کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو یاد دلاؤں خدا کی نعمتیں یاد دلاؤں خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کا احسان اور اس کی حکمت بلاء مصیبت اور اس کا امتحان یہ سب مراد ہے۔ اس کے بعد اصحاب سے فرمایا۔ اچھا تم لوگ بیان کرو کہ پہلی نعمت ان نعمتوں میں سے جو خدا نے تمہیں یاد کرنے کو فرمائی ہیں۔ کون سی ہے؟ ہر ایک نے ان لوگوں میں سے ایک ایک چیز بیان کی۔ کسی نے کھانے کی چیز کسی نے پینے کی چیز اور کسی نے اولاد اور کسی نے ازواج۔ جب یہ سب چپ ہو گئے۔ تو پیغمبر خدا جناب امیرؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوالحسنؑ تم بھی تو کچھ کہو۔ عرض کی آپ کے سامنے کیونکر عرض کروں۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں بیان کرو۔ اس وقت جناب امیر نے ایک ایک نعمت کو بیان کرنا شروع کیا۔ اور پیغمبر خدا ہر ایک کی تصدیق فرماتے جاتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے صَدَقْتَ سچ کہا تم نے اے علیؑ! خلاصہ جناب امیر نے فرمایا اول نعمت خدا کی یہ ہے کہ خَلَقَنِیْ وَلَمْ اَکُ شَیْئًا

ﻪ (اس نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری فرما دیں) ۱۲

شَیْئًا مَّذْکُوْرًا اس نے مجھے پیدا کیا اور معدوم سے موجود کر دیا - حالانکہ پہلے میں کچھ بھی نہ تھا) دوسری نعمت یہ ہے کہ زندہ پیدا کیا اور حیات دی - مثل نباتات و جمادات کے نہیں پیدا کیا - تیسرے مجھ کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور انسان قرار دیا - حیوانات کی شکل پر نہیں پیدا کیا - چوتھے مجھے حواس ظاہری و باطنی عطا کئے اور چراغ روشن دیا - جس سے چیزوں کو دریافت کر لیتا ہوں اور پالیتا ہوں - پانچویں مجھے عقل نورانی اور قوت روحانی ایسی عطا کی جس کے سبب سے کل مخلوقات پر شرف اور جمیع حیوانات پر فضیلت بخشی - چھٹے مجھے ہدایت کی اپنے دین کی - اور اپنی راہ سے مجھے گمراہ نہ کیا - ساتویں یہاں کے بعد آخرت میں میرے واسطے ایسی زندگانی مقرر کی جو کبھی منقطع نہ ہوگی آٹھویں مجھے اپنے نفس کا مالک کیا - اور کسی کا غلام اور مملوک نہ بنایا - نویں آسمان و زمین اور جتنی چیزیں ان میں ہیں - سب ہمارے ہی نفع کے واسطے پیدا کیں اور سب کو ہمارے کام کے واسطے مسخر فرما دیا - دسویں نعمت یہ ہے کہ مجھے مرد پیدا کیا - اور حلال عورتوں پر حاکم بنایا - اور مجھے عورت نہیں پیدا کیا - یہاں تک بیان کر کے سکوت کیا - رسولؐ خدا نے فرمایا - یا علیؑ چپ کیوں ہو رہے ؟ اور بیان کرو - عرض کی یا رسولؐ اللہ ! خدا کی نعمتوں کا احصے نہیں ہو سکتا - اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا - یہ سن کر رسولِؐ خدا مسکرائے اور فرمایا - مبارک ہو تم کو اے ابوالحسنؑ حکمت ہائے الٰہی اور علوم نامتناہی کے تم ہی خازن ہو - اور میرے علم کے تم ہی وارث ہو - اور اس امت کے لئے جس چیز میں وہ اختلاف کریں تم ہی بیان کرنے والے ہو - جو شخص تمہیں دوست رکھے اور تمہاری اطاعت کرے - وہ تو ہدایت یافتہ ہے - اور جو شخص تمہاری محبت نہ رکھے اور دوسری جانب میل کرے اور تمہیں تنہا چھوڑ دے قیامت کے روز رحمت خدا سے کچھ اس کو نصیب نہ ہوگا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ - دوسری بات قابل تفسیر یہ ہے - کہ اس آیت میں نعمت ظاہری سے کیا مراد ہے - اور نعمت باطنی سے کیا مقصود ہے - اس میں درمیان علماء کے بہت کچھ اختلاف ہے -

بیان نعمت ظاہری

بعض مفسرین نے نعمت ظاہری و باطنی کی تین سو وجہیں لکھی ہیں - مگر یہاں بالاختصار بعض امور بیان کئے جاتے ہیں - تاکہ طول نہ ہو - پس نعمت ظاہری سے مراد وہ نعمتیں

ہیں۔ جن کو ہم لوگ بھی جان سکتے ہیں اور نعمت باطنی وہ مصالح دینی و دنیوی بندوں کے ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا۔ یا ظاہری نعمتوں سے مراد اعضاء و جوارح و تعلق ہوں اور باطنی نعمتوں سے مقصود قلب و عقل و فہم ہو۔ جس سے خدا کی معرفت ہو سکتی ہے یا ظاہری نعمتوں سے نعمات دنیا اور باطنی نعمتوں سے نعمات آخرت مراد ہوں۔ یا روزہ و خمس مراد ہو یا نماز و روزہ مقصود ہو اور امام موسیٰ کاظمؑ سے منقول ہے کہ نعمت ظاہری سے مراد امام ظاہر ہیں۔ اور نعمت باطنی سے مقصود امام غائب ہیں۔ یا نعمت ظاہری سے نبوت اور نعمت باطنی سے ولایت مراد ہو۔ جیسا کہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ اَلظَّاهِرُ النَّبِیُّ وَمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ مَعْرِفَةِ اللهِ وَ تَوْحِيْدِهٖ وَاَمَّا النِّعْمَةُ الْبَاطِنَةُ وَلَايَتُنَا اَهْلِ الْبَيْتِ وَعَقْدُ مَوَدَّتِنَا یعنی نعمت ظاہری سے مراد پیغمبر خدا ہیں۔ اور جو چیزیں ان حضرت نے بیان کیں۔ خدا کی معرفت اور اس کی توحید وغیرہ۔ اور نعمت باطنی سے مراد ہم اہل بیت کی ولایت و مودت ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

القاب و اوصاف حضرت۔ بیان پانچ پانچ چیزوں کا

اس مجلس میں پانچویں امام کا بیان ہے کون امام؟ کیسے امام؟ اَلنُّوْرُ الظَّاهِرُ الْقَمَرُ الظَّاهِرُ الْعِلْمُ الْقَاهِرُ مُحَمَّدُ بْنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ حضرت یوسفؑ کی فضیلت میں لوگ کہا کرتے ہیں۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ ہم بھی حضرت کی فضیلت و مرتبہ میں کہتے ہیں الامام ابن الامام ابن الامام ابن الامام۔ محمد بن علی بن الحسین بن علی علیہم السلام۔ دیکھئے اصول دین پانچ ہیں اور نماز کے پورے بھی پانچ ہیں۔ اور انسان کے ہاتھ میں انگلیاں بھی پانچ ہیں۔ حواس جن سے اشیا کا ادراک ہو سکتا ہے۔ وہ بھی پانچ ہیں۔ اور جناب امام محمد باقرؑ بھی پانچویں امام ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ وہ جناب ہاشمی بھتے نسل سے دو ہاشمی کی۔ اور علوی بھتے نسل سے دو علوی کی۔ اور فاطمی بھتے نسل سے دو فاطمی کی۔ اس لئے کہ آپ کی والدہ بیٹی تھیں جناب امام حسن علیہ السلام کی۔ آپ کا وہ مرتبہ ہے کہ جناب رسول خدا نے ان حضرت پر سلام بھیجا ہے۔

جناب رسولؐ خدا کا آپ پر سلام بھیجنا زبانی جابرؓ بن عبداللہ

مناقب میں ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری جو اصحاب رسولؐ خدا سے نہایت

کبیر السن تھے۔ اکثر مسجد رسول میں بیٹھ کر پکارا کرتے تھے۔ یا باقر یا باقر العلم۔ اہل مدینہ یہ سن کر کہا کرتے تھے کہ جابرؓ مجنون ہو گئے ہیں۔ ہذیان بک رہے ہیں۔ جابر کہتے تھے۔ واللہ میں ہذیان نہیں بکتا۔ بلکہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ اے جابر تم ہمارے فرزندوں میں سے ایک فرزند سے ملاقات کرو گے۔ جو نسل حسینؑ سے ہوگا اور اس کا نام میرا ہی نام ہوگا۔ اور اس کی صورت میری ہی سی صورت ہوگی۔ وہ باقر علوم بیبین یعنی علوم انبیا کی حقیقت ظاہر کرنے والا اور ان میں موشگافیاں کرنے والا ہوگا اِذَا لَقِیْتَہٗ فَاَقْرَأْہُ مِنِّی السَّلَامُ حبیب تم سے اور اس سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا۔ یہی باعث ہے جو میں انھیں اس طرح پکارتا ہوں۔ ایک روز ایک مقام پر ان کو امام محمد باقرؑ مل گئے تو جابر نے کہا اے لڑکے ذرا قریب آ۔ وہ قریب آ گئے۔ پھر کہا پیچھے جاؤ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ جابر نے دیکھ کر کہا واللہ بالکل یہی چال ڈھال پیغمبر خدا کی تھی۔ پھر پوچھا اے صاحب زادے آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا محمد نام ہے۔ جابر نے پوچھا۔ آپ کس کے فرزند ہیں؟ فرمایا علی بن الحسینؑ کا فرزند ہوں۔ جابر نے کہا۔ میں آپ پر فدا ہوں آپ ہی باقر ہیں؟ فرمایا ہاں میں ہی باقر ہوں۔ جو پیام تم کو میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا نے دیا ہے۔ وہ پہنچاؤ۔ جابرؓ نے یہ سن کر سر اقدس کو بوسہ دیا اور عرض کی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ رسولؐ خدا نے آپ پر سلام کہا ہے۔ فرمایا رسول خدا پر بھی ہمارا سلام ہو۔ اس کے بعد حضرت انھوں تک اپنے پدر بزرگوار کے پاس گئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ اے فرزند کیا جابر نے اس کو بیان کیا ہے عرض کی ہاں۔ فرمایا اب تم اپنے گھر سے باہر نہ نکلا کرو۔ پس جابر دونوں وقت صبح و شام امام محمد باقرؑ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور اہل مدینہ ان کو ملامت کیا کرتے تھے۔ اور حضرتؑ بھی ان کے پاس آتے جاتے بخیال اس کے کہ وہ اصحاب رسول خدا سے ہیں۔ یہاں تک کہ جابر نے بعد اس کے انتقال کیا۔ اور حضرتؑ نے ان کے انتقال کی خبر بھی دی تھی۔

علم حضرتؑ

مشہور ہے کہ جو علوم آپ سے ظاہر ہوئے وہ اولاد امام حسنؑ و امام حسینؑ میں سے کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے۔ علم تفسیر۔ علم کلام۔ احکام شرع۔ حلال و حرام سب آپ سے رواج پایا۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان حضرت سے تیس ہزار حدیث پوچھی ہے۔ نہ مومنین

میں اس وقت تھوڑا سا علم آپ کا بطور نمونہ کے بیان کرتا ہوں - ایک مرتبہ عمرو بن عبید نے آپ سے پوچھا - کہ یہ آیہ جو خدا نے فرمایا ہے اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (یعنی آسمان و زمین پہلے دونوں بستہ تھے ہم نے ان کو شگافتہ کیا) اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا آسمان پہلے بند تھا - کوئی قطرہ پانی کا نہ برستا تھا اور زمین بھی بستہ تھی کسی قسم کی گھانس وغیرہ نہیں جمتی تھی - جب خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تو زمین کو حکم دیا زمین شگافتہ ہوئی اور نہریں جاری ہوئیں - درخت نکلے پھل لگے - اور آسمان کو حکم دیا ابر آیا اور اس سے پانی برسنے لگا - پس رتق و فتق سے یہی مراد ہے

مسئلہ نذر برائے خانہ کعبہ

ایک شخص نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ ایک ہزار درہم خانہ کعبہ کے لئے میرے بعد بھیج دینا - وصی جب لے کر مکہ میں آیا اور حیران ہوا کہ ان روپیوں کو کیا کروں تو لوگ اس کو بنی شیبہ کے پاس لے آئے - ان لوگوں نے کہا یہ روپیہ ہمیں دیدو - تم بری الذمہ ہو جاؤ گے جب اس نے امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ ان روپیوں کا محتاج نہیں ہے - بلکہ دیکھو اگر کوئی حج کو آیا ہو اور اس کے پاس زادراہ نہ ہو - سواری نہ ہو گھر تک نہ پہنچ سکتا ہو - تو ایسے لوگوں کو یہ روپیہ دے دو -

گفتگوئے ابو حنیفہ با حضرتؑ

ایک مرتبہ وہ حضرتؑ مسجد رسولؐ میں بیٹھے تھے کہ ابو حنیفہ آیا اور کہنے لگا اے ابو جعفرؑ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے پاس بیٹھوں؟ فرمایا تو مشہور لوگوں میں سے ہے میں نہیں چاہتا کہ تو میرے پاس بیٹھے - اس نے کچھ خیال نہ کیا اور بیٹھ گیا - پھر کہنے لگا کہ آپ امام ہیں - فرمایا میں خود نہیں کہتا - اس نے کہا - کچھ لوگ کوفہ میں ہیں - وہ گمان کرتے ہیں کہ آپ امام ہیں - فرمایا میں کیا کروں؟ اس نے کہا - ان لوگوں کو لکھ بھیجیے کہ ایسا نہ کہیں فرمایا وہ ہرگز نہ مانیں گے - اس نے عرض کی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نہ مانیں - فرمایا تو اپنے حال پر قیاس کر - باوجود دیکھو تو میرے سامنے موجود ہے اور میں نے تجھے حکم دیا کہ نہ بیٹھ مگر تو نے نہ مانا اور وہ لوگ تو نظر سے غائب ہیں - میرے لکھنے کو کب مانیں گے - ابو حنیفہ لاجواب ہو گیا

مسئلہ رضاعت بتانا

ایک شخص نے ایک شیر خوارہ لڑکی سے عقد کیا اس کی بڑی زوجہ نے اسے دودھ

پلا دیا - اس کے بعد ایک اور اس کی عورت تھی - اس نے بھی دودھ پلا دیا - ابن شبرمہ کے پاس جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو اس نے کہا - کہ اس شخص پر وہ کم سن لڑکی حرام ہو گئی اس لئے کہ وہ اس کی بیٹی ہو گئی - اور دونوں زوجہ بھی اس پر حرام ہو گئیں - اس لئے کہ دونوں اس کی ساس ہو گئیں - جب حضرتؑ نے سنا تو فرمایا کہ ابن شبرمہ نے غلطی کی - اس پر زوجہ صغیرہ اور وہ عورت جس نے پہلے دودھ پلایا - حرام ہو گئی - اور اخیر والی اس پر حرام نہ ہو گی - اس لئے کہ اس نے تو اپنے شوہر کی بیٹی کو دودھ پلایا -

مسائل مشکلہ بتانا ان حضرتؑ کا

ایک دفعہ طاؤس یمانی نے حضرتؑ سے پوچھا کہ تمام بنی نوع انسان کا تیسرا حصہ لوگوں کا کب ہلاک ہوا؟ فرمایا تیسرا حصہ تو کبھی نہیں ہلاک ہوا بلکہ تو یہ کہنا چاہتا ہے - کہ ربع انسان کب ہلاک ہوئے - پس معلوم کر کہ اس دن جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا - اس وقت چار آدمی تھے - آدم و حوا - ہابیل و قابیل - پس ہابیل کے ہلاک ہونے سے ایک ربع کم ہو گیا - طاؤس نے پوچھا - پھر انسان کس کی نسل سے پیدا ہوئے - قاتل کی یا مقتول کی؟ فرمایا کسی سے نہیں - بلکہ آدم کے فرزند اور وصی شیثؑ تھے - ان کی نسل سے سب لوگ ہیں - پھر پوچھا وہ کیا چیز ہے - جس کا تھوڑا حلال ہے اور بہت حرام؟ فرمایا وہ نہر طالوت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ ؕ (اس نہر کا پانی زیادہ پینا حرام تھا اور ایک چلو پینا حلال تھا) پھر اس نے پوچھا وہ کون سی صلوٰۃ ہے - جو بغیر وضو کے پڑھی جاتی ہے - وہ روزہ کون سا ہے - جس میں کھانا پینا جائز تھا - اور وہ کیا چیز ہے جو زیادہ ہوتی ہے اور کم نہیں ہوتی - اور وہ کیا چیز ہے جو کم ہوتی ہے اور زیادہ نہیں ہوتی - اور وہ اڑنے والی کون سی چیز ہے - جو صرف ایک مرتبہ اڑی تھی - اور نہ کبھی اس سے پہلے اڑی اور نہ بعد - اور وہ لوگ کون ہیں - جنہوں نے سچی گواہی دی اور پھر جھوٹے تھے؟ آپ نے ہر ایک کا جواب دیا اور فرمایا صلوٰۃ بغیر وضو کے نبیؐ پر صلوٰت کا بھیجنا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ (تم ان پر درود بھیجو اور ان کے مراتب و احکام کو تسلیم کرو - جو حق تسلیم کرنے کا ہے) اور وہ روزہ جس میں کھانا پینا جائز تھا - وہ صوم صمت تھا - جو حضرت مریمؑ نے رکھا تھا - اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ؕ (میں نے

خدا کے لئے روزہ کی نذر کی ہے۔ پس آج میں کسی انسان سے ہرگز بات نہ کروں گی)
اور جو چیز گھٹتی بڑھتی ہے۔ وہ ماہتاب ہے اور جو بڑھتی ہے اور کم نہیں ہوتی وہ سمندر
ہے اور جو چیز کہ گھٹتی ہے اور زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے اور جو چیز کہ ایک مرتبہ اڑی
وہ کوہ طور ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (اور جس وقت ہم نے
پہاڑ کو اٹھا کر ان کے اوپر مثل سائبان کر دیا) اور وہ لوگ جنہوں نے سچی گواہی دی
اور پھر وہ جھوٹے تھے۔ وہ منافقین ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ
قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (اے رسولؐ! جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں
وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ اور یہ اللہ بھی جانتا
ہے۔ کہ تم اس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں)

ابتدائے خانہ کعبہ

منقول ہے کہ ایک شخص شام کے رہنے والوں کے لباس میں حضرت کے پاس
اور پوچھا کہ یہ خانہ کعبہ کس زمانہ سے ہے؟ فرمایا جب خداوند عالم نے ملائکہ سے
مایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں روئے زمین پر اپنا ایک حاکم اور
خلیفہ پیدا کروں گا) تو ملائکہ نے عرض کی۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ
فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (کیا تو روئے زمین
ایسے شخص کو خلیفہ کرے گا۔ جو اس میں فساد کرے اور خونریزی کرے حالانکہ ہم لوگ
ی تسبیح تیری حمد سے کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں) پھر خدا نے فرمایا اِنِّیْۤ اَعْلَمُ
لَا تَعْلَمُوْنَ (جس بات کو میں جانتا ہوں تم سب نہیں جانتے) فرشتوں نے
بھا کہ ہم سے ترک اولیٰ ہوا۔ سب عرش کے گرد گھومنے لگے۔ اور پناہ مانگتے تھے
س لغزش سے توبہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب سات دورے کئے۔ تو خدائے
لی نے اظہار رضامندی فرما کر حکم دیا کہ تم سب زمین پر جاؤ۔ اور وہاں ایک گھر
ؤ۔ کہ میرے بندوں میں سے جو گنہگار ہو۔ اس سے پناہ لے اور اس کا طواف
ے۔ جس طرح تم سب نے میرے عرش کا طواف کیا۔ پس وہ فرشتے آئے اور
مکان کو بنا کیا پھر اس نے دریافت کیا۔ کہ حجر اسود کب سے ہے؟ فرمایا جب

خداوند عالم نے بنی آدم سے روز الست اقرار لیا۔ تو قلم سے فرمایا کہ ان کے اقرار کو اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے لکھ۔ قلم نے جب لکھا۔ تو اس نوشتہ کو خدا نے اس پتھر میں امانت رکھ دیا۔ اسی سے لوگ بوسہ دیتے ہیں۔ تاکہ اپنے اقرار کو تازہ کریں پھر فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار جب حجر الاسود کو بوسہ دیتے تھے۔ تو یہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَمَانَتِیْ اَدَّیْتُھَا وَمِیْثَاقِیْ تَعَاھَدْتُہٗ لِتَشْھَدَ لِیْ عِنْدَکَ بِالْوَفَآءِ (خداوندا میں نے اپنی امانت کو ادا کیا اور اپنے عہد کی تجدید کی۔ تاکہ یہ حجر تیرے یہاں گواہی دے کہ میں نے عہد کو پورا کیا) اس شخص نے یہ سن کر کہا آپ نے سچ فرمایا اے ابو جعفرؑ یہ کہہ کے چلا گیا۔ آپ نے اپنے فرزند امام جعفر صادق کو بھیجا کہ اس کو ذرا بلا لاؤ۔ آپ صفا تک گئے۔ مگر اس کو نہ دیکھا۔ بعد اس کے حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ خضرؑ تھے۔

ابو بصیر کا حجاج کو بندر اور سور کی صورت میں دیکھنا

ایک مرتبہ ابو بصیر جو حضرت کے اصحاب میں سے تھے۔ اور نابینا تھے۔ زمانہ حج میں حضرت کے ساتھ تھے۔ حجاج کی کثرت اور لوگوں کا شور و غل سن کر کہنے لگے اللہ اکبر کس قدر حجاج کی کثرت ہے اور کس قدر زیادہ لوگوں کا غل ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ غل تو بہت ہے الا حجاج بہت کم ہیں۔ اگر تو چاہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ تجھے تصدیق ہو جائے۔ ابو بصیر کہتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرتؑ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دعا کی۔ فوراً میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ فرمایا اب حاجیوں کی طرف دیکھ۔ میں نے جو دیکھا تو بہت سے بندر اور سور دکھائی دیئے۔ اور مومن ان لوگوں میں اس طرح نورانی دکھائی دیتا تھا جس طرح شب تاریک میں ستارہ چمکتا ہے۔ میں نے عرض کی یا مولا! آپ نے سچ فرمایا تھا کہ غل تو زیادہ ہے۔ مگر حجاج بہت کم ہیں۔ پھر حضرتؑ نے دعا کی اور میں اسی طرح ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔

معجزہ ڈورا ہلانے سے مدینہ میں زلزلہ ہونا

ایک حدیث میں جابر بن یزید جعفی سے منقول ہے کہ امام زین العابدین کے

ما اکثر الضجیج و اعظم الضجیج فقال ما اکثر الضجیج و اقل الحجیج تو در اکثر الضجیج و اقل الحجیج کا نزدیک بر رفع الاصوات بالتلبیہ ۱۲

زمانہ میں جب بنی امیہ نے حضرتؑ کے شیعوں پر بہت ظلم کرنے شروع کئے۔ اور ان لوگوں نے حضرتؑ سے شکایت کی۔ تو حضرتؑ نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو بلایا اور فرمایا اے فرزند وہ ڈورا جسے جبرئیل امین لائے ہیں اسے لے کر جاؤ اور ہلاؤ۔ بموجب ارشاد وہ ڈورا لے کر امام محمد باقرؑ مسجد رسولؐ میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور رخسارہ زمین پر رکھ کر کچھ دعا کی۔ بعد اس کے سر اٹھایا اور ایک ڈورہ باریک جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اپنی آستین سے نکالا۔ اور ایک کنارہ مجھے دیا۔ جب میں تھوڑی دور لے کر چلا فرمایا ٹھہر جاؤ اے جابرؓ۔ جب میں ٹھہر گیا۔ حضرتؑ نے اس ڈورے کو آہستہ سے جنبش دی۔ اس کے بعد فرمایا اب جاکر دیکھو لوگوں کا کیا حال ہے۔ میں جو مسجد سے باہر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہر جانب سے غل ہے۔ نالہ و فریاد ہے۔ رونے کی آوازیں بلند ہیں۔ اس قدر زلزلہ ہوا۔ کہ مدینہ کے بہت سے مکان گر گئے۔ اور ان کے نیچے تیس ہزار سے زیادہ لوگ دب کر مر گئے۔ بعد اس کے امام محمد باقرؑ منارہ پر تشریف لے گئے۔ اور بآواز بلند فرمایا اَلَا اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (آگاہ ہو جاؤ اے گمراہو! اے تکذیب کرنے والو!) یہ سن کر سب نے سمجھا کہ آسمان سے یہ آواز آتی ہے۔ سب منہ کے بل سجدے میں گر پڑے۔ سب بے ہوش ہو گئے۔ سجدے میں کہتے تھے الامان الامان۔ بعد اس کے حضرتؑ نے کہا فَخَرَّ عَلَیْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (ان لوگوں پر اوپر سے چھت گر پڑی اور عذاب خدا نازل ہوا اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی) جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرتؑ منارے سے اترے اور مسجد سے باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ یہ ڈورا کیا تھا۔ فرمایا یہ ان تبرکات میں سے ہے جو آل موسیٰؑ و آل ہارونؑ کے بقیہ متبرکات سے ہیں۔ اور تابوت سکینہ میں تھا۔ جسے فرشتے اٹھایا کرتے تھے۔ اب جبرئیل امینؑ اسے ہم اماموں کے پاس حاضر کرتے ہیں۔

ایک ناصبی کا زندہ ہونا اور اپنے فرزند کو دفینہ بتانا

منقول ہے کہ ایک شخص امام محمد باقرؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا باپ فاسق وفاجر و ناصبی تھا۔ وہ مر گیا اور اپنا مال مجھ سے چھپا کر کہیں دفن کر گیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تو چاہتا ہے کہ اسے دیکھے اور اپنے مال کو پوچھے۔ اس نے کہا البتہ میں محتاج و فقیر ہوں۔ حضرتؑ نے ایک خط پوست سفید پر لکھا اور اپنی مہر کی اور فرمایا

اس نوشتہ کو آج کی شب بقیع میں لے جانا۔ جب بیچ میں پہنچنا تو یہ کہہ کر پکارنا "یا درجان" غرض اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس نے وہ خط دیا جب اس نے پڑھا تو کہا اچھا تو اپنے باپ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ تو یہیں ٹھہرا رہ۔ میں لے آتا ہوں۔ وہ گیا اور اس کو ساتھ لے آیا۔ وہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں نے دیکھا۔ ایک شخص بالکل سیاہ ہے۔ بدن میں سیاہ لباس ہے۔ اس کی گردن میں سیاہ رسی بندھی ہے۔ زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور ہانپ رہا ہے۔ مجھ سے کہا۔ تیرا باپ یہی ہے۔ جہنم کی آگ اور دھوئیں سے اور آب گرم پینے سے اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ اس وقت میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ اے فرزند! میں اپنی زندگی میں بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا۔ اور چونکہ تو اہل بیت کو دوست رکھتا تھا۔ اس وجہ سے میں تجھے دشمن رکھتا تھا۔ اور اپنا مال سب دفن کر دیا تھا اور تجھے نہیں دیا تھا۔ اب میں بہت نادم ہوں۔ خیر تو میرے باغ میں جا زیتون کے درخت کے نیچے کھودنا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار دینار ہیں۔ ان میں سے پچاس ہزار تو امام محمد باقرؑ کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اور باقی تو لے لینا۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ پچاس ہزار دینار حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا دئے۔ آپ نے اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ اور زمین مول لی۔ اور فرمایا اے شخص جس کسی نے ہماری محبت میں کمی کی اور ہمارا حق ضائع کیا اور بعد مرنے کے نادم ہوا۔ البتہ اس کی ندامت اس کو نفع پہنچائے گی۔ یعنی اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ افسوس مومنین ایسے امامؑ کو ہشام بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا۔

بیان شہادت حضرتؑ

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ زید بن حسن مثنیٰ کے بہکانے سے اس نے زین میں زہر بھر کر حضرتؑ کے پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ آپ اس پر سوار ہوں۔ جب زید امامؑ کی خدمت میں آیا۔ تو وہ جناب بہ علم امامت سمجھ گئے کہ یہ سب میرے شہید کرنے کا حیلہ ہے۔ زید سے فرمایا وائے ہو تجھ پر تو نے کس امر عظیم کا قصد کیا ہے اور کیا فعل بد تیرے ہاتھ سے جاری ہوتا ہے۔ تو گمان کرتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تو کیا کرتا ہے۔ اور یہ زین کس لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اور کیا چیز اس میں تعبیہ کی گئی ہے۔ مگر میری شہادت اسی طور سے مقدر ہے کیا کروں۔ کوئی چارہ نہیں۔ الغرض اس زین کو گھوڑے پر رکھ کے

آپ سوار ہوئے۔ اس میں ایسا زہر تعبیہ کیا گیا تھا کہ فوراً تمام بدن مبارک میں سرایت کر گیا جب پھر کے آئے تو سم قاتل کے اثر سے سارا جسم مبارک ورم کر گیا تھا۔ اور آثار موت ظاہر ہو گئے تھے۔ پس اپنا کفن منگوا لیا۔ اس میں وہ چادر بھی تھی جسے پہن کر احرام باندھا تھا فرمایا مجھے یہی کفن دینا۔ تین روز تک درد سے تڑپتے رہے۔ آخر تیسرے روز رحلت فرمائی امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ وہ زین میرے پاس اب تک موجود ہے۔ جب اسے دیکھتا ہوں تو اپنے پدر بزرگوار کی شہادت یاد آ جاتی ہے۔ اور اسی طرح رہے گا۔ جب تک کہ دشمنوں سے اس خون کا عوض نہ لوں۔ زید بن حسن مثنیٰ بھی چند دنوں کے بعد و لیوانہ ہو کے دنیا سے گذر گیا۔ اور حضرت نے اپنے صاحبزادے امام جعفر صادقؑ سے وصیت کی کہ میرے سب مال سے رونے والوں کے واسطے کچھ مقرر کرنا کہ دس برس تک ایام حج و مقام منیٰ میں میری مظلومیت پر گریہ کیا کریں۔ الحاصل بعد آپ کی شہادت کے امام جعفر صادقؑ نے غسل دیا۔ کفن کیا اور نماز پڑھی اور جنت البقیع میں پہلوئے امام زین العابدینؑ و امام حسنؑ علیہم السلام میں بمقام مدینہ منورہ دفن کیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

مجلس شصت و یکم ۶۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَ فُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ایہا الناس! پوچھو تم لوگ اہل ذکر سے ان باتوں کو جنہیں تم نہیں جانتے، شان نزول اس آیت کی مناقب ابن شہر آشوب میں یہ لکھی ہے۔ کہ سدی کہتا ہے کہ زمانہ جناب رسولؐ خدا میں ایک مرتبہ میں عمر خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں کچھ یہودی آئے اور کہنے لگے۔ تمہارے قرآن میں لکھا ہے وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یعنی بہشت اتنا بڑا ہے۔ جس کا عرض آسمان و زمین کی برابر ہے) تو

جب کہ ایک بہشت ساتوں آسمانوں کے اور زمین کے برابر ہے۔ تو کل بہشت روز قیامت کہاں ہوں گے۔ عمر نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اتنے میں جناب امیرالمومنینؑ تشریف لائے۔ پوچھا کہ تم لوگ کیا ذکر کر رہے تھے۔ اس یہودی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے۔ اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔ اس یہودی نے کہا۔ خداوند عالم کے علم میں رہتا ہے۔ فرمایا اسی طرح وہ سب بہشت بھی خدا کے علم میں ہوں گے۔ اس کے بعد جناب امیرؑ رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس قصہ کو بیان کیا۔ اس وقت خداوند عالم کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

امام محمد باقرؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل ذکر سے مراد اس آیت میں ہم اہل بیتؑ نبی ہیں۔ اور اس لئے حضرتؑ نے فرمایا کہ قرآن میں خداوند عالم نے جناب رسولؐ خدا کو ذکر کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (بالتحقیق اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو رسول بنا کر نازل کیا) تو ذکر رسول خدا ہوئے اور اہل الذکر ان کے اہل بیتؑ معصومین ہوئے۔ جناب امیرؑ سے جب کسی نے پوچھا۔ تو فرمایا وَاللّٰهِ اِنَّا نَحْنُ اَهْلُ الذِّكْرِ وَنَحْنُ اَهْلُ الْعِلْمِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ التَّاْوِيْلِ وَالتَّنْزِيْلِ (قسم خدا کی ہم ہی اہل ذکر ہیں۔ ہم ہی اہل علم ہیں۔ ہم ہی معدن تاویل و تنزیل ہیں)

فی الواقع اہل بیت معصومین آلِ رسول بھی ہیں۔ اہل قرآن بھی ہیں۔ یہ قرآن ناطق بھی ہیں۔ قرآن کے اصلی معنی بتانے والے یہی حضراتؑ ہیں۔ ان کے برابر دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے۔ اس بات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا مگر صاحبان عقل) اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علم محک امتحان و امتیاز ہے۔ جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہو گا۔ وہی مستحق امامت و خلافت ہو گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنے ائمہ اہل بیت گزرے ہیں۔ وہ سب اپنے زمانہ میں دوسروں سے اعلم تھے اور بالخصوص

جناب امیرالمومنینؑ سب صحابہ سے زیادہ علم رکھتے تھے اور رسولؐ خدا نے بھی فرمایا تھا اَقضَاکُمْ عَلِیٌّ اور یہ بھی فرمایا تھا اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اسی وجہ سے کبھی حضرت علیؑ نے کسی مسئلہ میں کسی کی طرف رجوع نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ صحابۂ رسول ان حضرتؑ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عمر نے بارہا کہا ہے لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) الحاصل جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ مراد اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ سے ہم اہل بیتؑ ہیں اور مصداق وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کے ہمارے دشمن یعنی مخالفین ہیں۔ اور اُولُوا الْاَلْبَابِ ہمارے شیعہ ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

وجہ رواج دین

امام جعفر صادقؑ جو چھٹے امام ہیں۔ ان سے کیسا دین نبیؐ نے رواج پایا ہے۔ چار ہزار راویوں نے ان حضرتؑ سے اخذ حدیث کیا ہے۔ اور چار سو کتابیں آپ کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ وہ زمانہ آخر سلطنت بنی امیہ اور ابتدائے زمانہ بنی عباس کا تھا۔ وہ لوگ آپس کی لڑائیوں میں مصروف رہے۔ حضرتؑ سے اتنا تعرض کسی نے نہ کیا۔ جتنا اور اماموں سے اسی سبب سے آپ کو مہلت ملی اور نشر احکام جناب رسولؐ خدا کا موقع ہاتھ آیا۔ اسی سبب سے دین جعفری مشہور ہو گیا۔ حالانکہ سب اماموں کا دین ایک ہی تھا ؎

جعفری باش گر خدا خواہی ورنہ در ہر طریق گمراہی

احوال سید حمیری شاعر

سید حمیری جو شاعر اور مداح اہل بیتؑ ہیں۔ پہلے محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔ کہتے تھے کہ وہی امام ہیں۔ اور نظروں سے غائب ہیں۔

داؤد رقی کہتے ہیں۔ کہ جب امام جعفر صادقؑ کے پاس ان کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر سید آئے۔ اور کہنے لگے۔ یا مولا! میں تو آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں اور آپ مجھے کافر کہتے ہیں۔ فرمایا یہ سب کچھ کام نہ آئے گا جب تک کہ تم حجت اور اپنے امام زمانہ کا اقرار نہ کرو گے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کے گھر میں لے گئے وہاں ایک قبر تھی حضرت

سه ارجح المطالب ۱۲ عه ینابیع المودہ ۱۲ سه مطالب السئول

نے دو رکعت نماز پڑھی اور قبر پر ہاتھ مارا۔ قبر شگافتہ ہو گئی اور ایک شخص سر اور ڈاڑھی سے خاک جھاڑتا ہوا نکلا۔ فرمایا۔ تم کون ہو؟ کہا محمد بن حنفیہ علی بن ابی طالب کا فرزند ہوں۔ فرمایا۔ میں کون ہوں؟ کہا آپ حجتِ خدا امام زمانہ جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ جب سید نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اُسی وقت اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی اور حضرتؑ کی امامت کے قائل ہوئے اور اسی مضمون کا ایک قصیدہ کہا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے سہ

تَجَعْفَرْتُ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَاَیْقَنْتُ اَنَّ اللّٰهَ یَعْفُوْ وَیَغْفِرُ

(خدا کا نام لے کر اب میں نے دینِ جعفری اختیار کیا اور اللہ بہت بڑا مہربان ہے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ خدا ضرور میرے گناہوں کو معاف کر دے گا اور بخش دے گا جب سید نے انتقال کیا تو حضرتؑ نے اُن کے واسطے حنوط و کفن بھیجا اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی۔

فی الواقع چھٹے امام یعنی امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں دینِ نبیؐ نے جو رواج پایا وہ کسی امام کے زمانہ میں نہ ہوا۔ آپ کی ذات بابرکات نمونۂ قدرت خدا اور مجمع فضائل لا انتہا تھی۔ دیکھئے اسم فاعل کے چھ صیغے ہیں اور اسم مفعول کے بھی چھ اور جہتیں یعنی اطراف بھی چھ ہیں۔ آگے، پیچھے، داہنے، بائیں، اوپر، نیچے اور ترازو میں ڈوریاں بھی چھ ہوتی ہیں اور خلاقِ عالم نے آسمان و زمین کو بھی چھ ہی دن میں پیدا کیا ہے۔ اور آلِ عبا میں چھٹے حضرت جبرئیلؑ ہیں اور خداوند عالم نے اپنے کو بھی چھٹا فرمایا ہے۔ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ (اور رازداری میں ایسے پانچ نہیں ہوتے جن کا چھٹا خود خدا نہ ہو) اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام بھی چھٹے امام ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

شاگردان و غلامانِ حضرت

اب کچھ مختصر حال حضرت کا بیان کرتا ہوں۔ مشہور ہے کہ ابو حنیفہ حضرتؑ کے شاگردوں میں سے تھا اور ابو یزید بسطامی حضرت کا سقا تھا۔ تیرہ برس تک حضرت کی سقائی کی ہے۔ ابو جعفرؒ طوسی لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم اور مالک بن دینار حضرت کے غلاموں میں سے تھے۔ اور سفیان ثوری ایک روز حضرت کے پاس آیا۔ حضرتؑ کی باتیں سُن کر محو ہو گیا۔ کہنے لگا یا ابن رسول اللہ! یہ کلمات جواہر ہیں۔ فرمایا جواہر تو پتھر ہوتے ہیں۔ یہ جواہر سے کہیں بہتر ہیں۔ اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابن شبرمہ اور ابو حنیفہ دونوں حضرت کے پاس آئے۔

ابو حنیفہ سے حضرت کا گفتگو و سوالات کرنا

آپ نے ابو حنیفہ سے فرمایا اے نعمان خدا سے ڈر اور دین کی باتوں میں قیاس نہ کیا کرو پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ جب خدا نے اُسے آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو کہنے لگا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اُن کو مٹی سے پیدا کیا ہے) اور آگ مٹی سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا اچھا تو بہت قیاس کرتا ہے یہ تو بتا کہ تیرا سر تیرے بدن کا کون سا حصہ ہے۔ کہنے لگا یہ تو نہیں جانتا فرمایا یہ بتا کہ خدا نے آنکھوں میں شوریت کیوں پیدا کی اور کانوں میں تلخی کیوں خلق کی اور ناک کے نتھنوں میں رطوبت کیوں پیدا کی اور لبوں میں شیرینی کس لئے دی۔ کہنے لگا مجھے نہیں معلوم فرمایا اگر تجھے نہیں معلوم تو مجھ سے سُن۔ خدا نے دونوں آنکھوں کو چربی کا ڈھیلا پیدا کیا ہے۔ اگر شوریت نہ ہوتی تو وہ دونوں پگھل جاتیں اور کانوں میں تلخی اس لئے پیدا کی کہ سوتے وقت حشرات الارض کانوں میں نہ گھس جائیں اور ناک میں رطوبت اس لئے قرار دی کہ سانس کی آمد و شد میں سہولت ہو۔ اور خوشبو بدبو محسوس ہو۔ اور لب و زبان میں شیرینی اس واسطے قرار دی کہ انسان کو کھانے پینے کی لذت حاصل ہو۔ پھر فرمایا بتا وہ کون سا کلمہ ہے جس کا اول شرک ہے اور آخر ایمان۔ عرض کی نہیں معلوم فرمایا وہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ پھر فرمایا یہ بتا کہ قتل کا گناہ زیادہ ہے یا زنا کا؟ اُس نے کہا قتل کا گناہ بڑھا ہوا ہے۔ فرمایا پھر کیا وجہ ہے قتل میں دو گواہ لئے جاتے ہیں اور زنا میں چار۔ کہا نہیں معلوم۔ فرمایا اس لئے کہ زنا میں دو شخص کے بارے میں گواہی دی جاتی ہے۔ زانی اور زانیہ دونوں پر حد جاری کی جاتی ہے اور قتل میں فقط ایک شخص قاتل کے بارے میں گواہی ہوتی ہے۔ ایک ہی شخص پر حد جاری ہوتی ہے۔ پھر فرمایا یہ بتا خدا کے نزدیک روزہ افضل ہے یا نماز؟ کہنے لگا نماز افضل ہے۔ فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ عورت جب حائض ہوتی ہے تو روزہ کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا معاف ہے۔ عرض کی نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اس لئے کہ اگر نماز کی قضا ہوتی تو امور خانہ داری اور شوہر کی اطاعت میں بہت کچھ خلل پڑتا۔ اور روزے میں سوائے بھوکے اور پیاسے رہنے کے کسی کام میں حرج نہیں ہو سکتا۔ اور نماز تو ہمیشہ پڑھا کرتی ہے۔ روزہ کی البتہ سال بھر کے نوبت آتی ہے۔ پھر فرمایا عورت کمزور ہے یا مرد؟ عرض کی عورت مرد سے کمزور ہے۔ فرمایا کیا وجہ ہے کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد سے آدھا مقرر ہوا؟ جب نہ بتا سکا تو فرمایا اس

لئے کہ عورت کا خروج مرد کے ذمہ ہے اور مرد کا خروج عورت کے ذمہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟ اُس نے عرض کی پیشاب زیادہ نجس ہے۔ فرمایا تیرے قیاس کے مطابق چاہیئے تھا کہ پیشاب کے بعد غسل ہوتا نہ کہ خروج منی کے بعد حالانکہ حکم اس کے برعکس ہے۔ پھر یہ کیوں؟ عرض کی بندہ نہیں جانتا۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ منی تمام بدن سے نکلتی ہے اور یہ امر کبھی کبھی واقع ہوتا ہے۔ اور پیشاب تو شب و روز میں کئی مرتبہ ہوا کرتا ہے کہاں تک کوئی غسل کر سکتا۔ پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اُسے خون نہیں آتا؟ کہنے لگا نہیں جانتا۔ فرمایا اس خون کا دودھ بنتا ہے اور جنین کی غذا ہوتی ہے اس کے بعد حضرتؑ نے اور بہت سی باتیں اُس سے دریافت فرمائیں۔ اور وہ کچھ بھی نہ بتا سکا تو اُس وقت فرمایا اے شخص خدا سے ڈر اور دین میں قیاس نہ کیا کر۔ کل قیامت کے روز جب سب خدا کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے تو ہم کہیں گے قَالَ اللّٰہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اور تو اور تیرے مرید کہیں گے ہم نے ایسا سُنا اور اپنی رائے سے اور قیاس سے ایسا فتویٰ دیا۔ اُس وقت خدا ہمارے اور تمہارے درمیان میں انصاف کرے گا۔

مسئلہ حد زانی بیمار بتانا

منقول ہے کہ عباد مکی نے حضرتؑ سے پوچھا کہ ایک شخص نے زنا کیا ہے اور وہ بیمار بھی ہے۔ اگر اُس پر حد جاری کی جائے گی تو مر جائے گا۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا تو نے اپنے جی سے پوچھا ہے یا کسی کے حکم سے؟ اُس نے کہا سفیان ثوری نے دریافت کرایا ہے۔ فرمایا ایک دفعہ جناب رسولِ خدا کے زمانہ میں ایک شخص زانی کو لے آئے جو مستسقی تھا۔ یعنی اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا اور رگیں ظاہر تھیں اور جس عورت سے زنا کیا تھا وہ بھی مریضہ تھی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ خُرمے کی ایک شاخ لے آؤ۔ جس میں سو شاخیں ہوں۔ اور ایک دفعہ زانی کو مارو اور ایک دفعہ زانیہ کو۔ جب اس طرح حد جاری ہو گئی تو اس کے بعد دونوں کو چھوڑ دیا۔

حضرتؑ کی اُس کو نصیحت جس نے اپنی والدہ کو بُرا کہا تھا

مہزم کہتا ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے اور میری والدہ سے کچھ حجت ہو گئی۔ میں نے اُن کو بہت کچھ سخت و سُست کہا۔ جب دوسرے روز نماز صبح پڑھ کر حضرتؑ کی خدمت میں آیا تو فرمایا کیوں مہزم تو نے اپنی والدہ خالدہ کو شب کے وقت کیوں سخت و سُست کہا

اور رنج دیا؟ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ اُس کا پیٹ تیرے واسطے ایسا گھر تھا جس میں تو نو مہینے سا کن رہا۔ سردی و گرمی سے محفوظ رہا۔ اور اُس کی گود تیرے واسطے ایسا گہوارہ تھا۔ جس پر تو آرام کیا کرتا تھا۔ اور اُس کی دونوں پستانیں تیرے لئے ایسے ظرف تھے۔ جن سے تو دودھ پیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی سچ فرماتے ہیں آپ یا ابن رسول اللہ۔ فرمایا پھر کبھی اُس سے سخت کلامی نہ کرنا۔

حکایت زوجہ جو اپنے شوہر کو رنج دیتی تھی اور جس نے تیسرے دن انتقال کیا

حسن بن ابی العلا کہتا ہے ایک روز میں امام جعفر صادقؑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص آیا اور اپنی زوجہ کی تعدی اور نافرمانی کی شکایت کرنے لگا۔ سُن کر فرمایا اُسے لے آ۔ جب وہ آئی تو آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر تیری شکایت کرتا ہے۔ یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی ہاں سچ کہتا ہے۔ خدا اس سے سمجھے اور اسے غارت کرے اور ضرور کرے گا۔ آپ نے فرمایا اے عورت اگر تو اسی طرح سے رہی تو تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے گی۔ کہنے لگی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ میں تو خود چاہتی ہوں کہ اس کی صورت نحس کبھی نہ دیکھوں۔ آپ نے اُس شخص سے فرمایا اسے اپنے گھر لے جا۔ یہ تین دن سے زیادہ نہ جئے گی۔ جب تیسرا روز ہوا اور وہ شخص حضرتؑ کے پاس آیا تو آپ نے حال پوچھا۔ کہنے لگا میں ابھی اُسے دفن کرکے آتا ہوں۔ راوی نے پوچھا فدا ہوں آپ پر ایسا کیوں ہوا؟ فرمایا چونکہ وہ شوہر پر ظلم کرتی تھی اس لئے خدا نے اس کی عمر کو قطع کر دیا اور اُس کے شوہر کو راحت دی۔

جعد بن درہم نے ایک شیشے میں مٹی اور پانی ملا کر رکھ چھوڑا۔ جب وہ سڑا تو اُس میں کیڑے پیدا ہو گئے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ان کیڑوں کا خالق میں ہوں۔ میں نے انہیں پیدا کیا ہے۔ جب حضرتؑ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو فرمایا کہ اس سے کہو جب تُو نے ان کو پیدا کیا ہے تو بتا ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں؟ اور ہر ایک کا وزن کتنا ہے؟ اور جب انہیں پیدا کیا ہے تو دوسری چیز بھی پیدا کر دے۔ یہ سُن کر وہ لاجواب ہوا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

سوالات حضرت از طبیب ہندی

علل الشرائع میں منقول ہے کہ ایک دن امام جعفر صادقؑ منصور کے دربار میں تشریف فرما تھے اور وہاں پر ایک طبیب ہندی طب کے مسائل بیان کر رہا تھا۔ حضرتؑ چپکے سنتے

رہے۔ جب وہ طبیب بیان کر چکا تو کہنے لگا یا اباعبداللہ آپ چاہتے ہیں کہ جو باتیں اس علم کی میرے پاس ہیں اُن سے میں آپ کو بھی فائدہ پہنچاؤں؟ فرمایا میں نہیں چاہتا جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تیری معلومات سے کہیں بہتر ہے اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا جب کسی مرض کا سامنا ہو تو علاج بالضد کرے یعنی حار کا علاج بارد سے کرے اور بارد کا حار سے اور رطب کا یابس سے اور یابس کا رطب سے اور ہر حال میں خدا پر توکل رکھے اور اس بات کو جان کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔ اور پرہیز کرنا سو دوا کی ایک دوا ہے۔ اور جس چیز کا انسان عادی ہوتا ہے وہی چیز اُس کے موافق مزاج اور باعث صحت بدن ہوتی ہے یہ سُن کر وہ طبیب کہنے لگا بے شک اصل طب یہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا۔ پھر حضرتؑ نے ارشاد فرمایا تو یہ جانتا ہے کہ میں نے طب کی کتابوں سے ان باتوں کو حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا بیشک ایسا ہی ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ میرا علم لدنی ہے۔ مجھے خدا کی جانب سے بہ الہام یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ اب بتا تو زیادہ علم رکھتا ہے یا میں؟ کہنے لگا میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اچھا میں تجھ سے چند سوال کرتا ہوں۔ یہ بتا کہ مجاریٔ اشک و رطوبات سر میں کیوں قرار پایا؟ کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ پوچھا سر پہ بال کیوں ہوئے؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا پیشانی بال سے خالی کیوں ہے؟ بولا نہیں جانتا۔ فرمایا پیشانی پر خطوط و شکن کیوں ہوتے؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہوئیں؟ بولا نہیں جانتا۔ پوچھا دونوں آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہوئیں؟ بولا نہیں جانتا فرمایا ناک دونوں آنکھوں کے بیچ میں کیوں ہوتی؟ بولا نہیں جانتا۔ پوچھا ناک کا سوراخ نیچے کی جانب کیوں ہوا؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا دہن کے اوپر دونوں ہونٹ کیوں قرار دئے گئے بولا نہیں جانتا۔ پوچھا سامنے کے دانت تیز کیوں ہوتے اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہوتی۔ اور ان دونوں کے بیچ میں لمبے دانت کیوں ہوتے؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہوئیں؟ بولا نہیں جانتا۔ پوچھا مردوں کے ڈاڑھی کس لئے ہوتی ہے۔ عورتوں کے کیوں نہیں ہوتی؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا ناخن اور بال میں جان کیوں نہیں دی گئی؟ بولا نہیں جانتا۔ پوچھا قلب صنوبری شکل کا کیوں ہوا۔ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا پھیپھڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوئے اور وہ اپنی جگہ پر ہمیشہ کیوں حرکت کیا کرتا ہے؟ بولا نہیں جانتا۔ پوچھا جگر کی شکل محدب کیوں ہوتی؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا گردہ کی شکل مثل دانۂ لوبیا کیوں ہوتی؟ بولا

نہیں جانتا۔ پوچھا دونوں گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جھکتے؟ کہا نہیں جانتا۔ فرمایا دونوں پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہوتے ہیں؟ بولا نہیں جانتا۔ ارشاد کیا اے شخص تو نہیں جانتا مگر میں ان سب باتوں کو جانتا ہوں۔ اُس نے عرض کی تو آپ ہی ان سب باتوں کے جواب سے مجھے مستفید فرمایئے۔ حضرت نے ہر ایک امر کی علت و منفعت بیان کرنا شروع کی۔ فرمایا اے شخص سر میں مجرائے اشک و محل فضلات اس واسطے خدا نے قرار دیا کہ اگر سر بلا رطوبت و فضلات کے رہتا تو اس میں بسبب یبوست کے انشقاق پیدا ہوتا۔ فضلات و رطوبت کے سبب سے دماغ ہمیشہ تر رہتا ہے اور پھٹنے نہیں پاتا۔ اور بال سر کے اوپر اس واسطے ہوتے کہ اُن کی جڑوں سے روغن وغیرہ دماغ تک پہنچے۔ مسامات سے دماغی ابخرے نکلتے رہیں۔ دماغ حرارت شدید و برودت مفرط سے محفوظ رہے۔ اور پیشانی بالوں سے اس لئے خالی ہوئی کہ اُس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے۔ اور پیشانی میں خطوط اور شکن اس لئے ہوئے کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے۔ جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان پونچھ کے پھینک دے۔ جس طرح زمین پر پانی جمع ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ اور دونوں پلکیں اس لئے آنکھوں پر قرار دی گئیں کہ آفتاب کی روشنی اُسی قدر آنکھوں پر پڑے جس قدر کہ ضرورت ہو۔ تو نے دیکھا ہوگا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی جانب کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں پر رکھ کے سایہ کر لیتا ہے اور ناک کو دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لئے قرار دیا کہ مجمع النور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں میں پہنچے۔ اور آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لئے بنایا کہ بوقت حاجت سلائی کے ذریعہ سے دوا وغیرہ اُس میں باسانی پہنچ جائے۔ اگر آنکھ مربع یا مدور ہوتی تو سلائی کا اُس میں پھرنا مشکل ہوتا۔ دوا بخوبی نہ پہنچتی۔ بیماری دفع نہ ہوتی اور ناک کا سوراخ نیچے کو اس لئے بنایا گیا کہ فضلات دماغیہ اُس سے باسانی دفع ہوں اور کسی چیز کی بو بسہولت دماغ میں پہنچے۔ اگر ناک کا سوراخ اوپر کو ہوتا تو فضلات دفع نہ ہوتے اور نہ دماغ تک کسی چیز کی بو پہنچتی۔ اور دونوں ہونٹ اس لئے منہ کے اوپر بنائے گئے کہ جو رطوبات دماغ سے منہ میں آئیں وہ رُکی رہیں اور کھانا پینا انسان کے اختیار میں رہے۔ جب چاہے فرو کرے جب چاہے مُنہ سے پھینک دے اور ڈاڑھی مردوں کے لئے اس واسطے ہوئی کہ اُس سے صورت اُس کی بہ آسانی پہچانی جائے۔ مرد و عورت کی تمیز ہو۔ اور آگے کے دانت

تیز اس لئے ہوئے کہ کسی چیز کا کاٹنا یا کھٹکنا سہل ہو اور ڈاڑھ کو چوڑا اس لئے بنایا کہ غذا کا پیسنا اور چبانا آسان ہو اور ان دونوں کے درمیان جو دانت ہیں وہ لمبے اس لئے ہوتے کہ دونوں کے استحکام کا باعث ہوں جس طرح مکان کے استحکام و قیام کا باعث ستون ہوتا ہے۔ اور دونوں ہتھیلیوں میں بال اس لئے نہ ہوئے کہ کسی چیز کو چھونے سے اس کی ملائمت خشونت حرارت یا برودت وغیرہ باسانی معلوم ہو۔ اگر ہتھیلیوں میں بال ہوتے تو ان چیزوں ادراک دشوار ہوتا اور بال اور ناخن میں جان اس لئے نہیں دی گئی کہ ان چیزوں کا زیادہ بڑھنا خرابی لاتا ہے اور برا معلوم ہوتا ہے اور کم کرنے سے اچھا ہو جاتا ہے۔ حسن پیدا ہوتا ہے۔ اگر ان چیزوں میں جان ہوتی تو ان کو کاٹ نہ سکتے۔ اور قلب صنوبری شکل کا یعنی سر اس کا پتلا اور جڑ اس کی چوڑی اس لئے ہوئی کہ باسانی پھیپھڑے میں داخل رہے۔ اور اس کی ہوا سے قلب ٹھنڈا رہے۔ تاکہ دماغ کی طرف دل کے ابخرات صعود کر کے بیماریاں پیدا نہ کریں۔ اور پھیپھڑے کے دو ٹکڑے اس لئے ہوئے کہ قلب ان دونوں کے درمیان میں رہے اور پھیپھڑے سے بطور پنکھے کے اس کو ہوا پہنچا کرے اور جگر محدب اس لئے ہوا کہ پورے طور سے معدہ کے اوپر قرار پکڑے۔ اور اپنی گرانی اور حرارت سے غذا ہضم کرے اور ابخرات کو دفع کرے اور گردہ دانۂ لوبیہ کی شکل پر اس لئے ہوا کہ صلب کی جانب سے اس میں سے منی آتی ہے اور بہ سبب انقباض و انبساط کے اس میں سے بتدریج تھوڑی تھوڑی منی نکلتی ہے۔ جس کے سبب سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اگر گردہ مدور یا مربع ہوتا تو اس میں یہ بات حاصل نہ ہوتی۔ اور گھٹنے پیچھے کی طرف اس لئے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہو۔ اپنے سامنے بہ سہولت چل سکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چلنے میں انسان گر گر پڑتا۔ اور دونوں قدم بیچ سے خالی اس لئے ہوئے اگر خالی نہ ہوتے تو پورا بوجھ زمین پر پڑتا اور سارے بدن کا بوجھ اٹھانا دشوار ہوتا۔ اور قدم کے کنارے پر بوجھ پڑنے سے بآسانی پاؤں اٹھا سکتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص منہ کے بل گرنے لگے تو پنجوں کے زور پر سنبھل سکتا ہے۔ یہ سن کر طبیب ہندی نے کہا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے؟ فرمایا یہ علم میں نے اپنے آبائے طاہرین سے، اور انہوں نے خداوند احسن الخالقین سے حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں بلکہ آپ سب اہل دنیا سے اعلم اور افضل ہیں۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اَشْھَدُ

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

فریب دینا منصور کا اہل بیتؑ کو اور حضرت کا مطلع ہونا

منقول ہے کہ منصور دوانیقی نے ایک دفعہ محمدؐ بن اشعث سے کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت ہوشیار و تجربہ کار ملے تو لے آؤ کہ میں اُسے ایک کام کے واسطے بھیجوں۔ اس نے کہا میرا ماموں نہایت ہوشیار و عقلمند ہے۔ غرض جب وہ آیا تو منصور نے اُس سے کہا کہ یہ مال مدینہ لے جا۔ عبداللہ بن حسنؑ اور جعفرؑ بن محمدؐ اور جو لوگ ان کے خاندان سے ہیں ہر ایک کے پاس لے جانا اور یہ کہنا کہ میں خراسان کا رہنے والا ہوں۔ وہاں آپ کے شیعہ بہت ہیں انہوں نے یہ مال بھیجا ہے۔ کہ آپ اسے خرچ کریں اور جہاد کا سامان کریں۔ جب وہ لوگ لے لیں تو کہنا اس کی رسید بھی مجھے ملنی چاہیئے۔ تاکہ اُن لوگوں کو جنہوں نے بھیجا ہے اعتبار ہو غرض جب وہ مدینہ میں روپیہ لے کر آیا تو سب نے لے لیا اور رسید لکھ دی۔ سوائے امام جعفر صادقؑ کے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آیا تو وہ حضرتؑ مسجد رسولؐ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب فارغ ہوئے تو اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا اے شخص خدا سے ڈر اور اہل بیتؑ رسولؐ کو فریب نہ دے۔ جس نے تجھے بھیجا ہے اُس سے کہدے کہ اہل بیتؑ پیغمبرؐ کو کیوں فریب دیتا ہے؟ غرض جب وہ پھر کر گیا اور سب ماجرا منصور سے بیان کیا تو منصور نے کہا اے ابن مہاجر! اہل بیتؑ نبوت میں ایک شخص محدث ہوا کرتا ہے۔ اور اس زمانہ کے محدث جعفرؑ بن محمدؐ ہیں

منصور کا پوچھنا کہ مکھی کیوں پیدا ہوئی

لکھا ہے کہ منصور بادشاہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک مکھی اُس کی ناک پر بیٹھی۔ اُس نے ہنکا دیا پھر بیٹھی پھر ہنکا دیا۔ یہاں تک کہ چند مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ نہایت عاجز ہوا۔ اتنے میں حضرتؑ تشریف فرما ہوئے۔ کہنے لگا اے ابو عبداللہ! خدا نے مکھیوں کو کس واسطے پیدا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس لئے کہ جو بڑے بادشاہان جبّار ہیں اُن کو ذلیل و عاجز کر دے۔

شیعہ لسانی و شیعہ خالص

ماموں رقی کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ سہل بن حسن خراسانی حاضر ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے یا بن رسول اللہ آپ اہل بیتؑ رسولؐ امام ابن امام ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آپ گوشہ نشین ہیں اور یہ حق خلافت جو آپ کا

حق ہے اس کا دعویٰ نہیں کرتے؟ حالانکہ اس وقت ایک لاکھ شیعہ ایسے ہیں جن کے ہاتھوں میں تلواریں۔ آپ کی مدد کو حاضر ہیں۔ آپ نے اُس سے فرمایا ذرا ٹھہر جا: اور اپنی لونڈی سے فرمایا تنور میں آگ روشن کر۔ جب تنور انگاروں سے بھر گیا فرمایا اے خراسانی اُٹھ اور اس تنور میں چلا جا۔ اُس نے عرض کی یا مولا برائے خدا و رسولؐ مجھے آگ میں نہ جلایئے۔ مجھے معاف کیجئے۔ فرمایا معاف کیا۔ اتنے میں ہارون مکی آ گئے۔ نعلین ہاتھ میں لئے ہوئے تھے کہنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فرمایا نعلین ہاتھ سے رکھ دو۔ اور اس تنور میں چلے جاؤ۔ فوراً نعلین پھینک کر تنور میں جا کر بیٹھ رہے۔ حضرتؑ یہاں اس خراسانی سے خراسان کی باتیں کرتے رہے۔ بعد تھوڑی دیر کے فرمایا تنور میں جا کر دیکھ کیا حال ہے؟ اس نے جو جا کر نگاہ کی دیکھا تو ہارون چار زانو بیٹھے ہیں۔ پھر حکم امام سے نکل کر سلام کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے خراسانی سچ کہہ۔ خراسان میں ایسے لوگ کتنے ہیں؟ عرض کی ایک بھی نہیں۔ فرمایا سچ کہتا ہے۔ ہم لوگ جب تک کہ پانچ آدمی بھی ایسے ہم کو نہ ملیں، جنگ نہیں کر سکتے۔

بیان جفر احمر و ابیض و مصحف و جامعہ و غابر و مزبور و نکت وغیرہ

احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ علم ہمارا غابر ہے اور مزبور ہے اور دلوں میں نقش کرنا ہے اور کانوں میں آواز کا پہنچنا ہے۔ ہمارے پاس ہے۔ جفر احمر ہمارے پاس ہے جفر ابیض اور مصحف فاطمہؑ۔ اور ہمارے پاس ہے جامعہ جس میں کل وہ باتیں ہیں جن کا تمام عالم محتاج ہے۔ کسی نے اِن چیزوں کی تفسیر پوچھی تو فرمایا غابر علم آئندہ ہے اور مزبور علم گذشتہ ہے اور دلوں میں نقش کرنا الہام ہے اور کانوں میں آواز کا پہنچنا ملائکہ کی باتیں ہیں کہ ہم اُن کا کلام سنتے ہیں۔ مگر صورت نہیں دیکھتے۔ اور جفر احمر ایک ظرف ہے جس میں جناب رسولِ خدا کی سلاخیں ہیں۔ اور وہ جب تک قائم اہل بیتؑ ظہور نہ کریں گے نہ نکالا جائے گا۔ اور جفر ابیض ایک ظرف ہے جس میں توریت موسیٰؑ اور انجیل عیسیٰؑ اور زبور داؤدؑ اور قدیم صحیفے ہیں اور مصحف فاطمہؑ میں جو جو باتیں حادث ہوں گی سب لکھی ہیں اور جو لوگ قیامت تک بادشاہ[عہ] ہوں گے۔ ان

عہ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت علی دنیا کے بادشاہوں کا تقرر کرتے ہیں۔ آج بھی یہ ہوتا ہے کہ جس پر آپ کی عنایت ہوتی ہے وہ بادشاہ ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی اپنی کتاب زبانی آئے صفحہ ۱

اُن کے نام لکھے ہیں اور جامعہ وہ کتاب ہے جس کا طول ستر ہاتھ کا ہے۔ اُسے رسولِ خدا نے لکھوایا اور علی بن ابی طالب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس میں روزِ قیامت تک جن جن باتوں کی انسان کو ضرورت ہوگی سب مرقوم ہیں۔ یہاں تک کہ کسی کے بدن میں اگر کوئی خراش کر دے تو اس کا عوض بھی لکھا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کوڑا مارنے اور نصف کوڑا مارنے تک کا حکم مرقوم ہے۔

تبرکاتِ انبیاءؑ

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسولِ خداؐ کی تلوار ہے۔ اور رسولِ خداؐ کا نشان ہے اور ہمارے پاس انگشتری سلیمانؑ ہے اور ہمارے پاس اسمِ اعظم ہے۔ ہمارے پاس الواحِ موسیٰؑ ہیں۔ ہم وارثِ انبیاء ہیں۔

بیانِ شہادتِ حضرت

افسوس ہزار افسوس! مومنین ایسے امام عالی مقام کو منصور لعین نے زہر سے شہید کیا۔ اگرچہ اس نے کئی مرتبہ حضرتؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر حضرتؑ کے معجزات دیکھ دیکھ کر باز رہتا تھا۔ جب آپ کی شہادت کا زمانہ قریب آیا تو منصور نے کچھ انگور زہر آلود والئے مدینہ کے پاس بھیجے کہ کسی حیلہ سے حضرتؑ کو کھلا دے۔ اس ملعون نے وہ انگور بطورِ تحفہ کے آپ کے پاس بھیجے جب آپ نے نوش فرمائے تو تمام جسم میں اُن کا زہر پھیل گیا اور اسی صدمہ سے حضرتؑ نے انتقال فرمایا اور مدینہ میں جنت البقیع میں امام محمد باقرؑ اور امام زین العابدینؑ اور امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؕ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۷) مراد مستقیم طبع لاہور ۱۲۸۵ھ کے صفحہ ۱۰۱ میں لکھتے ہیں "حضرت علی مرتضےٰ کے لئے شیخین پر بھی یہ ایک فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداری کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور انہیں جیسے باقی خدمات آپ کے زمانے سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں" الخ (انجم الحسن)

مجلس شصت و دوم ۶۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیۡ سُوۡرَۃِ یٰسٓ وَکُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ (خداوند حمید قرآن مجید کے سورہ یٰسین میں ارشاد فرماتا ہے۔ جتنی چیزیں نیک و بد کہ ہم نے انہیں گِنا ہے اور لکھا ہے وہ سب امام مبین میں موجود ہیں)

تفسیر امام مُبین

مفسرین نے امام مبین کے معنی میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے لوح محفوظ اور بعضوں نے صحیفۂ اعمال مُراد لیا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ مراد امام مبین سے قبلۂ دنیا و دین جناب امیر المومنینؑ ہیں۔

امام مبین جناب امیرؑ ہیں

چنانچہ معانی الاخبار میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ جناب رسولِ خدا پر نازل ہوا تو وہاں پر ابوبکرؓ وعمرؓ بھی موجود تھے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ امام مبین توراۃ ہے؟ فرمایا نہیں۔ کہا انجیل مُراد ہے؟ فرمایا نہیں۔ اتنے میں جناب امیرالمومنینؑ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے اُن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ھُوَ ھٰذَا الۡاِمَامُ الَّذِیۡ اَحۡصَی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیۡہِ عِلۡمَ کُلِّ شَیۡءٍ۔ (دیکھو یہ ہیں امام مبین یہی وہ شخص ہیں جن میں خداوندِ عالم نے کُل شے کے علم کو احصاء کیا ہے)

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں لکھا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ میں ہوں واللہ امام مبین کہ حق کو باطل سے جُدا کر دیتا ہوں۔ اور یہ علم میں نے جناب رسولِ خدا سے بوراثت پایا ہے۔ مومنین جبھی تو جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں) اور کبھی فرماتے تھے اَنَا دَارُ الۡحِکۡمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں)

منقول[1] ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ مع اپنے اصحاب کے ایک صحرا میں پہنچے

---

[1] در مجمع البحرین لفظ احصاء

جہاں چیونٹیاں بہت تھیں۔ گویا وہ وادی النمل تھا۔ ایک شخص نے کہا سُبْحَانَ مَنْ یَعْلَمُ عَدَدَ هٰذَا النَّمْلِ (پاک ہے وہ خدا جو ان چیونٹیوں کی تعداد جانتا ہے) فرمایا ایسا نہ کہہ بلکہ یہ کہہ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ هٰذَا النَّمْلَ (پاک ہے وہ خدا جس نے ان چیونٹیوں کو پیدا کیا) اُس نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان کی تعداد جانتے ہیں؟ فرمایا؟ ہاں میں سب کے عدد کو جانتا ہوں کہ کس قدر ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں کتنے نر ہیں اور کتنے مادہ ہیں۔ یہ سُن کر اُس کو تسکین نہ ہوئی۔ اُس وقت فرمایا تو نے سورۂ یٰسین نہیں پڑھا ہے؟ اُس نے کہا کیوں نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا تو کیا اُس میں یہ نہیں پڑھا ہے کہ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (اور ہم نے ہر چیز کا احصاء امام مبین میں کر دیا ہے) واضح ہو کہ یٰسین رسولِ خدا کا نام ہے۔ اسی سے خدا نے بعد اس کے فرمایا ہے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (بہ تحقیق تم رسولوں میں سے ہو) اور سورۂ والصّٰفّٰت میں خدا فرماتا ہے سَلٰمٌ عَلٰۤی اٰلِ یٰسِیْنَ (آل یٰسین پر میرا سلام ہو)

تفسیر آل یٰسین

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یٰسین جناب رسولِ خدا ہیں اور آلِ یٰسین اُن کے اہلبیت طاہرین ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اہل بیت رسولؐ پانچ چیزوں میں جناب رسولؐ خدا کے مساوی اور شریک ہیں۔ ایک تو حرمت تصدق میں کہ جس طرح جناب رسولِ خدا پر صدقہ حرام ہے۔ اُسی طرح اُن کے اہل بیتؑ پر بھی صدقہ حرام ہے۔ دوسرے طہارت میں جناب رسولِ خدا کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے طٰهٰ یعنی طاهر۔ اور اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا ہے وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (اور تم کو ایسا طاہر کرے جیسا کہ طاہر کرنے کا حق ہے) تیسرے محبت میں شانِ رسولؐ میں ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (پس تم میرا اتباع کرو اللہ تم کو دوست رکھے گا) اور شانِ اہل بیت میں ہے قُلْ لَّاۤ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (تم کہہ دو کہ میں تم سے اس تبلیغ کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرنا) چوتھے تشہد میں جہاں آنحضرتؐ پر صلوات ہے۔ وہاں اُن کی آل پر بھی صلوات ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ پانچویں سلام میں جناب رسولؐ خدا کے بارے میں ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (سلام خاص ہو آپ پر اے نبی!) اور اہل بیت کے بارے میں ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰۤی

آلِ یٰسِیْنَ؎ (آلِ یٰسین پر سلام ہو)

مناظرۂ جناب امام رضاؑ با علمائے اہلِ سنّت

منقول ہے کہ جناب امام رضاؑ سے اور علمائے اہلِ سنّت نے دربارۂ فضیلت عترتِ اطہار کے گفتگو ہوئی تو حضرتؑ نے اُن سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ اس آیت میں جو خدا نے فرمایا ہے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اس یٰسین سے کون مراد ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ اس سے خاتم الانبیاء جناب رسولِ خداؐ مراد ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا پس صاحب عقل و فہم کے واسطے اسی سے فضیلت اہل بیتؑ ثابت ہے۔ اس لئے کہ خداوندِ عالم نے قرآن میں فقط انبیاءؑ پر سلام بھیجا ہے۔ کہیں فرمایا سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ (عالمین میں نوحؑ پر سلام ہو) کہیں فرمایا ہے سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (ابراہیمؑ پر سلام ہو) کہیں فرمایا ہے سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلام ہو) مگر یہ نہ فرمایا سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ نُوْحٍ (آلِ نوح پر سلام ہو) اور یہ نہ فرمایا سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ (آلِ ابراہیمؑ پر سلام ہو) اور یہ نہ فرمایا سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ مُوْسٰی وَاٰلِ هٰرُوْنَ (آلِ موسیٰؑ و آلِ ہارونؑ پر سلام ہو) مگر جناب رسولِ خداؐ کی آلؑ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ یٰسِیْنَ (یا سین کی آل پر سلام ہو) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور جناب رسولِ خداؐ نے بھی وقتِ وفات اہلِ بیتؑ کے بارے میں بہت تاکید کی تھی۔ اور فرمایا تھا ایہا الناس! میں تم لوگوں میں دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک تو قرآن ہے۔ دوسرے میرے اہل بیتؑ۔ جب تک تم ان دونوں کی اطاعت و پیروی کروگے تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ (طبقات الانوار)

اتباع کی تین قسمیں اور اُن کا ثمرہ

فی الواقع دین و ایمان کی بنا تین ہی چیزوں کی اتباع و پیروی سے ہے۔ ایک تو اتباع نبیؐ۔ دوسرے اتباع قرآن۔ تیسرے اتباع آئمہ علیہم السلام۔ اتباع پیغمبرؐ کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (تم کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو) اور اتباع قرآن کے بارے میں فرمایا ہے وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ (اور اُنہوں نے اس نور کی پیروی کی جو

؎ السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین۔ اس مقام پر صالح بندوں میں اعلیٰ درجہ آلِ محمدؐ کا ہے۔ ۱۲

علیہ

نجم

اس کے ساتھ نازل ہوا تھا۔ اور اتباع آئمہ کے بارے میں فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کا اتباع کیا) اب ان اتباعوں اور پیروئیں کا جو ثمرہ وجزا ہے اُسے بھی سُن لیجئے۔ اتباع نبیؐ سے خداوند عالم اُس کو دوست رکھتا ہے اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اُس کے بعد ہی فرماتا ہے یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمِ (اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ تمہاری خاطر سے بخش دے گا) اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے) اور اتباعِ قرآن سے انسان رستگار ہوتا ہے اور آتش جہنم سے نجات پاتا ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (وہی تو پوری پوری فلاح پانے والے ہیں) اور اطاعت اور پیروی سے آئمہ کی خدا راضی ہوتا ہے اور بہشت میں اس کو جگہ دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد فرماتا ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

سات عدد ہونا اشیاء کا۔

اس مجلس میں کچھ حال جناب امام موسیٰؑ کاظم علیہ السلام کا بیان کرتا ہوں۔ وہ جناب ساتویں امام ہیں۔ دیکھئے آسمان کو خدا نے سات طبق پیدا کیا ہے اور زمین کے بھی سات ہی طبقے قرار دئے ہیں۔ اور جو سیارے ظاہر و مشہور ہیں وہ بھی سات ہیں جنہیں سبعہ سیارہ کہتے ہیں۔ اور اقالیم دنیا جن میں بلادِ معمورہ ہیں وہ بھی سات ہیں۔ اور ایام ہفتہ بھی سات ہیں۔ اور کفار و دشمنان اہلِ بیتؑ کے واسطے خدا نے سات طبقے جہنم کے پیدا کئے ہیں۔ جن کے سات دروازے ہیں لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (اور اس کے سات دروازے ہیں۔ اُن میں سے ہر ہر دروازہ کے لئے ایک بٹا ہوا حصہ ہوگا) اور لڑکا جب سات مہینے کا پیدا ہو تو زندہ رہتا ہے اور جب وہ سات دن کا ہو تو اُس کے عقیقہ کا حکم ہے۔ جب ساتویں برس کا ہو تو اُس کو نماز کی تاکید کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے اُمُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا اور وہ کلمہ جس سے آدمی مسلم ہوتا ہے یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس میں بھی سات لفظ ہیں۔ اور جناب امام موسیٰؑ کاظم بھی ساتویں امام ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

وصفِ امام اور بزغالہ سے کھیلنا

صفوان جمال کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے امام کے اوصاف دریافت کیے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ امام جو ہوتا ہے وہ کبھی لہو و لعب اور بے فائدہ کاموں میں مشغول نہیں ہوتا۔ اتنے میں امام موسیٰ کاظمؑ جو بہت کم سن تھے مکہ معظمہ کی ایک بکری کا بچہ لئے ہوئے آئے اور اس سے فرماتے تھے۔ خدا کا سجدہ کر۔ امام جعفر صادقؑ نے گود میں اٹھا لیا۔ اور فرمایا میں فدا ہوں اُس پر جو لہو و لعب نہیں کرتا۔

حکایت علی بن صالح طالقانی و معجزہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون نے علی بن صالح طالقانی کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو کہنے لگا کہ تو ہی ہے جو کہتا ہے کہ ابر نے مجھے اٹھا کر چین سے طالقان میں پہنچا دیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ ہارون نے کہا بیان کر کیونکر ہوا؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے سفر دریا کیا۔ کشتی میری تباہ ہوئی۔ تین دن تک میں ایک تختہ پر بیٹھا چلا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا نہریں جاری ہیں۔ درخت لگے ہوئے ہیں۔ ایک درخت کے نیچے سو رہا۔ اتنے میں ایک آواز خوفناک سنائی دی۔ میں جاگ اٹھا۔ دیکھا کہ دو جانور نہایت حسین گھوڑے کی صورت میں آپس میں لڑ رہے ہیں جب مجھے دیکھا دونوں بھاگ کر دریا میں چلے گئے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا طائر پہاڑ کے اوپر قریب ایک غار کے اُترا۔ میں چھپ کر اُس کے قریب گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اُڑ گیا۔ جب میں قریب اُس غار کے پہنچا تو آواز تسبیح و تہلیل و تکبیر اور تلاوت قرآن سنائی دی اور قریب گیا۔ اتنے میں اُس غار میں سے آواز آئی اُدْخُلْ یَا عَلِیَّ بْنَ صَالِحِ الطَّالِقَانِی رَحِمَکَ اللّٰہُ (اے علی بن صالح طالقانی چلے آؤ خدا تم پر رحم کرے) میں گیا اور سلام کیا۔ اُس نے جواب سلام دیا اور کہا اے علی تم مقام امتحان میں تھے۔ بھوکے اور پیاسے اور حالتِ خوف میں تھے۔ جو حالتیں تم پر گزری ہیں وہ سب میں جانتا ہوں جس وقت تم سوار ہوئے۔ اور جتنے دنوں دریا میں رہے اور جب تمہاری کشتی تباہ ہوئی۔ اور تم ایک تختہ پر بیٹھے ہوتے چلے اور عاجز ہو کر چاہا کہ اپنے تئیں سمندر میں ڈال دو اور جس ساعت تم نے نجات پائی اور دونوں صورتوں کو دیکھا۔ اور طائر کے دیکھے گئے اور وہ تمہیں دیکھ کر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ یہ سب میں جانتا ہوں۔ میں

نے قسم دے کر پوچھا کہ آپ کو ان باتوں کی کس نے خبر دی؟ فرمایا خداوند عالم الغیب نے۔ پھر کچھ دعا کی فوراً ایک خوان جس پر رومال پڑا تھا نازل ہوا۔ مجھ سے فرمایا تو بھوکا ہے کھالے۔ جب میں نے کھایا تو نہایت لذیذ پایا۔ پھر پانی پلایا جو نہایت شیریں وخوشگوار تھا۔ میں نے کبھی ویسا کھانا نہ کھایا تھا۔ اور نہ ایسا پانی پیا تھا۔ بعد اس کے فرمایا تو چاہتا ہے کہ اپنے شہر کو جائے میں نے کہا بھلا یہاں سے اپنے وطن کیونکر پہنچ سکتا ہوں۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھایا اور دُعا کی اَلسَّاعَۃَ اَلسَّاعَۃَ (ابھی ابھی چلا آ)، اتنے میں ایک ابر کا ٹکڑا آ پہنچا اور آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ وَحُجَّتَہٗ (اے ولی خدا اور اے حجت خدا! آپ پر سلام ہو) آپ نے فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں) اے ابر کہاں کا قصد رکھتا ہے؟ اس نے کہا فلاں جگہ کا۔ فرمایا تجھ سے مطلب نہیں ہے۔ اسی طرح ابر کے ٹکڑے آتے تھے اور آپ دریافت فرماتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک ابر آیا۔ جب آپ نے اُس سے پوچھا تو اُس نے عرض کی میں طالقان کو جاتا ہوں۔ فرمایا اس شخص کو اُٹھا کر اس کے گھر پہنچا دے۔ اُس نے کہا سَمْعًا وَّطَاعَۃً۔ پس اس بزرگوار نے میرا بازو پکڑ کر ابر کے اوپر بٹھا دیا۔ اُس وقت میں نے پوچھا کہ آپ کو قسم ہے خداوند رب العالمین اور خاتم النبیینؐ اور امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرین کی۔ یہ بتلایئے کہ آپ کون بزرگوار ہیں؟ فرمایا اے علیؑ بن صالح تو نہیں جانتا کہ حجت خدا سے کبھی زمین خالی نہیں رہتی۔ میں اس وقت حجت خدا تیرا امام موسیٰؑ بن جعفر ہوں۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا وہ ابر مجھے لے کر اڑا اور ایک چشم زدن میں نہایت راحت و آرام سے طالقان پہنچا دیا۔ میں نے جو دیکھا تو اپنے گھر کے پاس تھا۔ یہ سُن کر ہارون ملعون نے حکم دیا کہ اسے قتل کرو کہ اس حدیث کو کوئی دوسرا نہ سُنے۔

سوالات راہب نصرانی وجوابات حضرت

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام موسیٰ کاظمؑ ملک شام میں پوشیدہ گئے۔ ایک پہاڑ کے غار میں ایک راہب نصرانی کو دیکھا وعظ کہہ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ سال بھر میں ایک دن وعظ کہتا ہے۔ اور وہ آج ہی کا دن ہے۔ جب حضرتؑ اُس کے پاس گئے تو اُس کے دل میں خوف طاری ہوا کہنے لگا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا ہمارے دین پر ہے یا ہم سے خلاف؟ فرمایا میں تیرے دین پہ نہیں ہوں۔ اس نے

کہا تم اُنت مرحوم میں سے ہو؟ فرمایا ہاں۔ کہا علماء میں سے ہو یا جہلا میں سے؟ فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔ اُس نے کہا اچھا چند باتیں میں تم سے پوچھتا ہوں بتاؤ۔ ارشاد ہوا کہ پوچھو اُس نے کہا یہ کہو کہ تم لوگ کہتے ہیں کہ درخت طوبیٰ کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے اور تم لوگ کہتے ہو کہ محمد مصطفیٰؐ کے گھر میں ہے اور شاخیں اُس کی تمام گھروں میں بہشت کے ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے فرمایا آفتاب ایک مقام پر ہے اور اُس کی روشنی ہر جگہ پہنچتی ہے۔ اُس نے پوچھا کہ بہشت میں لوگ کھانا کھائیں گے میوے کھائیں گے اور کچھ کم نہ ہوگا۔ اس کی مثال کیا ہے؟ فرمایا ایک چراغ سے جتنے چراغ جی چاہے جلائیں اُس کی روشنی کم نہ ہوگی۔ اُس نے کہا بہشت میں لوگ کھانا کھائیں گے مگر بول و براز نہ ہوگا اس کی مثال دنیا میں کیا ہے؟ فرمایا جنین کو ماں کے پیٹ میں غذا پہنچتی ہے اور اس کو بول و براز نہیں ہوتا۔ پوچھا کنجیاں بہشت کی سونے کی ہیں یا چاندی کی۔ فرمایا کنجی بہشت کی کلمہ توحید ہے جب کسی نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا دروازہ بہشت کا کھل گیا۔ یہ سُن کر اُس نے کہا سچ فرمایا آپ نے۔ اب میں مسلمان ہوتا ہوں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور جتنے اُس کے ساتھی تھے سب مسلمان ہو گئے۔

حکایت لطیف ہارون و امام موسیٰ کاظمؑ در زمان حج

مفضل بن ربیع کہتا ہے کہ ایک سال ہارون رشید حج کو گیا۔ طواف کے وقت حکم دے دیا کہ اُس کے ساتھ کوئی دوسرا طواف نہ کرے۔ جب اُس نے طواف شروع کیا تو ایک عرب آیا اور وہ بھی طواف کرنے لگا۔ حاجب ہارون نے کہا کہ خلیفہ کے پاس سے ہٹ جا اُس نے جھڑک کر کہا کیوں ہٹ جاؤں یہ وہ مقام ہے جہاں خداوند عالم نے سب کو برابر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے سَوَآءَنِ الْعَاکِفُ فِیْہِ وَالْبَادِ (اس حرم میں یہاں کا رہنے والا اور پردیسی سب برابر ہیں) ہارون نے حاجب کو منع کیا اور طواف کرنے لگا۔ جب وہ طواف کرتا تھا۔ تو اعرابی اس کے آگے آگے ہوتا تھا۔ جب ہارون نے چاہا کہ حجر اسود کا بوسہ لے وہ اعرابی اس کے آگے ہو گیا اور پہلے بوسہ لیا۔ پھر ہارون مقام ابراہیمؑ میں آیا۔ جب نماز کے واسطے کھڑا ہوا وہ اعرابی اُس کے آگے کھڑا ہوا۔ جب ہارون نماز سے فارغ ہوا بلا بھیجا۔ جب غلاموں نے جا کر کہا۔ جواب دیا مجھے کوئی غرض نہیں ہے کہ اُس کے پاس جاؤں۔ اگر اُس کو غرض ہے تو وہ خود آئے۔ یہ سُن کر ہارون خود آیا اور کہنے لگا اگر کہو تو بیٹھ جاؤں۔ کہا یہ میرا مکان نہیں ہے جو مجھ سے اجازت مانگتا ہے۔ یہ خانہ خدا ہے۔ تیرا جی چاہے بیٹھ جا نہ جی چاہے چلا جا۔ ہارون بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے اعرابی تو بڑی جرأت کرتا ہے کہ بادشاہوں کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے؟

کہا ہاں - اُس نے کہا میں تم سے کچھ مسئلے پوچھنا چاہتا ہوں - اگر نہ بتا سکو گے تو البتہ تم کو سزا دوں گا۔ کہا استفادۃً پوچھتا ہے یا مجادلہ کے طور پر؟ کہا استفادۃً پوچھتا ہوں - کہا پھر تو جس طرح شاگرد اُستاد کے سامنے بیٹھا کرتے ہیں - اُس طرح بیٹھ اور جو پوچھنا ہو پوچھ - ہارون نے عرض کی یہ بتایئے کہ واجب شرعی کتنی چیزیں ہیں؟ کہا ایک اور پانچ[۵] اور سترہ[۱۷] اور چونتیس[۳۴] اور چورانوے[۹۴] اور ایک سو ترپن[۱۵۳] ہیں - اور بارہ[۱۲] میں سے ایک اور چالیس[۴۰] میں سے ایک اور دو سو[۲۰۰] میں سے پانچ اور تمام عمر میں ایک - اور ایک کے عوض میں ایک - یہ سُن کر ہارون خوب ہنسا - اور کہنے لگا میں تم سے واجبات پوچھتا ہوں - اور تم حساب گنواتے ہو - جواب دیا کیا تو نہیں جانتا کہ دین و ایمان کا مدار حساب پر ہے - نہیں تو خداوندِ عالم قیامت میں خلائق کا حساب کیوں لیتا - ہارون نے کہا اچھا تم نے جو کہا اُس کی تفصیل بیان کرو - نہیں تو صفا و مروہ کے درمیان میں قتل کرا دوں گا - اس کے ایک نوکر نے سعی کی اور کہا اے بادشاہ اس جگہ کی حُرمت کے لحاظ سے اس کا خون معاف کر - یہ سُن کر وہ اعرابی ہنسا - ہارون نے کہا ہنسے کیا؟ کہا تم دونوں کی عقل پر ہنسا - میں نہیں سمجھتا کہ تم دونوں میں سے زیادہ بیوقوف کون ہے؟ آیا وہ کسی کی موت آئی ہے اور اُسے معاف کراتا ہے - یا وہ جو کسی کی موت ابھی نہیں آئی اور اُسے ہلاک کیا چاہتا ہے؟ ہارون نے کہا خیر اب تفصیل بیان کرو - کہا یہ جو میں نے کہا کہ واجب ایک ہے وہ دینِ اسلام ہے کہ سوائے دینِ اسلام کے اور کوئی دین قبول نہیں اور پانچ جو کہا واجب پانچ نمازیں ہیں - اور سترہ جو کہا وہ سترہ رکعتیں ہیں - اور چونتیس[۳۴] جو کہا وہ چونتیس[۳۴] سجدے ہیں اور چورانوے[۹۴] جو بتائیں وہ چورانوے[۹۴] تکبیریں ہیں اور ایک سو ترپن[۱۵۳] جو کہیں وہ ایک سو ترپن[۱۵۳] تسبیحیں ہیں - اور یہ جو کہا کہ بارہ میں سے ایک واجب ہے وہ بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ رمضان کا ہے - جس کے روزے واجب ہیں اور چالیس میں سے ایک جو کہا وہ چالیس[۴۰] دینار سے ایک دینار زکوٰۃ واجب ہے اور دو سو میں سے پانچ جو کہا وہ دو سو[۲۰۰] درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے - اور تمام عمر میں ایک دفعہ جو کہا وہ حجۃ الاسلام (حج) ہے اور ایک کے عوض میں ایک جو کہا وہ خونِ ناحق ہے - جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ (جان کا بدلہ جان ہے)

---

[۱] تکبیرات و تسبیحات نماز ہائے واجبہ بنا بر مشہور کے اس تعداد کے موافق نہیں ہیں - لہٰذا بظاہر اس روایت میں اس مقام پر بعض رواۃ سے یا کاتبوں سے سہو ہوا ہے - واللہ اعلم ۱۲ منہ

یہ سن کر ہارون بہت خوش ہوا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی پیش کی۔ کہا یہ مسئلہ بتانے کے عوض میں دیتا ہے یا میری باتوں کے سبب سے ؟ کیا تمہاری باتوں کی وجہ سے دیتا ہوں۔ کہا خیر تو میں بھی تجھ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ اگر جواب دیا تو یہ اشرفیاں تو یہاں ہی تقسیم کر دیجیو۔ اور اگر جواب نہ دے سکا تو ایک تھیلی اور دینی پڑے گی کہ میں اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کروں۔ ہارون نے حکم دیا دوسری تھیلی بھی لا کر رکھی گئی۔ اس وقت اُس عرب نے دریافت کیا۔ کہ اے ہارون یہ تو بتا کہ خنفساء[1] کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اُس کو دانہ بھراتی ہے یا دُودھ پلاتی ہے ؟ ہارون گھبرا کے کہنے لگا۔ تعجب ہے مجھ سے ایسا سوال کرتے ہو ؟ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی گروہ کا امیر و حاکم ہوتا ہے تو اس کو ان ہی لوگوں کی سی عقل دی جاتی ہے۔ اور تو تو اپنے آپ کو اس اُمت کا امام سمجھتا ہے۔ تجھ سے جو سوال ہو اس کا جواب دینا چاہیئے۔ ہارون نے کہا تم ہی بیان کرو اور دونوں تھیلیاں لے لو۔ کہا کہ خداوندِ عالم نے جب زمین کو پیدا کیا تو اس میں بہت سے حشرات الارض بھی پیدا کئے جن کی خلقت مٹی سے ہوتی ہے۔ پروردگار عالم نے ان کی روزی بھی اُسی مٹی میں قرار دی ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کی ماں نہ دانہ بھراتی ہے اور نہ دودھ پلاتی ہے۔ بلکہ اس کی زندگی اُس مٹی سے ہوتی ہے۔ یہ سن کر ہارون نے کہا خدا کی قسم ایسا مسئلہ کبھی کسی سے نہ سُنا تھا۔ پھر اس عرب نے دونوں تھیلیاں اُٹھا لیں اور چلا گیا۔ بعض لوگوں نے جو جا کر نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو موسیٰ بن جعفرؑ جناب امام محمد باقرؑ کے پوتے ہیں۔ جب ہارون نے سُنا تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم ایسے پھل ایسے ہی درخت کے ہوتے ہیں۔

حکایت علی بن یقطین در مسئلہ مسح پا

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں ہم لوگوں میں دونوں پاؤں کے مسح میں بہت اختلاف ہوا کہ انگلیوں سے کعبین تک کرنا چاہیئے یا کعبین سے انگلیوں تک۔ یہاں تک کہ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظمؑ کو خط لکھا اور اس مسئلہ کو دریافت کیا تو آپ نے جواب لکھا تم نے جو وضو میں اختلاف لکھا ہے اُسے میں سمجھا۔ اب جس طرح سے میں لکھتا ہوں۔ اسی طرح سے وضو کیا کرنا۔ تین مرتبہ کلی کرنا اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا اور تین مرتبہ مُنہ اور تین مرتبہ ہاتھوں کو انگلیوں سے کہنی تک دھونا۔ اور تمام سر کا مسح کرنا اور کانوں کا بھی ظاہر و باطن مسح کرنا۔ اس کے

[1] کرمے است سیاہ رنگ و بدبو کہ چکتر از جعل کہ آنرا بہ ہندی گبرونڈا گویند۔ اُردو گبریلا، گوبر کا کیڑا۔ ۱۲

بعد دونوں پاؤں کو کعبین تک دھو ڈالنا۔ ہرگز ہرگز اس کے خلاف نہ کرنا۔ جب حضرتؑ کا یہ خط پہنچا تو علی بن یقطین نے نہایت تعجب کیا کہ یہ وضو تو اہل سنّت کا ہے۔ پھر دل میں کہا کہ وہ امامؑ ہیں جس طرح حکم کریں ہم کو بجا لانا چاہیئے۔ اُس وقت سے اسی طرح وضو کرنے لگے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کسی نے ہارون سے کہا کہ علی بن یقطین رافضی ہو گئے ہیں۔ حضرت موسٰیؑ بن جعفرؑ کو امام جانتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ میں اس کا امتحان کروں گا۔ میں چھپ کر دیکھوں گا کہ وہ کیونکر وضو کرتا ہے۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہارون چھپ کر آیا اور ایسے موقع پر کھڑا ہوا کہ یہ تو اُن کو دیکھتا تھا اور وہ اس کو نہ دیکھتے تھے۔ اتنے میں اُنہوں نے وضو کے واسطے پانی مانگا اور اسی طرح وضو کیا۔ جس طرح امامؑ نے حکم دیا تھا۔ پھر تو ہارون بے اختیار سامنے چلا گیا۔ اور کہنے لگا جھوٹے ہیں وہ لوگ جو تمہیں رافضی کہتے ہیں اور بہت کچھ ان کی خاطر کرنے لگا۔ اس کے بعد دوسرا خط حضرتؑ کا اُن کے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا کہ اے علی بن یقطین جس بات کا خوف تھا جاتا رہا۔ اب تم وضو اُسی طرح وضو کیا کرو جو ہم لکھتے ہیں۔ پھر حضرتؑ نے بطریق اہل بیت وضو کرنا اُن کو لکھ بھیجا۔

حکایت ابن یقطین بہ نسبت قمیض

ایک زمانہ میں ہارون نے علی بن یقطین کو خلعت ہائے فاخرہ عطا کئے تھے۔ جس میں ایک پیراہن بھی تھا۔ جو بالکل زرکار بادشاہوں کے لباس سے تھا۔ ابن یقطین نے بہت سا مال اور وہ قمیض حضرتؑ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے اور مال تو سب رکھ لیا۔ مگر قمیص واپس فرما دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ اُس کو حفاظت سے رکھنا۔ ایک وقت میں اس کی بڑی ضرورت ہو گی۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک مرتبہ ابن یقطین اپنے غلام پر ناراض ہوئے اور اُس کو گھر سے نکال دیا۔ اُس نے جا کر ہارون سے کہا کہ علی بن یقطین موسٰیؑ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل ہیں۔ ہر سال اُن کے پاس خمس کا مال بھیجتے ہیں۔ چنانچہ وہ پیراہن جو بادشاہ نے دیا تھا وہ بھی اُن کے پاس بھیج دیا ہے۔ یہ سُن کر ہارون نہایت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر ایسا ہے تو ابھی میں ابن یقطین کو قتل کروں گا۔ اس کے بعد بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو کہنے لگا کہ وہ لباس جو میں نے تم کو دیا تھا وہ ابھی منگواؤ۔ ابن یقطین نے اپنے ایک نوکر سے کہا ہمارے گھر سے فلاں صندوق اُٹھا لاؤ۔ جب صندوق آیا۔ قفل کھول کر وہ قمیض نکال کر سامنے رکھ دیا۔ ہارون نے دیکھا تو اُسی

علہ وہ شاہی قسم کا جبہ تھا ۱۲ چہرہ بستانے

طرح نہ کیا ہُوا خوشبو کیا ہوا رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہُوا۔ اور اُن کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا اور اس غلام کو اس قدر پٹوایا کہ مر گیا۔

معجزہ حضرتؑ کچھ اشرفیوں کو واپس کرنا

شعیب عقر قوفی نے ایک مرتبہ اپنے غلام مبارک نام کو دو سو اشرفیاں دے کر امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ غلام کہتا ہے کہ میں نے جو دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ وہ حضرتؑ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں۔ جب روانہ ہُوا دل میں کہا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شب کے وقت چلنا مناسب نہیں۔ اتنے میں ایک شخص نے آواز دی یا مبارک! میں نے کہا کون ہے؟ اُس نے کہا میں ہوں معتب بھیجا ہُوا جناب امام موسیٰ کاظمؑ کا۔ وہ خط مجھے دے اور جو مال تیرے پاس ہے۔ اُسے منٰے میں حضرتؑ کے پاس پہنچا دینا۔ مبارک کہتا ہے کہ میں نے اُسے خط تو دے دیا اور اشرفیوں کو لئے منٰی میں آیا۔ اور حضرتؑ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے ان اشرفیوں سے تھوڑی سی نکال کر واپس کیں۔ اور باقی رکھ لیں اور فرمایا شعیب سے کہنا کہ ان اشرفیوں کو جہاں سے لیا ہے وہاں ہی رکھ دینا۔ کیونکہ اُس کی عورت کو ان کی حاجت ہے۔ مبارک کہتا ہے کہ جب میں واپس آیا تو اپنے آقا سے اس کو دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی زوجہ فاطمہ سے پچاس اشرفیاں مانگی تھیں کہ دو سو پوری کر کے امام کے پاس بھیجوں مگر اُس نے نہ دیں۔ اور کہا میں فلاں شخص کی زمین زراعت کے لئے مول لینے والی ہوں۔ میں اس وقت تو چُپ ہو رہا۔ پھر اشرفیاں اس سے چھپا کر بھیج دیں غرض جب شعیب نے گنا تو وہی پچاس اشرفیاں تھیں۔

حکایت حماد بن عیسیٰؑ

حماد بن عیسےٰ کہتے کہ ایک مرتبہ میں امام موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور عرض کی خدا اول آپ پر میرے لئے دعا کیجئے کہ خداوند کریم مجھے ایک گھر عطا کرے۔ اور ایک زوجہ اور ایک لڑکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایک غلام بھی دے۔ اور ہر سال حج نصیب کرے۔ حضرتؑ نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْہُ دَارًا وَّزَوْجَۃً وَّوَلَدًا وَّخَادِمًا وَّالْحَجَّ خَمْسِیْنَ سَنَۃً (خداوندا اسے ایک گھر اور ایک زوجہ اور لڑکا اور خادم عطا کر اور پچاس برس تک ہر سال حج نصیب کر) حماد کہتے ہیں حضرتؑ کی دعا کی برکت سے کل چیزیں خدا نے مجھے عطا کیں اور پچاس برس میں پچاس حج بھی میں نے کئے۔ جب حماد

جب حماد اس کے بعد حج کے قصد سے چلے تو مقام جحفہ میں جہاں میقاتِ احرام تھا۔ غسلِ احرام کے قصد سے گئے۔ جب پانی میں اُترے ڈوب کر مر گئے۔

حضرت کا ہارون سے حدودِ فدک بیان کرنا

ایک مرتبہ ہارون نے امام موسیٰؑ کاظم سے کہا فدک جو آپ کا حق ہے لے لیجئے۔ میں واپس کر دوں گا۔ حضرتؑ نے انکار کیا۔ جب اُس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا خیر میں اسی شرط سے لوں گا کہ جتنی اس کی حدیں ہیں تمام حدود کے ساتھ مجھے دے۔ پوچھا اس کی حدیں کیا ہیں؟ فرمایا اگر میں حدود کو بیان کر دوں گا تو تو ہرگز نہ دے گا۔ کہنے لگا آپ کے جدِ بزرگوار کی قسم ہے میں ضرور دوں گا۔ فرمایا پہلی حد[1] اس کی عدن ہے۔ یہ سنتے ہی ہارون کا رنگ فق ہو گیا۔ فرمایا دوسری حد سمرقند ہے۔ یہ سُن کر اُس کا چہرہ برافروختہ ہوا۔ فرمایا تیسری حد افریقہ ہے۔ یہ سُن کر اُس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ فرمایا چوتھی حد سمندر کا وہ کنارہ ہے جو آرمینیہ کے متصل واقع ہے۔ یہ سُن کر ہارون نے کہا کہ اگر یہ سب آپ کو دیدوں تو میرے پاس کیا باقی رہ جائیگا فرمایا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اگر میں فدک کی حدود بیان کروں گا تو تو ہرگز مجھے واپس نہ دیگا اسی وقت سے ہارون کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کس طرح انہیں قتل کرنا چاہیئے۔

وجہ قید کردن حضرت

اور حضرتؑ کو قید میں رکھنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ محمد بن اسمٰعیلؑ نے ہارون رشید سے کہا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے۔ ہارون نے پوچھا میرے سوا دوسرا کون ہے؟ اُس نے کہا موسیٰؑ بن جعفرؑ جن کے پاس تمام ملک کا خراج آیا کرتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون رشید نے عزم کیا کہ حضرتؑ کو مقید کرے۔ چنانچہ حج کے بہانے سے چلے مدینہ میں آیا۔ امام موسیٰؑ کاظم مسجد میں قبرِ رسولؐ کے سرہانے نماز پڑھ رہے تھے کہ اُس نے گرفتاری کا حکم دیا۔ نماز بھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ لوگ آپ کو گرفتار کرکے کھینچتے ہوئے لے چلے اُس وقت آپ قبرِ رسولؐ کی طرف رُخ کرکے فریاد کرنے لگے یا جدّاہ! آپ دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی ذرّیت کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں

بصرہ میں آپ کا مقید رہنا

غرض ہارون نے آپ کو مقید کرکے بصرہ میں عیسےٰ بن جعفر کے پاس جو اس کا بھتیجا

---

[1] مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ تمام بلادِ اسلامیہ جو زیرِ حکومت تیرے ہیں وہ سب مثل فدک مغصوب ہیں کیونکہ خلافت ہمارا حق ہے۔

تھا۔ روانہ کیا۔ وہاں حضرتؑ ایک سال تک قید رہے۔ آخر عیسیٰؑ نے ہارون کو لکھا کہ میں نے بہت کچھ اُن کے حالات کو دریافت کیا۔ مگر سوائے نماز و روزہ و دعا و قرآن کے کبھی میں نے تجھ پر یا کسی دوسرے پر بد دعا کبھی کرتے نہ سُنا۔ اگر تو ان کو نہ بلائے گا تو میں قید سے رہا کر دونگا ہارون نے بغداد بلا بھیجا۔ اور فضل بن ربیع کے حوالہ کیا۔ جب اُس سے قتل کے واسطے کہا تو اُس نے انکار کیا۔ پھر فضل بن یحییٰ کے حوالہ کیا۔ اُس نے بھی قتل سے انکار کیا۔ پھر سندی بن شاہک کے حوالہ کیا۔

چار زندان بان بدلے

مومنین پندرہ برس تک آپ نے ہارون کے زمانہ میں زندگی کی ہے اور ہمیشہ اُس کے قید خانہ میں رہے۔ یہاں تک کہ چار زندان بان بدلے گئے۔ پہلے حضرتؑ کے قید خانہ کا نگہبان عیسٰے بن جعفر تھا۔ بعد اس کے فضل بن ربیع۔ بعد اُس کے فضل بن یحییٰ برمکی بعد اس کے سندی بن شاہک۔ مگر باایں ہمہ حضرتؑ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ شب و روز اسی قید خانہ میں عبادتِ خدا پر آمادہ اور سجدۂ خالق میں افتادہ رہتے تھے

قید خانہ میں حضرت کی عبادت

چنانچہ راوی کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں فضل بن ربیع کے پاس گیا۔ وہ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ جھک کر دیکھو اس گھر میں کیا ہے۔ میں نے کہا کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اُس نے کہا اچھی طرح دیکھو میں نے جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی سجدہ میں ہے۔ میں نے کہا کوئی آدمی سجدہ کر رہا ہے۔ فضل نے کہا تو نہیں پہچانتا یہ موسیٰؑ بن جعفر ہیں۔ تمام شب و روز میں جب کبھی میں دیکھتا ہوں انہیں اسی حالت میں پاتا ہوں۔ یہ نماز صبح پڑھکر وظیفہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو۔ بعد اس کے سجدہ میں جاتے ہیں۔ دوپہر تک سجدہ میں رہتے ہیں اور کسی کو مقرر کر رکھا ہے کہ اوقات نماز سے خبر کر دے۔ جب وہ خبر دیتا ہے تو پھر اُٹھ کر بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھتے ہیں۔ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو افطار کرتے ہیں۔ اس کے بعد تجدید وضو کرتے ہیں۔ پھر سجدہ میں جاتے ہیں یہاں تک کہ نماز شب میں مشغول ہوتے ہیں۔ طلوع فجر تک یہی حالت رہتی ہے۔ مگر مومنین ہارون ملعون کیا شقی تھا کہ دنیا کے واسطے ایسے عبادت گزار کو ایسی ایذائیں دیں اور درپئے قتل ہوا۔

ہارون نے حضرتؑ کی تصویر بنائی اور غلاموں کو اُس کے زخمی کرنے کا حکم دیا

مومنین کئی مرتبہ اُس نے چاہا کہ حضرتؑ کو قتل کرے۔ مگر ممکن نہ ہوا۔ چنانچہ اُس نے اکثر اپنے غلاموں سے کہہ رکھا تھا کہ جب موسیٰؑ بن جعفر ہمارے پاس سے جایا کریں تو موقع پاکر تم اُن کو راہ میں قتل کر ڈالنا۔ جب وہ غلام قصد کرتے تھے تو ایسا خوف اور رعب طاری ہوتا تھا کہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ جب بہت دن ہو گئے تو اس شقی نے حضرتؑ کی تصویر لکڑی کی بنوائی۔ جب وہ غلام نشہ میں ہوتے تھے تو حکم دیتا تھا اسے تلواروں سے ٹکڑے کرو۔ چھریوں سے ذبح کرو وہ سب ہمیشہ یوں ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ سب نشہ میں تھے کہ ہارون نے حضرتؑ کو اسی طرف سے نکالا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا حسبِ معمول تلواریں لے کر دوڑے۔ حضرت نے اُن سے زبانِ خُزری اور ترکی میں جو اُن کی زبان تھی کلام کیا۔ وہ تلواریں پھینک کر قدموں پر گر پڑے۔ اور بوسے دینے لگے۔ اور جہاں حضرت رہتے تھے وہاں تک پہنچا آئے۔ جب لوگوں نے اُن سے دریافت کیا تو کہا یہ بزرگوار تو ہر سال ہمارے ملک میں جاتے ہیں۔ ہمارے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ہم لوگوں میں مصالحہ کراتے ہیں۔ جب قحط پڑتا ہے تو ان ہی کے ذریعہ سے ہم لوگ طلبِ باراں کرتے ہیں۔ جب کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو ان ہی کے طفیل سے نجات پاتے ہیں۔

خُرمے زہر ملا کے بھیجنا اور ایک کتّے کا ہلاک ہونا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہارون نے ڈورے کو زہر میں بھگویا۔ اور سوئی میں ڈال کر ایک خُرمہ میں کھینچا اور اُسے اُنیسؔ خرموں میں ملا دیا۔ اور سب کو ایک سینی میں رکھ کر غلام سے کہا کہ موسیٰؑ بن جعفر کے پاس لے جا اور میری طرف سے کہنا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چُن کر یہ آپ کے پاس بھیجے ہیں۔ آپ ان کو تناول فرمالیں۔ اور کسی دوسرے کو شریک نہ کریں۔ جب غلام لایا تو آپ نے نوش فرمانے شروع کئے۔ ہارون کا ایک کُتّا تھا جسے سونے اور جواہرات کی زنجیر میں باندھا تھا۔ جب اُس نے حضرتؑ کو نوش فرماتے دیکھا زنجیر تڑا کر حضرتؑ کی طرف دوڑا اور رطب زہر آلود کی طرف مُنہ پھیلانے لگا۔ گویا مطلب یہ تھا کہ اے آقا اس میں زہر ملا ہے اسے آپ نوش نہ فرمائیں۔ حضرتؑ نے وہ دانہ اس کی طرف پھینک دیا۔ وہ کھاتے ہی زمین پر گر پڑا اور تڑپ کر مر گیا۔ آپ نے باقی رطب نوش فرمائے۔ خادم نے جب ہارون سے یہ ماجرا بیان کیا تو کہنے لگا کہ ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوا

زہر بھی ضائع ہوا۔ کتا بھی مر گیا۔ غرض وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ اب کس حیلہ سے ان کو قتل کروں۔

حضرتؑ کا مدینہ جانا اور جناب امام رضا کو وصی کرنا

لکھا ہے کہ جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو آپ نے اپنی وفات سے تین دن پہلے مسیّب بن زہیر سے جو قید خانہ کا وکیل تھا فرمایا اے مسیّب میں آج کی شب مدینہ جاتا ہوں۔ تاکہ اپنے فرزند علیؑ رضا کو اسرارِ امامت سپرد کر آؤں اور ان کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کر آؤں۔ مسیّب نے کہا زندان کے دروازے بند ہیں۔ قفل لگے ہوئے ہیں۔ نگاہبانوں کا پہرا ہے۔ آپ کیونکر جا سکتے ہیں؟ فرمایا تمہارا یقین ضعیف ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کچھ دعا کی زنجیر پاؤں سے جدا ہو گئی۔ اور آپ نظر سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر تشریف لاتے اور پاؤں میں زنجیر پہن لی۔ فرمایا اے مسیّب! میں تیسرے دن دنیا سے گزر جاؤں گا۔ تم کچھ غم نہ کرنا۔ میرے فرزند علی کو اپنا امام اور مولا سمجھنا۔ آخر ہارون ملعون نے سندی بن شاہک کے ذریعہ سے خرموں میں زہر ملا کر دلوایا جس کی وجہ سے تین دن تک حضرتؑ نہایت بے چینی کی حالت میں رہے۔ تیسرے روز انتقال فرمایا۔

جسرِ بغداد پر حضرت کا جنازہ رکھا جانا

جب حضرتؑ نے شہادت پائی تو سندی ملعون نے اسی طرح آپ کے جنازہ کو اٹھوا بغداد کے پُل پر رکھوا دیا اور پکار کر کہتا تھا کہ دیکھو یہ موسیٰ بن جعفر ہیں۔ جنہیں رافضی گمان کرتے تھے کہ کبھی نہ مریں گے۔ اتنے میں اس کا گھوڑا چراغ پا ہوا اور دجلہ بغداد میں اسے گرا دیا۔ وہ ملعون ڈوب کر واصل جہنم ہوا۔

سلیمان بن جعفر کا کفن و دفن میں شریک ہونا

لکھا ہے کہ سلیمان بن جعفر منصور کا پوتا اپنے دروازے پر بیٹھا تھا اور پانی برس رہا تھا کہ اتنے میں آپ کا جنازہ ادھر سے گزرا۔ کہنے لگا پوچھو تو یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا موسیٰؑ بن جعفرؑ قید خانہ میں مر گئے ہیں۔ ہارون نے حکم دیا ہے کہ ان کو اسی طرح دفن کر دو۔ سلیمان نے جب سنا کہنے لگا۔ افسوس امام موسیٰ کاظمؑ فرزند امام جعفر صادقؑ اس طرح دفن کئے جائیں۔ فرض کیا کہ اگر دنیا میں اُن سے ملک کا خوف تھا تو امور آخرت میں کیوں حق ادا نہ کیا جائے۔ بعد اس کے سلیمان نے غلاموں کو تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اور ایک کفن بردِ یمانی نہایت عمدہ دیا جو دو ہزار پانچ سو دینار کی قیمت کا تھا۔

اور اس پر تمام قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔ اور خود بھی ننگے پاؤں گریبان چاک ساتھ گیا۔ اور مقابر قریش میں جہاں اس وقت حضرتؑ کی قبر ہے اور بنام کاظمین مشہور ہے۔ دفن کیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مومنین کیسی کیسی مصیبتیں آپ کے امام ہفتم پر پڑی ہیں۔

مدتِ قید

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سات برس حضرتؑ مقید رہے اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ چودہ برس حضرتؑ قید خانہ میں رہے اور قید خانہ ہی میں زہر سے شہید کئے گئے۔ جب سندی ملعون کو آپ کی شہادت کا یقین ہو گیا۔ اُس وقت جسم اقدس سے بیڑیاں برسوں کے بعد نکلوائی گئیں۔

غرض بیانِ غمِ اہلبیتؑ آساں نیست حکایتیست کہ آنرا بشرح پایاں نیست

مجلس ۶۳ شصت و سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ؕ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىھَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿﴾ (خداوند حمید قرآن مجید کے سورۂ نور میں ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ کافر ہیں اُن کے اعمال مثل اُس نمایش آب کے ہیں جو صحرا میں ہو پیاسا اُسے دیکھ کر گمان کرتا ہے کہ پانی ہے۔ جب وہاں پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو (یعنی عذاب خدا کو) اپنے پاس پاتا ہے۔ پس پورا کر دیتا ہے۔ خدا اُس کے حساب کو اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یا مثال اعمالِ کفار کی مثل اُن تاریکیوں کے ہے جو دریائے ذخار میں ہوں۔ وہ دریا جسے ڈھانپ دیا ہر موج نے۔ اُس کے اوپر سے۔ پھر ایک موج ہو اُس کے اوپر سے ایک ابر ہو۔ یہ تاریکیاں ایسی ہیں کہ ایک کے

اوپر ایک ہوتی گئیں۔ اگر کوئی اپنا ہاتھ نکال کر دیکھنا چاہے تو اُسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور جس کو خدا نے روشنی نہیں دی ہے اُس کے واسطے کوئی نُور نہیں ہے)

تفسیر آیہ سراب

تفسیر اہل بیتؑ میں وارد ہے کہ مراد ظلماتِ بحر سے شخصِ اوّل ہے۔ اور اُس پر موج نے جو ڈھانپ دیا وہ ثانی ہے۔ اور اُس کے اوپر جو موج نے اور تاریک کر دیا وہ ثالث ہے۔ اور اُس کے اُوپر جو ابر نے چھپا دیا وہ خامس ہے اور جن تاریکیوں نے ایک کے اوپر ایک ہو کے نور شریعت و امامت کو چھپا دیا وہ خلفائے بنی اُمیہ و بنی عباس ہیں۔ اور نور سے مراد آئمہ اہل بیتؑ ہیں جیسا کہ خدا سورۂ تحریم میں فرماتا ہے نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ یعنی آئمہ طاہرینؑ قیامت کے دن اپنے شیعوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔ اس طرح کہ اُن کا نُور سامنے اور داہنی جانب شیعوں کے ہوگا۔ اور وہ سب اُس نور امامت کی روشنی میں داخل بہشت ہوں گے۔ اور سورۂ فرقان میں فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ یعنی اُس دن کہ قیامت ہوگی تو وہ ظالم اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھاتے گا۔ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا کہتا ہوگا کہ کاش میں رسولؐ کے ساتھ راہِ حق کو اختیار کرتا۔ جناب امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ مراد اُس کی یہ ہے کہ کاش میں رسولؐ کے ساتھ علیؑ کو بھی ولی قرار دیتا يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ہائے افسوس اس فلاں شخص کو یار نہ بناتا۔ یعنی ایسا ہمراز نہ بناتا۔ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي کہ اُس نے میرے پاس آ کے مجھے ذکر سے یعنی ولایت و محبت علیؑ سے پھیر دیا اور گمراہ کر دیا۔ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا۔ بیشک وہ میرے لئے شیطان تھا کہ شیطان ہی انسان کو بے نصیب کرتا ہے وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ اُس وقت پیغمبر خدا فرمائیں گے۔ اے میرے پروردگار بتحقیق کہ میری قوم نے اس قرآن کو بیہودہ اور ہذیان قرار دیا اور اُس پر ایمان نہ لاتے اور اُسے چھوڑ دیا۔
پس خداوندِ عالم واسطے تسلی و تسکین اپنے حبیبؐ کے ارشاد فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ۔ اے رسولؐ تم کچھ رنج نہ کرو ہم نے اسی طرح ہر نبی کے واسطے گنہگاروں میں سے ایک ایک دشمن قرار دیا ہے۔ یعنی وہ لوگ

بھی اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ دشمنی کیا کرتے تھے۔ جیسے نمرود ابراہیمؑ کے ساتھ اور فرعون موسیٰؑ کے ساتھ اور ان پیغمبروںؑ نے صبر کیا پس تم بھی صبر کرو۔ وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّنَصِیْرًا۔ (اور کافی ہے تمہارا خدا وہی تم کو راہِ صبر دکھاتے گا اور وہی تمہاری مدد کرے گا) مومنین! یہی حالت کُل اوصیائے رسولِ خدا کی رہی ہے۔ جو اُن کے خلفاء اور جانشین تھے اور حجت خدا روئے زمین پر تھے کہ ہر ایک کا دشمن ہوا کیا اور اُس نے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچائیں۔ جنابِ امیرؑ کا دشمن فرعون اہل بیتؑ تھا۔ اور امام حسنؑ کا دشمن ابن ابی سفیان تھا۔ اور امام حسینؑ کا دشمن یزید ملعون تھا۔ امام زین العابدینؑ کو ولید بن عبدالملک نے زہر سے شہید کیا۔ امام محمد باقرؑ کو ہشام بن عبدالملک نے شہید کرایا۔ امام جعفر صادقؑ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا۔ موسیٰ کاظمؑ کو ہارون لعین نے زہر دیا۔ امام رضاؑ کو مامون ملعون نے زہر سے طوس میں شہید کیا۔ اسی طرح سب اماموں کے ساتھ اشقیاء پیش آتے۔ آخر بہ مصلحت اس کے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ خداوندِ عالم نے امام دوازدہم حضرت صاحب العصر والزمانؑ کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ حالانکہ ان ائمہ اطہارؑ کو اُن اشقیائے فجار سے کوئی غرض دنیاوی متعلق نہ تھی۔ ناحق درپئے آزار ہوئے۔ کوئی قصور نہ تھا اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ۔ مگر یہ کہ راہِ خدا کی ہدایت دینِ رسولؐ کی اشاعت فرمایا کرتے تھے۔ جناب امام رضاؑ کو جو مامون نے مدینہ سے بلا بھیجا اور مکاری سے اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اُس سے مقصود یہی تھا کہ ایسا نہ ہو یہ مدینہ میں رہیں اور شیعہ ان کے مجتمع ہو کے ہم سے آمادۂ جہاد ہوں اور ہم کو خلافت سے معزول کر دیں۔ اگر ان کو ولیعہد کر دیں گے تو سادات ہم سے مخالفت اور جنگ نہ کریں گے۔

گفتگوئے جناب امام رضاؑ با مامون در بارۂ استخلاف ولیعہدی

چنانچہ منقول ہے کہ جب مامون نے حضرتؑ کو مدینہ سے بلا بھیجا اور خلافت کی تکلیف دی تو حضرتؑ نے فرمایا اگر یہ خلافت تیرا حق ہے تو اُس سے علیحدہ ہونا تجھے لازم نہیں۔ اور اگر غیر کا حق ہے تو پھر جو چیز تیری نہیں ہے اُسے دوسرے کو دیتا کیا ہے۔

الغرض ہر چند اُس نے کہا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آخر ولیعہدی کو کہا تب آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے سُنا ہے اور اُنہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ سے روایت

کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے میرے بارے میں فرمایا تھا کہ میں تیرے قبل زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔ اور ہارون کے قریب میں دفن کیا جاؤں گا۔ مامون نے کہا میرے ہوتے کس کی مجال ہے کہ آپ کو قتل کرے۔ فرمایا تیرا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علیؑ بن موسیٰؑ نے سابق میں خود سے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ دُنیا موافق نہ تھی۔ جب موافق ہوئی تو خلافت کے لالچ سے ولیعہدی کو قبول کر لیا۔ مامون یہ سُن کر برہم ہُوا اور کہنے لگا عمر ابنِ خطاب نے چھ شخصوں میں خلافت کے واسطے شوریٰ قرار دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ جو مخالفت کرے اُس کی گردن مارنا۔ اگر آپ بھی قبول نہ کریں گے تو قتل کروں گا۔ فرمایا اگر ایسا ہے تو خدا نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ بمجبوری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر اس شرط سے کہ میں کسی امر سلطنت میں دخل نہ دوں گا کوئی تغیر و تبدل نہ کروں گا۔ نہ کسی کو موقوف کروں گا اور نہ بحال کروں گا۔ اُس نے قبول کیا اور ایک روز بہت سامان کیا۔ لوگ جمع ہوئے اور سب سے حضرتؑ کی بیعت لی۔ ازبسکہ اس مجلس میں ذکر جناب امام رضا علیہ السلام مقصود ہے۔ لہٰذا بعض حالات اُن جناب کے بیان کئے جاتے ہیں۔

وجہ تسمیہ رضاؑ

آپ کا نام علی الرضا ہے۔ رضا اس واسطے نام ہُوا کہ اُن حضرت سے مخالف و موافق سب راضی ہونے والے تھے۔ اور یہ نام آپ کا خدا نے رکھا تھا۔

دیکھئے خداوند عالم نے بہت سی چیزوں کی بناء آٹھ پر رکھی ہے۔ ارباب صدقات آٹھ ہیں۔ حضرت موسٰیؑ نے آٹھ برس دنبیوں کا چرانا مہر بنتِ شعیبؑ قرار دیا تھا۔ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ (میں ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے تم سے ایک کا نکاح اس شرط پر کر دوں کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو) اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہشت پہل تھی اور حاملانِ عرش بروز قیامت آٹھ ہیں۔ خدا فرماتا ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (اور اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر تمہارے پروردگار کے عرش کو اُٹھائے ہوں گے) اور افلاک سات ہیں اور فلک البروج جو اُس پر محیط ہے وہ آٹھواں ہے اور بہشت بھی آٹھ ہیں اور علی الرضا میں آٹھ حرف ہیں۔ اور وہ حضرتؑ بھی آٹھویں امام ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

روایت سلسلۂ الذہب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا سلسلۂ ابوّت سات بزرگوں تک پہنچتا ہو اور اُس سے مسلسل حدیث نقل کی گئی ہو۔ سوائے علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب علیہم السّلام کے۔ اور اس سلسلہ کو سلسلۃ الذّہب کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے سلاطین سامانیہ میں کسی نے وصیّت کی تھی کہ سونے کے پانی سے اس سلسلہ کو لکھ کر اُس کے ساتھ دفن کر دیں۔ اس کے مرنے کے بعد کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا۔ جب پوچھا تو کہا کہ خداوندِ عالم نے اس کی برکت سے جو میں نے اس سلسلہ کو سونے سے لکھوایا۔ اور اس کی عزّت و حرمت کی تھی۔ میرے تمام گناہ بخش دئے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں اگر یہ سند مجنوں پر پڑھی جائے تو وہ اچھا ہو جائے۔ اور اگر کسی بیمار پر پڑھی جائے تو وہ صحت پائے۔

اب میں اس سند کو ایک حدیث کے ساتھ بیان کرتا ہوں تاکہ مومنوں کے دل خوش ہو جائیں اکثر علمائے اہلسنّت نے لکھا ہے کہ جب امام رضاؑ حسب الطلب مامون مدینۂ منورہ سے روانہ ہوئے اور نیشاپور پہنچے اُس وقت آپ ایک اشترِ اشہب پر سوار تھے۔ کجاوہ پر پردہ پڑا ہوا تھا ہزاروں خلائق علماء و محدثین ساتھ ساتھ تھے۔ لوگ زیارت دیدارِ مبارک کے واسطے ہجوم کئے ہوئے تھے۔ کوئی روتا تھا کوئی خاک پر لوٹتا تھا۔ کوئی اشتر کے سُم کو بوسہ دیتا تھا۔ اس قدر غل تھا کہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ علماء نے سب کو خاموش کیا اور حضرت سے عرض کی کوئی حدیث اپنے آبائے طاہرینؑ سے ارشاد فرمایئے۔ آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ پردہ اٹھا دو۔ پردہ اٹھا دیا گیا۔ دیدارِ جمالِ مبارک سے لوگوں کی آنکھیں نُورانی ہو گئیں۔ دیکھا کہ دو گیسو مثل جنابِ رسولِ خدا کے دوشِ مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار عبدِ صالح موسیٰؑ بن جعفرؑ نے بیان کیا اور انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار امام جعفرِ صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار باقر علمِ انبیاءؑ محمد باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سید الساجدینؑ علیؑ بن الحسینؑ سے اور انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سیّد شباب اہل الجنّۃ حسینؑ بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سیّد العرب علیؑ بن ابیطالب سے اور انہوں نے سیّد الانبیاء جناب رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِيْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِيْ (یعنی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میرا قلعہ ہے جس نے اسے

کہا۔ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بےخوف ہو گیا) اس کے بعد پردہ کجاوہ کا گرا دیا گیا۔ اور حضرتؑ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ لکھا ہے کہ بیس ہزار آدمیوں نے اس حدیث کو لکھا۔ جب حضرتؑ وہاں سے آگے بڑھے تو لوگوں سے پکار کے یہ بھی فرمایا بِشُرُوطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوطِهَا یعنی فقط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا نجات کے واسطے کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کچھ شروط ہیں اور منجملہ ان شروط کے میں بھی ہوں۔ یعنی مجھے امام مفترض الطاعۃ سمجھو اور ہماری محبت و اطاعت کرو۔ جب تک ہماری محبت و اطاعت نہ ہوگی ہرگز نجات نہیں ہو سکتی۔

بیان علم حضرت

حضرتؑ کے علم کا یہ حال تھا کہ مامون امتحاناً اکثر چیزیں پوچھا کرتا تھا۔ اور آپ سب کا جواب آیات قرآنی سے دیا کرتے تھے۔ محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ان مسائل کو جو حضرتؑ سے پوچھے گئے اور آپ نے جواب دیئے ایک کتاب میں جمع کیا تو اٹھارہ ہزار مسئلے تھے۔ اور مامون کل مذاہب کے علماء کو جمع کراتا تھا اور حضرتؑ سے مباحثہ کراتا تھا۔ اور آپ ایک ایک کا جواب دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص ساکت ہو جاتا تھا۔

جاثلیق نصرانی کے ساتھ حضرتؑ کا مباحثہ

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جاثلیق نصرانی متکلمین اسلام سے مباحثہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم اور تم سب لوگ نبوت عیسیٰؑ پر اور ان کی کتاب پر اور اس بات پر کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اتفاق رکھتے ہیں اور تمہارے پیغمبرؐ کی نبوت میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور ان کی موت کے سب قائل ہیں۔ پھر ان کی نبوت پر کون سی دلیل ہے۔ کسی سے کچھ جواب نہ ہو سکا۔ لوگ اس کو امام رضاؑ کے پاس لے آئے۔ اس نے پوچھا کہ آپ نبوت عیسیٰؑ اور ان کی کتاب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ کیا آپ انکار رکھتے ہیں۔ فرمایا میں نبوت عیسیٰؑ اور ان کی کتاب کا اقرار رکھتا ہوں۔ اور جس چیز کی انہوں نے اپنی امت کو بشارت دی ہے اور حواریین نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اس کا بھی قائل ہوں۔ البتہ جس عیسیٰؑ نے نبوت محمدؐ کا اقرار نہیں کیا اور ان کی بشارت نہیں دی اس عیسیٰؑ کا اور اس کی کتاب کا قائل نہیں ہوں۔ پھر فرمایا اے اے نصرانی خدا کی قسم میں حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا قائل ہوں۔ اس لئے کہ وہ محمد مصطفیٰؐ کی

عـہ یہ جواب اس گروہ کو دیا تھا جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتا تھا ۱۲

نبوت کا اقرار کرتے تھے ۔ اور میں عیسیٰؑ کے بارے میں ہرگز طعن نہیں کرتا۔ البتہ اتنا کہتا ہوں کہ وہ نماز و روزہ کم کیا کرتے تھے۔ جاثلیق نے برہم ہو کے کہا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ دونوں کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو عبادت میں بسر کرتے تھے۔ فرمایا علیہ السلام تو خدا تھے پھر وہ عبادت کس کی کرتے تھے؟ اگر بندۂ خدا نہ ہوتے تو دوسرے کو معبود کیوں قرار دیتے؟ یہ سن کر وہ چپ ہو گیا۔ بعد اس کے کہنے لگا کہ وہ مُردے کو زندہ کرتے تھے۔ اور کورِ مادرزاد اور مبروص کو اچھا کرتے تھے۔ یہ سب کام خدا کے ہیں۔ فرمایا الیسعؑ پیغمبر بھی پانی پر چلتے تھے۔ اندھے اور مبروص کو اچھا کرتے تھے۔ حزقیلؑ پیغمبر نے پینتیس ہزار آدمیوں کو ان کے مرنے کے ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے طیور کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھر زندہ کر دیا جناب موسیٰؑ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے خدا کے دیکھنے کو کہا تھا۔ جب وہ سب تجلی طور سے ہلاک ہو گئے پھر زندہ کر دیا۔ اور اسی طرح ہمارے پیغمبر نے بھی معجزہ دکھایا ہے۔ اور ان سب کا ذکر توریت و انجیل و زبور و فرقان میں موجود ہے تو اگر مردہ کے زندہ کرنے سے آدمی خدا ہو جائے تو تم لوگوں کو چاہیئے کہ ان لوگوں کی خدائی کے بھی قائل ہو جاؤ۔ یہ سُن کر وہ نصرانی مسلمان ہو گیا

بیان اخلاق حضرت

حضرت کے اخلاق میں لکھا ہے کہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے۔ کسی کی حاجت رد نہیں فرماتے تھے۔ کسی کے سامنے دونوں پاؤں پھیلا کے نہیں بیٹھتے تھے۔ کبھی اپنی لونڈی غلاموں کو بُرا نہ کہا۔ بلکہ اُن کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کے کھانا کھاتے۔ شب کو کم سوتے تھے۔ اکثر تمام شب عبادت میں بسر کرتے تھے۔ روزے بہت رکھتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ احسان کرتے تھے۔ اور اکثر شب ہائے تاریک میں صدقہ دیا کرتے تھے۔ چٹائی پر بیٹھتے تھے اور موٹا لباس پہنتے تھے۔ البتہ جب لوگوں کے پاس جاتے تھے تو عمدہ لباس پہن لیتے تھے

روایت سفیان ثوری

ایک مرتبہ سفیان ثوری حضرتؑ کو ملا۔ آپ خز کا لباس پہنتے تھے۔ کہنے لگا۔ آپ فرزند رسولؐ ہو کے ایسا لباس پہنتے ہیں۔ فرمایا ہاتھ لاؤ۔ اس کا ہاتھ لے کر دکھا دیا کہ خز کے نیچے پلاس کا کپڑا۔ فرمایا اے سفیان ظاہری لباس خلائق کے واسطے ہے اور باطنی لباس خدا کے واسطے۔

حضرت کا ایک جنازہ کی مشایعت کرنا اور اس کے ساتھ ملاطفت فرمانا

موسیٰ بن خیار کہتا ہے کہ میں امام رضاؑ کے ساتھ شہر طوس میں جاتا تھا کہ ایک طرف سے

رونے کی آواز آئی۔ میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی جنازہ جا رہا ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ حضرتؑ نے بھی پاؤں رکاب سے نکالا اور پیادہ ہو کر جنازہ کے پاس گئے اور دوش مبارک پر اُٹھایا اور روتے جاتے تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ اے موسیٰ جو شخص ہمارے شیعہ کے جنازہ کی مشایعت کرے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے۔ گویا اُسی روز ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ جب جنازہ قبر کے پاس رکھا گیا تو حضرتؑ پاس گئے اور لوگوں کو ہٹا دیا۔ اُس میّت کے سینہ پر ہاتھ رکھ کے فرمایا۔ اے فلاں بن فلاں تجھے بشارت ہو جنّت کی۔ اب اس وقت سے تجھے کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ موسیٰ نے کہا میں فدا ہوں آپ پر آپ تو کبھی آج کے سوا اس شہر میں نہیں آئے تھے کیونکر اس کو پہچانا۔ فرمایا اے موسیٰ! تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ جو روئے زمین پر حجّت خدا اور امام ہیں ہر صبح و شام ہمارے شیعوں کے اعمال ہم پر عرض کئے جاتے ہیں جو کوئی قصور ہم اُن کا پاتے ہیں تو خداوندِ عالم سے عفو کے خواستگار ہوتے ہیں۔ اور جو اچھی بات پاتے ہیں تو خدا سے اُس کی جزا چاہتے ہیں۔

ایک شخص کا پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھنا اور حضرتؐ کا اُس کو اٹھارہ خرمے عطا فرمانا

کتاب مناقب میں کتب اہلسنّت سے منقول ہے۔ محمد بن کعب کہتا ہے کہ میں مقام جحفہ میں جو میقات اہل شام ہے سو رہا تھا۔ خواب میں جناب رسولؐ خدا کو دیکھا کہ ایک مقام پر تشریف رکھتے ہیں۔ میں پاس گیا تو فرمایا اے شخص! جو سلوک نیک تو میری اولاد سے کرتا ہے اُس سے میں بہت خوش ہوں۔ میں نے عرض کی اگر میں دنیا میں اُن کے ساتھ نیکی نہ کروں گا تو پھر کس کے ساتھ کروں گا۔ فرمایا آخرت میں اس کا عوض تجھے دوں گا اور حضرتؐ کے سامنے ایک طبق میں مدینہ کے خرمے جن کو صیحانی کہتے ہیں رکھے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک مٹھی اُٹھا کر مجھے دئے۔ میں نے جو گنا تو اٹھارہ خرمے تھے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ میں اٹھارہ برس زندہ رہوں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میں نے سُنا کہ جناب امام رضاؑ مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہیں۔ میں بھی گیا۔ دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے۔ اور وہ حضرتؑ اُسی جگہ بیٹھے ہیں۔ جہاں میں نے پیغمبر خدا کو دیکھا تھا۔ اور ویسی ہی چٹائی ہے۔ جس پر پیغمبر خدا تشریف رکھتے تھے۔ اور سامنے حضرتؑ کے ایک طبق میں صیحانی خرمے رکھے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور ایک مٹھی خرمے اُٹھا کر مجھے عنایت فرماتے میں نے جو گنے تو وہی اٹھارہ خرمے تھے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ اور بھی دیجئے۔ فرمایا

اگر میرے جدِ بزرگوار نے اس سے زیادہ دیتے ہوتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔ ابن سنان کہتا ہے کہ مامون کا قاعدہ تھا کہ دیوانِ مظالم میں دوشنبہ اور پنجشنبہ کو انصاف کے واسطے بیٹھا کرتا تھا اور حضرتؑ اُس کے داہنی جانب ہوا کرتے تھے۔

ایک شخص صوفی کا مامون سے مباحثہ کرنا۔

ایک مرتبہ ایک شخص صوفی کوفہ کے رہنے والے نے چوری کی۔ جب سامنے لایا گیا تو مامون نے اُس کے چہرے سے اور لباس سے خوبی اور دینداری کے آثار پائے۔ کہنے لگا۔ افسوس آثار تو ایسے اور افعال اس کے ایسے؟ اُس صوفی نے کہا میں نے اس فعل کو اضطراراً کیا ہے اختیاراً نہیں کیا۔ اور خدا فرماتا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (جو شخص مضطر ہو بھوک میں اور قصد گناہ کا نہ رکھتا ہو تو خدا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اے مامون! مالِ خمس سے مالِ غنیمت سے میرا حق کچھ نہیں ملتا۔ بھوکوں مرنے لگا تو چوری کی۔ مامون نے کہا خمس وغنائم میں تیرا حق کیا ہے؟ اُس نے کہا خدا فرماتا ہے وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ میں مسکین بھی ہوں اور مسافر بھی ہوں اور احکامِ قرآن سے واقف بھی ہوں۔ اس پر بھی تُو نے میرا حق جسے رسولؐ خدا دلا گئے ہیں، روک رکھا ہے۔ مامون کہنے لگا میں تیری باتوں سے اور سخن سازی سے حدودِ خدا کو معطل نہیں کرسکتا۔ ضرور تیرا ہاتھ کاٹوں گا۔ اُس نے کہا بہتر۔ پہلے خود سے شروع کر۔ تب دوسرے پر ہاتھ اُٹھانا۔ مامون امام رضاؑ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں بے شک چوری تو اس نے کی ہے۔ لیکن سچ کہتا ہے۔ مامون نے اُس چور سے غصہ ہو کر کہا۔ خدا کی قسم میں ضرور تیرا ہاتھ کاٹوں گا۔ اُس نے کہا تعجب ہے تو میرا غلام ہو کر میرا ہاتھ کاٹنے کو کہتا ہے۔ مامون نے کہا یہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا تیری ماں مالِ خمس سے جو سب مسلمین کا حق ہے خریدی گئی۔ اس لحاظ سے مشرق و مغرب میں جتنے مسلمان ہیں تو سب کا غلام ہے۔ جب تک کہ وہ لوگ تجھے آزاد نہ کریں اور اُن مسلمانوں میں سے میں بھی ہوں اور میں نے ہرگز تجھے آزاد نہیں کیا ہے۔ اس کے علاوہ تو میرا ہاتھ کیا کاٹ سکتا ہے۔ نجس چیز نجس کو کیا پاک کرسکتی ہے۔ جو شخص خود قابلِ حد ہو وہ دوسرے پر کیا حد جاری کرسکتا ہے۔ کیا تو نے خدا کا قول نہیں سُنا ہے کہ وہ فرماتا ہے أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ

وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (کیا تم لوگ دوسروں کا تو حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ اور قرآن بھی پڑھتے ہو کیا اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟) یہ سُن کر ماموں بہت گھبرایا۔ حضرتؑ سے کہنے لگا اب آپ کیا کہتے ہیں فرمایا خدا اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے۔ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (تم کہہ دو کہ سب سے بڑی ہوئی حجت خدا کی ہے) اسی حجت سے جاہل بھی غالب رہتا ہے۔ جس طرح عالم اپنے علم سے غالب رہتا ہے۔ دُنیا و آخرت دونوں حجت ہی سے قائم ہیں۔ اور اس شخص نے تجھے محجوج کر کے قائل کر دیا۔ یہ سُن کر اُس نے مرد صُوفی کے چھوڑ دینے کا حکم دیا اور دل میں حضرت سے رنجیدہ ہوا

ماموں کا حضرتؑ کو نماز عید پڑھانے کے واسطے حکم دینا اور پھر منع کرنا۔

ایک مرتبہ ماموں نے بعد ولیعہد کرنے کے جب زمانہ عید کا آیا تو حضرتؑ کو حکم دیا کہ اس سال آپ ہی لوگوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھیں اور خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ میں نے پہلے ہی شرط کر لی ہے کہ میں کسی امر میں دخل نہیں دوں گا۔ مجھے معاف کر۔ اُس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں پر آپ کی فضیلت ظاہر ہو۔ اور ان کے قلوب مطمئن ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ جب برابر نامہ و پیام ہوا اور اس نے اصرار کیا تو فرمایا خیر میں جاتا ہوں مگر اسی طریقے جس ہیئت سے جنابِ رسولِ خدا اور امیرالمومنین جایا کرتے تھے۔ ماموں راضی ہوا اور سارے لوگوں کو اور اہل فوج کو حکم دیا کہ صبح کو حضرتؑ کے دروازہ پر حاضر رہنا۔ یہ خبر تمام شہر میں عام ہوئی۔ لوگ راہوں میں اور چھتوں پر موجود تھے۔ عورتیں، لڑکے سب منتظر تھے۔ دوسرے روز سب لوگ اور اہل لشکر گھوڑوں پر سوار آموجود ہوئے۔ یہاں تک کہ آفتاب نکلا۔ آپ نے غسل کیا کپڑے بدلے سفید عمامہ باندھا۔ ایک کنارہ اُس کا سینہ کی طرف اور ایک کنارہ پشت کی جانب لٹکا دیا۔ اور تمام بدن میں خوشبو لگائی۔ ہاتھ میں عصا لے لیا۔ غلاموں سے فرمایا تم سب بھی اسی طرح سے اسی ہیئت سے نکلو۔ اس کے بعد لباس نصف ساق تک اُٹھا لیا۔ ننگے پاؤں ہوئے اور اس ہیئت سے روانہ ہوئے۔ جب تھوڑی دُور گئے سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور فرمایا اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ سُن کر سب غلاموں نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ جب دروازہ شہر پر آئے تو سب لوگ اور اہل لشکر اس حالت کو دیکھ کر زمین پر گر پڑے اور سب کی حالت بدل گئی جس کے پاس چھری تھی اُس نے بند نعلین کو کاٹ کر پھینک دیا اور ننگے پاؤں ہو گیا اور دروازہ شہر پر بھی حضرتؑ نے تکبیر کہی۔ سب لوگوں نے ساتھ ہی تکبیر کہی۔ ایسا خیال

ہوتا تھا کہ آسمان اور زمین جواب دے رہے ہیں۔ سارے مرو میں رونے کا غل پڑ گیا۔ جب لوگوں نے اس ہیئت سے حضرتؑ کو دیکھا اور تکبیر کی آواز سُنی مامون کو خبر دی۔ فضل بن سہل کہنے لگا اگر رضاؑ عیدگاہ تک پہنچیں گے تو سب لوگ اُن کی طرف ہو جائیں گے۔ ہمیں خوف ہے کہ ہم لوگوں کو ہلاک نہ کر ڈالیں۔ یہ سُن کر مامون نے کہلا بھیجا کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ آپ کو لوگوں کے نماز پڑھانے میں تکلیف ہوگی۔ آپ نہ پڑھائیں جو پہلے پڑھایا کرتا تھا وہی پڑھائے گا یہ سُن کر حضرتؑ نے موزہ پہن لیا اور سوار ہو کر واپس آئے۔ اُس کے بعد لوگوں میں ایسی بدنظمی ہوئی کہ کوئی کہیں گیا کوئی کہیں گیا۔ کسی کی نماز عید قاعدہ سے نہیں ہوئی۔

دعبل خزاعی کا قصیدہ پڑھنا اور حضرتؑ کا ان کو انعام دینا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ دعبل خزاعی مرو میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا ابن رسول اللہؐ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ جب تک آپ کو نہ سُنالوں گا کسی کے سامنے نہ پڑھوں گا۔ فرمایا اچھا پڑھو۔ دعبل نے پڑھنا شروع کیا ؎

مَدَارِسُ اٰیَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَۃٍ وَمَنْزِلُ وَحْیٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ

(افسوس ہے وہ مدرسے اور مکان جہاں آیاتِ قرآن کی تعلیم و تلاوت ہوتی تھی خالی پڑے ہیں۔ اور وہ مکان جہاں وحی خدا نازل ہوا کرتی تھی خالی میدان پڑا ہوا ہے) کسی نے کہا اے دعبل تم نے تشبیب سے اپنے قصیدہ کو کیوں نہ شروع کیا؟ کہا مجھے حیا معلوم ہوئی کہ امام کے سامنے غزلیہ اشعار پڑھوں۔ الحاصل جب دعبل اس شعر تک پہنچے ؎

اَرٰی فَیْئَھُمْ فِیْ غَیْرِھِمْ مُتَقَسَّمًا وَاَیْدِیْھِمْ مِنْ فَیْئِھِمْ صَفِرَاتٍ

(یعنی میں دیکھتا ہوں کہ اُن کے حقوق مثل خمس وغیرہ لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور ان اہلِ بیتؑ کے ہاتھ اپنے حقوق لینے سے خالی پڑے ہیں۔ یہ سُن کر حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا سچ کہا تو نے اے خزاعی جب دعبل اس شعر تک پہنچے ؎

اِذَا وُتِرُوْا مَدُّوْا اِلٰی وَاتِرِیْھِمْ اَکُفًّا عَنِ الْاَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتٍ

(یعنی جس وقت کہ وہ حضراتِ اہل بیتؑ ستائے جاتے ہیں۔ اور ناحق شہید کئے جاتے ہیں اور بقیہ اہل بیتؑ چاہتے ہیں کہ ان کا عوض لیں اور ان ظالمین و قاتلین پر جہاد کے لئے ہاتھ اُٹھائیں تو ایسے ہاتھوں کو بڑھاتے ہیں کہ جو آلات لہو و لعب سے باز رہے ہیں

لہ الموتور الذی قتل لہ قتیل فلم یدرک بدمہ منہ الحدیث انا الموتور ای صاحب الوتر الطالب بالثار ۱۲ مجمع البحرین ۱۲

محلات اُن کے اعلاء کے کر اُن کے ہاتھ ہمیشہ آلات لہو ولعب سے آشنا رہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام رضاؑ اپنی ہتھیلیوں کو الٹ پلٹ کے دیکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے سچ ہے ہاتھ ہمیشہ آلات لہو ولعب سے باز رہے ہیں۔ جب دعبل اس شعر تک پہنچے ؎

لَقَدْ خِفْتُ فِي الدُّنْيَا وَأَيَّامِ سَعْيِهَا — وَإِنِّي لَأَرْجُو الْأَمْنَ عِنْدَ وَفَاتِي

یعنی میں اس دنیا اور اس کی طلب میں زندگی بسر کرنے میں بہت خوف کرتا رہا ہوں، اور خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مرنے کے وقت مجھے بے خوف کر دے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کچھ خوف نہ کر۔ خدائے تعالیٰ تجھے روزِ قیامت ہولِ محشر سے بے خوف کر دے گا جب دعبل نے یہ شعر پڑھا ؎

وَقَبْرٌ بِبَغْدَادٍ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ — تَضَمَّنَهَا الرَّحْمٰنُ فِي الْغُرُفَاتِ

(یعنی ایک قبر ایک نفس پاکیزہ کی یعنی امام موسیٰؑ کاظم کی بغداد میں ہے۔ جس کو خداوند عالم رحمت غرفہائے بہشت میں احاطہ کئے ہوئے ہے) اس شعر کے پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا اے دعبل اس شعر کے بعد دو شعر اور پڑھا دوں۔ عرض کی وہ کیا ہیں؟ فرمایا ؎

وَقَبْرٌ بِطُوسٍ يَا لَهَا مِنْ مُصِيبَةٍ — تَوَقَّدُ بِالْأَحْشَاءِ مِنْ حُرُقَاتِ

إِلَى الْحَشْرِ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ قَائِمًا — تُفَرِّجُ عَنَّا الْهَمَّ وَالْكُرُبَاتِ

یعنی ایک قبر طوس میں ہو گی اور یہ ایسی مصیبت عظیم ہو گی جس کے آتشباریوں سے دل سوختہ اور جگر بریاں ہو جائیں گے اور حشر تک یہ غم باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے پروردگار عالم قائمِ آلِ محمدؐ کو مبعوث کرے گا کہ وہ دشمنوں سے انتقام لیں گے اور ہمارے رنج وغم کو دور کریں گے اور ہمارے شیعہ جا بجا سے ہماری زیارت کو آئیں گے۔ پس جو مجھ غریب کی زیارت شہر طوس میں کرے گا وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا بروز قیامت۔

الحاصل جب دعبل نے قصیدہ اپنا تمام کیا تو حضرتؑ وہاں سے اُٹھے اور دعبل سے کہا تم یہیں ٹھہرے رہو۔ یہ فرما کر گھر میں گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک غلام سو اشرفیاں لئے ہوئے اور دعبل کو دیکر کہنے لگا۔ آقا نے کہا ہے کہ اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرنا۔ دعبل نے انہیں واپس کیا اور کہا خدا کی قسم میں اس لئے نہیں آیا تھا اور نہ اس طمع سے قصیدہ کہا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو حضرتؑ اپنا ایک ملبوس خاص عنایت فرمائیں جو میں بطور تبرک کے اپنے پاس رکھوں۔ حضرتؑ نے ایک جبہ خز کا اُن اشرفیوں کے ساتھ بھیج دیا۔ اور فرمایا یہ کہ دینا کہ ان

اشرفیوں کو واپس نہ کر۔ ایک وقت میں تجھے ان کی حاجت ہوگی۔ غرض دعبل مرو سے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راہ میں ڈاکوؤں نے سارے قافلے کو لوٹ لیا۔ اور سب لوگوں کی مشکیں باندھ لیں۔ اس کے بعد بیٹھ کر سب لوٹ کا مال آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص نے اُس وقت یہ شعر بطور مثال کے پڑھا۔

اَرَیٰ فَیْئَھُمْ فِیْ غَیْرِھِمْ مُتَقَسَّمًا وَاَیْدِیْھِمْ مِنْ فَیْئِھِمْ صَفِرَاتٍ

دعبل نے کہا جانتے ہو یہ کس کا شعر ہے۔ کسی نے کہا دعبلِ خزاعی کا شعر ہے۔ دعبل نے کہا میں ہی وہ دعبل ہوں اور یہ شعر میرا ہی کہا ہوا ہے۔ اُس وقت ان لوگوں نے سب کی مشکیں کھول دیں۔ اور سارا مال اہل قافلہ کو واپس کر دیا۔ دعبل وہاں سے شہر قم میں پہنچے اور اس قصیدہ کو پڑھا۔ اہل قم نے ان کو بہت کچھ انعام دیا اور کہا یہ جبہ امام رضاؑ کا جو تمہارے پاس ہے اسے بیچ ڈالو اور ایک ہزار اشرفی قیمت لے لو۔ انہوں نے انکار کیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ کچھ لوگ جو نوجوان تھے اُن سے نہ رہا گیا۔ جاکر زبردستی جبہ اُن سے چھین لائے۔ یہ راہ سے واپس آئے اور جبہ طلب کیا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ جبہ تو نہ دیں گے مگر ایک ہزار اشرفی قیمت لے لو۔ دعبل نے کہا خیر ایک ٹکڑا اس میں سے مجھے دے دو۔ ان لوگوں نے ایک ٹکڑا اس میں سے دے دیا۔ اور ایک ہزار اشرفی بھی دی۔ دعبل اپنے وطن کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنا مال و متاع اُن کے گھر میں تھا سب چور لے گئے۔ اُس وقت اُنھوں نے ان سو اشرفیوں سے جو حضرتؑ نے ان کو دی تھیں۔ فی اشرفی ایک سو درہم پر شیعیانِ حضرتؑ کے ہاتھ بیچ لیں جس کے دس ہزار درہم ہوگئے۔ اور اپنے دل میں کہا آقا نے سچ فرمایا تھا کہ تجھکو ان اشرفیوں کی بہت حاجت ہوگی۔

بنابریں بعض روایات کے اُن کی ایک کنیز تھی۔ جس سے وہ بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ اُس کی آنکھیں آشوب کر آئیں۔ قریب تھا کہ ضائع ہو جائیں۔ طبیبوں نے جب دیکھا کہا کہ ایک تو جاتی رہی مگر ایک علاج پذیر ہے۔ یہ سُنکر بہت غمگین ہوئے اس وقت وہ جُبہ کا ٹکڑا یاد آیا۔ اُسے اُس کی آنکھوں پر مس کیا۔ اور باندھ دیا۔ ببرکت امام رضا صبح کو جو دیکھا دونوں آنکھیں اچھی تھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

طبرسی علیہ الرحمۃ آپ کی شہادت میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ مامون بظاہر آپ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا مگر باطن میں عداوتِ قلبی رکھتا تھا۔ ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ کسی حیلہ سے حضرتؑ کو شہید کیجئے اور سبب عداوت یہ لکھا ہے کہ کبھی آپ امرِ حق میں اُس کی رعایت نہ کرتے تھے، بلکہ اکثر تخلیہ میں وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ خوفِ خدا یاد دلاتے تھے۔ ایک روز حضرتؑ نے دیکھا کہ مامون وضو کرتا ہے اور غلام اُس کے ہاتھ پر پانی گرا رہا ہے۔ فرمایا۔ لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ اَحَدًا (عبادتِ خدا میں کسی کو شریک نہ کر) تب مامون نے خود وضو کیا۔ اور اکثر وہ حضرتؑ فضل بن سہل اور حسن بن سہل جو اُس کے وزیر تھے ان کے ناجائز امور سے بھی مامون کو اطلاع کرتے رہتے تھے۔ اس طرح وہ دونوں بھی دشمن ہو گئے تھے اور بد گوئی کر کے مامون کو حضرتؑ کا دشمن بناتے رہتے تھے۔ اور حضرتؑ کے فضائل روز بروز لوگوں پر ظاہر ہونے لگے اور حقیقت ثابت ہونے لگی۔ یہ بھی مامون کی عداوت بڑھنے کا باعث ہوا۔

ابوصلت سے حضرتؑ کا اپنی شہادت کی کیفیت بیان کرنا

ابوصلت ہروی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام رضاؑ کے پاس کھڑا تھا کہ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا اس قبہ میں جس میں ہارون کی قبر ہے جا اور قبر کے چاروں طرف سے تھوڑی مٹی لے آ۔ میں گیا اور لے آیا۔ حضرتؑ نے پہلے دروازہ کی یعنی ہارون کی پشت کی جانب کی مٹی لی۔ اور سونگھ کر پھینک دی۔ پھر فرمایا اے ابوصلت پہلے میری قبر اسی جگہ لوگ کھودیں گے۔ ایک پتھر ظاہر ہو گا کہ اگر خراسان کے سارے آدمی مل کر اُسے ہٹانا چاہیں تو نہ ہٹا سکیں گے۔ پھر میں نے پائینتی کی جانب کی مٹی دی اُس کے بارے میں بھی ایسا ہی فرمایا۔ پھر سرہانے کی مٹی دی۔ پھر وہی فرمایا۔ جب آگے کی جانب کی مٹی دی تو سونگھ کر فرمایا البتہ یہیں میری قبر ہو گی۔ اے ابوصلت جب لوگ اس جگہ قبر کھودیں گے تو سرہانے کی جانب سے تھوڑی تری ظاہر ہو گی۔ تم وہ کلام کرنا جو میں تعلیم کرتا ہوں۔ اُس وقت چشمہ پانی کا ظاہر ہو جائے جس سے قبر بھر جائے گی اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ظاہر ہوں گی، اس روٹی کو ٹکڑے کر کے دینا وہ سب کھانے لگیں گی۔ جب تمام ہو چکیں گی تو ایک بڑی مچھلی ظاہر ہو گی اور وہ سب چھوٹی مچھلیوں کو چُن کر کھا جائے گی۔ اور غائب ہو جائے گی۔ اس وقت تم پانی پر ہاتھ رکھ کے یہ دعا پڑھنا۔ سب پانی خشک ہو جائے گا۔ اور یہ سب مامون کے سامنے کرنا۔

ابو صلت کہتے ہیں کہ دوسرے روز حضرتؑ لباس پہن کر مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مامون کا غلام بلانے کو آیا۔ آپ نے نعلین پہنی اور ردا اوڑھ لی اور روانہ ہو گئے۔ میں بھی ساتھ ساتھ تھا۔ مامون نے جب حضرت کو دیکھا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور معانقہ کیا۔ اور پاس بٹھایا۔ اُس کے پاس میووں کے طبق رکھے ہوئے تھے۔ کسی میں انگور تھے کسی میں انار اور اس شقی کے ہاتھ میں ایک خوشہ انگور کا تھا۔ جس کے چند دانے زہر آلود تھے۔ رفع تہمت کے خیال سے وہ دانے جن میں زہر نہیں ملا تھا خود کھائے اور باقی حضرت کی طرف بڑھا کے کہنے لگا نوش کیجئے۔ دیکھئے کیا عمدہ انگور ہیں۔ آپ نے فرمایا بہشت کے انگور اس سے کہیں بہتر ہوں گے۔ میں نہ کھاؤں گا۔ اس نے اصرار کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اُس وقت برہم ہو کے کہنے لگا۔ میں تو آپ سے محبت و اخلاص رکھتا ہوں اور آپ مجھ سے بدگمانی کرتے ہیں مجبوراً حضرت نے وہ خوشہ لے لیا اور تین دانے اس میں سے نوش فرمائے تھے کہ حال متغیر ہو گیا۔ باقی کو پھینک دیا۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگا کہاں چلے؟ فرمایا جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جاتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لائے۔ اور فرش خواب پر سو رہے اور حکم دیا کہ دروازہ بند کر دو۔ ابو صلت کہتے ہیں میں نہایت غمگین صحن خانہ میں کھڑا تھا کہ اتنے میں دیکھا ایک جوان خوش رو نورانی صورت جو مشابہ تھا امام رضا سے ظاہر ہوا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ دروازہ تو بند ہے آپ کیونکر آئے فرمایا جس نے مجھے ایک لحظہ میں مدینہ سے یہاں پہنچایا اُسی نے اس مکان مقفل میں بھی پہنچا دیا ہے۔ اے ابو صلت میں ہوں تمہارا امام حجتِ خدا محمد بن علیؑ۔ یہ فرما کر اپنے پدر بزرگوار کے پاس گئے۔ حضرت نے اُٹھ کر گلے سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور فرش پر بٹھا کر دیر تک اسرار امامت تعلیم فرمایا کئے جسے میں کچھ نہ سمجھا۔ اس کے بعد حضرتؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ امام محمد تقی نے مجھ سے فرمایا اے ابو صلت اس کوٹھڑی میں جا کے پانی اور تختہ لے آؤ۔ میں نے کہا وہاں تو کبھی پانی اور تختہ میں نے دیکھا نہیں۔ فرمایا جو میں کہتا ہوں اُس پر عمل کرو۔ میں جو گیا تختہ اور پانی موجود پایا۔ اُٹھا لایا۔ حضرتؑ غسل دینے لگے میں نے بھی چاہا شریک ہوں۔ فرمایا تمہاری حاجت نہیں۔ ملائکہ میرے شریک ہیں۔ تم جاؤ۔ اُس کوٹھڑی میں سے صندوق اُٹھا لاؤ۔ اُس میں کفن اور حنوط ہے میں گیا اور صندوق اُٹھا لایا حالانکہ وہاں کبھی کوئی صندوق نہ تھا۔ حضرت نے کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ بعد

اس کے فرمایا تابوت لے آؤ۔ میں نے کہا جاتا ہوں۔ جو لاکر لاتا ہوں۔ فرمایا اسی کوٹھڑی میں تابوت بھی ہے۔ میں جو گیا دیکھا تابوت رکھا ہوا ہے لے آیا۔ حضرت نے جنازہ کو تابوت میں رکھا۔ اور نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ نماز تمام ہوئی تھی کہ تابوت زمین سے اٹھا اور چھت کو توڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں گھبرا کر کہنے لگا یا ابن رسول اللہ مامون جو مجھ سے طلب کرے گا۔ میں کیا جواب دوں گا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں پھر جنازہ واپس آئے گا۔ اگر کوئی نبی مشرق میں مرے اور اس کا وصی مغرب میں مرے تو خداوند عالم دونوں کے اجساد مطہرہ اور ارواح طیبہ کو اعلیٰ علیین میں بایکدیگر جمع فرماتا ہے۔ یہ فرما ہی رہے تھے کہ پھر چھت شق ہوئی اور تابوت اترا۔ حضرتؑ نے جنازہ تابوت سے نکال کر فرش خاک پر لٹا دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نہ غسل ہوا ہے۔ نہ کفن دیا گیا ہے۔ بعد اس کے فرمایا جاؤ دروازہ کھول دو۔ مامون کھڑا ہے۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ دیکھا مامون غلاموں کے ساتھ دروازہ پر کھڑا ہے۔ جب داخل ہوا رونے لگا۔ اور سر و سینہ اپنا پیٹنے لگا۔ قبر کھودنے کا حکم دیا۔ ہارون کے پیچھے قبر کھودی گئی۔ جیسا کہ امام رضاؑ نے فرمایا تھا۔ پتھر ظاہر ہوا جسے لوگ کسی طرح نہ کاٹ سکے کسی نے کہا اے مامون! کیا تو ان کی امامت کا قائل نہ تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ امام پیشوا ہوتا ہے۔ اس کی قبر آگے ہونی چاہئے۔ ہارون کی قبر کے پیچھے کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس وقت اس نے کہا آگے جانب قبلہ قبر کھودی جائے۔ مؤلفین یہی وجہ ہے کہ جس قبہ میں حضرت کی قبر ہے آگے کی جانب ضریح سے دیوار تک بہت کم جگہ ہے۔ کہ بوقت تمام زوار ادھر سے ادھر جاتے ہیں۔ اور تین جانب اس روضہ میں جگہ بہت وسیع ہے۔ جب مؤلف ۱۳۰۰ھ ہجری میں خراسان گیا۔ اور زیارت جناب امام رضاؑ سے مشرف ہوا تو اس امر کا تعجب ہوا تھا کہ حضرت کی ضریح مبارک مثل اور مشاہد مقدسہ کے وسط قبہ میں کیوں نہیں ہے۔ آخر اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی۔ جو ابھی بیان کی گئی ہے۔

الحاصل جب قبر کھودی گئی تو جو جو علامتیں حضرت نے بیان فرمائی تھیں۔ یعنی قبر میں پانی کا بھر جانا۔ چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کا نکلنا۔ بڑی مچھلی کا سب کو چن کر کھا جانا۔ یہ سب باتیں ظاہر ہوئیں۔

مامون کہنے لگا کہ علی رضا ؑ اسی طرح اپنی زندگی میں عجائبات دکھایا کرتے تھے - مرنے کے بعد بھی دکھاتے ہیں - اس کے وزیر نے کہا تم اس کا مطلب نہ سمجھے - کہا وہ کیا ہے - وزیر نے کہا - مطلب یہ ہے کہ بنی عباس کی بادشاہت اور کثرت مثل ان مچھلیوں کے ہے - جب ان کا زمانہ پورا ہو جائے گا - تو خداوند عالم ہم میں سے ایک شخص کو ان پر مسلط فرمائے گا - جو تم سب کی دولت و سلطنت کو فنا کر دے گا اور تم سب کو ہلاک کر دیگا کہنے لگا تو نے سچ کہا - بعد اس کے لاش مطہر کو قبر میں دفن کیا - اور مع ملازمین کے اپنے گھر واپس آیا - خداوند عالم سب مومنین کو زیارت ان حضرتؑ کی نصیب کرے اور انکے اور ان کے آبا و اجداد کے دشمنوں پر لعن ابدی اور عذاب دائمی قرار دے - آمین ثم آمین

مجلس شصت و چہارم ۶۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے بہ تحقیق خدا حکم کرتا ہے تم لوگوں کو کہ امانتوں کو ادا کرو ان لوگوں کو جو اس کے اہل ہیں - اور جب حکم کرو درمیان لوگوں کے تو حکم کرو ساتھ عدالت کے کیا اچھی نصیحت کرتا ہے خدا تم لوگوں کو اس بات کی بہ تحقیق کہ خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔)

تفسیر آیۂ امانات ، سبب نزول

سبب نزول میں اس آیت کے درمیان مفسرین کے اختلاف ہے بعض کہتا ہے کہ جب رسول خدا نے مکہ کو فتح کیا تو چاہا کہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوں - اس کی کنجی عثمان بن طلحہ بن عبدالدار کے پاس تھی - اور وہ خدام خانہ کعبہ سے تھا - حضرتؐ نے فرمایا - اس سے کنجی مانگ لاؤ - اور جب اس سے کنجی طلب کی گئی تو اس نے کہا - میری ماں سلافہ کے پاس ہے - میں جا کر لے آتا ہوں - جب وہ گیا اور طلب کی تو اس کی ماں نے کنجی نہ دی - اور یہ کہا اے

فرزند اگر کنجی تجھ سے لیں گے۔ تو پھر تجھ کو نہ دیں گے۔ اور یہ کنجی عبدالدار کے زمانہ سے بہ وراثت ہم تک پہنچی ہے۔ ہر چند عثمان نے مانگی مگر اس نے نہ دی۔ اور آنحضرتؐ مسجد الحرام میں انتظار کر رہے تھے۔ آخر بعد اصرار بسیار اس کی ماں نے کنجی دے دی۔ اور کہا خیر لے جا۔ مگر پھر واپس لے آنا۔ ایسا نہ ہو کہ بنی عدی اور بنی تیم لے جائیں۔ الحاصل عثمان کنجی لئے ہوئے پیغمبر خدا کے پاس آیا۔ حضرت چاہتے تھے کہ اس سے لیں کہ عباس نے اٹھ کر کہا۔ یا رسول اللہ! جس طرح زمزم کا پانی پلانا میرے سپرد کیا ہے۔ خانہ کعبہ کی کلید برداری بھی میرے حوالے کیجئے۔ یہ سننا تھا کہ عثمان نے ہاتھ روک لیا۔ حضرتؐ نے اس سے فرمایا۔ کہ اگر تو خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے۔ تو یہ کنجی مجھے دے دے۔ عثمان نے کہا۔ خُذْہُ بِاَمَانَۃِ اللّٰہِ (آپ لیجئے مگر یہ امانت خدا میں ہے) یعنی میں پھر آپ سے لوں گا۔ اور تفسیر کشاف میں عالم اہل سنت علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ جب کہ حضرتؐ نے کنجی لینی چاہی۔ تو وہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ اور کہنے لگا اگر میں جانتا کہ یہ رسول ہیں۔ تو البتہ کنجی دے دیتا۔ جناب امیرؑ نے جو یہ سنا کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور اس کا ہاتھ مروڑ کر کنجی چھین لی۔ اور در کعبہ کھول دیا۔ رسولؐ خدا اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب باہر آئے اس وقت عباس نے کنجی طلب کی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پیغمبر خدا نے جناب امیرؑ کو کنجی دی کہ عثمان کو دے آؤ۔ اور یہ کہنا کہ اے بنی طلحہ تو ہمیشہ یہ کنجی تمہاری ہی نسل میں رہے گی۔ کوئی تم سے نہ لے سکے گا۔ مگر وہ جو ظالم ہو گا۔ جناب امیرؑ عثمان کے پاس کنجی لئے ہوئے آئے اور معذرت کی۔ عثمان نے کہا یا علیؑ کیا وجہ ہے۔ کہ پہلے تو آپ نے اس طرح مجھ سے کنجی لی۔ اور اب نہایت مہربانی سے میرے حوالے فرماتے ہیں۔ ارشاد کیا کہ خدا نے تیری شان میں یہ آیت بھیجی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا۔ یہ سن کر عثمان بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

ف بعض مورخین لکھتے ہیں کہ وہ کنجی حضرت نے اس کے بھائی شیبہ بن طلحہ کو دی۔ چنانچہ اس وقت تک خانہ کعبہ کی کنجی بنو شیبہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور لوگ اس کلید دار کو شیبی کہتے ہیں۔

اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ جو شخص کسی کے پاس کوئی شے امانت رکھے۔ اس کو واپس کرنا چاہیے۔ چنانچہ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ تم لوگ امانت کو ادا کرو۔ خدا کی قسم اگر قاتل حسینؑ وہ تلوار جس سے اس نے ان حضرتؑ کو شہید کیا تھا میرے پاس امانت رکھے۔ تو وہ بھی میں واپس کر دوں گا۔

امانت داری سموال

تحفۃ الیمن میں لکھا ہے کہ امرأ القیس نے اپنے مرنے کے وقت کچھ زرہیں اور کچھ سلاح جنگ ایک شخص کے پاس جسکا نام سموال بن عادیہ تھا امانت رکھ دیئے اور یہ وصیت کر دی کہ جب میرے وارث آئیں تو ان کو دینا۔ دوسرے کو مت دینا۔ جب وہ مر گیا۔ تو بادشاہ کندہ نے وہ چیزیں مانگ بھیجیں۔ سموال نے انکار کیا۔ دوبارہ مانگ بھیجیں۔ پھر انکار کیا اور کہا کہ میں خیانت نہ کروں گا۔ سوائے اس کے وارث کے کسی دوسرے کو نہ دوں گا۔ بادشاہ نے لشکر کشی کی سموال قلعہ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔ بادشاہ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے باہر تھا۔ اتفاقاً اس کا لڑکا باہر رہ گیا تھا۔ اسے پکڑ لیا۔ اور سموال کو آواز دی۔ وہ قلعہ کی چھت پر آیا۔ بادشاہ نے کہا دیکھ یہ تیرا لڑکا ہے۔ اگر تو نہ دے گا تو میں تیرے سامنے اسے ذبح کر دوں گا۔ سموال نے انکار کیا۔ اس نے لڑکے کو ذبح کیا۔ اور وہ دیکھتا رہا۔ جب قلعہ کسی طرح فتح نہ ہوا۔ تو بادشاہ واپس گیا۔ جب زمانہ حج کا آیا تو امرأ القیس کے ورثا پہنچ گئے۔ اس نے زرہوں کو اور ہتھیاروں کو ان کے حوالہ کر دیا۔ عرب میں جہاں وفاداروں اور امانت داروں کا ذکر ہوتا ہے۔ تو پہلے سموال کا نام لیتے ہیں۔ الحاصل امانت سے جس کا ادا کرنا واجب ہے یا تو امانت خلائق مراد لیں۔ جیسا کہ بیان ہوا یا امانت خدا مراد لیں۔ یعنی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس وغیرہ

چنانچہ منقول ہے کہ جب وقت نماز کا داخل ہوتا تھا۔ تو جناب امیرؑ کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا۔ ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ جب لوگ دریافت کرتے تھے تو فرماتے تھے۔ کہ تم نہیں جانتے کہ امانت کی ادا کا وقت آپہنچا۔ وہ امانت جس کے تحمل سے آسمان اور زمین ڈرے اور انکار کیا۔ مگر انسان اس کا متحمل ہوا۔ کیا معلوم کہ یہ بار مجھ سے اچھی طرح ادا ہوگا یا نہ ہوگا۔ اور تفسیر اہل بیت میں ہے کہ یہ آیت خلفائے رسولؐ

مختار ائمہ اطہارؑ کی شان ذی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور امانت سے مراد امامت ہے کہ ایک دوسرے کو سونپتے جائیں۔ یہاں تک کہ وہ امانت صاحبؑ الامر تک پہنچ جائے۔ اور اس کے بعد جو خدا نے فرمایا ہے۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عدل اور انصاف کے ساتھ حکم کرنا جس میں کسی طرح کی خطا نہ ہو۔ سوائے ائمہ معصومینؑ کے دوسرے سے ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ امام نے فرمایا کہ قرآن مجید دو آیتیں ہیں۔ ایک ہم اہل بیتؑ کے لئے۔ دوسری تم لوگوں کے لئے۔ ہم لوگوں کے لئے خدا نے فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (بالتحقیق خدا تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کو پہنچاؤ جو ان امانتوں کے اہل ہوں) اور تم لوگوں کے لئے فرمایا ہے۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں) ہم پر واجب ہے کہ ادائے امانت کریں یعنی امامت کو اپنے جانشین کے سپرد کریں اور تم کو لازم ہے کہ کل اوامر و نواہی میں ہماری اطاعت کرو۔ حضرت داؤدؑ کو بھی خدا نے روئے زمین پر خلیفہ کیا تھا اور حق پر انصاف کے ساتھ حکم کرنے کو ارشاد فرمایا تھا۔ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (اے داؤد بالتحقیق ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔ پس تم لوگوں کے مابین انصاف سے حکومت کرنا۔)

دیکھئے جناب امام محمد تقیؑ سے جو نویں امام اور حجت خدا ہیں باوجود کم سنی کے جیسا کہ جناب یحییٰؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے۔ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (اور ہم نے بچپن ہی میں ان کو قوت فیصلہ عطا کر دی تھی) کیسے کیسے معجزات ظاہر ہوئے اور کیسے کیسے مناظرے علمائے مخالفین سے ہوئے۔ اور حضرت نے کس کس طرح دین حق کا اثبات فرمایا۔ اور وہ سب کیسے لاجواب ہو گئے۔ بلکہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہوئے وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ (اور فضیلت تو وہی ہے جس کے دشمن بھی گواہی دیں۔)

حکایت علی بن خالد

کشف الغمہ وغیرہ میں منقول ہے۔ علی بن خالد کہتے ہیں۔ میں سامرہ میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص کو قید کر کے زنجیر پہنائے جانب شام سے لائے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا کہ کس جرم

پر قید کیا گیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور عجیب عجیب باتیں بیان کرتا ہے۔ علی بن خالد کہتے ہیں۔ میں قید خانہ کی طرف گیا۔ اور نگہبانوں سے چھپ کے اس کے پاس پہنچا۔ میں نے جو دیکھا۔ تو اسے نہایت صاحب عقل سلیم اور فہم مستقیم پایا۔ جب اس سے قصہ دریافت کیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ میں شام میں اس مقام پر جہاں امام حسینؑ کا سر اطہر نصب کیا گیا تھا۔ عبادتِ خدا کیا کرتا تھا۔ اور جائے متبرک سمجھ کے وہیں کی مجاورت اختیار کر لی تھی۔ ایک شب میں محراب عبادت میں بیٹھا ذکر خدا کرتا تھا کہ اتنے میں ایک شخص کو سامنے کھڑا دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا کھڑا ہو اور میرے ساتھ چل۔ میں تھوڑی دور اس کے ساتھ گیا تھا۔ کہ اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس نے کہا اس مقام کو پہچانتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں یہ مسجد کوفہ ہے۔ اس کے بعد اس نے وہاں نماز پڑھی۔ اور میں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے چلا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ مکہ میں پہنچ گئے۔ اس نے بھی خانہ کعبہ کا طواف کیا اور میں نے بھی کیا۔ پھر وہاں سے چلا۔ تھوڑی دیر میں پھر شام میں جہاں مشغول عبادت تھا پہنچ گیا۔ اور وہاں سے وہ شخص میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں سال بھر تک نہایت تعجب میں رہا۔ جب دوسرا سال آیا پھر اسی شخص کو دیکھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ اور وہ مجھے پھر سال گذشتہ کی طرح ہر مقام میں لے گیا۔ اور پھر شام میں پہنچا دیا۔ جب وہ رخصت ہونے لگا۔ تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کو اسی قادر مطلق کی قسم جس نے آپ کو یہ فضیلت اور قدرت عطا کی ہے۔

یہ تو بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہوں۔

الحاصل میں نے یہ بات ان لوگوں سے جو میرے پاس آیا کرتے تھے بیان کی۔ یہ خبر محمد بن عبد الملک زیات کو پہنچی۔ اس نے مجھے پکڑوا کے زنجیر میں قید کیا۔ اور یہاں عراق بھیج دیا۔ میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ علی بن خالد کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تمہارے حال سے محمد بن عبد الملک زیات کو خبر کرتا ہوں۔ کہ سب تہمت ہے۔ اس نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ تو اسے رہا کر دے۔ اس نے کہا بہتر۔ غرض میں نے کل قصہ لکھ کر اس کے پاس بھیجا۔ اس کی پشت پر اس نے جواب

لکھا کر اس سے کہدو کر جس شخص نے مجھے ایک شب میں شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور مدینے سے مکہ اور مکہ سے پھر شام پہنچا دیا۔ اسی سے کہہ کہ وہ مجھے اس قید سے بھی نکال دے۔ علی بن خالد کہتے ہیں۔ مجھے اس کا یہ جواب دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ اور صبح کو قید خانہ کی طرف چلا کہ اسے خط کے حال سے خبر دوں۔ اور کلمات صبر سے اس کی تسکین کر دوں جب قید خانہ کے پاس پہنچا۔ تو بہت سے لوگوں کا ہجوم پایا دیکھا کہ فوج کے لوگ بھی ہیں اور قید خانہ کے نگہبان بھی۔ اور اور بہت سی خلقت جمع ہے۔ میں نے کیفیت دریافت کی۔ تو لوگوں نے کہا کہ وہ شخص جو شام کا رہنے والا تھا۔ شب کے وقت قید خانہ سے غائب ہو گیا۔ نہیں معلوم زمین اسے نگل گئی۔ یا طائر اسے لے گئے۔ علی بن خالد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے۔ کہ یہ معجزہ بھی جناب امام محمد تقیؑ کا ہے۔ کہ وہ حضرتؑ اپنے دوست کو قید سے آزاد فرما کر لے گئے۔ علی بن خالد پہلے زیدی مذہب تھے۔ جب یہ معجزہ دیکھا۔ تو حضرت کی امامت کے قائل ہو گئے۔ اور مذہب امامیہ میں داخل ہو گئے

بروایتے علی بن خالد کہتے ہیں کہ بعد ایک سال کے میں شام کو گیا۔ تو اس شخص سے ملاقات ہوئی۔ جب کیفیت پوچھی تو اس نے کہا۔ کہ اسی شب وہی بزرگوار جنہوں نے مجھے تمام مقامات متبرکہ کی سیر کرائی تھی زندان میں تشریف لائے۔ اور فرمایا میرے ساتھ چل۔ جب میں اٹھا تو ہاتھ پاؤں کی زنجیریں الگ ہو گئیں۔ اور میں ان کے ساتھ زندان سے باہر آیا۔ میں پاسبانوں کو دیکھتا تھا۔ اور مجھے کسی نے نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ اس بزرگوار نے چشم زدن میں مجھے شام میں پہنچا دیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ منقول ہے کہ جب مامون ملعون کو امام رضاؑ کی شہادت کے بعد لوگوں نے لعنت ملامت کی تو اس نے چاہا کہ اپنے کو کسی طرح اس الزام سے بری کرے۔ جب وہ خراسان سے بغداد میں آیا تو خط لکھ کر امام محمد تقیؑ کو باعزاز و اکرام بلا بھیجا۔ حضرت تشریف لائے۔ ہنوز ملاقات نہ ہوئی تھی کہ مامون ایک روز بارادہ شکار سوار ہوا راہ میں جتنے لڑکے کھڑے تھے۔ اس کی شان سواری اور جلوس شاہانہ دیکھ کر ڈر سے بھاگ گئے۔ مگر امام عالی مقام اسی مقام پر کھڑے رہے۔ مامون نے آپ کی جلالت و مہابت دیکھ کر گھوڑا روک لیا۔ اور پوچھنے لگا اے صاحبزادے سب لڑکے میری سواری

دیکھ کر بھاگ گئے۔ تم کیوں کھڑے رہے؟ ہر چند آپ کا سن نو برس یا گیارہ برس کا تھا مگر نہایت بردباری سے فرمایا۔ اے امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں علیحدہ ہو جاتا۔ نہ میں نے کوئی خطا کی تھی۔ کہ بھاگ جاتا۔ نہ مجھ سے ایسا گمان تھا کہ تو بے جرم کسی کو ستانے لگا۔ پھر میں کیوں بھاگتا۔ مامون آپ کے لطف تقریر و حسن جمال کو دیکھ کر محو ہو گیا۔ اور پوچھنے لگا تمہارا اور تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ فرمایا میرا نام محمد تقیؑ ہے اور میں علی رضاؑ کا فرزند ہوں۔ اس کے بعد مامون شکار کو چلا گیا۔

مامون کا شکار کو جانا اور مچھلی سے حضرتؑ کا امتحان کرنا

ایک باز شکاری کو شکار پر چھوڑا۔ وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ بعد تھوڑی دیر کے جب جانب بالا سے پھرا تو اس کی منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی۔ یہ دیکھ کر مامون کو نہایت تعجب ہوا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو وہ مچھلی مٹھی میں لئے ہوئے تھا۔ جب اسی مقام پر پہنچا۔ تو اسی طرح سب لڑکے بھاگ گئے اور حضرتؑ وہیں کھڑے رہے۔ آپ سے کہنے لگا۔ اے محمدؑ! بتلاؤ تو میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرتؑ نے علم امامت سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے چند دریا خلق کئے ہیں کہ ابر ان دریاؤں سے بلند ہوتا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ابر کے ساتھ کھنچ جاتی ہیں۔ اور بادشاہوں کے باز ان کو شکار کرتے ہیں۔ اور بادشاہ اسے ہاتھ میں چھپا کر برگزیدگانِ خاندانِ نبوت کا امتحان کرتے ہیں۔ مامون سنتے ہی کہنے لگا اَنْتَ ابْنُ الرِّضَا حَقًّا (بے شک آپ امام رضاؑ کے فرزند ہیں) پس حضرتؑ کو نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل سے آپ کا عقد کر دے۔ جب ارا کینِ دولت نے جو بنی عباس تھے۔ یہ خبر سنی تو انہیں بہت ناگوار ہوا۔ آپس میں مشورہ کر کے مامون سے جا کر کہا۔ اے امیر ہم نے سنا ہے کہ آپ کا ارادہ ہے کہ شاہزادی ام الفضل کو محمد تقی بن علی رضا سے منسوب کریں۔ ہم لوگوں کی رائے ناقص میں کئی وجہوں سے یہ امر خلاف اور غیر مستحسن معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ دولت خلافت جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے دودمان بنی عباس میں عطا فرمائی ہے۔ یہ بہتر نہیں ہے کہ خاندان بنی علیؑ میں منتقل ہو جائے۔ دوسرے محمدؑ بن علیؑ ہنوز دس سال کے بھی نہیں ہیں۔ کسی علم کی تعلیم نہیں پائی ہے۔ علم شرع سے بھی واقف نہیں ہے۔ مناسب نہیں کہ شاہزادی

کا عقد اس طفل بے علم سے کر دیا جائے۔ مامون نے کہا۔ یہ تم کیا کہتے ہو۔ یہ خاندان وہ خاندان ہے کہ جس خاندان میں خدا نے اپنے حکم سے خلافت قرار دی تھی۔ مگر تم لوگوں نے ناحق اسے اپنی طرف منتقل کر لیا۔ اور محمد بن علی اسی خاندان نبوت اور اہل بیت رسالت سے ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ ان کے چھوٹے اور بڑے سب کے سب علم و فضل میں یکساں ہوتے ہیں۔ ان کا علم خدا کی جانب سے ہوتا ہے۔ کسی کی تعلیم سے نہیں ہوتا۔ اگر تمہیں امتحان مقصود ہے۔ تو جو مسئلے مشکل ہوں ان سے پوچھو۔ ان کی معرفت اور ان کا کمال تم پر ظاہر ہو جائے گا۔

حضرتؑ کا ام الفضل سے عقد اور بنی عباس کی مخالفت

یہ سن کر وہ لوگ چپ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ رائے بالکل صائب ہے اور ہمیں بھی پسند ہے۔ ہم ان سے کسی مجلس عام میں کوئی مسئلہ شرعیہ مشکل پوچھیں گے۔ اگر جواب شافی دیا۔ تو ہم لوگوں کو کوئی جائے اعتراض نہ رہے گی۔ الغرض ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے یحییٰ بن اکثم کو جو اس زمانہ میں قاضی القضاۃ اور عالم بے مثل گنا جاتا تھا تجویز کیا۔ کہ وہ دربار عام میں امام محمد تقیؑ سے کوئی مسئلہ لاینحل پوچھے اور آپ کو ملزم کرے اور اسے اموال کثیرہ و زر ہائے خطیر دینے کا وعدہ بھی کیا۔

مباحثہ حضرتؑ با یحییٰ بن اکثم

الحاصل ایک روز معین کر کے سب ارکین دولت و اعیان سلطنت و علماء و فضلاء دربار شاہی میں جمع ہوئے۔ مامون نے امام محمد تقیؑ کو مقام صدر میں اپنے پہلو میں مسند پر بٹھایا۔ اور حضرتؑ کے دونوں پہلوؤں میں دو تکیے رکھ دیے اور یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے آکے بیٹھا۔ اور مامون سے کہنے لگے۔ اگر اجازت ہو تو میں ان صاحبزادے سے کوئی مسئلہ پوچھوں۔ خلیفہ نے کہا تم ان ہی سے اجازت لو۔ جب یہ اذن دیں۔ تو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔ اس وقت یحییٰ بن اکثم نے حضرتؑ سے اجازت لے کر یہ سوال کیا۔ کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص نے جو حالت احرام میں تھا شکار کیا۔ اس کا کفارہ شرع انور میں کیا ہے؟

جواب حضرتؑ

امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے یحییٰ! تو نے یہ سوال مجمل کیا۔ یہ تو بتا کہ اس محرم نے

کہاں شکار کیا - حل میں یا حرم میں - اور وہ عالم تھا یا جاہل مسئلہ - اور عمداً شکار کیا تھا یا خطا سے - اور وہ شخص آزاد تھا یا غلام اور بالغ تھا یا نابالغ - اور اس نے حالتِ احرام میں پہلے پہل یہ شکار کیا یا اور بھی کئی شکار کر چکا تھا - اور وہ صید پرندوں میں سے تھا یا وحوش سے - اور وہ جانور چھوٹا تھا یا بڑا - اور اب وہ مُحرم اپنے فعل پر مُصِر ہے یا نادم؟ اور یہ شکار شب کے وقت کیا تھا یا دن میں؟ اور احرام عمرہ کا باندھے ہوئے تھا یا حج کا؟ یہ سن کر یحییٰ بن اکثم مبہوت ہو گیا - اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا - زبان میں لکنت پیدا ہو گئی - کچھ کہہ نہ سکا - اس وقت مامون نے حضرتؑ سے مخاطب ہو کر کہا - اے ابو جعفرؑ میری جان آپ پر قربان ہو بہت خوب ہوتا - اگر آپ اس مسئلہ کے احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتے کہ ہم سب لوگ بھی اس سے مستفید و بہرہ یاب ہو جاتے - حضرت نے فرمایا کہ محرم جس وقت حل میں شکار کرے اور وہ صید طیور میں سے ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر اسی قسم کا صید حرم میں کیا ہے تو اس شخص کو دو بکریاں دینی ہوں گی اور اگر طیور میں سے کسی بچہ کو حل میں شکار کیا ہو - تو اس کے عوض میں ایک دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے گا - اور اگر حرم میں مار ڈالا ہو تو ایک دنبہ مع اس بچے کی قیمت کے جسے مار ڈالا ہے کفارہ میں دے گا - اور اگر وہ صید وحوش میں سے ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں - اگر وہ جانور حمار وحشی ہے تو ایک گائے اور اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ کفارہ دے گا اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری اس کے عوض دے گا - اور یہ کفارے جانورانِ وحشی کے جب ہیں کہ حل میں شکار کیا ہو - اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو یہی کفارے دوچند دینے ہوں گے - اور ان جانوروں کو جنہیں کفارے میں دے گا اگر احرام عمرہ کا تھا - تو خانہ کعبہ تک پہنچانا ہوگا - اور مکہ میں قربانی کرے گا - اور اگر احرام حج کا باندھا تھا - تو ان جانوروں کو منیٰ میں قربانی کرے گا اور ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں - اور عمداً صید کرنے میں علاوہ بریں گنہگار بھی ہوگا - اور حالت خطا میں اس پر گناہ نہیں ہے اور آزاد کیلئے کفارہ خود اس کی ذات پر ہے - اور غلام کا کفارہ اس کے آقا کے ذمہ ہے - اور طفل صغیر پر کوئی کفارہ نہیں ہے - اور بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے صید کرنے پر نادم ہو تو اس سے عذاب آخرت معاف ہو جائے گا

اور اگر اپنے فعل پر مصر ہو تو اس پر آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔ حضرتؑ کا یہ کلام بلاغت نظام سن کر تمام اہل مجلس بالاتفاق آپ کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور آپ کے علم و فضل کے معترف و مقر ہو گئے۔ اس وقت مامون نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں اگر مصلحت جانئے تو ایک مسئلہ آپ بھی یحییٰ سے دریافت فرمایئے۔ پس حضرتؑ نے یحییٰ سے مخاطب ہو کر پوچھا اے یحییٰ تو اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر صبح کے وقت نظر کی تو وہ اس پر حرام تھی۔ بعد اس کے دن چڑھے وہ عورت اس پر حلال ہو گئی۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو گئی۔ اور عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ پھر مغرب کے وقت حرام ہو گئی۔ اور عشا کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو پھر حرام ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی پھر اس پر حلال ہو گئی۔ بتا وہ عورت کون سی ہے؟ یحییٰ نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس کے جواب سے عاجز ہوں۔ نہیں عرض کر سکتا۔ آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ ہم لوگ اس مسئلہ سے بھی مستفید ہوں۔ فرمایا وہ عورت کسی کی لونڈی تھی۔ ایک شخص اجنبی نے صبح کے وقت اس پر نظر کی تو وہ حرام تھی دن چڑھے اسے مول لے لیا۔ تو وہ حلال ہو گئی۔ دوپہر کے وقت آزاد کر دیا۔ پھر حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت اس سے ظہار کیا۔ پس وہ حرام ہو گئی۔ عشا کے وقت اس نے کفارۂ ظہار دیا۔ پھر حلال ہو گئی نصف شب کو اس نے اس عورت کو طلاق رجعی دے دی حرام ہو گئی۔ صبح کے وقت اس مرد نے رجوع کیا۔ پھر وہ حلال ہو گئی۔

الحاصل مامون نے سب اہل مجلس سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اب بھی تم لوگوں کو ان کی نسبت کچھ کلام باقی ہے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا اے خلیفہ یہ خاندان نبوت معدن وحی و رسالت ہے بے شک ان کا علم و فضل اور فہم و ذکا منجانب اللہ ہے۔ اب ہم لوگوں کو کوئی جائے اعتراض نہیں۔ جیسی رائے سلطانی ہو ویسا عمل کیا جائے۔ پس اسی وقت اور اسی جگہ مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد امام محمد تقیؑ سے کر دیا۔ کچھ دنوں بعد حضرت مع اپنی زوجہ کے وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں رہا بھی کرتے تھے جب ۲۱۸ھ ہجری میں مامون مر گیا۔ تب اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا۔ وہ شقی حضرتؑ کے درپے ہلاکت ہوا۔ آپ کو بغداد میں طلب کیا

اس وقت آپ نے امام علی نقیؑ کو اپنا وصی کیا - اور کل تبرکات انبیاء ان کے سپرد کیے اور روضۂ جناب رسول خدا سے رخصت ہوئے - اور اپنی شہادت پر آمادہ ہو کے بغداد تشریف لے گئے - اٹھائیسویں محرم ۲۲۰ھ سنہ ہجری میں وہاں پہنچے - اور اسی سال معتصم نے آپ کو زہر سے شہید کیا - اور بنابر ایک روایت کے آپ کی زوجہ ام الفضل نے حیلہ کرکے آپ کو باصرار تمام اپنے گھر لے جاکر طعام زہر آلود کھلایا - کھاتے ہی زہر کا اثر معلوم ہوا جب اپنے مقام پر تشریف لائے - تو تمام بدن میں زہر کا اثر پھیل گیا اور آپ نے شہادت پائی۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام علی نقیؑ اس وقت سات برس اور چار مہینے کے تھے - براہ اعجاز مدینہ منورہ سے بغداد تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار کو غسل و کفن دے کر بغداد میں مقابر قریش میں امام موسیٰ کاظم کے پہلو میں دفن کیا - جو مقام اب بنام کاظمین مشہور ہے - اور پھر اسی روز مدینہ کو واپس چلے گئے

مجلس شصت و پنجم ۶۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللّٰہُ تبارکَ و تعالیٰ فی کتابہِ المجیدِ و فرقانہِ الحمیدِ وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے - کہ جتنے درخت روئے زمین پر ہیں - اگر وہ سب بمنزلہ قلم ہو جائیں اور سارا سمندر جو محیط کرۂ ارض ہے - وہ سب سیاہی ہو جائے - اور جب وہ سب ختم ہو جائے - تو اس کے بعد پھر سات سمندر اور بھی سیاہی کا کام دیں تو بھی کلمات خدا تمام نہیں ہو سکتے - بے تحقیق کہ خدا غالب اور صاحب حکمت ہے)

تفسیر آیہ کلمات اللہ

مفسرین میں اختلاف ہے کہ کلمات خدا سے یہ کیا مراد ہے - جس کی انتہا نہیں ہے

بعضوں نے کہا ہے کہ کلمات خدا سے مراد علم یا معلومات باری تعالیٰ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مقدرات حق تعالیٰ ہے یا مراد کلمات سے مخلوقات خدا ہے۔ جس کو دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اور آخرت میں پیدا کرے گا۔ یا وہ نعمات مراد ہیں جو دنیا میں اپنے بندوں کو عطا کرے گا۔ اور تفسیر اہل بیت میں ہے۔ کہ مراد کلمات سے فضائل اہل بیت ہیں۔ جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا تھا لَوْ کَانَ لِرِیَاضُ اَقْلَامًا وَالْبَحْرُ مِدَادًا وَالْجِنُّ حُسَّابًا وَالْاِنْسُ کُتَّابًا مَا اَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (یعنی اگر تمام دنیا کے درخت قلم ہو جائیں۔ اور تمام دریا سیاہی ہو جائیں۔ اور تمام جن حساب کریں۔ اور تمام انسان لکھیں۔ تو بھی فضائل علیؑ بن ابی طالب کا احاطہ نہیں کر سکتے)، ۵

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست — کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم

آدم کی توبہ قبول ہونے کا بیان

یہ ہیں کلمات خدا جن کو کوئی دوسرے کے ساتھ نہیں بدل سکتا۔ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ۔ یہ کلمات خدا وہ ہیں۔ جن کی وجہ سے جناب آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (لئے اور سیکھے آدمؑ نے اپنے پروردگار سے چند کلمے جن کی وجہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ بہ تحقیق کہ خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے) صاحب منہاج الصادقین لکھتے ہیں کہ جب آدم اور حوا کو حکم ہوا کہ بہشت سے زمین پر جاؤ۔ آدم نے حوا کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ اے حوا! زمانہ غریبی اور بے کسی کا پہنچا کہ مرتبہ بلند سے ہم لوگ گھٹا دئے گئے۔ آؤ روئے زمین پر چلیں۔ فوراً جبرئیلؑ نے آ کر کہا حکم خدا ہے کہ تم دونوں علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ۔ اور جدا جدا رہو۔ آدم نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور رونے لگے۔ جسے دیکھ کر ملائکہ بھی ان لوگوں کی غربت اور مصیبت پر رونے لگے۔ الحاصل آدم کو سراندیپ پر پہنچے اور حوا سمندر کے کنارے اس مقام پر جس کو جدہ کہتے ہیں اتاری گئیں۔ جناب آدم تین سو برس تک روتا کئے ان کی دونوں آنکھیں مثل دو نہروں کے جاری تھیں۔ اور حوا بھی سمندر کے کنارے

یا کرتی تھیں۔ ایک روز آدمؑ نے جبرئیل سے پوچھا۔ اے بھائی جبرئیل حوا کہاں ہیں؛
ض کی دریا کے کنارے آپ کے فراق میں رویا کرتی ہیں۔ اور آپ کی ان کو کچھ خبر
ہیں ہے۔ جناب آدم یہ سن کر بیہوش ہوگئے۔ اس بے ہوشی میں دیکھا کہ حوا دریا کے
رے بیٹھی رو رہی ہیں اور کہتی ہیں حَبِیْبِیْ اٰدَمُ اَجَائِعٌ اَنْتَ اَمْ شَبْعَانٌ
تو مِسٌ اَنْتَ اَمْ عُرْیَانٌ اَنَائِمٌ اَنْتَ اَمْ یَقْظَانٌ (اے میرے حبیب آدمؑ!
ے مونس و ہمدم نہیں معلوم تم بھوکے ہو یا سیر ہو۔ نہیں معلوم تم لباس پہنے ہو یا برہنہ
۔ نہ معلوم تم جاگتے ہو یا سو رہے ہو) آدم نے چاہا جواب دیں کہ ہوش آ گیا اور
رونا شروع کر دیا۔ جب جبرئیل امین نے پوچھا۔ سب حال بیان کیا۔ اس وقت
جبرئیل امین نے درگاہ خدا میں عرض کی۔ خداوندا! ان دونوں غریبوں پر رحم کر۔ خطاب
کہ آدمؑ کو خوش خبری دو کہ جدائی کا زمانہ گزر گیا۔ بہت جلد تم دونوں ملو گے چنانچہ
فات میں دونوں سے ملاقات ہوئی۔ اور ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ اسی سبب
س مقام کو عرفات کہتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ تین چیزوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آدم پر رحم کیا حیا و بکا
عا۔ حیا آدم کو ایسی تھی کہ جب سراندیپ پر اتار دیئے گئے تو تین سو برس تک شرم
و سر اوپر کی طرف نہ کیا۔ اور آسمان کو نہ دیکھا۔ اور رونا حضرت کا ایسا تھا کہ حدیث
یا ہے کہ اگر تمام اہل دنیا کے رونے کو حضرت داؤدؑ کے رونے سے نسبت دیں
اؤدؑ کا رونا بڑھ جائے گا۔ اور اگر تمام عالم کے اور حضرت داؤدؑ کے رونے کو ملا کر
ت نوحؑ کے رونے کے ساتھ لحاظ کریں۔ تو حضرت نوحؑ کا رونا زیادہ ٹھہرے گا۔
اگر تمام عالم کا رونا اور حضرت داؤدؑ اور حضرت نوحؑ کا رونا ملا کر حضرت آدمؑ کے
نے سے مقابلہ کریں۔ تو حضرت آدمؑ کا رونا ان سب کے رونے سے زیادہ قرار پائے
ور دعا ان کی یہ تھی کہ جناب خاتم المرسلینؐ اور ان کے اہل بیتؑ طاہرین کا واسطہ
کر دعا کی تھی۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا اور
ن سے آسمان پر پہنچایا۔ تو ساق عرش پر کچھ صورتوں کو دیکھا۔ جن کے سر پر ہر ایک کا نام
تھا۔ آدمؑ نے یہ دیکھ کر کہا خداوندا کیا میرے پہلے بھی میری صورت پر کچھ لوگوں کو پیدا
ہے۔ ارشاد ہوا نہیں۔ بلکہ یہ سب تمہارے ہی فرزند ہیں۔ تمہاری ہی نسل سے پیدا

ہوں گے - اگر ان کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا - تو ہم تم کو بھی پیدا نہ کرتے - اے آدم ان کے ناموں کو یاد کر لو - کہ وقت مصیبت تمہارے کام آئیں گے - آدم نے ان ناموں کو یاد کر لیا - اسی بات کی خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (پس آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھ لئے) جب وقت قبول توبہ کا پہنچا - جبرئیل امین نے کہا - اے آدمؑ! کیا ان ناموں کو جو ساق عرش پر لکھے دیکھے تھے بھول گئے؟ انہی ناموں کے واسطے سے دعا کرو - یہ سن کر آدمؑ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ اِلَّا تُبْتَ عَلَیَّ (یا اللہ! محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ تو میری توبہ قبول فرمالے) جب آدمؑ نے رسول مختارؐ اور اہل بیت اطہارؑ کا واسطہ دیا فَتَابَ عَلَیْهِ (اسی وقت ان کی توبہ قبول ہوئی) پس یہ کلمات ہیں کَلِمٰتُ اللّٰهِ اور یہ وہ کلمات اللہ ہیں - جن کے ساتھ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا - جیسا کہ فرماتا ہے وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ (اور اس وقت کو یاد کرو - جبکہ ابراہیمؑ کا ان کے پروردگار نے کلمات کے ذریعے سے امتحان لیا - پھر ابراہیمؑ نے انہیں پورا کر دیا) حضرت ابراہیمؑ اس امتحان میں ایسے پورے اترے اور اس پر ایسے قائم رہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی (اور ابراہیمؑ وہ ہیں جو پورے اترے)

جناب ابراہیمؑ کا کلمات خدا سے امتحان

منقول ہے کہ مفضل نے جناب امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا یا مولا وہ کون سے کلمات ہیں - جن سے خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کا امتحان لیا - فرمایا وہی کلمات ہیں جن کی وجہ سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی - اِلٰھِیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ اِلَّا تُبْتَ عَلَیَّ (یا اللہ! میں تجھ سے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرمالے) جب آدمؑ نے یہ کلمات زبان پر جاری کئے - فوراً خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی - مفضل نے پوچھا فَاَتَمَّهُنَّ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا خدا نے اس امامت کو پورا کیا - اور بارہ اماموں پر ختم کیا کہ ان میں سے بارھویں قائم آل محمدؐ ہوں گے - اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ -

الحاصل اس کے بعد خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (اے ابراہیم: ہم نے تم کو امام اور پیشوائے امت قرار دیا - ابراہیمؑ نے عرض کی - بارالٰہا میرے فرزندوں سے اور نسل سے بھی امام قرار دے - ارشاد ہوا کہ ہمارا امرِ امامت ظالموں اور گمراہوں کو نہ پہنچے گا) اس آیت سے معلوم ہوا کہ امر امامت منجانب اللہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے مشورے سے کوئی شخص امام نہیں بن سکتا - جیسا کہ فرمایا ہے - اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تم کو لوگوں کے واسطے امام قرار دینے والا ہوں) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عہدہ امامت خدائی عہد ہے - لوگوں کی جانب سے نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (میرا عہد حکومت ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا) اور ظالم کا اطلاق کافر پر بھی آیا ہے - جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر ہی تو ظالم ہیں) اور جو لڑائی سے منہ موڑے اس پر آیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (پھر جب ان پر جہاد واجب کیا گیا تو ان میں سے بہت ہی تھوڑوں کے سوا سب نے منہ موڑا - اور اللہ ظالموں کے حال سے خوب واقف ہے) اس سے ثابت ہوا - کہ جو شخص کافر یا بت پرست رہا ہو اور لڑائیوں سے بھاگا ہو وہ ظالم ہے - پس وہ ہرگز امام نہیں ہو سکتا - اور توبہ کرنے سے وہ بت پرستی کا دھبہ اور بھاگنے کی وجہ سے جو کلنک کا ٹیکہ لگا ہے - وہ اس سے نہیں مٹ سکتا - البتہ وہ شخص امام ہو سکتا ہے - جس نے کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑا ہو - کبھی بت پرستی نہ کی ہو - بلکہ بتوں سے خانۂ خدا کو پاک و صاف کر دیا ہو - چنانچہ ابن مغازلی نے جو علماء اہل سنت سے ہیں - عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے - کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا - میں ہوں وہ شخص جس کی ابراہیمؑ نے دعا کی تھی - اور خدا سے طلب کیا تھا - پس صحابہ نے جو اس مجلس میں حاضر تھے - عرض کی یارسول اللہ! بیان فرمائیے - کیونکر ابراہیمؑ نے خدا سے دعا کی تھی؟ فرمایا جب خدا نے ابراہیمؑ سے فرمایا - اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (بالتحقیق میں تم کو کل آدمیوں کے لئے امام مقرر کرنے والا ہوں) تو ابراہیم نے تمنا کی کہ میری نسل سے بھی کوئی مرتبۂ

امامت و ہدایت پر فائز ہو۔ وحی ہوئی اے ابراہیمؑ! تمہاری نسل میں سب ہی طرح کے لوگ ہوں گے۔ امامت امر عظیم ہے۔ جو ظالم ہوگا اس کو امامت نہیں پہنچ سکتی۔ ابراہیمؑ نے دریافت کیا کہ میری نسل میں ظالم کون ہوگا؟ ارشاد ہوا۔ کہ جو میری ذات کے سوا بتوں کو سجدہ کرے گا۔ اس وقت ابراہیم نے یہ دعا کی وَ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (بار الٰہا مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا) ابراہیم کی یہ دعا خداوند عالم نے میرے بارے میں اور علیؑ کے بارے میں قبول کی۔ کہ مجھے اور علیؑ کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھا فَاتَّخَذَنِیْ نَبِیًّا وَّ اتَّخَذَ عَلِیًّا وَصِیًّا اسی سبب سے خدا نے مجھ کو تو نبی اور رسول قرار دیا اور علی کو وصی اور امام بنایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بیان ہفت دریا

اور کتاب مناقب میں منقول ہے کہ یحییٰ بن اکثم نے جناب امام علی نقی سے جو سوالات کئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ جو قرآن مجید میں فرماتا ہے وَ لَوْ اَنَّ فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ آیا یہ صحیح ہے؟ اور وہ سات دریا کون سے ہیں؟ فرمایا بے شک صحیح ہے اگر تمام دنیا کے درخت قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی ہو جائیں یہاں تک کہ زمین سے چشمے ظاہر ہوں۔ جس طرح طوفان نوحؑ میں جاری ہوئے تھے۔ تو بھی کلمات خدا کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ سات چشمے یہ ہیں۔ چشمہ کبریت۔ چشمہ یمن۔ چشمہ برہوت۔ چشمہ طبریہ اور چشمہ گرم ماسیذان جس کو بلسان بھی کہتے ہیں۔ اور چشمہ گرم افریقہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور چشمہ باجوران اور ہم ہیں۔ وہ کلمات خدا کہ ہمارے فضائل کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آج میں ان ہی حضرتؑ کا حال جو دسویں امام ہیں بیان کرتا ہوں۔ محمد نوفلی کہتا ہے کہ میں نے جناب امام علی نقی کو سنا وہ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا اسم اعظم تہتر حروف ہیں۔ ان میں آصف بن برخیا کو ایک حرف معلوم تھا جس کے سبب سے زمین سمٹ گئی۔ اور انہوں نے بہ چشم زدن میں شہر سبا سے تخت

بلقیس کو سلیمانؑ کے پاس پہنچا دیا۔ بعد اس کے پھر زمین پھیل گئی۔ اور ہمارے پاس ان اسماء میں سے بہتّر حروف موجود ہیں اور ایک خداوند عالم نے خاص اپنے واسطے رکھا ہے۔ جس کے سبب سے تمام اشیا کا علم غیب اس کو حاصل ہے۔ اسی سے خدا نے آصف بن برخیا کے بارے میں فرمایا ہے وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ (اور عرض کی اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب کا ایک جزو تھا کہ میں وہ آپ کے پاس لائے دیتا ہوں۔ قبل اس کے کہ آپ کی پلک جھپکے) اور جناب امیرؑ کے بارے میں فرمایا ہے قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (اے رسول! کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو اللہ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے کافی ہے)

منقول ہے کہ جب متوکل بیمار ہوا تو اس نے نذر کی تھی کہ اگر اچھا ہو جاؤں گا۔ تو بہت سا مال خدا کی راہ میں صدقہ دوں گا۔ جب اچھا ہو گیا۔ تو مال کثیر میں بہت اختلاف ہوا۔ آخر حسن اس کے حاجب نے کہا اگر میں جواب باصواب لے آؤں تو کیا انعام ملے گا۔ اس نے کہا دس ہزار درہم اور نہیں تو سو کوڑے تجھے ماروں گا۔ اس کے بعد وہ امام علی نقیؑ کے پاس جس گھر میں حضرت مقید تھے آیا۔ اور اس مسئلہ کو پوچھا۔ فرمایا اسّی درہم صدقہ دے۔ حاجب نے متوکل سے بیان کیا۔ اس نے سبب پوچھا۔ پھر وہ حضرتؑ کے پاس آیا اور دریافت کیا۔ تو فرمایا خدا تعالیٰ قرآن میں اپنے رسول سے فرماتا ہے۔ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ (یقیناً خدا نے تمہاری بہت جگہ مدد کی ہے) ہم نے جو ان جگہوں کو شمار کیا تو اسّی مقام تھے۔ اس نے آکے متوکل سے بیان کیا۔ بہت خوش ہوا اور اس کو دس ہزار درہم انعام دیئے۔

حکایت زینب کذابہ

منقول ہے کہ اس زمانہ میں ایک عورت تھی۔ جس کا نام زینب تھا۔ وہ کہتی تھی کہ میں علی بن ابی طالبؑ کی بیٹی ہوں۔ متوکل نے اسے بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا میں علیؑ کی بیٹی ہوں۔ جب شام گئی تھی۔ تو ایک صحرا میں بنی کلب کے ہاں ٹھہر گئی تھی۔

پھر ان لوگوں میں زندگی بسر کرنے لگی - متوکل نے کہا - اگر تو ان کی بیٹی ہوتی تو بڑھیا ہوتی حالانکہ تو جوان ہے - اس نے کہا پیغمبر خداؐ نے میرے بارے میں دعا کی تھی - کہ ہر پچاس برس کے بعد میں جوان ہو جاؤں - متوکل نے اولاد ابو طالب کو بلا کر پوچھا سب حیران ہوئے - آخر ایک شخص نے کہا - کہ سوائے علی نقیؑ کے اور کوئی نہیں بتا سکتا - اس نے آپ کو بلا بھیجا - جب کیفیت بیان کی تو فرمایا کہ ہماری اولاد کا گوشت درندوں پر حرام ہے - اگر یہ سچی ہے - تو اس کو درندوں کے آگے ڈال دو اس نے جو یہ سنا - فریاد کرتی ہوئی بھاگی - اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چند اس نے انکار کیا مگر درندوں کے آگے ڈال دی گئی - وہ سب اسے پھاڑ کر کھا گئے -

ایک شخص نے متوکل سے کہا کہ یہ بھی تو اولاد رسولؐ سے ہیں - ان پر بھی آزمانا چاہیے - غرض تین دن تک درندوں کو بھوکا رکھا گیا - تیسرے دن امام کو بلا بھیجا - اور درندوں کو چھوڑ دیا گیا - اور خود وہ شقی کوٹھے پر بیٹھا - جب حضرت کو درندوں کو دیکھا - دم ہلا کر گرد پھرنے لگے - اور قدم چومنے لگے - حضرت نے کچھ خیال نہ کیا - اور متوکل کے پاس چلے گئے - تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اترے - درندے پھر اسی طرح حضرتؑ کے گرد تصدق ہوتے تھے - اور قدموں پر منہ ملتے تھے - اس کے بعد حضرتؑ چلے آئے - صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں سامرہ گیا - جبکہ متوکل نے حضرتؑ کو بلا کے فقیروں کی سرائے میں اتارا تھا - میں نے عرض کی یا مولا: آپ پر فدا ہوں یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کے نور کو بجھا دیں - اس سرائے خراب میں جو فقیروں کے رہنے کا مقام ہے آپ کو جگہ دی ہے - فرمایا ٹھہر جا - بعد اس کے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا - میں نے جو دیکھا تو باغہائے خوش آئندہ و سرسبز موجود ہیں - نہریں جاری ہیں - حوریں آراستہ ہیں - بہت سے لڑکے غلامی کے واسطے حاضر ہیں - میں دیکھ کر حیران ہو گیا - فرمایا اے ابن سعید! تعجب کیا کرتا ہے ہم اہل بیت جہاں ہوں - خدا ایسی جگہ ہی دیتا ہے -

سرائے میں صالح کو باغ بہشت دکھانا

لکھا ہے کہ جب متوکل نے حضرتؑ کو قید کیا - اور علی بن کرکر کے حوالہ کیا - تو حضرتؑ نے فرمایا میرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقۂ صالحؑ سے کم نہیں ہے - تمتعوا

فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ (تین دن تم لوگ اور چین کر لو - یہ بات خلاف نہ ہوگی) بروایت دیگر آپ نے فرمایا کہ میرے ایک ناخن کا ٹکڑا خدا کے نزدیک ناقہ صالحؑ اور اس کے بچے سے گرامی تر ہے -

زراقہ کہتا ہے میں نے اپنے مکان پر آکر اپنے بیٹے کے معلم سے کہ وہ شیعہ مذہب تھا - یہ ذکر کیا - اس نے کہا اگر امام کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ہے - تو متوکل تین دن کے بعد مارا جائے گا - اس لئے کہ جن لوگوں نے ناقہ صالح کو پے کیا تھا تین دن کے بعد وہ سب ہلاک ہو گئے تھے - میں نے اس کے کلام پر کچھ اعتنا نہ کی - تیسرے دن منتصر بن متوکل کو مع فتح بن خاقان وزیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا - اس وقت مجھے حضرتؑ کی امامت کا یقین ہوا - اور آپ کے پاس جا کے معلم کی حکایت بیان کی - فرمایا اس نے سچ کہا تھا - میں نے متوکل پر نفرین کی تھی اور حق تعالیٰ نے میری دعا مستجاب کی -

اللہ اکبر ! مومنین جناب امام علی نقیؑ نے بھی اور اماموں سے کم اذیت و تکلیف قید کی نہیں اٹھائی ہے -

ایک روایت میں ہے کہ متوکل نے زراقہ حاجب کے گھر میں اور دوسری روایت میں ہے کہ سعید حاجب کے مکان میں امام کو مقید و نظر بند کیا تھا - مدت دراز تک وہ جناب محبوس و نظر بند رہے - اور ہر چند متوکل لعین نے اپنی زندگی میں آپ کی ہلاکت کے بہت سے حیلے کئے - مگر آپ محفوظ رہے - آخرالامر معتز عباسی نے حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کیا - وقت شہادت عزیزوں میں بجز امام حسن عسکریؑ کے اور کوئی پاس موجود نہ تھا - آپ نے ہی اپنے پدر بزرگوار کو غسل دیا - کفن کیا - اور نماز جنازہ پڑھ کے آپ کی عبادت گاہ میں بمقام سامرہ دفن کر دیا - اور ان حضرتؑ کے جنازہ کے ساتھ کل علماء و امراء و اشراف جمع تھے - اور خلیفہ کے ارکان سلطنت بھی سب کے سب جنازہ کی مشایعت میں حاضر تھے -

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مجلس شصت و ششم ۶۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَفُرْقَانِهِ الْحَمِيْدِ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے تحقیق کہ برگزیدہ کیا خدا نے واسطے نبوت اور امامت و خلافت کے) آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام عالم پر کہ بعض ان کے بعض کی ذریت سے اور نسل سے ہیں۔ اور خدا سننے والا ہے (لوگوں کی باتوں کا) اور جاننے والا ہے (لوگوں کے اعمال کا)

تفسیر ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ بیان اصطفائے انبیاء

واضح ہو کہ اس آیت میں قابل تفسیر بات یہ ہے کہ کس بات میں خدا نے ان بزرگواروں کو برگزیدہ کیا ساتھ ابو البشر ہونے کے اور نبی ہونے کے اور تعلیم اسماء کے اور سجود ملائکہ کے۔ اور نوح کو برگزیدہ کیا ساتھ نبوت کے اور طول عمر اور ترتیب سفینہ اور اجابت دعا اور نسخ شریعت سابقہ کے۔ اور ابراہیم کو برگزیدہ کیا ساتھ خلت اور امامت اور نبوت کے اور برد نار اور بنائے کعبہ اور ذبح اسماعیل کے جب کہ آل ابراہیم سے خود حضرت ابراہیمؑ مراد ہوں اور اگر اولاد مراد ہو تو یہ معنی ہوں گے۔ کہ برگزیدہ کیا حق تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ کو مثل اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ و یونسؑ و زکریاؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ و محمد مصطفےٰؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے کہ یہ سب کے سب ذریت ابراہیمؑ سے ہیں۔ اور برگزیدہ کیا اللہ نے آل عمران کو کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ ہیں۔

بیان سر عمران

واضح ہو کہ عمران تین شخصوں کا نام گزرا ہے۔ ایک تو موسیٰؑ و ہارونؑ کے باپ عمران بن یصہر تھے۔ پس یہ معنی ہوں گے کہ خدا نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو برگزیدہ کیا

ساتھ نبوت کے۔ اور کلام کرنے کے۔ اور معجزات غریبہ کے۔ دوسرے عمران بن ماثان تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے نانا جناب مریمؑ کے باپ تھے۔ پس یہ معنی ہوں گے کہ مریمؑ کو برگزیدہ کیا زنان عالم پر جیسا کہ فرمایا ہے یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَ طَھَّرَکِ وَ اصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (اے مریمؑ! بالتحقیق اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا اور تم کو پاک کیا اور تم کو تمام عالم کی عورتوں سے منتخب کر لیا) اور حضرت عیسیٰؑ کو اس بات کے ساتھ برگزیدہ کیا کہ بے باپ کے پیدا ہوئے اور گہوارے میں کلام کیا۔ انبیاء اولوالعزم سے ہوئے۔ جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے)

بیان آل عمران

تیسرے عمران بن عبد المطلب چچا حضرت رسولؐ کے تھے۔ جن کی کنیت ابو طالب تھی۔ اور وہ باپ تھے علیؑ کے۔ اور ان کی آل علیؑ بن ابی طالب اور گیارہ امام ہوئے۔ اور اگر عمران سے پدر جناب امیرؑ مراد نہ بھی ہوں۔ تو بھی رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ اور سائر ہدیٰؑ آل ابراہیمؑ میں تو ضرور شامل ہیں۔ جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ پس بے شک یہ بزرگوار برگزیدہ خدا ہوں گے۔ اور جن کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ ضرور ہے کہ وہ معصوم ہوں۔ جو گنہگار ہوگا۔ اس کو خدا تمام خلائق سے کیونکر برگزیدہ کر سکتا ہے۔ اور اولاد ابراہیمؑ میں سوائے انبیائے سابقین۔ اور خاتم النبیینؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے کوئی دوسرا گناہوں سے معصوم اور محفوظ نہیں گزرا ہے۔ اکثر احادیث میں ائمہ طاہرینؑ سے وارد ہوا ہے کہ یہ آیت اصل میں یوں نازل ہوئی تھی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (بے شک اللہ نے آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور آل ابراہیمؑ کو اور آل عمران کو اور آل محمدؐ کو تمام عالموں سے برگزیدہ کر لیا)، آل محمدؐ کو قرآن سے لوگوں نے ساقط کر دیا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا عجب حال ہے ان لوگوں کا کہ جب آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کا ذکر کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ اور جب آل محمدؐ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ان کے دل گرفتہ ہو جاتے

میں - اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے - اگر ایسے لوگوں میں سے کوئی شخص قیامت میں ستر پیغمبروں کے برابر عبادت کئے ہوئے بھی آئے گا تو بھی خدا قبول نہ کرے گا جب تک کہ میری اور علیؑ بن ابی طالب کی محبت و ولایت اس کے دل میں نہ ہوگی - اور ثعلبی نے بھی جو مفسرین عامہ سے ہے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے قرآن میں اس طرح تھا - اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ وَ آلَ مُحَمَّدٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ -

روایت ابوذر بموقف حج

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کے زمانہ میں موقف حج میں ایک شخص کو دیکھا - سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہے - جب میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ بھی ایک حدیث بیان کرتا ہے - جب میں فارغ ہوا تو وہ کہنے لگا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا جُنْدُبُ بْنُ جُنَادَةَ الْغِفَارِيُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ معلوم کرے کہ میں ہوں جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رسول خدا کا صحابی) میں نے اسی مقام پر رسول خدا سے سنا ہے اگر جھوٹ کہتا ہوں - تو میرے کان بہرے ہو جائیں کہ حضرت نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (بے شک اللہ نے آدم اور نوحؑ اور آل ابراہیم اور آل عمرانؑ کو تمام عالموں سے برگزیدہ کیا ہے - ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں) اس کے بعد فرمایا ایہا الناس آگاہ ہو کہ علیؑ بن ابی طالب ذریت نوحؑ بھی ہیں اور آل ابراہیم بھی ہیں - اور سلالۂ اسمٰعیل بھی ہیں اور عترت طاہرہ محمدؐ بھی ہیں - اور صدیق اکبر بھی ہیں - اس کے بعد حضرت ابوذر نے کہا اے امت متحیرہ جو نبی کے بعد خلافت کے بارے میں حیران ہو رہے ہو اگر تم لوگ اس کو جس کو خدا نے اور نبی نے مقدم کیا ہے مقدم کرتے اور جس کو خدا و نبیؐ نے موخر کیا ہے - موخر کرتے تو پھر قیامت تک اختلاف نہ ہوتا - اور کوئی گمراہی میں نہ پڑتا - کوئی چیز ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی تاویل اہل بیت رسول کے پاس ہے - تم لوگ کیوں بھٹکتے پھرتے ہو - اور گمراہی اختیار کرتے ہو - اور

اہلِ بیتِ رسولؐ کو چھوڑے ہوئے ہو۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۵﴾ اور عنقریب جو لوگ ظالم ہو گئے وہ یہ جان لیں گے کہ وہ کس بل پلٹ دیئے جائیں گے۔

منقول ہے کہ کسی نے جناب امام حسن عسکریؑ سے ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ کی تفسیر پوچھی تو فرمایا میں ہوں عسکریؑ بیٹا علیؑ کا جن کا لقب زکی ہے اور وہ ہیں بیٹے محمدؑ کے جن کا لقب ہادیؑ ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے علیؑ کے۔ جن کا لقب رضا ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے موسیٰؑ کے جن کا لقب کاظم ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے جعفر کے جن کا لقب صادقؑ ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے محمدؑ کے جن کا لقب باقر ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے زین العابدینؑ کے جن کا لقب سجاد ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے حسینؑ کے جن کا لقب شہید و مظلوم ہے۔ اور وہ ہیں بیٹے علیؑ کے جن کا لقب امیر المومنین ہے اور وہ ہیں بیٹے ابوطالب کے جن کا لقب سید العرب ہے۔ یہ معنی ہیں ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ کے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

وجہ تسمیہ جناب امام علی نقیؑ و جناب امام حسن عسکریؑ بہ عسکریین

اب میں حال جناب امام حسن عسکری کا بیان کرتا ہوں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عسکر ایک قریہ کا نام ہے۔ اسی کی طرف امام علی نقی اور امام حسن عسکری منسوب ہیں۔ اسی سے ان دونوں اماموں کو عسکریین کہتے ہیں۔ اور صاحب منتخب کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں متوکل عباسی کا پایہ تخت سامرہ تھا۔ اور امام علی نقیؑ وہاں رہا کرتے تھے۔ تو ایک روز متوکل نے شوکت شاہانہ دکھانے کی غرض سے حضرت کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔ سارے حشم و خدم امراء وزراء جمع تھے۔ اور سارا لشکر مسلح سامنے کھڑا تھا۔ سب حضرت کو ملاحظہ کرایا تاکہ ان کے دل میں خوف اور ہیبت پیدا ہو۔ بعد اس کے متوکل نے اپنے لشکر کے ہر سوار کو حکم دیا۔ کہ اپنے گھوڑے کے توبرے میں مٹی بھر کر فلاں جگہ انڈیل دو۔ ان سواروں نے جب ایسا کیا۔ تو اس جگہ ایک ٹیلہ مثل پہاڑ کے ہو گیا۔ اور وہ ابھی تک سامرہ میں موجود ہے۔ جس کو تل المخالی کہتے ہیں۔ اس کے بعد متوکل نے امام علی نقی کا ہاتھ پکڑا۔ اور اس بلندی پر چڑھ گیا۔ اور فخریہ کہنے لگا۔ کہ میں آپ کو یہاں اس واسطے لایا ہوں کہ

آپ میری فوج کو میرے عسکر کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ اور اس نے اپنے لشکر کو عمدہ زرہیں پہنائی تھیں۔ اور وہ سب نیزے ہاتھوں میں لیئے تلواروں سے مسلح تھے۔ حضرتؑ کے سامنے دستہ کا دستہ رسالہ کا رسالہ ملاحظہ کے واسطے گزرتا تھا۔ جب دیکھ چکے تو فرمایا تو نے اپنے عسکر کو تو دکھایا۔ اگر کہے تو میں بھی اپنا عسکر تجھے دکھا دوں؟ متوکل نے گھبرا کر کہا تمہارا عسکر کہاں ہے؟ فرمایا داہنی طرف دیکھ۔ جب اس نے نظر کی دیکھا ساری زمین فرشتوں سے بھری ہوئی ہے اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے حربے چمک رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہوش اڑ گئے عقل جاتی رہی۔ فرمایا بائیں جانب دیکھ۔ جب نظر کی دیکھا اس قدر فرشتے ہیں۔ جس طرح وادی النمل میں چیونٹیاں ہوتی ہیں۔ یا ریگستان میں بالو ہوتی ہے۔ اور وہ سب فرشتے انواع و اقسام کی صورتوں سے تمام صحرا میں محیط ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں آگ کے حربے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس پہ ایسا خوف طاری ہوا۔ کہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اس کو غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھا تو نے میرے عسکر کو اے بادشاہ ہم اہل بیت رسول خدا کو دنیا سے اور اس کی زینت سے کیا کام ہے؟ تو اطمینان رکھ ہم ہرگز تیری سلطنت کے خواہاں نہیں ہیں۔ ہم امور آخرت میں مشغول ہیں۔ ہم کو دنیا سے کیا مطلب ہے؟

معجزہ تعویذ۔ حمائے ربع تبانا

اور معجزات میں امام حسن عسکریؑ سے لکھا ہے کہ حسن بن ظریف کہتا ہے۔ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کو خط لکھوں کہ قائم آل محمد جب ظہور فرمائیں گے۔ تو کس عنوان سے لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کیا کریں گے اور یہ بھی پوچھوں کہ حمائے ربع کا کیا علاج کروں۔ مگر ان دونوں مسئلوں میں سے ایک تو لکھا۔ اور دوسرا بھول گیا۔ جب حضرتؑ کا جواب آیا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ کہ تو نے قائم آل محمد کو جو پوچھا ہے کہ کس طور سے قضایا فیصل کیا کریں گے۔ تو وہ اپنے علم سے جس سے سب باتیں ان پر ظاہر ہوں گی فصل قضایا کیا کریں گے۔ ان کی شریعت باطنی شریعت ہو گی۔ کوئی گواہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ جس طرح حضرت داؤدؑ فصل قضایا کیا کرتے تھے۔ اور حمائے ربع کو جو پوچھنا بھول گیا۔ تو جس کو یہ

بخار آتا ہو ایک کاغذ پر یہ آیت لکھ کر اس کے گلے میں یہ تعویذ لٹکا دینا۔ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰۤی اِبْرَاهِیْمَ۔

بے سیاہی کے لکھے ہوئے مسائل پر جواب لکھنا

محمد بن عیاش کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ آپس میں معجزات امام حسن عسکری کا ذکر کر رہے تھے۔ اس جلسہ میں ایک شخص ناصبی بھی تھا۔ کہنے لگا کہ میں کچھ مسائل کاغذ پر خالی قلم سے بغیر سیاہی کے لکھتا ہوں - اگر سب کا جواب دیا تو البتہ میں سمجھوں گا۔ کہ وہ امام برحق ہیں - محمد بن عیاش کہتے ہیں - کہ ہم نے کچھ مسائل لکھے - اس نے بھی ایک کاغذ پر بے سیاہی کے لکھا - اور سب خطوں کو حضرتؑ کے پاس بھیج دیا - وہاں سے ہمارے مسئلوں کا جواب آیا - اور اس کے کاغذ پر بھی جواب لکھا تھا اور پتہ کے واسطے اس کا اور اس کے ماں باپ کا بھی نام حضرتؑ نے لکھ دیا تھا۔ دیکھتے ہی وہ شخص حیران ہو گیا - اور بے ہوش ہو گیا - جب افاقہ ہوا مذہب حق اختیار کیا - اور شیعۂ خالص ہو گیا - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

ایک شخص کا کچھ مانگنا اور حضرتؑ کا دفینہ بتانا

اسمٰعیل بن محمد عباسی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں بر سر راہ اس انتظار میں بیٹھا کہ امام حسن عسکریؑ ادھر سے تشریف لائیں تو میں اپنی کچھ حاجت بیان کر دوں - جب حضرتؑ تشریف لائے - تو میں نے قسم کھا کر بیان کیا - یا مولا! میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے - جس سے دن کو یا رات کو غذا کی فکر کروں - اور ایک درہم سے زیادہ ہونا تو مشکل ہے - فرمایا کیوں خدا کی جھوٹی قسم کھاتا ہے - کیا تو نے دو سو اشرفیاں زمین میں گاڑ کے نہیں رکھی ہیں؟ پھر کہتا ہے کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے - خیر میں نے یہ بات اس خیال سے نہیں کہی ہے کہ تجھے کچھ نہ دوں - پھر غلام سے فرمایا کہ جو تیرے پاس اس وقت ہے اسے دیدے - غلام نے سو اشرفیاں دیں - بعد اس کے حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ سمجھ رکھ کہ تو نے جو دفینہ کر کے رکھا ہے جس وقت تو اس کا نہایت حاجتمند ہوگا - اسی وقت اس سے محروم رہے گا - سمٰعیل کہتا ہے کہ جو حضرتؑ نے مجھے دیا تھا - اسے میں خرچ کرتا رہا - ایک زمانہ میں جب خرچ کی بہت تکلیف ہونے لگی - تو میں نے اس زمین کو کھودا - جہاں

اشرفیاں دفن کی تھیں۔ دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا۔ آخر معلوم ہوا کہ میرے لڑکے کو حال معلوم گیا تھا۔ اس نے نکال لی تھیں۔ اور لے کے بھاگ گیا تھا۔ اور سب تلف کر دی تھیں۔ مجھے کچھ بھی ان میں سے نہ ملا۔

عورت کو ایک حصہ اور مرد کو دو حصہ میراث ملنے کی وجہ

ابو ہاشم جعفری کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ ابو محمد جھنگی نے ان حضرتؑ سے سوال کیا۔ کیا وجہ ہے کہ عورتیں بے چاری جن کی خلقت کمزور ہے۔ ان کو میراث کا ایک حصہ ملے۔ اور مرد باوجود قوی و توانا ہونے کے دو حصے پائیں۔ فرمایا اس لئے کہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ اور نہ ان کو کھانے کپڑے کی فکر ہے۔ بلکہ ان کے نان و نفقہ کا بار مردوں پر ہے۔ اس لئے عورتوں کے واسطے ایک سہم کافی ہے۔ اور مردوں کے واسطے جہاد ہے۔ سواری ہے۔ اور بہت سے اخراجات ہیں۔ اس لئے ان کے واسطے دو سہم ہوئے۔ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی۔ کہ یہی سوال ابو العوجاء نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا تھا۔ اور بعینہ حضرتؑ نے یہی جواب دیا تھا۔ فوراً امام حسن عسکریؑ سمجھ گئے۔ اور فرمایا۔ ہاں اے ابو ہاشم یہی سوال تھا اور یہی جواب تھا۔ ہم اہل بیتؑ کا کلام بھی ایک ہوتا ہے۔ اور جواب بھی ایک ہوتا ہے۔ ہمارا علم اور جناب امیر المومنینؑ کا علم اور رسول خداؐ کا علم سب یکساں ہے مگر البتہ حضرت امیرؑ کا مرتبہ ہم ائمہؑ میں زیادہ ہے۔ اور پیغمبر خدا کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔

نصرانی کی وجہ سے پانی کا برسنا

منقول ہے جس سال معتمد عباسی نے آپ کو قید کیا۔ اس سال پانی نہ برسا اور سامرہ میں قحط ہوا۔ وہاں کے لوگ تین روز تک نماز استسقاء کو گئے۔ لیکن کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ بعد اس کے جاثلیق نصرانی اپنی قوم کو لے کر صحرا میں گیا۔ ان نصرانیوں میں ایک راہب تھا کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا تھا۔ فوراً ابر پیدا ہوتا تھا۔ اور پانی برسنے لگتا تھا۔ دو روز پیہم یہی ہوا۔ یہ دیکھ کے خلق کے دلوں میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ اکثر دین نصاریٰ کی طرف مائل ہو چلے۔ جب یہ کیفیت معتمد

نے سنی۔اسے اپنی سلطنت کے زوال کا اندیشہ ہوا۔بہت گھبرایا۔آخرکار امام کو زندان سے بلا کے کہنے لگا اَدْرِكْ اُمَّةَ جَدِّكَ اپنے جد کی امت کی خبر لیجئے اہل اسلام تین دن تک نماز استسقاء کو گئے۔لیکن کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔اور نصاریٰ دو دن گئے۔دونوں دن پانی برسا۔اگر تیسرے روز ایسا ہی ہو گا۔تو اکثر مسلمان نصاریٰ ہو جائیں گے۔حضرتؑ نے فرمایا۔غم نہ کھا کل لوگوں کا شک دفع کر دوں گا۔یہ فرما کر اہل زندان کی رہائی کے لئے سفارش کی۔اکثر شیعہ و سادات تھے۔سب رہا ہو گئے۔دوسرے روز معتمد عباسی شہر کے خورد و کلاں کو لے کر امام کے ساتھ صحرا میں گیا۔نصاریٰ بھی وہاں جمع تھے۔حضرتؑ نے فرمایا۔راہب سے کہدو کو دعا کرے۔جب راہب نے دعا کی فوراً ابر پیدا ہوا۔اور برسنے لگا۔امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ اور جو چیز راہب کے ہاتھ میں ہو لے آؤ۔وہ شخص جا کے ایک ہڈی جس کو وہ راہب اپنی انگلیوں میں چھپائے ہوئے تھا۔نکال لایا۔آپ نے اسے کپڑے میں لپیٹوا دیا۔فوراً ابر منتشر ہو گیا۔حضرتؑ نے راہبوں سے فرمایا اب دعا کرو۔ہرچند انہوں نے دعا کی پھر کوئی اثر ابر کا پیدا نہ ہوا ساری خلقت متعجب ہوئی۔آپ نے معتمد سے کہا۔یہ ہڈی ایک نبی کی ہے قاعدہ ہے۔کہ جب کسی پیغمبر کی ہڈی ظاہر ہو گی۔تو باران رحمت نازل ہو گا۔اگر چاہو تو امتحان کر لو۔چنانچہ پھر جو وہ استخوان کپڑے سے نکال کر ہاتھ پر رکھی گئی فوراً ابر ظاہر ہوا۔اور پانی برسنے لگا۔بعد اس کے حضرتؑ نے اس ہڈی کو لپیٹ دیا۔اور اپنے طور پر نماز استسقاء پڑھی۔اور دعا کی فوراً ابر آیا۔اور خوب پانی برسا۔

درندوں کی اطاعت

ایک روایت میں ہے کہ ان حضرت کو قید خانہ میں ایک شخص کے سپرد کیا تھا اور وہ نہایت اذیت دیا کرتا تھا۔اس کی زوجہ نے نصیحت کی۔اور کہا خدا سے ڈر اولادِ رسولؐ کو اذیت پہنچاتا ہے۔کہیں تجھ پر قہر خدا نہ نازل ہو۔اس نے کہا تو اسی کو کہتی ہے۔میں تو ان کو درندوں اور شیروں کے درمیان میں ڈال دوں گا۔غرض اس نے بادشاہ سے اجازت لے کر ایسا ہی کیا۔سب لوگوں کو یقین

تھا کہ ورندے حضرت کو پھاڑ کے کھا جائیں گے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو یہ دیکھا کہ وہ حضرت کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور سب شیر حضرت کے گرداگرد سر جھکائے کھڑے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

زندان بانوں کا مطیع ہونا

محمد بن اسمٰعیل علوی کہتے ہیں کہ بنی عباس میں سے کچھ لوگ صالح بن وصیف کے پاس گئے۔ جس کے یہاں امام حسن عسکری قید تھے اور کہنے لگے کہ ان کے ساتھ بہت سختی سے پیش آنا۔ اور کچھ رحم نہ کرنا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے تو دو ایسے شخصوں کو مقرر کیا تھا۔ جو نہایت سخت اور بے رحم تھے۔ مگر وہ دونوں تو اس کے مطیع ہو گئے۔ اور قدم چومنے لگے اور شب و روز اس کے ساتھ عبادت خدا کرنے لگے۔ اس کے بعد صالح نے ان دونوں غلاموں کو قید خانہ سے بلا بھیجا۔ اور کہنے لگا یہ کیا بات ہے جو ہم سنتے ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ ہم کیا بیان کریں اس شخص کی حالت جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور تمام شب عبادت خدا میں بسر کرتا ہے۔ سوائے عبادت کے نہ کسی کام میں مشغول ہوتا ہے۔ نہ کسی سے کچھ کلام کرتا ہے۔ جب ہم لوگ اس کے چہرہ نورانی کو دیکھتے ہیں تو ایسا رعب طاری ہو جاتا ہے کہ ہم کوئی بے ادبی اس کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ افسوس مومنین ایسے بزرگوار کو معتمد لعین نے زہر سے شہید کیا۔

بیان شہادت

ابو ادیان کہتے ہیں کہ میں اکثر امام حسن عسکری کے خطوط شہروں میں لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھے چند خط مدائن لے جانے کے لئے عنایت کئے اور فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد پھر تم یہاں آؤ گے۔ تو میرے مکان سے رونے کی آواز سنو گے۔ اور مجھ کو تختۂ غسل پر پاؤ گے۔ میں نے عرض کی آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ فرمایا جو تم سے جواب نامہ جات طلب کرے۔ اور میرے جنازہ کی نماز پڑھائے اور کیسہ کے اندر کی خبر دے۔

جعفر کذاب کا دعویٰ امامت کرنا

الغرض میں پندرھویں روز مدائن سے سامرہ پہنچا۔ تو حضرت کے حرم سرا سے

رونے کی آواز سنی - اور دروازہ پر دیکھا - کہ جعفر کذاب بیٹھا ہے - اور کچھ لوگ اسے وفات کی تعزیت اور امامت کی تہنیت دے رہے ہیں - میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کو ہمیشہ شراب پیتے اور جوا کھیلتے طنبور بجاتے دیکھا ہے - یہ کیونکر امام ہو سکتا ہے؟ اس حیرت میں تھا کہ عقید (نام ہے ایک خادم کا) باہر آیا اور جعفر کذاب سے کہا کہ تمہارے بھائی کو کفن دے چکے چلو نماز پڑھو - وہ لوگوں کے ساتھ اندر گیا - میں نے دیکھا - کہ لاش اقدس صحن میں رکھی ہے - جعفر آگے کھڑا ہوا اور پیچھے صفیں درست ہوئیں - چاہتا تھا کہ نماز کی تکبیر کہے - کہ اتنے ہی میں ایک صاحبزادہ گندم گون پیچیدہ مو جس کی پیشانی مبارک سے نور ہویدا تھا - حجرہ سے باہر آیا - اور جعفر کو ہٹا کے کہنے لگا - چچا پیچھے کھڑے ہو کہ باپ کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا تم سے میں سزاوار تر ہوں - اس صاحبزادے نے آگے کھڑے ہو کے نماز جنازہ پڑھائی -

حضرت صاحب العصرؑ کا نماز جنازہ پڑھانا

پھر مجھ سے ان خطوں کا جواب طلب کیا - میں نے حوالے کیا - اور یہ دونوں علامتیں امامت کی پا کے کیسہ کی علامت کا منتظر رہا - ایک شخص نے جس کا نام حاجز تھا - جعفر سے پوچھا یہ لڑکا کون تھا؟ اس نے کہا میں واقف نہیں - اور آج کے سوا کبھی نہ دیکھا تھا - اس عرصہ میں قم سے ایک قافلہ آیا - اور جب ان کو معلوم ہوا کہ امام حسنؑ عسکری نے وفات پائی - تو اہل قافلہ جعفر کے پاس آ کے کہنے لگے کہ ہمارے پاس خطوط اور مال ہیں - بتاؤ کہ خطوط کس کس کے ہیں اور مال کس قدر ہے جعفر نے کہا غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں - اسی وقت ایک خادم اندر سے باہر آیا - اور صاحب الامر کی طرف سے اہل قافلہ سے کہا - تمہارے ساتھ فلاں فلاں شخص کے خطوط ہیں - اور تمہارے پاس کیسہ میں ہزار اشرفیاں ہیں کہ ان میں سے دس اشرفیاں ایسی ہیں جن کے نقوش مٹ گئے ہیں - اہل قافلہ نے

واضح ہو کہ احتجاج طبرسی میں جو توقیع حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی جانب سے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امام زادہ نے بعد اس کے توبہ کی اور مثل برادران یوسف کے انجام ان کا نیک ہوا - ۱۲ منہ

خطوط اور کیسہ خادم کے حوالے کر دیا۔ اور سمجھے کہ جس بزرگوار نے انہیں اس کام کے لئے بھیجا ہے بے شک وہی امام ہیں۔

الغرض جب امام حسن عسکری نے رحلت فرمائی۔ اور یہ خبر سامرہ میں مشتہر ہوئی تو تمام اہل شہر نے آپ کے ماتم میں وہ نوحہ و شیون کیا کہ اس روز سامرہ ان لوگوں کے گریہ و شیون سے صحرائے قیامت ہو گیا۔ خلیفہ ملعون پہلے تو حضرت کی اولاد کی تلاش میں رہا۔ باہر مردوں کو متعین کیا۔ عورتوں میں زنان قابلہ کو بھیجا مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ بعد اس کے حضرتؑ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا۔ اس روز کل بازار سامرہ کا معطل ہو گیا۔ اور چھوٹے بڑے وضیع و شریف سب جنازہ پر حاضر ہوئے۔ اور وہ جناب اپنے پدر بزرگوار امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؕ

مجلس شصت و ہفتم ۶۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْمَجِیْدِ وَفُرْقَانِہِ الْحَمِیْدِ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ خداوند حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو روئے زمین پر ضعیف سمجھے گئے ہیں اور ان لوگوں کو امر دین میں پیشوا گردانیں۔ اور ان لوگوں کو وارث قرار دیں۔ اور روئے زمین پر ان کو تسلط اور تمکین عطا کریں۔ اور فرعون و ہامان اور ان

ؐ وضیع کے معنی دنی جیسی کمینے کے ہیں۔ ۱۲۔ مجمع البحرین ص۳۹۱

کے لشکر و اتباع کو۔ وہ چیز جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔ ان اماموں کی جانب سے دکھادیں۔)

احادیث ائمۂ معصومین علیہم السلام میں منقول ہے کہ یہ آیہ وافی ہدایہ شان میں امام الانس والجان خلیفۃ الرحمٰن حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی وارد ہے۔ کہ حق تعالیٰ کل روئے زمین مشرق و مغرب تک ان کے تصرف و حکومت میں عطا کرے گا۔ اور جتنے کفار و منافقین جن کے راس و رئیس فرعون وہامان یعنی اول وثانی ہوں گے۔ وہ سب مقہور و مغلوب ہوں گے۔ دنیا میں سوائے مومنین مخلصین کے کوئی نہیں رہے گا۔ جیسا کہ ایک مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ یعنی ہم نے زبور میں بعد ذکر یہ لکھا ہے۔ کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ بالجملہ بنا بر روایت مشہورہ ولادت باسعادت آپ کی پانزدہم ماہ شعبان روز جمعہ صبح کے وقت ۲۵۵ھ ہجری میں ہوئی ہے۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب میرے بھائی امام علی نقی نے رحلت فرمائی۔ اور امام حسن عسکری امام ہوئے۔ تو میں عادت کے موافق اپنے بھتیجے کے پاس جایا کرتی تھی ایک روز جو شام کے وقت پھرنے کا قصد کیا۔ تو حضرت نے فرمایا اے پھوپھی اماں آج شب کو یہیں رہ جاؤ۔ کہ میرے یہاں وہ فرزند گرامی قدر پیدا ہونے والا ہے جس سے خداوند عالم زمین کو ایمان اور ہدایت سے معمور کرے گا۔

ولادت باسعادت حضرت صاحب العصر والزمان

غرض میں رات کو نرجس خاتون کے پاس سو رہی۔ اور اس کے پیٹ اور پشت کو جو دیکھا۔ مطلق حمل کے آثار نہیں پائے۔ میں نے آپ سے آکر کہا حضرت مسکرائے اور فرمایا جب صبح ہوگی تو ظاہر ہوگا۔ اور ان کا حال مانند مادر موسیٰ کے ہے کہ تا ہنگام ولادت کسی طرح کا تغیر ان پر ظاہر نہ ہوا اور کوئی ان کے حال سے مطلع نہ ہوا۔ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب میں نماز شب پڑھ کے مصروف دعا ہوئی۔ تو نرجس خاتون نے بھی وضو کیا اور نماز شب پڑھی۔ اتنے میں صبح کاذب ہوئی۔ اس وقت تک کوئی اثر وضع حمل کا معلوم

نہ ہوا - میرے دل میں شک گزرا - ناگاہ امام نے معجزہ سے معلوم کر لیا - اور صدا دی
اے پھوپھی اماں! شک نہ کرو - اب وقت قریب آیا ہے - اسی وقت نرجس خاتون
کو ایک اضطراب پیدا ہوا - میں اسمار الہٰی پڑھ کے دم کرنے لگی - حضرتؑ نے فرمایا
سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پڑھو - جب میں نے سورہ شروع کیا - لڑکے نے بھی اپنی
ماں کے بطن سے سورہ کے پڑھنے میں میری ہمراہی کی - میں خائف ہوئی - اتنے میں
نرجسؑ خاتون میری آنکھوں سے غائب ہوگئیں - میں فریاد کرتی ہوئی حضرتؑ
کے پاس گئی - آپ نے فرمایا - کچھ اندیشہ نہ کیجئے - وہیں جائیے - جب میں پھر گئی تو نرجس
خاتون کو موجود پایا - اور اس وقت ان کے چہرہ پر ایسا نور تھا - کہ آنکھیں خیرہ کر
رہی تھیں - اور دیکھا کہ ایک طفل رو بقبلہ سجدہ خدا میں شہادتیں پڑھ رہا ہے
بعد اس کے ایک ایک امام کا نام لیا - جب اپنے نام تک پہنچا - تو کہا - اَللّٰھُمَّ
اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ وَاَتْمِمْ لِیْ اَمْرِیْ وَثَبِّتْ وَطْأَتِیْ وَامْلَأِ الْاَرْضَ
بِیْ قِسْطًا وَّعَدْلاً (خداوندا جو تو نے نصرت کا وعدہ میرے ساتھ کیا ہے -
اس کو وفا فرما - اور میرے امر خلافت اور امامت کو تمام کر - اور میرے
سبب سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے) پھر امام حسن عسکری نے فرمایا
اے عمہ! میرے فرزند کو لے آؤ - حکیمہ خاتون کہتی ہیں - کہ جب میں نے گود میں
لیا دیکھا کہ پاک و صاف ختنہ کئے ہوئے ناف بریدہ ہیں - اور داہنے ہاتھ پر
یہ لکھا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (حق آیا اور
باطل گیا - یقیناً باطل زائل ہونے والا ہے) جب میں لے گئی - اپنے والد ماجد
کو دیکھ کے سلام کیا - انہوں نے گود میں لے لیا - اور ہاتھ سر پر پھیرا - اور فرمایا اے
فرزند کچھ زبان سے بولو - انہوں نے وہی آیت بسم اللہ کے ساتھ پڑھی - جو او
مذکور ہو چکی ہے - حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے بہت سے طائر دل
کو دیکھا - کہ امام حسن عسکری کے سر اقدس پر جمع ہوئے - آپ نے ایک طائر سے
فرمایا - اس لڑکے کو لے جا - اور حفاظت کر ہر جمعہ کو میرے پاس لانا - وہ طائر
جناب صاحب العصرؑ کو لے کر آسمان کی طرف اڑ گیا - نرجس خاتون رونے لگیں
حضرتؑ نے بہت تشفی دی - اور فرمایا نہ گھبراؤ - تمہارے سوا یہ کسی کا دودھ نہیں

پینے لگا۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ سب طائر کون تھے؟ فرمایا وہ جو لے گئے۔ روح القدس تھے۔ اور باقی دوسرے فرشتے تھے۔ جو سرادقات عرش الہیٰ تک اس کے ساتھ گئے۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں۔ کہ چالیس روز کے بعد میں پھر حضرت کے گھر گئی۔ دیکھا کہ ایک لڑکا دوڑتا پھرتا ہے۔ میں نے کہا اے نورِ چشم یہ لڑکا تو دو برس کا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اے پھوپھی اماں پیغمبر اور اوصیا امام اور لڑکوں کی طرح سے نشو و نما نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مہینہ کا لڑکا ایک برس کے برابر بڑھتا ہے۔ اور ماں کے پیٹ میں باتیں کرتا ہے۔ اور خدا کی عبادت کرتا ہے۔

دلائل وجود حضرت

واضح ہو کہ حضرت صاحب العصر والزمان کا امام اور خلیفہ برحق ہونا بہت سی کتابوں سے ثابت ہے۔ ایک سو پچاس حدیثیں اہل سنت کی کتابوں میں ہیں۔ منجملہ ان کے مسند ابی داؤد اور ترمذی میں ابن مسعود سے منقول ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَّاحِدٌ طَوَّلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْہِ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِیْ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا (فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ اگر ایام دنیا سے باقی نہ رہے۔ مگر ایک روز تو حق تعالیٰ اس روز کو بڑھا دے گا۔ یہاں تک کہ مبعوث ہو اس روز ایک شخص میرے اہل بیت سے کہ نام اس کا میرے نام کے موافق ہوگا۔ وہ شخص بھر دے گا زمین کو عدل انصاف سے۔ جس طرح کہ بھر گئی ہوگی وہ ظلم اور جور سے) اور اسی مضمون کی حدیثیں کتب شیعہ میں ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔ جن سے بتواتر معنوی حضرت کی امامت اور موجود ہونے کا یقین ہوتا ہے۔

بعض اہل اسلام کہتے ہیں۔ کہ مہدی موعود اب پیدا ہوں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ حضرت پیدا ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں

ے آپ کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب چودہ ستارے۔ باب ۱۴۔ مولفہ حضرت نجم الحسن کراروی

اور جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے۔ اور ابھی تک زندہ و باقی ہیں۔ مگر بمصالح چند خدا نے ان کو خلائق کی نظروں سے اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْم (وقت معلوم کے دن تک) پوشیدہ رکھا ہے۔ اور دلیل حضرت کے موجود ہونے کی کئی طرح سے ہے۔ اول یہ کہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہے کہ جناب پیغمبر خدا نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (جو شخص مرے اور امام زمانہ کو نہ پہچانتا ہو وہ کافروں کی موت مرتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں امام کا ہونا ضرور ہے۔ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمانہ کو حضرتؐ نے اس شخص کی طرف مضاف فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہر شخص کے زمانہ میں ایک امام کا موجود ہونا ضرور ہے۔ اور یہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت صاحب العصر والزمان کے موجود ہونے کے قائل ہوں۔ اکثر لوگ شبہ کرتے ہیں۔ کہ ایسا امام جو نظروں سے غائب ہو۔ اس کے ہونے سے کیا فائدہ دوسرے یہ کہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص اتنی مدت تک ہزاروں برس زندہ رہے۔

جواب پہلے شبہ کا یہ ہے۔ کہ یہ بات ثابت ہے۔ کہ حضرتؐ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو باتیں امم سابقہ میں واقع ہوئیں۔ اسی طرح اس امت میں بھی واقع ہوں گی پس یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک زمانہ دراز تک خوف نمرود سے غار میں رہے اور وہیں پرورش پائی۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے بھی مخفی ولادت پائی۔ اور جب فرعون کے خوف سے بھاگے۔ تو سالہا سال حوالی مصر میں مخفی رہے اسی طرح پیغمبر آخر الزمان ابتدا میں بہت دنوں تک خوف کفار سے شعب ابی طالب میں مستور رہے۔ اور جب مکہ سے ہجرت کی تو کئی روز تک غار میں پوشیدہ رہے۔ پس اس استتار[۱] میں انبیاؑ کے اتنے روز تک کیا فائدہ ہوا جو فائدہ وہاں سمجھو گے۔ ویسا ہی یہاں بھی سمجھو۔ دوسرے یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح انبیاؑ کو اور پیغمبر آخر الزمان کو خدا نے بسبب اکثر بندوں کی سرکشی کے

---

[۱] استتار کے معنی پوشیدہ کرنا یقینی درست ہے۔

ان کی نظروں سے کچھ دنوں پوشیدہ رکھا۔ جب مصلحت ہوئی - تب ا ہر کیا اسی طرح امام آخر الزمان کو بھی بوسبب ظلم و عدوان خلائق بے ایمان سے خدا نے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا ہے - جب مصلحت ہوگی تو ظاہر کرے گا۔ حضرت کے پوشیدہ رہنے میں ایسا ہی فائدہ ہے - جیسا کہ آفتاب کے ابر رہنے سے خلائق کو نفع پہنچتا ہے - اور تاکہ زمین پر حجت خدا کے قدم کی برکت سے لوگوں میں امن و امان رہے - جیسا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے - کہ ہمارے اہل بیت اہل زمین کے لئے اسی طرح باعث امان ہیں - جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں۔

اب رہا دوسرے شبہ کا جواب کہ اتنے دنوں تک کیونکر کوئی زندہ رہ سکتا ہے پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - صلحاء میں سے حضرت خضر اور ادریس اور الیاس اور عیسیٰ یہ سب زندہ ہیں - اور اشقیاء میں سے دجال اور ابلیس اب تک دونوں موجود ہیں - اور حضرت نوح کی عمر ڈھائی ہزار برس کی تھی - ان لوگوں سے اس قدر زندگانی کرنے پر تعجب نہیں ہوتا - اور ایک شخص جو کہ ذریت پیغمبر آخر الزمان میں سے ہے - اس کے اس قدر زندگانی کرنے پر تعجب ہوتا ہے

فَمَالِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ؕ

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آتی ۱۲

تمام شد

پرنٹر پبلشر	ملک رضا علی
مطبوع	انصاف پریس نزد ریلوے روڈ لاہور
پبلشر	شیعہ بک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور
تعداد	۵۰۰
تاریخ اشاعت	اگست ۱۹۶۱ء

کتاب ذکر العباس علیہ السلام

سوانح عمری علمدار کربلا باب الحوائج قمر بنی ہاشم ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام

بن

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

مصنفہ

تاج المتکلمین نجم الواعظین فخر العلماء جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی پشاور

حضرت عباس علیہ السلام کی سوانح عمری جو کہ ذکر العباس کے نام سے موسوم ہے اور مؤلف کی جلالت شان کے مطابق الفاظ کے دامن خود بھی کوتاہ ہیں۔ فاضل مؤلف نے واقعات کو جمع کرنے اور انہیں انتہائی سلیقہ کے ساتھ قلم بند کرنے میں کمال کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی مفصل اور محققانہ سوانح عمری لکھنا آپ ایسے طلبائے تحقیق کے بس کی چیز ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی سوانح عمری اس سے زیادہ مکمل اور مستند کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ یہ سوانح عمری مناسب سائز پر ۳۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ۲۸۰ عناوین پر محققانہ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۳۰۲ کتابوں کا نچوڑ۔ حوالے مع صفحات کتب اور سن طبع کے درج ہیں۔

لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت ہی بہترین ہے۔ اور ٹائیٹل بھی دیدہ زیب۔

قیمت :-

فی جلد مجلد دس ۱۰/ روپے ، علاوہ محصول ڈاک

لاہور کے شیعہ کتب خانوں کی تمام کتب ہم سے بکفایت طلب کریں۔ تاجران کتب کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔ فہرست کتب ۲/ کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس ریلوے روڈ لاہور